سید طفیل محمد شاہ ترمذی

نام کتاب : تلاشِ حق، زجاجہ، راہنمائے تبلیغ
مصنف : سید طفیل محمد شاہ
(پریذیڈینٹ انجمن احمدیہ سالاروالہ، ضلع فیصل باد)
طبع اوّل : 1930ء (بعنوان 'رہنمائے تبلیغ') 1000 عدد
طبع دوئم : 1983ء (بعنوان 'زجاجہ') 1000 عدد
طبع سوئم : 2014ء (بعنوان تلاش حق) 1000 عدد
سرورق تزئین : امتہ الرفیق شاہد۔ ھبۃ النور گرافک ڈیزائنر
مقام اشاعت : ادارہ تحقیق الادیان، میری لینڈ۔ امریکہ

Institute of Comparative Study of Religions
6248 - Stone Hill Court
Port Tobacco, MD. 20677 3403 USA
Tel: 1-267-909-3310 Fax: 1-301-934-4678
drmubarik@gmail.com

Unitech Publications Qadian
143516 Distt. Gurdaspur - PUNJAB (INDIA.)
Ph. 00-91-9815617814 , 9872341117
khursheedkhadim@yahoo.co.in
www.unitechpublications.com

انتساب

میرے والد بزرگوار مکرم سید طفیل محمد شاہ صاحب کی تحریر کردہ کتاب جو پہلے 'رہنمائے حق' اور 'زجاجہ' کے ناموں سے ادارہ تحقیق الادیان کی طرف سے دو دفعہ شائع ہو چکی ہے، اسے اب خاکسار 'تلاش حق' کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ خاکسار اپنے والد مرحوم کی اس تبلیغی کاوش کو اپنی والدہ محترمہ آمنہ بی بی مرحومہ کے نام منسوب کرنا چاہتا ہے کیونکہ انہوں نے والد محترم کی وفات کے بعد ہم سب بہن بھائیوں کی نہ صرف کفالت کی بلکہ ہم سب کی دینی تربیت کی اور خلافت سے وابستگی اور مکمل اطاعت کا جذبہ ہمیشہ زندہ رکھا۔ خدا تعالیٰ ہمارے والدین کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔

خاکسار

ڈاکٹر سیّد مبارک احمد شاہ ترمذی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

فہرست مضامین

عرض حال

زیرنظر کتاب ''تلاش حق'' آج سے تقریباً پون صدی سے زائد عرصہ قبل رہنمائے تبلیغ کے نام سے شائع ہوئی تھی۔اس وقت یہ تبلیغی ضروریات کے لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوئی۔چونکہ یہ کتاب ایک عرصہ سے ناپید تھی اس لئے کچھ عرصہ قبل عزیزم نعیم احمد شاہ صاحب نے اسے زجاجہ کے نام سے شائع کیا۔ان کی یہ کاوش بھی مفید ثابت ہوئی اور تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے میں ممد ومعاون رہی۔

اب یہ کتاب ''تلاش حق'' کے نام سے شائع کی جارہی ہے۔نام کی یہ تبدیلی محض اس وجہ سے ہے کہ درحقیقت یہ کتاب متلاشیان حق کے پیش نظر ہی لکھی گئی تھی۔نیز اس وجہ سے بھی کہ ملک عزیز میں تبلیغ کا قطعی طور پر غلط مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔حالانکہ متلاشی حق کو صحیح راہنمائی مہیا کرنا عین اسلامی حکم ہے۔تمام مسلم قوم اس کی مکلف ہے لیکن اسلام کے تنزلی دور میں جب مسلمان اپنے اس فریضہ سے غافل ہو گئے تو وہ گمراہی میں گرتے چلے گئے۔اس زمانہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے دیگر عقائد واحکام کے ساتھ دعوت الی اللہ کے کام کو بھی زندہ کیا اور اس کی برکت سے اسلام ازسرنو اکناف عالم میں پھیل رہا ہے۔

اس کتاب کے مصنف خاکسار کے خالو سید طفیل محمد شاہ صاحب مکمل تحقیق اور مطالعہ کے بعد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔قبول حق کیلئے وہ خود ان سب مراحل سے گزرے جو ایک متلاشی حق کو پیش آتے ہیں۔اس لئے آپ نے نئے آنے والے لوگوں کی سہولت کیلئے اس کتاب کو مرتب کیا۔دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے نافع الناس بنائے اور لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت کا موجب بنائے۔آمین۔

مکرم شاہ صاحب کا تعلق شعبہ تعلیم وتدریس سے تھا۔آپ کو مذہبی کتب کے مطالعہ کا اور خاص طور پر بین المذاہب کے تقابلی مطالعہ کا شوق تھا۔اس غرض کیلئے آپ نے ادارہ تحقیق الادیان قائم کیا تھا تاکہ مختلف مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے اسلام کی صداقت ثابت کی جائے۔اس غرض کیلئے

آپ نے اس کتاب کے علاوہ بعض اور کتب شائع کیں اور بعض کا مواد تیار کیا تھا مگر ان کی اشاعت ممکن نہ ہوسکی۔ ہماری خواہش اور کوشش ہے کہ اس مفید مواد کو بھی ہدیہ ناظرین کرسکیں۔ **وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔**

اس کتاب میں متعدد فارسی حوالجات اور اشعار مندرج ہیں مگر ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں فارسی کا عمومی علم کافی بلند تھا اس لئے ان کا ترجمہ ساتھ نہیں دیا گیا تھا۔ مگر اب موجودہ دَور میں فارسی سے لوگوں کا زیادہ لگاؤ نہیں اس لئے حاشیہ میں اس ترجمہ کو دے دیا گیا ہے۔ یہ کام مکرم ملک محمد صفی اللہ خان صاحب آف کینیڈا نے کیا ہے۔ **جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا۔**

اس کتاب کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق بہتر طور پر شائع کرنے کی تحریک اخویم سردار عبدالسمیع صاحب مرحوم آف ماڈل ٹاؤن لاہور نے مکرم شاہ صاحب مرحوم کے بیٹے اور اپنے بہنوئی مکرم ڈاکٹر سید مبارک احمد شاہ صاحب کو فرمائی۔ خدا تعالیٰ اس کارخیر کے محرک اور ناشر کو بھی بہترین جزاعطا فرمائے اور سب کو اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

خاکسار

محمد اجمل شاہد

سابق امیر و مشنری انچارج، نائیجیریا

کتاب ہذا کے متعلق بزرگان وعلماء سلسلہ کی رائے

۞ آغا محمد عبدالعزیز فاروقی راولپنڈی مصنف کوکب درّی نے مصنف کوتحریر کیا:

''واقعی اخویم مکرم نے از حد محنت وسعی بلیغ سے اتنا ذخیرہ دلائل کا جمع کر کے جماعت احمدیہ کے دلائل میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ میں اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ دعا ہے کہ خداوند خدا اس کے ذریعہ بہتوں کو ہدایت تام فرمائے۔ آمین۔

میں نے اس کتاب کے ذریعہ بہت بڑا فائدہ اُٹھایا کہ کوکب درّی کو مرتب کیا۔''

۞ ایک بزرگ، جنہوں نے نام ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''آپ اپنی کتاب کا نام زجاجہ رکھیں اور دیباچہ میں تحریر کر دیں کہ ایک دوست کے الہام کی بناء پر کتاب کا نام رکھتا ہوں۔ میرا نام دیباچہ میں ظاہر نہ کریں۔ زجاجہ کے معنی شیشہ کے ہیں یعنی ایسا کہ اس کی صفائی میں کوئی نقص نہیں۔ بلکہ شیشہ کی طرح ہے اور اس کا نور کمزور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب قبولیت وہدایت کا باعث ہوگی۔ آمین۔''

۞ مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا وسیم صاحب کی خدمت میں جب زجاجہ کی ہندوستان میں اشاعت کی درخواست پیش ہوئی تو آپ نے اس کی منظوری عطا فرمائی اور لکھا:

''آپ کی چٹھی 86-6-16 موصول ہوئی جس میں آپ نے لکھا ہے کہ مکرم

ناظر صاحب اصلاح وارشاد کی زیر ہدایت زجاجہ راہنمائے تبلیغ کو دوبارہ شائع کیا گیا ہے اور اس کی افادیت کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسے جامعہ احمدیہ ربوہ کے کورس میں بھی شامل کرنے کی منظوری عطا فرمائی ہے۔اور مبلغین کرام کو بھی مہیا کی گئی ہے اور تبلیغی غرض سے ہر احمدی کے پاس اس کا ہونا مفید ہے۔

یہ وجوہ بیان کرتے ہوئے آپ نے ''زجاجہ'' کی ہندوستان میں اشاعت کی اجازت طلب فرمائی ہے۔لہٰذا نظارت دعوت وتبلیغ ''زجاجہ'' کی ہندوستان میں اشاعت کی اجازت دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس میدان تبلیغ میں ہر لحاظ سے مؤثر بنائے۔آمین۔''

۞ مکرم بشیر احمد دہلوی صاحب ناظر دعوت وتبلیغ تحریر فرماتے ہیں:

''تبلیغی لحاظ سے جن کتب کو میں نے مفید پایا ہے ان میں پہلے نمبر پر''دعوۃ الامیر'' سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتاب ہے اور دوسرے نمبر پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی تصنیف ''تبلیغ ہدایت'' ہے اور تیسرے نمبر پر ''راہنمائے تبلیغ'' ہے۔میرا تجربہ ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص احمدیت کی صداقت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ ضد اور تعصب سے کام لے۔''

۞ مکرم صوفی خورشید احمد خوش نویس تحریر کرتے ہیں:

''خوش قسمتی سے مجھے اس نادر کتاب''راہنمائے تبلیغ'' المعروف زجاجہ کی کتاب کا موقع میسر آیا۔حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں جب کہ آپ امرتسر

آیا کرتے تھے، ان ایام میں میری سکونت امرتسر میں تھی۔مخالفت کا زور تھا۔علماء کے شور وشر میں مَیں بھی حصہ دار تھا۔اکثر نظمیں آپ کی توہین میں لکھیں۔آج پچیس تیس سال بعد اس کتاب کے مطالعہ سے میرے دیرینہ خیالات میں یک بیک تغیر رونما ہوا۔کتاب مذکور میں دلائل کا اس قدر ذخیرہ فراہم کر دیا گیا ہے کہ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔یہ ضرب المثل جو صرف سننے اور بولنے کیلئے وضع ہوئی تھی ،آج اس کتاب کو دیکھنے سے صحیح معنوں میں مشاہدہ میں آ گئی۔‘‘

۞

پیش لفظ

از

مکرم ومحترم ناظر صاحب اصلاح وارشاد ربوہ

دعوت الی اللہ ایک نہایت ہی اہم فریضہ ہے۔ سچے مسلمانوں کی یہ علامت ہے کہ وہ کبھی بھی اس فریضہ کو نظرانداز نہیں ہونے دیتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران:۱۰۵)

اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہئے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے۔ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کو مسلمانوں کیلئے ایک فرض قرار دیا ہے جسے انہیں بہر حال بجالانا چاہئے۔ نیز فرمایا کہ حقیقی فلاح اور کامیابی کے حصول کیلئے اس فریضہ کی ادائیگی لازمی ہے۔ گویا وہی مسلمان کامیاب و کامران ہوں گے جو اپنے اندر دعوت الی اللہ کا نظام قائم رکھیں گے۔

اس کام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ (بخاری)

خدا کی قسم تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پاجانا اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے حصول سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

دعوت الی اللہ کے اس اہم کام کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا جذبہ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے اس کا کسی قدر اظہار حضور علیہ السلام کے درج ذیل الفاظ سے ہوتا ہے۔فرمایا:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔لوگوں کو بچالیں......اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات جلد سوم ۳۹۱)

اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں اور کس درد سے فرماتے ہیں:

''تبلیغ اسلام کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزار ہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے۔اس کو بجھنے نہیں دینا۔اس کو بجھنے نہیں دینا۔تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم کہ اس کو بجھنے نہیں دینا۔اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔

میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دیگا۔یہ لو بلند تر ہو گی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیر لے گی اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲اگست ۱۹۸۳)

اے فرزندان احمدیت! میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ ان ارشادات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اسی جذبہ اور جوش سے سرشار ہو کر دعوت الی اللہ کے کام میں لگ جائیں اور اپنی زندگیاں اسی کام میں صرف کر دیں تا اپنے امام کے سامنے بھی آپ سرخرو ہو جائیں اور اپنے خالق و مالک کے نزدیک بھی فلاح یافتہ لکھے جائیں۔

یاد رکھیں کہ اس کام کیلئے تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔اس تیاری کیلئے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ کریں۔تبلیغ کیلئے ایک نہایت ہی مفید کتاب ''زجاجہ (راہنمائے تبلیغ)'' محترم سید طفیل محمد شاہ

صاحب مرحوم نے شائع فرمائی تھی جو دعوت الی اللہ کے صحیح جذبہ، پوری لگن اور محنت سے تیاری کی گئی تھی۔ یہ کتاب عرصہ سے نایاب ہونے کی وجہ سے غیر معروف ہو چکی تھی۔ مرحوم کے فرزند مکرم نعیم احمد شاہ صاحب نے اسے دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام فرما کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں درج کئے گئے بہت سے حوالوں کی اصل کتب سے فوٹوسٹیٹ نقول بھی شامل کر دی ہیں جس سے اس کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس مفید کتاب سے خود بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور غیر از جماعت احباب کو بھی مطالعہ کیلئے دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قارئین کیلئے نافع بنائے۔ آمین۔

سلطان محمود انور
(ناظر اصلاح ارشاد)

دیباچہ

یہ دیباچہ اس کتاب کی پہلی اشاعت کے موقع پر مصنف کی درخواست پر مکرم سید تاج حسین بخاری ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سالاروالہ ضلع فیصل آباد نے تحریر کیا تھا۔مصنف خود بھی اس اسکول میں بطور ٹیچر ملازم تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ درس و تدریس کے علاوہ فارغ اوقات میں دونوں خوشگوار علمی ماحول میں احمدیت کے متعلق تبادلہ خیالات بھی کرتے رہتے تھے۔اس بناء پر مکرم بخاری صاحب کافی حد تک متنازعہ مسائل کے متعلق جماعت کے دلائل کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے۔تاہم ابھی جماعت میں شامل نہ ہوئے تھے۔جیسا کہ انہوں نے خود تحریر کیا ہے کہ مصنف نے ان کو اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کی دعوت دے کر اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کا موقع فراہم کر دیا۔چونکہ سعید الفطرت تھے اس لئے انہوں نے نہ صرف دوسرے لوگوں کو حق کے قبول کرنے کیلئے تحریک کی بلکہ خود بھی پہلے حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔الحمدللہ۔

مکرم بخاری صاحب نے دیباچہ کیلئے صرف چند سی باتیں لکھنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مختصر جامع رنگ میں کتاب کے جملہ ابواب کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے قاری کتاب کے تمام مضامین کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

میرے نہایت مکرم دوست سید طفیل محمد شاہ صاحب نے اپنی کتاب راہنمائے تبلیغ کا دیباچہ لکھنے کی مجھ سے خواہش ظاہر فرمائی ہے۔میں حیران ہوں کہ مجھ ایسے ایک نہایت قلیل علمی لیاقت رکھنے والے سے یہ توقع بعید از قیاس نہیں تو اور کیا ہے۔میرے دوست کو مجھ پر نہایت حسن ظن ہے۔حالانکہ بہت سے متبحر عالم و فاضل موجود ہیں جو کما حقہ دیباچہ تحریر کرنے میں مجھ سے بدرجہا موزوں ہیں اور ایسی علمی اور مفید بیش بہا کتب پر مناسب رائے زنی کر سکتے ہیں۔تاہم میں اپنی ناچیز واقفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ایزد تعالیٰ کی نصرت کو شامل حال سمجھتے ہوئے چند حروف زیب قلم کرنے کی کوشش کروں گا۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

ترجمہ: اگر قبول ہو جائے تو میرے لئے عزت اور شرف کی بات ہوگی

مؤلف کتاب ہذا ایک نہایت مخلص مومن اور حقیقی معنوں میں ایک جنونی احمدی ہیں جن کی ہر حرکات وسکنات سے تبلیغ کا راز آشکار ہوتا رہتا ہے۔ جہاں کہیں انہوں نے کسی کو آمادۂ استماع خیال کیا جھٹ اس کے ساتھ سایہ کی طرح چمٹ گئے اور اپنے خیالات کو زبردستی سے اس پر ٹھونسنے کی کوشش شروع کر دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت کی روشن زندگی کی یہ بیّن مثال ہے جس نے اپنے نام لیواؤں میں وہ تڑپ جنون اور سپرٹ پیدا کر دی ہے جو عام ۱۴۰۰ سالہ نام نہاد مسلمانوں میں بالکل مفقود ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے بلکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جہاں کہیں احمدیت کے اچھے خیالات کو لوگوں کے گوش گذار کرنے کی کوشش کی گئی۔ سننے والوں نے محض ذاتی عناد اور بغض وکینہ کی وجہ سے ان خیالات کو پس پشت ڈالنے کی سعی کی اور حتی الوسع ان خیالات محمودہ کو ایک ردّی کی ٹوکری میں پھینکا۔ شاید خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ کے مصداق یہی لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو حقیقی رنگ میں پیش کرنے والوں کو بنظر استحقار ٹھکرا دیتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔

میں مؤلف کی محنت شاقہ اور عرق ریزی کا تہ دل سے معترف ہوں۔ یہ بات الگ ہے کہ میں ان کے خیالات سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔ مگر میرا ایمان ہے کہ وہ جماعت جس سے ایسے لوگ منسلک ہیں، آج دنیا میں محافظ اسلام کہلانے کی مستحق ہے۔ ورنہ میرے ہمنوا مسلمانوں کی حالت دیکھ کر بجز آٹھ آٹھ آنسو رودینے کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ ذرا ذرا سی بات پر چنگے بھلے مسلمانوں کو مورد تکفیر وتلبیس قرار دیتے ہیں اور ذرا رحم نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو راہِ ہدایت پر لائے اور ان کو صحیح معنوں میں خادم دین بنائے۔ آمین۔

شاہ صاحب موصوف نے جن انتھک کوششوں کو کام میں لاتے ہوئے اس مبارک کام کو سرانجام دیا ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے ورنہ میرے جیسے آزاد منش کو تبلیغ کرنا سہل امر نہیں۔ بلا مبالغہ میرے آزادانہ اعتراضات کے سامنے بڑے بڑے لسّان مبلغوں کے پاؤں اُکھڑ جاتے ہیں اور پھر سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ چنانچہ میرے دوست کو مجھے زبانی تبلیغ کرنے میں بھی اسی دقت کا سامنا ہوا جو بالکل خلاف

توقع نہ تھا۔مگر اس کے راسخ عزم نے اس کو مایوس نہ ہونے دیا اور وہ اپنے جنون میں مجھے نہایت حکیمانہ طریق سے تبلیغ کرتے ہی گئے۔اوراس بہانہ سے کہ میں ان کی تالیف کا دیباچہ لکھوں انہوں نے مجھے اپنی کتاب میں عبور کرنے کا ایک نہایت ہی سریع الاثر طریقہ اختیار کیا۔کبھی اصلاح فقرات کا بہانہ تراشا،کبھی میری بے جا خوشامد سے فاضل و عالم قرار دیا اور آخرالامر مجھ سے وہ بات کروا ہی کے چھوڑی جس کو میں ہر ممکن طریق سے ٹالنا چاہتا تھا۔

اس وقت میرے سامنے نو ابواب اور چھ صد صفحات پر مشتمل کتاب سوال و جواب کی صورت میں درپیش ہے جسے بقول مؤلف جمع کرنے میں کافی عرصہ صرف ہوا ہے۔نہایت مستند کتابوں سے اپنے خیالات کی تائید میں مضامین و دلائل کو اکٹھا کیا گیا ہے جو نہایت ہی موزوں اختصار کے ساتھ جملہ لٹریچر احمدیہ کے دلائل کا لب لباب اور نچوڑ ہے۔علاوہ ازیں اختلافی مسائل پر ہر ایک پہلو سے نہایت محققانہ مکمل اور مضبوط سیر کن بحث کی گئی ہے۔واقعی مؤلف کی شبینہ روز محنت شاقہ کا نتیجہ ہے جس نے آج کل سخت گرمی کے موسم میں صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے متعدد راتوں کو دو دو بجے تک اس قیمتی نسخہ کو سر انجام دیا۔مؤلف کا بیان ہے کہ بعض اہم سوالات کے جوابات کے دلائل اکثر وہی ہیں جو سلسلہ کے بڑے بڑے علماء کی طرف سے جلسوں اور مناظروں میں بیان کئے گئے اور رسائل و اخبارات میں شائع ہوئے۔اس میں شک نہیں اکثر دلائل بڑے زبردست اور نہایت وزن دار اور مسکت خصم اور اعلیٰ دماغوں کی کاوش کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں اور نہایت ہی بلند پایہ مضامین سے مربوط اور ماخوذ متعلق ہیں۔ اختلافی مسائل پر دلائل اس کثرت سے درج کئے گئے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ایک بحرِ زخّار موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ہر ایک باب میں مضامین میں ایسا ربط و تسلسل پیدا کر دیا ہے کہ سارا مضمون ختم کئے بغیر دل نہیں مانتا۔درآں حالیکہ مذہبی مضامین روایتی دلچسپی سے خالی ہوتے ہیں مگر مؤلف راہنمائے تبلیغ نے زیادہ تر مخالف کے گھر کی اور اس کی مسلمہ شہادتوں کو لے کر اور مامور وقت کی صداقتوں میں تطبیق دے کر پیش کرنے میں مخالف کے فرار اور انکار کی سب راہوں کو مسدود کر دیا ہے اور جا بجا طالب حق کی کانشنس سے اپیل کی ہے کہ اگر یہ حقیقت ازمنہ سابقہ میں قابل تسلیم تھی تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دورِ حاضر میں ناقابل قبول ہو جبکہ اصول وہی ہوں، دلائل وہی ہوں اور زمانہ درجہا ترقی کی منازل طے کر چکا ہو۔اگر انہیں دلائل سے اس حقیقت کا اب انکار مقصود ہے تو کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ اسلاف کے

اقوال کی بھی تائید دلوں میں جا گزیں ہوئیں، اس کو انصاف کشی سے تعبیر کروں گا۔ اگر ہر دو حالتوں کا موازنہ کرتے ہوئے ایک کو صحیح اور دوسرے کولغو قرار دیا جائے تو بریں عقل و دانش بباید گریست[1]

یہ کتاب ان حقائق و معارف اور دلائل میں ایک مکمل مقالہ ہے جو مخالف کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق گردان لیتی ہے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب میں وہ تمام باتیں خصوصیت سے درج کی گئی ہیں جن کی روشنی میں تعصب کی پٹی کو اتار کر پھینک دینا پڑتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ایک محیر العقول قبولیت حاصل کرے گی۔ بدقسمتی سے میں ایسے طبقہ سے متعلق ہوں جن کا ایک عنصر قادیانی ہے اور دوسرا پیامی۔ کچھ حنفی اور کچھ اثنا عشری عقائد میں غرا رہے ہیں۔ میں ہوں کہ اپنے لئے ابھی تک کوئی صراط مستقیم اختیار کرنے میں نہایت تذبذب میں پڑا ہوں۔ واللہ اعلم میرے ناقص خیالات کہاں تک میری رہبری کریں گے اور مجھے کس طرف دھکیل دیں گے۔ مگر پیشتر اس کے میں اپنے لئے کوئی صحیح مسلک اختیار کروں میں اپنے خویش اقارب اور زمرہ احباب و اغیار کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ ضرور اس کتاب کی ورق گردانی کریں اور تنقیدی رنگ میں میرے لئے رہبر ثابت ہوں تا کہ انکی نیک نیتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں بھی سعادت دارین حاصل کر سکوں۔ میں اس وقت تک ان مجوزہ صداقتوں کے تسلیم کرنے میں توقف کروں گا جب تک اس کے خلاف مخالف کے دلائل نہ سن لوں۔ چونکہ کتاب ضخیم ہے اور ہر ایک شخص اس کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔ لہذا میں خود بحیثیت متلاشی حق اس کو چند اقساط میں اپنی حاشیہ آرائی سے اخبار الفضل کی مختلف اشاعتوں میں شائع کروں گا۔ کتاب کو بہ تفصیل دیباچہ میں پیش نہیں کروں گا۔ بلکہ اس کی موٹی موٹی سرخیوں پر اشارہ کر دینے میں اکتفا کرونگا۔ صرف اتنا واضح ہو سکے گا کہ اس میگزین کے اندر کیا کچھ سامان حرب اور تبلیغ کیلئے میٹیریل بھرا پڑا ہے۔

علمائے ملت ہفتاد و سہ (73 فرقوں کے علماء) سے استدعا کروں گا کہ ان دلائل کا جواب دے کر **مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ** کے مصداق بنیں۔ چونکہ مسلمانوں کے سب فرقہ کا مسلم اور ثابت شدہ عقیدہ ہے کہ صراط مستقیم پر **مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ** وہی فرقہ ہوتا رہا ہے جس میں صدی کا مجدد مامور

[1] اس قسم کی عقل و دانش پر رونا چاہئے۔

ہو۔اوراس کے خلاف فرقے ہمیشہ گمراہ خیال کئے جاتے رہے ہیں اور حدیث کا منشاء بھی یہی ہے۔ **مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً** پس مسلمانوں میں جو گروہ اپنے فرقہ میں مامور مجدد کی موجودگی کا ثبوت دیگا، پھر میں اپنی نجات اور فلاح کیلئے اس فرقہ کے عقائد کو تسلیم کرلوں گا۔ میں کچے عقیدہ اور اندھا دھند تقلید کا قائل نہیں ہوں۔ جب تک تمام فرقوں کے علماء کے مخالف دلائل کو سن کر بنظر تجسس صحیح موازنہ نہ کرلوں گا ایک طرفہ فیصلہ کر کے اپنے دیرینہ عقیدہ میں تبدیلی کا شائبہ بھر بھی یہ خیال دل میں جاگزین نہ کروں گا۔ اگر ان کا جواب خاموشی میں دیا گیا تو میں اسے مجرمانہ خاموشی پر محمول کروں گا اور پھر اپنے عقیدے میں راسخ الیقین ہوجاؤں گا اور سمجھوں گا کہ محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے صداقت سے انحراف کیا جارہا ہے۔لہٰذا میں مؤدبانہ استدعا کرتا ہوں کہ اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر میدان مقابلہ میں اتریں اور ان دلائل کو سننے اور جواب کیلئے مستعد رہیں اور اپنے اپنے حق پر ہونے کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ یادرہے کہ ہر ایک مومن صدیق، شہید، محدث، مجدد اور نبی ہوسکتا ہے۔مگر ہر ایک نبی میں یہ تمام صفات پائے جاتے ہیں۔اس لئے ہر نبی مومن بھی ہوسکتا ہے اور صدیق اور شہید، محدث اور مجدد بھی ہوتا ہے۔قرآن حکیم اور ہر ایک صحائفِ آسمانی میں یہ ضابطہ اور قانون بالصراحت و بالوضاحت موجود ہے کہ جو شخص مفتری ہو اور جھوٹ اور کذب سے کام لے کر اپنے کلام کو خدائی کلام وحی الہام قرار دے وہ بڑا ظالم ہوتا ہے۔ **فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا**۔(ھود:۱۹)

اس میں کوئی شائبہ ایمان کا نہیں پایا جاسکتا۔ پس جس مدعی نبوت میں ادنیٰ ایمان کے نشان بھی پائے جائیں یقیناً اسے اپنے تمام دعاوی میں صادق ہونا چاہیئے۔ چونکہ مرزا صاحب مدّعی مہدویت مسیحیت و نبوّت ہیں اس لئے وہ منکرین کے نزدیک ادنیٰ ترین مومن بھی خیال نہیں کئے جاتے کیونکہ مفتری مومن نہیں ہوسکتا۔اگر مدعی ادنیٰ ترین مومن بھی ہے تو وہ یقیناً اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہے۔

باب اوّل میں مؤلف نے مرزا صاحب کو بحیثیت مومن اور مجدد ہی پیش کیا ہے اور مجدد کے وہ نشان بیان کئے ہیں جن پر جمہور کا اتفاق ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ گذشتہ مجددین کے وقت میں ان کی مخالفت کیلئے وہ طوفان نہیں اٹھا اس لئے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی طرح نبیوں کے طریق پر بالکل الگ تھلگ جماعت قائم نہیں کی اور نہ ہی نبیوں کی طرح اس شدت سے تبلیغی جدوجہد کر کے دشمن کی صفوں کو پامال کرتے ہوئے انہیں شدید نقصان پہنچایا ہو باایں ہمہ

کا نظارہ دیکھنے میں آیا ہو۔ اس باب میں مجددین کے اوصاف قرآن وحدیث اور خود اُن مجددوں کے اقوال اور تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہر صدی کے شروع میں مجدد اپنے دعویٰ وحی والہام کے ساتھ آئے۔ اس لئے انکار کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ آپ کو موجودہ صدی کا مجدّد تسلیم نہ کیا جائے۔

مزید برآں مؤلف نے ایک احمدی سیٹھ صاحب کا دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج اور علاوہ ازیں خود مؤلف نے اپنی جانب سے مزید دوصد روپیہ کا انعام رکھ کر مطالبہ کیا ہے کہ یا تو حضرت مرزا صاحب کو موجودہ صدی چہاردہم کا مجدد حسب منطوق قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین تسلیم کیا جائے یا اس صدی رواں کے صادق اور ان تمام اوصاف سے متصف مجدد و مامور کی نشاندہی کر کے بارہ سو روپیہ انعام صرف اتنی سی معمولی بات کا پتہ بتا کر حاصل کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس چیلنج نے منکرین کیلئے انکار کی فی الواقعہ کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر اگر اُن کے زعم میں کوئی مجدد ہوا اور بشرائط تمام وحی والہام کے ساتھ مامور اور مجدد ہوا اور صادق مجددوں کی طرح اپنی ماموریت اور مجددیت کا ڈنکا چاردانگِ عالم میں بجا چکا ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پبلک میں اسے ظاہر کر کے باراں صد روپیہ کا گرانقدر انعام نہ حاصل کرلیا جائے کہ اس کے پیروؤں کی فلاں جماعت مَاۤ اَنَا عَلَيۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ کی مدعی ومصداق ہے۔ اور جس نے تمام دنیا کے طول وعرض میں اشاعتِ اسلام کا کام شروع کر رکھا ہے۔ اتنا معمولی پتہ بتانے والے کو گھر بیٹھے بذریعہ منی آرڈر مؤلف کی طرف سے موعودہ انعامی رقم پہنچ جائے گی اور میں اس رقم کے دلانے کا ذمہ دار بنتا ہوں۔

اندریں حالات کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس مدّعی مجددیت وماموریت کو پبلک میں پیش نہ کیا جائے۔ مگر اس معاملہ میں جمہور مسلمانوں کی طرف سے سکوت اختیار کرنا مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد ثابت کر رہا ہے۔ اور پھر شدید مخالفت کے باوجود نبیوں کی طرح حیرت انگیز کامیابی اور مخالفین کی ناکامی آپ کو ایک کامیاب نبی ثابت کر رہی ہے۔ پس اس باب میں یہی امور مسلمانوں کیلئے بیدار کرنے کے الارم ہیں۔ اب مسلمانوں کا خاموش رہنا ان کو ہفتاد و دوفریق (۷۲ فرقے) کا مصداق ثابت کرے اور مَاۤ اَنَا عَلَيۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ یہی جماعت احمدیہ ثابت ہوگی اور ہر ایک طالب حق جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہے اور خدا اور رسول کا خوف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خواستگار اور

اپنی نجات کا خواہاں ہے وہ ضرور مسلمانوں کی اس مجرمانہ خاموشی سے یکطرفہ فیصلہ پر مجبور ہوکر مجدد وقت کے حزب اللہ کے ساتھ شمولیت کی سعادت حاصل کرے گا۔ اور پھر آپ لوگوں کی مخالفت اور چیخ و پکار کرنا اس آیت کا مضمون آپ پر عائد کرے گا:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا (الکھف:۵۷)

یعنی مقابلہ کرتے ہیں ہر ایک کا وہ لوگ جو منکر ہوتے ہیں باطل کے ساتھ۔ اس واسطے کہ سچائی کو اس باطل کے ذریعہ گرادیں اور جھوٹا ثابت کردیں۔ حرفے بس است اگر درخانہ کس است۔[1]

دوسرے باب میں مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے اثبات کیلئے مسیح ناصری کی وفات کو بالکل نئے اور اچھوتے انداز میں نہایت دلچسپ پیرایہ میں ثابت کیا ہے۔ مسیح ناصری کی دس بارہ موٹی موٹی حیثیتیں جو بہ بیان قرآنی اور بقول نصرانی عوام میں مشہور ہیں۔ مؤلف کتاب ہذا نے متوفی اور مرفوع مسیح کا بڑے تپاک سے ہر حالت میں خیر مقدم کیا ہے۔ مگر جہاں بھی اور جس مقام میں اور جس پوزیشن میں اور جس گروہ میں آپ کو کھڑا کیا وہاں کے ہر ضابطہ اور قانون اور طرز معاشرت طریق زندگی وغیرہ ضابطہ داری میں اس کو فوت شدہ ہی پایا۔ بحیثیت عبد اور بشر کے جملہ عباد الرحمن کی صف میں کھڑا کیا پھر قرآن اور حدیث وتواریخ کے متوفیوں کی فہرست اور چوکیدار کی لسٹ میں توفی ہونے والوں میں آپ کا نام درج کر کے دیکھا۔ پھر زمین سے اوپر فلکِ بریں پر رہنے والے مرفوع اور مقرب الیٰ اللہ اور دارالعمل سے دارالجزاء میں تبدیل شدہ اور ترقی کے خاص گریڈ کے حاصل کرنے والوں کے مقامِ ارفع میں ان کو منتقل کیا گیا۔ بالآخر بزعمِ نصاریٰ ان کو معبودانِ باطلہ کے گروہ میں شامل کر کے بھی دکھایا گیا۔ مگر جہاں بھی ان کو بچانے کی سعی لاحاصل کی گئی، اسی مقام پر ان پر موت وارد ہوگئی۔ علاوہ ازیں ازمنہ گذشتہ کے مسلمانوں کے تین زبردست اجماع اور تیرہ صد سالہ اکثر اولیاؤں، صوفیوں، مجددوں، محدثوں اور مفسروں کی شہادتوں اور مزید برآں دورِ حاضر کے اکثر مسلم اکابرین کے تازہ اقوال سے وفات مسیحؑ آفتاب نیم روز کی طرح ثابت کردی گئی ہے۔ مضمون کیا ہے وفات مسیحؑ پر ایک درد انگیز

[1] ایک ہی لفظ کافی ہے اگر کوئی گھر میں (سیانا) ہو۔

ڈرامہ ہے جو قابل دید اور لائق شنید ہے۔

تیسرے باب میں مسئلہ ختم نبوت پر مندرجہ ذیل عنوانوں میں نہایت شرح و بسط سے مکمل بحث کی گئی ہے:

۱۔قرآن اور لفظ ختم ۲۔لفظ ختم اور لغتِ عرب

۳۔قرآنی مواہیر کی غرض ۴۔دنیا بھر کے مواہیر کی غرض

۵۔غیر احمدیوں کے لفظ ختم کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف

۶۔تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں

۷۔محاورہ احادیث اور لفظ خاتم

۸۔متقدمین واولیائے کرام اور علمائے سلف نے جو ختم کے معنی کئے ہیں

۹۔علمائے دورِ حاضر بھی ختم کے وہی معنی کر رہے ہیں

۱۰۔بعدیت کی چار اقسام ۱۱۔لا نبی بعدی کے اصل معنی

۱۲۔لفظ قبل اور بعد کی عمومیت پر بحث

۱۳۔لا نبی بعدی کا ظہور کم وبیش ہر نبی کے بعد اور اس کے دو اقسام کے دورِ رسالت۔

۱۴۔موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی لا نبی بعدی کی مثال۔

۱۵۔لا نفی جنس کیلئے نہیں بلکہ نفی موصوف کیلئے ہے۔

۱۶۔جملہ اکابرین سلف اور خلف کے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنی لَا مُتَشَرِّعًا بَعْدِیْ کئے ہیں۔

۱۷۔نبوت بالواسطہ کا اجراء قرآن کریم میں اور اس پر متقدمین ومتاخرین کی متشرح شہادات۔

۱۸۔نبوت بند ہونے کا عقیدہ پہلے نبیوں کے زمانہ میں بھی ہوا اور قرآن نے ایسا عقیدہ گمراہی ٹھہرایا۔

۱۹۔قرآن کی متعدد آیات سے اجرائے نبوت کا ثبوت

۲۰۔اجرائے نبوت از روئے حدیث

۲۱۔موجودہ زمانہ کے تمام غیر احمدی فرقے اجرائے نبوت غیر تشریعی کے قائل ہیں۔

۲۲۔غیر احمدیوں کا ختم نبوت کا عقیدہ بالکل بے معنی اور حد درجہ مضحکہ خیز ہے۔

۲۳۔تکمیل دین مانع نبوت نہیں ۲۴۔انبیاء کی کتب سے مراد

۲۵۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراج منیر ہونا اجرائے نبوت کی دلیل ہے۔

۲۶۔1400 سال میں کیوں ایک نبی ہوا۔

۲۷۔نبوت ملکۂ فطرت نہیں بلکہ ایک منصب ہے۔اس لئے شکم مادر میں ہی مقامِ نبوت نہیں ملا کرتا بلکہ خاص عمر میں پہنچ کر منصبِ نبوت ملتا ہے۔

۲۸۔اوائل میں ہر نبی اپنے مقامِ ارفع سے بے خبر رہا۔

۲۹۔نبی کی آمد زمانہ فترت کے شروع ہونے کا وقت اوراس کی علامات۔

۳۰۔آیاتِ قرآن اور نبی کی ضرورت اور کام۔

مسئلہ ختم نبوت کو ۳۰ عنوانوں میں نہایت تفصیل اوردل آویز انداز میں ایسے آسان اورسریع الفہم طریق پر بیان کیا گیا ہےاوراس کوایسا عام فہم بنادیا ہے کہ مسئلہ وفات مسیحؑ سے بھی آسان نظر آتا ہےاور مسلمانوں کے ختم نبوت کے عقیدے سے انکی سادہ لوحی پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔

تیسرے باب میں نبی کی ضرورت اوراس کی آمد کے زمانہ فترۃ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا عبرتناک سین دکھلایا گیا ہے۔ باوجود اس کے کہ میں اپنا مذہبی مسلک غیر جانبدار سمجھتا ہوں تاہم قادیانی فریق کی دیگر مسلمانانِ عالم سے مذہباً بکلی علیحدگی کو ان کی تنگ ظرفی پر محمول کرتے ہوئے ان سے متنفر رہا ہوں اورغیر احمدیوں اورغیر مبائعین کواُن کی مذہبی رواداری کی وجہ سے ہمیشہ ترجیح دیتا رہا ہوں۔گوغیر احمدیوں کی بھی کفر بازی اور مذہبی انشقاق اور باہمی منافرت حد سے تجاوز کر چکی ہے مگر قادیانیوں کے خلاف وقتی طور پر ان میں اتحاد ہوجاتا ہے بلکہ آریوں اورعیسائیوں کے ساتھ مذہبی تعاون کر کے اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کا ثبوت دیکر مرزا صاحب کی نبوت کا ایک اور معیار قائم کردیتے ہیں کیونکہ نبیوں کی مخالفت میں جملہ کفار کا متحد ومتفق ہونا قرآن نے بیان کیا ہے۔

میرے دوستو!اگر فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا اسلام اوراس کی تعلیم وتعامل اب بھی خدا کے نزدیک درست اور واجب العمل ہے جو موجودہ مسلمانوں کی نئی اصطلاح میں زمانۂ جاہلیت کے عربوں کیلئے مخصوص اوراسی زمانہ کیلئے محدود اورمحصور تھا۔اوراب روشنی کے زمانہ میں جسے دراصل مذہبی تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیئے،جس طرح دنیائے مذہب نے اپنے اپنے مذاہب میں ترمیم وتنسیخ کر کے زمانہ

کی رفتار کے مطابق چلایا ہے اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا اسلام بھی قابلِ ترمیم و تنسیخ ہو جیسا کہ اب ترمیم ہوکر بالکل ایک بدلی ہوئی شکل وحیثیت میں ڈھال لیا گیا ہے۔ اگر خدا کو یہ نئی روشنی کے مطابق ترمیم کردہ اسلام پسندیدہ ہے گو عملاً پسندیدہ اور تائید یافتہ معلوم نہیں ہوتا تو مسلمانوں کے ۷۳ کیا ۷۲ کروڑ بھی فرقے ہو جائیں اور اپنا اپنا اسلام اپنے ملکی واقتصادی حالات کے مطابق تجویز کر لیں تو سمجھنا چاہیئے کہ ابھی اسلام کا کچھ نہیں بگڑا تو پھر بیشک شوریدہ سر قادیانیوں نے تمام منتشر شدہ مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی وسعتِ قلبی کا ثبوت نہیں دیا اور واقعی اس فعل کے مرتکب کشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ اگر خدا کو آنحضرت ؐ کا لایا ہوا اسلام اسی سابقہ شکل وصورت میں دیکھنا اور اس کا نشوونما پانا پسند ہے جس کو قادیانی نہایت سختی سے اختیار کئے ہوئے ہیں اور اسی پرانے اسلام کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہیں اور اسی پرانی مذہبی کشتی میں اہل دنیا کو بٹھا کر اور بہاؤ کے خلاف چلا کر تیرہ سو سال پیچھے لے جانا چاہتے ہیں اور بہت حد تک اسی پرانے اسلام کو دنیا کے ہر ایک حصہ میں پھیلا کر خدا کی خوشنودی اور اس کی نصرت اور تائید کا ثبوت اپنے شامل حال ثابت کر چکے ہیں تو لامحالہ اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر ماننا ہی پڑتا ہے کہ توحید کو نئے سرے سے زندہ کرنا اور زندوں کو مُردوں سے نکال کر نئی کارکن جماعت علیحدہ بنانا قرآن کریم نے نبی ہی کا کام بتایا ہے۔ اس صورت میں لاریب مرزا صاحب خدا کے تائید یافتہ نبی اور یہ جماعت حق پر اور ان کے مخالف باطل پر ثابت ہوتے ہیں اور مؤلف کا مسلمانوں کی ان کی اپنی مشخصہ روحانی امراض کی تفصیل پرسوز کرنا جو خود مسلمانوں کی اپنی چشم دید اور زخم چشیدہ اور اپنی ہی زبان وقلم سے اعتراف کردہ اور بیان فرمودہ ہیں ایسا ہی ان کی نیک نیتی اور قلبی ہمدردی کا آئینہ ہے۔ جس طرح کوئی قابل ڈاکٹر خطرناک مریضوں پر ایکسریز ڈال کر ان کی امراض بتا کر علاج تشخیص کرتا ہے اسی طرح یہ بات مسلمانوں کی امراض روحانی دکھانے کیلئے عمل ایکسریز ہے جس سے مسلمانوں کے ہر چھوٹے بڑے کی امراض کو حسب ذیل عنوانوں میں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ خواجہ حسن نظامی اور اس کی مسلمانی اور خدمتِ اسلام کی حقیقت کا انکشاف۔

۲۔ عرس اجمیر کا حیا سوز نظارہ اور متولی درگاہ کے احکام عصمت فروشوں کے نام۔

۳۔ پیر علی پوری اور صوفیائے ہند کے شیطان موحد کے متعلق اعتقادات اور حیاءسوز حرکات اور علمائے ہند کے فتاویٰ تکفیر کی بھرمار۔

۴۔ پیروں کی چند مکروہات اور نازیبا حرکات۔

۵۔ پیروں کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی تجاویز۔

۶۔ سیاسی گرگٹ کی عیارانہ چالیں اور اس پر مکہ معظّمہ سے فتاویٰ تکفیر کا نزول۔

۷۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں کے قومی اموال پر ڈاکے اور تباہ کن کارنامے اور قومی فنڈ کے ہضم کرنے کا طریق۔

۸۔ خلافتی لیڈروں کا خلافت فنڈ کے روپیہ کھانے کا طریق جواز۔

۹۔ مولوی ثناء اللہ کی اصلی پوزیشن اور اس کے اپنے ہم مشرب اہل حدیثوں کا فتوائے کفر مکہ سے تیار کر کے لانا۔

۱۰۔ تھرڈ کلاس مولویوں اور مسلمانوں کے کیریکٹر اور شکم سیری کے ذرائع۔

۱۱۔ وہابیوں حنفیوں کی باہمی کفربازی کے دنگل۔

۱۲۔ جمہور مسلمانوں کا اپنی یہودیت اور شرک اور بت پرستی اور ادبار و نکبت کا کھلا اقرار۔

۱۳۔ حیدرآباد دکن کے دیہاتی مسلمان کلمہ تک نہیں جانتے۔

۱۴۔ علاقہ سی پی کے مسلمان اسلامی نام تک سے بیگانہ ہیں۔

۱۵۔ علاقہ مدراس کے مسلمانوں کی سودخوریاں اور تباہ کاریاں۔

۱۶۔ مسلمانانِ برما کی زبوں حالت۔

۱۷۔ ملک عراق کے مسلمانوں کی اخلاقی تباہ کاریاں۔

۱۸۔ مصری مسلمانوں کا بگڑا ہوا اسلام۔

۱۹۔ اہل عرب کی اخلاقی تباہی۔

۲۰۔ ٹرکی (ترکی) کی اسلام سے علیحدگی اور تمدن اسلام سے بیزاری۔

۲۱۔ مسلمانان آسام اور بُدھ بھکشو خون آشام۔

۲۲۔ روسی مسلم اور بولشویک چھری۔

۲۳۔ جاوا کے مسلمانوں پر پادریوں کا جال۔

۲۴۔ رلیف بربر۔ الجزائر کے مسلمانوں پر فرانسیسی یورش۔

۲۵۔مسلمان بالآخراس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کی مذہبی وسیاسی تباہی کا باعث ان کے اپنے ہی علماء اور پیراورلیڈر ہیں جوان کو ہر آن تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔

۲۶۔علماء ہی دشمن اسلام ہیں اوران سے بچنے کے طریق۔

پانچویں باب میں امامِ وقت مہدی ومسیح کی شناخت کے معیارونشان ذیل کے عنوانات کے ماتحت لکھے گئے ہیں:

۱۔مہدی کی شناخت کے آفاقی وانفسی نشان بروئے حدیث وقرآن۔

۲۔مہدی کے ظہور کا زمانہ وتاریخ بروئے اقوال اولیاء وحدیث۔

۳۔حقیقی وغیر حقیقی مامور میں مابہ الامتیاز ورفع وسواس۔

۴۔موعود مامور کے مختلف نام وقوم ومقام نزول وغیرہ کے متعلق سابق نبیوں اوراولیائے کرام اور بزرگان سلف وخلف کی پیشگوئیاں وکشوف۔

۵۔مامور کی تصدیق کیلئے جتنے نشان بھی پچھلے صحائف وآثاراور کتب میں متفرق طور پر لکھے گئے تھے وہ سب کے سب اس باب میں مفصل درج کر دیئے گئے ہیں چونکہ وہ تمام شواہد گذر چکے ہیں اور گواہوں سے پہلے مدعی کا دعویٰ ہونا نہایت ضروری ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دعویٰ سے پہلے گواہ بلائے جائیں۔ان شواہد کی موجودگی میں قطعاً انکاروفرار کی راہ دکھائی نہیں دیتی۔

چھٹے باب میں مامور وقت کی صداقت کے ثبوت میں عملی معیار اوراس کی تیار کردہ جماعت کے کارنامے پیش کئے گئے ہیں۔

۱۔پہلے معیار میں فرقہ ناجیہ کی شناخت کے سات بڑے بڑے نشان بیان کرکے فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناجیہ عملاً ثابت کیا ہے۔جس سے بانی فرقہ کی مہدویت خودبخود نمایاں ہوجاتی ہے۔

۲۔دوسرے معیار میں بقول مسیح ناصری کے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔اس میں جماعت احمدیہ کے وہ کارہائے نمایاں مختلف عنوانات کے ماتحت لکھے گئے جن کا اعتراف خودمخالفوں نے اپنی زبان وقلم سے کیا ہے۔انہی کے الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں حق وہ ہے جس کا مخالف کو بھی اقرار ہو۔

۳۔تیسرے معیار میں نبی کی شناخت کیلئے اس کے دعویٰ سے پہلے پاک ومطہر زندگی کو پیش کیا ہے۔

۴۔ چوتھے معیار میں دعائے مباہلہ وتمنائے موت کے جلالی نشانات دکھانے کیلئے مخالفوں کو ہزاروں روپوں کے انعامات کے ساتھ کئی ایک چیلنج دے کر حجت تمام کردی گئی جس کے سامنے مخالفین کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی۔

۵۔ پانچویں معیار میں جھوٹے نبی یعنی کاذب مدعی وحی و الہام کی ہلاکت اور ناکامی علمائے اہلِ سنت واہلحدیث کی زبانی اور حضرت مرزا صاحب کا اس کے متعلق پانصد روپے کا چیلنج درج کیا گیا ہے۔

٦۔ چھٹے معیار میں معیار قرآنی کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ط (مجادلہ:۲۲) کا عملی نمونہ و زندہ مثال مرزا صاحب کی کامیابی اور نصرت کے نشانات سے آپ کی صداقت کو واضح کیا گیا ہے۔

غرضیکہ یہ ایسے قرآنی معیار ہیں جن کے سامنے کوئی جھوٹا نبی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اُس پر کوئی ایک معیار بھی منطبق نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اس پر تمام قرآنی نبیوں کی پرکھ کے معیار منطبق ہوسکیں۔ یہ ایسے مخصوص معیار ہیں جن کے سامنے کوئی ولی قطب ابدال محدث وغیرہ نہیں ٹھہر سکتا چہ جائیکہ وہ کسی کاذب پر چسپاں ہوسکیں۔ ان معیاروں سے بھی مرزا صاحب کی نبوت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ساتویں معیار میں نبی کی مخصوص تعریف اور اس کے مطابق نبی کے معجزات اور نبوتیں انذاری اور تبشیری نشانات حسب ذیل عنوانوں کے ماتحت لکھے گئے ہیں:

۱۔ الٰہی غیب اور انسانی قیاسات میں فرق۔

۲۔ انبیاء کے اشد ترین مخالفوں کے متعلق انذاری نشانات اور سیاسی ملکی تغیرات اور بادشاہوں کی قضاء وقدر کے متعلق پیشگوئیاں و معجزات۔

۳۔ انبیاء کے تمام دشمنوں کے متعلق انذاری نشانات۔

۴۔ انبیاء کے آفاقی تغیرات کے متعلق نشانات، اپنی حفاظت اور ترقی جماعت کی نسبت پیشگوئیاں۔

۵۔ قبولیت دعا کے معجزات اس باب میں تمام انبیاء سابقین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات کو تطبیق دے کر بیان کیا گیا ہے جس سے صاف اور نمایاں طور پر مامورِ وقت کی نبوت ثابت ہوجاتی ہے۔ یہاں ایسا طرز اختیار کیا گیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے معجزات کا انکار کیا جائے تو اسی قسم کے معجزات کی موجودگی میں تمام سابقہ انبیاء کی نبوتوں اور معجزات کا انکار کرنا لازم آجاتا ہے جس سے ایک سعید فطرت کو مان لینے کے بغیر چارہ نہیں رہتا اور ان درخشندہ اور چمکتے ہوئے نشانات کی روشنی میں

مرزا صاحب کی نبوت اور انبیاء سابقین کی نبوتیں بالکل ایک رنگ میں نظر آ جاتی ہیں۔

آٹھویں باب میں ان اعتراضات کے جواب لکھے گئے ہیں جو مخالفین نے مرزا صاحب کی اپنی تحریرات کی بناء پر کئے ہیں۔ اور آپ کی اپنی تحریرات اور پیشگوئیوں سے آپ کی نبوت اور خلافت کے قیام اور ذاتی کمالات اور ان کی ضرورتوں اور صداقتوں اور تبلیغی کارناموں کو مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت لکھا گیا ہے:

(۱) مرزا صاحب کا عقیدہ اوائل میں دربارہ حیات مسیح ونبوت

(۲) عقیدہ نبوت بتصریحات وحی والہام

(۳) آپ کا دعویٰ نبوت (۴) آپ کا شمار بزمرۂ انبیاء

(۵) آپ کا اپنے دعویٰ نبوت کو بحلف بیان کرنا

(۶) ہر ایک نبی نے اپنی الگ جماعت بنائی اس کو تفرقہ اندازی نہیں کہا جا سکتا۔

(۷) اپنی نبوت پر شک کرنا کفر فرمایا۔

(۸) فرمایا کہ میرے نبی اور رسول کہلانے پر ناراض ہونے والا احمق ہے اور من نیستم رسول کہنے کا مطلب

(۹) فرمایا کہ مجھے اپنی نبوت سے انکار کرنا گناہ ہے۔

(۱۰) فرمایا کہ میرے لئے نبی کے سوا کوئی امتیازی نام نہیں ہے۔

(۱۱) انبیاء بنی اسرائیل کے معجزات کو آپ کے معجزات سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

(۱۲) نبوت کا ثبوت آپ کی تازہ وحی سے

(۱۳) نبی کی جامع تعریف جس سے کوئی نبی باہر نہیں رہ سکتا اور جھوٹا نبی اس تعریف میں آ ہی نہیں سکتا۔ آخر میں داعی الی اللہ اور تبلیغ دین۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم سچے خادم دین ہوں۔ خدا کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی پیرو ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

سید تاج حسین بخاری

بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر سالا روالہ

❁

باب اوّل

مجدّدِین اُمّت محمدّیہ ومجدّدِ صدی چہاردہم

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سچے مذہب کی غرض اور اس کی شناخت کے معیار

انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کے حصول کا طریق

❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾

’’درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جس کے سچے پیروؤں کو خدا نے تمام گزشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے۔ ان کی متفرق نعمتیں اس اُمتِ مرحومہ کو عطا کر دی ہیں اور اس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ہمیں وہ راستہ دکھا جو ان راستبازوں کی راہ ہے جن پر تُو نے ہر ایک انعام و اکرام کیا ہے یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں اور تیرے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہیں۔ اور تیری نُصرت اور مدد اور راہنمائی اُن کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہ سے ہمیں

بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ چھوڑ کر اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ یہ وہ دعا ہے جو پانچ وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور درحقیقت خدا کا سچّا تابع اور واقعی نجات پانے والا وہی ہوسکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اس کی ہستی پر کامل ایمان لے آئے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے اور خدا کی محبت میں محو ہوسکتا ہے پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال تک پہنچائے اور اپنے سچے پیروؤں کو خدا کا ہمکلام بنائے وہ دین منجانب اللہ نہیں اور اسمیں راستی کی رُوح نہیں۔''

(پیغام احمد تقریر حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۳)

(۲)''ہر ایک شخص اپنی جگہ غور کرے اور اپنے نفس پر قیاس کر کے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلقات کس قدر ہیں آیا وہ دنیا اور اس کی شان وشوکت کو اپنا معبود سمجھتا ہے یا حقیقی خدا کو معبود مانتا ہے اور اس کے تعلقات اپنے نفس اہل وعیال اور دوسری مخلوق کے ساتھ کس قسم کے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف کس درجہ تک ہے۔ ان باتوں پر جب آپ غور کریں گے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ یہ وہ وقت آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی رشتہ اور پیوند لوگوں نے رکھا ہی نہیں ہے اکثر ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی کا یقین ہی نہیں رکھتے اور جو بعض مانتے ہیں کہ خدا ہے ان کا ماننا نہ ماننا برابر ہو رہا ہے کیونکہ وہ تقویٰ اللہ اور خشیت اللہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے پیدا ہوتے ہیں ان میں پائے نہیں جاتے گناہ سے نفرت اور احکام الٰہی کی پابندی اور نواہی سے بچنا نظر نہیں آتا پھر کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ لوگ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔''

(حضرت مسیح موعود کی تقریروں کا مجموعہ صفحہ ۴۴)

(۳)''جو فعل کیا جاتا ہے اگر اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تو وہ فعل ہی ردّی جاتا ہے۔تم میں سے اگر کوئی قلبہ رانی کرے اور بیج بوئے تو پودہ حسب معمول نہ نکلے تو یہ بات صاف ہے کہ بیج ہی ضائع گیا اب ایسا ہی اگر نماز پڑھی جائے اور نماز کے نتائج مرتب نہ ہوں تو سمجھو کہ وہ نماز ہی نہیں ہے آخر سوچنا چاہیئے کہ یہی نماز تھی جس سے لوگ قطب ہو گئے غوث ہو گئے اور تم اسی طرح تحت الثریٰ میں پڑے رہو یہ بات کیا ہے۔اگر کوئی شخص دوا استعمال کرتا ہے اور اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اس دوا کے متعلق خوب غور کر کے دیکھنا چاہیئے کہ کیوں اثر نہیں کرتی یقیناً سمجھو کہ جس حالت میں ہوا گر اس پر ہزار برس بھی کوشش کرو تو کچھ زیادہ نہیں۔'' (رسالہ دو تقریریں حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۲)

(۴)''جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے۔اس کیلئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے میں یہ تو جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رنگ پیدا نہ ہو وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدائے تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں اب جو کچھ ہے دنیا ہی کیلئے ہے۔اور اس قدر استغراق دنیا میں ہو رہا ہے کہ خدائے تعالیٰ کیلئے کوئی خانہ خالی نہیں رہنے دیا۔تجارت ہے تو دنیا کیلئے عمارت ہے تو دنیا کیلئے بلکہ نماز روزہ اگر ہے تو وہ بھی دنیا کیلئے اور دنیا داروں کے قرب کیلئے تو سب کچھ کیا جاتا ہے مگر دین کا پاس ذرّہ بھی نہیں۔اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کے اعتراف اور قبولیت کا اتنا ہی منشاء تھا جو سمجھ لیا گیا ہے یا وہ بلند غرض ہے۔میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اس سے تسلی پاتا ہے۔اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے

کہ کیا یہ مقام اسے حاصل ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہو گئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں خدائے تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔'' (پیغامِ امام صفحہ ۳۶)

(۵) ''اے امیر و اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں سے ایسے بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے مُلک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں۔ اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے......اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو...... پرہیز گار انسان بن جاؤ اور تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے اور حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے.........سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کیلئے دنیا میں آئے ہو۔ وہ بھی بہت گذر چکے۔ سو اپنے خدا کو ناراض مت کرو۔'' (کشتی نوح صفحہ 71-70)

(۶) ''ہر ایک مکّار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشانوں سے متقی ثابت ہو ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچّا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں وہ شخص سچّا ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ۔''

(کشتی نوح)

متلاشیٔ حق کا تعارف اس کی اپنی زبانی

پیشتر اس کے کہ میں ان مواعظ حسنہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک آزادخیال آدمی ہوں کسی مذہب کا قائل نہیں۔ ویسے فرقہ حنفیہ میں شامل ہوں اور اس مذہب کے متعلق مجھے کافی واقفیت ہے۔ دوسرے مذاہب کا بھی میں نے کافی مطالعہ کیا ہے۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ فی زمانہ کوئی مذہب بھی مذہب کی غرض کو پورا کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اس لئے میرا مذہب تو وہی غالبؔ کا مذہب ہے۔

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں

اپنا یہ ہے طریق کہ باہر حسد سے ہیں[1]

یعنی میرا کوئی بھی مذہب نہیں۔ میں نے ہر مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ان میں دعویٰ تو یہی پایا کہ یہ مذہب خدا نما ہے خدا تک پہنچاتا ہے مگر میں نے اِس وقت تک جملہ مذاہب میں کوئی انسان خدارسیدہ نہیں دیکھا نہ خدا تک پہنچنے یا پہنچانے کا مدعی پایا۔ ہر ایک مذہب والے آریہ ہوں یا ناریہ، موسائی ہوں یا عیسائی، خالصے ہوں یا مسلم سارے اپنے اپنے مذہب کی وہ خوبیاں اور برکات بیان کرتے ہیں کہ کہیں صدیوں پہلے اس مذہب میں پائی جاتی تھیں۔ مثلاً آریہ کہتے ہیں کہ ویدؔ مقدس ہی وہ نسخہ ہے جس سے لاکھوں روحانی بیمار شفا یاب ہوئے مگر جب میں نے اس وید کے مجرّب اور مؤثر ہونے کا نمونہ اِس وقت طلب کیا تو یہی جواب ملا کہ وید بھگوان پر عمل پیرا ہو کر بہتیرے بھگت خدارسیدہ ہو گئے۔ مگر جب پوچھا گیا کہ کب؟ تو کروڑوں سال کی تاریخ پیش کر دی گویا خود ہی اپنی زبان سے اقرار کر لیا کہ کروڑوں سال سے وید بھگوان کا نسخہ بے اثر ہو چکا ہے۔ اُن کی کیسی حماقت ہے کہ کروڑوں سال سے بے اثر نسخہ کو خود بھی صحت بخش سمجھتے ہیں بلکہ اوروں کو بھی اس کی

---

[1] حسد کے لفظ کے اعداد بہتر بنتے ہیں (یعنی ان ۷۲ فرقوں کی کثرت محض باہمی حسد کی وجہ سے ہے) ہمارا ان میں سے کسی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارے اندر حسد نہیں۔

دعوت دے رہے ہیں۔ یہی حال یہود اور نصاریٰ اور باقی تمام مذاہب کا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج جملہ مسلمانوں کی طرف سے بھی یہی خشک جواب مل رہا ہے۔

دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور وشر
سب قصہّ گو ہیں نُورِ نہیں ایک ذرّہ بھر
جس دیں کا صرف قصوّں پہ سارا مدار ہے
وہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گذار ہے
جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے
قصّوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں
گویا وہ ربّ ارض و سما اب ہے ناتواں
پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
غافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مرگئے
اب ان میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گذر گئے

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

پس میں تو اس موجودہ اسلام سے بھی مایوس اور متنفر ہو چکا ہوں اس میں بھی اب پچھلے انسانوں کے سوا کچھ نہیں۔ پہلے میں نے اپنے ہی فرقہ حنفیہ میں کسی خدا رسیدہ بزرگ کی تلاش کی جس کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے شرف حاصل ہو کوئی نہ ملا۔ پنجاب بلکہ ہندوستان سے باہر تک نظر دوڑائی کہیں کسی خدا رسیدہ بزرگ کا پتہ نہ پایا اور نہ کوئی ایسی آواز سنائی دی۔ ہاں آج آپ نے ایک بزرگ حضرت مرزا صاحب کی آواز سنائی ہے۔

اے سونے والو جاگو کہ وقت بہار ہے

اب دیکھو در پہ آکے ہمارے وہ یار ہے

مگر میں نے پہلے کبھی اس آواز پر التفات نہ کی نہ مرزا صاحب کی کسی کتاب کو پڑھا کیونکہ خاتم النبیّین کے بعد نبوت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوسکتا۔مگر افسوس کہ اب میں مذہبی کتب کے مطالعہ سے تھک کر بے دل ہو چکا ہوں۔ہاں آپ میرے اعتراضات کا معقول جواب دیتے جائیں میں دیکھوں گا کہ آپ کے جوابات میں کہاں تک معقولیت اور صداقت ہے۔ میں متلاشی حق ہوں اگر حق مل جائے تو میں بخوشی ماننے کیلئے تیار ہوں۔

حضرت مرزا صاحب کے پاک اور دردمندانہ الفاظ نے مجھ پر بجلی کی طرح اثر کیا ہے۔دل میں موت اور عاقبت کا فکر پیدا ہو گیا ہے۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید

زجامِ دہر مئے کُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ[1]

آہ ایک دن موت ہے مگر بڑی مبارک وہ موت ہے جو ایمان کے ساتھ ہو اور بڑی بُری وہ موت ہے جو جہنمی موت ہے۔مگر سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ موت کس طرح نصیب ہو خصوصاً اس حدیث کے پڑھنے کے بعد

تَفۡرَّقُ اُمَّتِيۡ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبۡعِيۡنَ مِلَّةً كُلُّهُمۡ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً[2]

امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میری امّت میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے اور وہ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے اب کون نہیں جانتا کہ آج کل ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں اور آج بزعمِ خود ہر ایک فرقہ یہی کہتا

[1] ترجمہ : ہر وہ جو پیدا ہوتا ہے اُسے ناچار اس دُنیا میں کُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ کا جام پینا پڑتا ہے۔

[2] ابن ماجہ- كِتَابُ الۡفِتَنِ بَابُ اِفۡتِرَاقِ الۡاُمَمِ

ہے کہ ہم جنتی ہیں باقی سب دوزخی۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (مومنون : ۵۴)

آپ جنتی فرقے کی شناخت اور نشانات بیان کریں اور اپنے جنتی ہونے کا ثبوت دیں۔

احمدی

خدا تعالیٰ نے سورۃ نور میں مومنوں سے وعدہ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (سورۃ نور:۵٦)

وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم لوگوں میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور ضرور وہ انہیں زمین میں خلیفے مقرر کرے گا جیسا کہ خلیفہ کیا اُن لوگوں کو جو اُن سے پہلے تھے۔ اس کی تفسیر کیلئے بھی ہم کسی لمبی چوڑی بحث میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتے بلکہ ایک حدیث نبویؐ پیش کر دیتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

(ابوداؤد و مشکوۃ باب العلم)

بیشک اللہ تعالیٰ اس اُمّت کیلئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کیا کرے گا جو اس کیلئے دین تازہ کرے گا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ تنبیہہ میں لکھا ہے کہ عام حافظانِ حدیث نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی نسبت اتفاق کیا ہے اور مرقات سعود میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے اور ملّا علی قاریؒ اور علی متقیؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک میں بیہقیؒ نے معرفۃ میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اوّل قرآن سے اور پھر حدیث سے ثابت ہو جانے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تیرہ سو سال میں ہر

زمانہ میں ہر صدی میں متواتر مجدّد آئے ہیں اور اسی حدیث کے مطابق صدی کے شروع میں دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ امام احمد حنبلؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پہلی صدی کا مجدد اور امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدّد تسلیم کیا ہے اور امام سیوطیؒ نے آٹھویں صدی تک کے مجدّدین کا ذکر کیا ہے اور خود امام سیوطی نے نویں صدی کے مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ سچّا اور ناجی فرقہ وہی ہوسکتا ہے جس فرقہ کی بنیاد خدا نے اپنے منتخب کردہ خلفاء اور مجددین کے ذریعہ رکھی ہو اور گزشتہ ہر ایک صدی میں وہی ایک فرقہ سچّا اور راستی پر سمجھا جاتا رہا ہے جس فرقہ میں خلفاء اور مجدّد ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی وہ مجدد صحیح اور تازہ دین پیش کرے گا پس سچا فرقہ وہی ہوسکتا ہے جس میں خدا تعالیٰ کا مبعوث کردہ خلیفہ اور مجدّد ہو۔

متلاشیِ حق

یہ تو مسلمہ امر ہے کہ سچّا اور جنتی فرقہ وہی ہوسکتا ہے جس فرقہ کا بانی خدا کا مامور خلیفہ اور مجدد ہو مگر اس مامور کی شناخت کیسے ہو اور یہ کہ ان گذشتہ صدیوں کے مجدّدوں کے حالات کا پتہ کہاں سے لگایا جائے۔ آپ کم از کم کسی ایک مشہور مجدّد کی نشاندہی کریں جو قریب زمانہ میں ہمارے ہی ملک میں گزرا ہو اور اس کے ماننے والے اب تک موجود ہوں اور یہ کہ اس کی اپنی تصنیف کردہ کتاب ہو جس کو میں خود پڑھ کر مجدد کی ضرورت اور اس کے دعویٰ الہام کلام کے متعلق غور کرسکوں۔

احمدی

مجدّد کی شناخت یہی ہے کہ اس کا دعویٰ صدی کے راس پر ہو اور اس حدیث کے مطابق وہ خدا کی طرف سے مبعوث اور مامور اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو اور یہ کہ اس کے زمانہ میں صرف اسی کے ماننے والے خدا کا قرب حاصل کرسکیں۔ باقی سب طریقے حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود ہوں۔

مجدّ د الفـــ ثانی صاحب سرہنـدیؒ

لیجئے ہمارے ہی ملک میں ایک بزرگ اسی نام سے مشہور ہیں یعنی حضرت شیخ احمد سرہندی جو کہ مجدد الف ثانی (گیارہویں صدی کے مجدّد) کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے بڑے زور سے مجدّ د الف ثانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ اپنے مکتوب نمبر ۴ دفتر دوم میں لکھتے ہیں:

(۱) ''ایں علوم مقتبس از مشکوۃ والتحیۃ انوار نبوت اند علیٰ اربابھا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی تبعیت وراثت تازہ گشتہ اند وبطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم ومعارف مجدّ د ایں الف است'' [1]

(۲) مکتوب نمبر ۶۸ میں ذوالسنین ستارہ کے طلوع اور اپنی شروع صدی میں بعثت اور نشان امام مہدی کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ طلوع اس طلوع سے الگ ہے جو حضرت امام مہدی کے آنے کے وقت ہوگا کیونکہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ صدی کے بعد آئیں گے اور ابھی سو میں سے اٹھائیس سال گذرے ہیں''

گویا ۷۲ سال اس صدی میں سے باقی ہیں جن میں حضرت مہدی علیہ السلام نہیں آسکتے پس آپ کی بعثت اور دعویٰ شروع صدی میں ثابت ہے۔

(۳) صفحہ ۶۴ پر اجرائے وحی کے متعلق لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ خدائے تعالیٰ کی کلام بندے کے ساتھ کبھی رد برو بلا واسطہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی کلام بعض انبیاء کیلئے ثابت ہے اور کبھی انبیاء کے کامل تابعداروں کیلئے بھی ہوتی ہے جو وراثت اور تبعیت کے طور پر ان کے کمالات سے مشرف ہوتے ہیں جیسے عمر رضی اللہ عنہ''۔

---

[1] یہ علوم انوار نبوت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے طور پر تازہ ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا صاحب اس الف کا مجدد ہے۔

(۴)صفحہ ۱۲۰ پر اپنے دعوائے الہام کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

''عجب معاملہ ہے کہ اگر میں ان مکشوفات اور معلومات کو بیان کروں...... تو پھر مجھ پر کون اعتبار کرے گا اور کون قبول کرے گا اگر کچھ نہ کہوں اور پوشیدہ رہنے دوں تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا.........اور دوسروں کے خلاف سے نہیں ڈرتا۔ ان کی مخالفت کا خوف تو تب ہوسکتا ہے جبکہ میرے معاملہ میں تذبذب اور میرے مکشوفات میں شبہ ہو''

(۵)صفحہ ۱۸۲ پر الہام کلام کی ہیشگی کے متعلق فرمایا:

''ولایت مقام نبوت کا ظل ہے.......احکام شرعیہ کے ماسوا بہت سے امور دینی ہیں جن میں پانچواں اصل الہام ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب اور سنت کے بعد دوسرا اصل الہام ہے یہ اصل جہان کے فنا ہونے تک قائم ہے.......الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے''

(۶)ولایت کے مدارج اور اولیاءاللہ کے بیعت اور صحبت کے اثر اور فوائد کے متعلق فرماتے ہیں۔

صفحہ ۱۴ پر فرمایا:

''اولیاء کی ولایت کا انتہاء انبیاء کی ولایت کا ابتداء ہے''

صفحہ ۵۷ پر فرمایا:

''تم کو فناء فی اللہ اور بقاء باللہ ابھی حاصل نہیں ہوا میرے مکرم کیا کیا جائے آپ صحبت میں کم رہتے ہیں...... چندروز ہمارے پاس رہتا اور ہماری بات کو سمجھتا تو کیا اچھا ہوتا تا کہ ضروری باتیں ظاہر کی جاتیں اصل مقصود یہی ہے کہ احوال حاصل ہوجائے۔''

صفحہ ۶۷ پر فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی صحبت عالیہ پر موقوف ہے اور

ناقصوں کی تکمیل ان کی شریف توجہ پر منحصر ہے ان کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشتی ہے۔ ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ان کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام کر جاتی ہے۔ ان کی ایک التفات کئی سالوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے برابر ہے۔عارف کی اس صورت کو نادان اور بے بصر لوگ اپنی طرح خیال کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں.........اس مرتبے کے ساتھ اتصال بے چونی پیدا کرنا چاہیئے یہ دولت صحبت کا نتیجہ ہے کہنے اور لکھنے میں نہیں آسکتی اگر کبھی لکھا جائے تو کون اس کو سمجھے گا اور کون اس کو پائے گا........ محبت کے نشان والے طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔''

صفحہ ۱۵۹ پر فرمایا:

''رہنما کا طلب کرنا بھی تاکہ وسیلہ ہو سکے شرعی مامور ہے۔خدا فرماتا ہے: وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ غرض شریعت سے چارہ نہیں خواہ شریعت کی صورت ہو خواہ شریعت کی حقیقت ہو کیونکہ نبوت اور ولایت کے کمالات کی جڑھ احکام شرعی ہیں۔کمالات ولایت صورتِ شریعت کا نتیجہ ہیں اور کمالاتِ نبوت حقیقت شریعت کا ثمرہ ہیں۔''

صفحہ ۱۰۵ پر فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا انیس اور محبوب محروم نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا اور ان کی نظر دوا ہے اور ان کا کلام شفا ان کی صحبت سراپا نور اور ضیاء ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا محروم رہ گیا جس نے ان کے باطن کو دیکھا بزرگ ہو گیا.....یعنی ان کا پہچاننا اور تیرا پانا دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔''

صفحہ ۲۴۰ پر فرمایا:

''یہ کیا ہے کہ جو تو نے اپنے ولیوں کو عطا کیا ہے۔ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔''

صفحہ ۲۰۴ پر فرمایا:

''جاننا چاہیئے کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور مرشد حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے اس وقت کی پیری مریدی جو محض رسم اور عادت کے طور پر ہے جب اس وقت کے پیروں کو اپنی خبر نہیں اور کفر اور ایمان کا پتہ نہیں تو پھر خدائے تعالیٰ کی خبر کیا بتلائیں گے اور مریدوں کو کون سا راستہ دکھلائیں گے۔

آ گہ از خویشتن چو نیست چنیں

کے خبردار از چناں وچنیں[1]

ایسے مریدوں پر ہزار افسوس ہے کہ اس طرح کے پیروں پر اعتقاد رکھ کر بیٹھ رہے اور اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور خدائے تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی وجہ سے طالبِ حق کو حق تعالیٰ سے ہٹا رکھتے ہیں۔''

متلاشی حق: کیا اور مجدّدین اور اولیاء کرام نے بھی دعویٰ وحی والہام کیا۔ ان کے متعلق بھی بیان کیا جائے۔

احمدی: وہ اولیاء اور مجدد ہی کیسے ہو سکتے ہیں جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف نہ ہوں۔ خدایابی کی یہی واحد علامت ہے۔

[1] ترجمہ: جو اپنی حالت سے آگاہ نہیں ہے کہ وہ کیسی ہے اُسے اس جہان اور اگلے کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

حضرت احمد شاہ ولی اللہؒ مجدد صدی دوازدہم

حضرت احمد شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۴۱ پر حدیث مجددین کے واقعات سے تصدیق فرماتے ہیں:

''خبردار آنکہ برراس ہر مائتہ مجدد پیدا خواہد شُد وہم چناں واقعہ شُد۔''

ترجمہ: اس سے یہ خبر ملی کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوگا اور واقعی طور پر ایسا ہو گیا۔

پھر اپنی کتاب حجۃ البالغہ میں صدیقیت اور محدثیت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور ان کی حقیقت یوں ہے کہ امت میں سے ہر ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ....از انجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام اُن نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں ان مقامات کا اثر ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جس طرح چاند کی روشنی کا اثر اس آئینہ پر پڑتا ہے جو ایک نکلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہو ......یہ مقام بھی منزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں۔''

(۲) پھر آپ نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں اپنے امام ہونے کا بڑے زور سے دعویٰ کیا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے زمانہ کے لوگوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسا طریقہ سلوک عطا کیا ہے جو سب طریقوں سے قریب تر ہے اور اس میں پانچ قسم کے قُرب کے ذریعے ہیں یعنی ایک تو ایمان حقیقی کا قرب دوسرا قرب نوافل، تیسرا قرب وجوب، چوتھا قرب فرائض پانچواں قرب ملکوت اور اس کو ایسا عمدہ غایت بنایا ہے کو جو کوئی اس کا ارادہ کرے گا وہ مراد کو پہنچے گا اور میرے ربّ نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا اور اس کی اعلیٰ بلندیوں تک پہنچایا ہے اور ہم نے آج کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا ہے بجز اس طریقے کے جو

تجھے دیا گیا اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ تجھ سے محبت کریں اور تیری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں اور اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہوں گی جو تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے گا اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہوگا اور مشرق اور مغرب کے لوگ تیری رعیت کر دیئے گئے ہیں اور تو ان کا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے خواہ وہ لوگ تمہاری اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہوں اگر واقف ہوں گے تو فائز المرام ہوں گے اگر یہ بے خبر رہیں گے تو خسارہ اور ٹوٹا پائیں گے۔''

پھر دوسرے مقام پر آپ نے مجدّد ہونے کا دعویٰ بایں الفاظ فرمایا:

''جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ مجدّدیت سے سرفراز فرمایا اور جب حقانیت کا خلعت مجھے پہنایا گیا تو میں بادیہ حیرت میں سرگردان رہا کہ میں کیونکر مجددیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گا''۔

حضرت سید اسماعیل شہید دہلویؒ مجدد صدی سیزدہم اپنی کتاب منصب امامت صفحہ ۸ پر ولایت اور امامت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''مرتبہ ولایت راسہ ۳ شعبہ ایست اوّل معاملات صادقہ مثل الہام وتفہیم غیبی وحکمت دوم مقامات کاملہ ......سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت ووفور شفقت علم و حیا ومحبت و وفا سخاوت وشجاعت'' [1]

(۳) صفحہ ۳۹ پر مجددین اور اولیاء کے الہامات کے متعلق لکھا کہ:

''باید دانست کہ از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء ثابت است آں را وحی میگویند و گاہے در کلام اللہ مطلق الہام راہ خواہ بانبیاء ثابت است خواہ باولیاء وحی نامند وایں

[1] ولایت کا مرتبہ تین شعبوں پر مشتمل ہے۔ اوّل۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے معاملات سچائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً الہام اور علومِ غیبیہ کی انہیں تفہیم وحکمت سکھائی جاتی ہے۔ دوم۔ انہیں روحانیت کے کامل مقامات عطا ہوتے ہیں۔ سوم۔ اخلاق فاضلہ مثلاً اُنہیں عالی ہمت بنایا جاتا ہے۔ اور خلق اللہ کی شفقت، علم وحیا اور محبت ووفا اور سخاوت وشجاعت سے معمور ہوتے ہیں۔''

مطلق الہام گاہے درصورت کلام از پردہ غیب لاریب نازل میگردو...... وگاہے ہمیں الہام بواسطہ ملک میشود...... کسے راز مقبولین عالی مقام درحالت منام برامراز امور غیبیہ مطلع میفر مائیند'' [1]

(۴)صفحہ ۴۵ پر لکھا کہ:

''وقال النبی علیہ السلام ان اللہ یبعث لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے شروع میں ایک شخص اٹھائے گا کہ دین کی درستی کردیا کرے گا۔''

(۵)صفحہ ۲۷ تا ۴۷ پر مجدّدِ دین اور کاملین کی ضرورت اور ان کی اطاعت اور حصول ایمان ونجات کے متعلق فرمایا:

''امام بمنزلہ فرزندِ سعادت مندرسول است وسائرا کابرِامّت بمنزلہ ملازمان۔خدمت گذارنند۔ پس چنانکہ تمام اکابر سلطنت را تعظیم شہزادۂ والا تبار ضرور است وتوسل اور واجب وموازنۂ باخود باوعلامت نمک حرامی است واظہارِ مفاخرت بروبدانجامی است وہمچنیں تواضع وتذلیل ہر صاحب کمال بحضور او باعث سعادت دارین است خلیفۂ راشد سایہ ربّ العالمین است وسرمایۂ ترقیٔ دین است وہمپایۂ ملائکہ مقربین......... دلِ اوعرشِ تجلّی رحمن است وسنیۂ اُو رحمتِ بیکراں........ قہر اُو تیغ قضا است و مہراو منبع عطا است....... علامتِ اہلِ کمال ہمینست کہ درخدمتِ اومشغول باشندودراطاعتِ

[1] ''جاننا چاہئے کہ اُن کے تمام الہامات سچّے نبیوں کے الہامات کی طرح ہوتے ہیں جنہیں وحی بھی کہاجاتا ہے۔بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا کلام سچّے نبیوں کے الہام کی طرح ہوتا ہے جنہیں اولیاء وحی سے موسوم کرتے ہیں۔اور یہ مطلق الہام کی صُورت میں بلا ریب غائب سے نازل ہوتا ہے۔بعض اوقات یہ الہام فرشتوں کی معرفت نازل ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ان مقربین اور مقبول بندوں کو بعض اوقات خواب کی حالت میں امورِ غیبیہ سے مطلع کیا جاتا ہے۔''

اومبذول.......علامتِ اہلِ کمال ہمینست کہ درخدمتِ اومشغول باشندور اطاعتِ اومبذول.......اور ابجائے رسول شمارند..... چنانچہ اگر کیکہ ہزار درجہ درمعرفت الٰہیہّ جدوجہد تمام بجاآور دو خلاص از غضبِ جبّارو ورکات نار نخواہدیافت۔ ہمچنیں ہرچندعبادات شرعیہ و طاعات دین بجا آور دا ماوقتیکہ در طاعت امام گردن ننہد و اقرار بامامت اونکند ہرگز عبادت مذکورہ درآخرت کارآمد نیست وداز وار وگیر ربّ قدیر خلاص نخواہد یافت مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وازان جملہ توقف عبادت شرعیہ پرموافقت امراویعنی چنانکہ عبادات دینیہ وطاعات شرعیہ اگرمطابق سنت نبویہّ باشدمقبول است والاّ مردوادست وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً'' [1]

---

[1] ''امام کا مرتبہ رسول (صلعم) کے سعادت مند وفرمانبردار فرزند کا ہوتا ہے۔ اور اُمّت کے بزرگان کا مرتبہ ملازموں اور خدمت گاروں کا ہوتا ہے۔ پس اس طرح سلطنت کے اکابر کے لئے اس عظیم المرتبت شہزادے کی عزت وتکریم لازم ہے۔ اور اس کا وسیلہ اختیار کرنا واجب ہے۔ اور اپنے آپ پر اُس کا مقابلہ وقیاس کرنا نمک حرامی کے مترادف ہے۔ اور اُس کے حضور تکبّر کا اظہار کرنا باعثِ ذلّت ہے جو بدانجام تک پہنچاتی ہے۔ اور اِسی طرح اُس کے حضور تواضع اور خاکساری ہر صاحبِ کمال کیلئے دونوں جہانوں کی سعادت کے حصول کا باعث ہوتی ہے۔ خلیفہ راشد سایۂ ربّ العٰلمین ہوتا ہے اور دین کی ترقی کا سرمایہ ہوتا ہے۔ اور اُسے فرشتوں کی ہمسائیگی کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اُس کا سینہ ربِّ رحمٰن کی رحمتِ بیکراں سے معمور ہوتا ہے۔ اُس کا غضب مَوت کی تلوار جیسا اور اُس کی مہربانی عطائے خداوندی کا باعث ہوتی ہے۔ اُس زمانے کے اہلِ کمال کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہمیشہ اُس کی خدمت میں مشغول اور اُس کی اطاعت کی متوجہ رہتے ہیں اور اُس کو رسول کریم صلعم کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جُہدِ مسلسل سے معرفتِ الٰہیہ کا ہزار درجہ بھی حاصل کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے اور شرعی عبادات اور اطاعتِ دین بجالاتا رہے یہاں تک کہ امام کی اطاعت وفرمانبرداری کے آگے نہ رکھ دے اور اس کی اطاعت کا اقرار نہ کرلے۔ اُس کی وہ تمام عبادت آخرت میں کام نہ آئیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی پُرسش سے وہ بچ نہ سکے گا۔ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو پہچان نہ سکے گا اُس کی مَوت جہالت کی مَوت ہوگی۔''

اس مذکورہ بالا بیان میں امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ امام وقت کے ماننے اور بیعت کرنے کے بغیر کوئی شرعی عبادت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نفل، فرض) قبول نہیں اور نہ نجات ہوسکتی ہے بلکہ جہالت یعنی ابوجہل کی موت مرتا ہے۔ یہی حدیث کا منشاء ہے۔

حضرت معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں :

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم
من نمی گویم اناالحق آں یار میگوید بگو
چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو[1]

(دیوان معین الدین اجمیریؒ)

حضرت مولانا رومؒ اور اجرائے وحی الہام

آپ وحی و الہام کی اقسام اور اس کے حصول کیلئے اپنی مثنوی معنوی دفتر چہارم صفحہ ۱۵۱ پر فرماتے ہیں:

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
مہماں از وحیٔ اجلالی شود

یعنی جب انسان کا نفس وسوسہ سے پاک ہوجاتا ہے تو خدا کی وحی کو پالیتا ہے۔

نے نجوم ست ونہ رمل است ونہ خواب
وحیِ حق واللہ اعلم بالصّواب
از پئے روپوش عامہ درمیاں
وحیِ دل گویندآں راموفیاں

---

[1] ہر لحظہ روح القدس معین الدین میں ظاہر ہوتی ہے۔ میں دوسرے عیسیٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔ میں اپنے آپ کو انا الحق نہیں کہتا بلکہ خدا کہتا ہے کہ ایسا کہو۔ اور مَیں جو ایسا کہتا ہوں تو اس لئے کہتا ہوں کہ میرا محبوب خدا مجھے کہتا ہے کہ ایسا کہو۔

وحی دل گیرش کہ منظر گاہِ اوست

چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست[1]

یعنی وحی وہ ہوتی ہے جو بے خطا ہو وہ نجوم یا رمل یا خواب کی طرح نہ ہو۔

سیّد الاولیاء محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیّہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۳ پر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''جو نبی اور ولی کی وحی میں فرق کرتے ہیں یہ غلط ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے وحی والہام کا مزہ چکھا ہی نہیں۔''

پھر آگے تمام اقسام کی وحی کا ذکر بروئے قرآن وحدیث بیان کر کے فرماتے ہیں:

''کہ تمام اقسام کی وحی اس امّت کے اولیاؤں میں جاری ہے اور موجود ہے صرف وحی تشریعی بند ہے۔''

حضرت سید عبدالقادر جیلانی سرتاج الاولیاءؒ

حضرت غوث پاکؒ نے فتوح بنام مقالات الاحسان کے قول نہم میں اولیاؤں اور مہدیوں کے الہام کلام کے متعلق لکھا ہے۔ پھر صفحہ ۳۳ و ۳۴ پر فرمایا:

''کہ اولیاء اور ابدال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے افعال کا کشف ہوتا ہے جس سے عقلیں مغلوب اور عادات اور رسوم حرق ہو جاتے ہیں۔''

صفحہ ۱۴ پر فرمایا کہ:

''بلکہ انتظار اختیار فعل حق عزوجل کا کرے۔ اس طرح یہ کہ وہ الہام بار بار ہو اور اس کو حکم دیا جائے کہ اس کی طرف شتابی کر ......اور عقلاء اولیاء اس کو سمجھتے ہیں اور ابدال

[1] ترجمہ: نہ یہ علم ستاروں سے ہے نہ علمِ رمل سے اور نہ خواب سے بلکہ وحی حق ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ عام لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے وحی دِل میں ڈالی جاتی ہے اور یہ مخلص اور وفادار لوگوں کے دل ہی میں ڈالی جاتی ہے۔ دل کی وحی اس کی منظر گاہ ہے۔ کیوں دل خطا کرے دل تو اس سے آگاہ ہے۔

مؤیدین اس کو پالیتے ہیں۔"

صفحہ ۵۳ پر فرمایا:

"خدائے تعالیٰ نے بعض کتب میں فرمایا ہے اے ابن آدم میں ہوں خدا میرے سوا کوئی خدا نہیں میں جس شئے کو کہتا ہوں ہو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھ کو بھی ایسا ہی کروں گا کہ تو جس چیز کو کہے گا ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔"

صفحہ ٦٣ پر حصول کُن فیکُون کے متعلق لکھا ہے کہ:

"کلام لذیذ عنایت کرتے ہیں جس کی لذّت ہر شئے لذیذ سے زیادہ ہوتی ہے اور الہام صدق بغیر تلبیس ساری ہوا۔"

حضرت امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء العلوم جلد اوّل صفحہ ٦٧ پر فرماتے ہیں :

"تو جان لے کہ صاحبِ دل لوگوں پر آسمان اور زمین کے اسرار کھولے جاتے ہیں کبھی الہام کے ذریعہ کبھی رویائے صادقہ کے ذریعے کبھی جاگتے ہوئے اور نبوت کے مدارج میں سے یہ درجہ بہت بلند ہے پس تو اس سے بچ کہ الہام کا تو اپنی ناسمجھی سے انکار کرے۔"

حضرت ابراہیم ادہمؒ

آپ کے متعلق تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے:

"آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کتاب ہاتھ میں ہے میں نے کہا کیا کرو گے جواب دیا کہ دوستانِ خدا کے نام لکھتا ہوں میں نے کہا میرا نام لکھو گے۔ انہوں نے ایک ساعت سوچکر، فرمایا فرمان آ گیا ہے۔ اوّل تمہارا نام لکھوں۔"

حضرت بایزید بسطامیؒ اور مکالمہ الٰہیہ

آپ کی نسبت تذکرہ صفحہ ۱۳۴ پر لکھا ہے:

''آپ نے نماز صبح پڑھ کر ان کی طرف دیکھ کر کہا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو لوگوں نے کہا یہ دیوانہ ہے چھوڑ کر چلے گئے۔ شیخ اس وقت خدا کی زبان سے فرماتے تھے۔''

پھر صفحہ ۱۳۸ پر لکھا :

''جبریل علیہ السلام مریم پر صورت بشر میں متجلی ہوئے اسی قسم کی بایزید کی بھی حالت تھی۔''

صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے:

''ایک شخص نے آپ سے پوچھا ہم آپ کے ساتھ ایک جماعت مثل عورتوں کے دیکھتے ہیں وہ کون ہیں فرمایا وہ فرشتے ہیں مجھ سے علوم پوچھتے ہیں۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں''

صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے:

''اوّل قدم جو میں چلا تو عرش پر پہنچا جب مقامِ قرب پر پہنچا تو حکم ہوا مانگ میں نے کہا مجھے کوئی خواہش نہیں سوا تیرے''

صفحہ ۱۵۶ پر لکھا ہے:

''ایک آواز سنی کہ اے بایزید طلق نفسك ثلاثاً قل للہ''

صفحہ ۱۶۷ پر لکھا ہے:

''میں نے حق جل وعلا کو دیکھا تو ارشاد ہوا کہ اے بایزید کیا چاہتا ہے میں نے کہا میں وہ چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔ فرمایا میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے ....فرمایا لوگ

جانتے ہیں کہ میں ان جیسا ہوں اگر عالم الغیب میں میری صفت دیکھیں تو ہلاک ہو جائیں میری مثال اس دریا کی طرح ہے جس کی نہ گہرائی ہے نہ اوّل نہ آخر ایک شخص نے پوچھا عرش کیا ہے فرمایا میں ہوں کرسی کیا ہے فرمایا میں ہوں لوح اور قلم کیا ہے فرمایا میں ہوں فرمایا کہ خدائے عزوجل کے برگزیدہ بندے ابراہیم موسیٰ عیسیٰ محمد علیہم السلام ہیں فرمایا وہ سب میں ہوں کہا کہ کہتے ہیں جبرائیل میکائیل اسرافیل عزرائیل خدا کے برگزیدہ بندے ہیں فرمایا وہ سب میں ہوں وہ شخص خاموش ہو گیا تو فرمایا جو حق میں محو ہو گیا تو حقیقت میں جو کچھ ہے حق ہے اگر وہ شخص نہ ہو تو حق سب اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں۔''

صفحہ ۱۷۱ پر آپ کے معراج کا ذکر لکھا ہے:

''جب مخلوق سے گذر گیا تو میں نے کہا کہ خالق تک پہنچ گیا ہوں وادی ربوبیت سے سر نکال کر ایسا پیالہ پیا کہ اب تک اس کے ذکر کی تشنگی سے سیراب نہ ہوا...... پھر چار ہزار وادی میں نے طے کی کہ درجہ اولیاء کی انتہاء تک پہنچ گیا جب نگاہ کی تو اپنے آپ کو درجۂ انبیاء کی ابتداء میں پایا۔ ہر شخص بقدر اپنے خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ مگر محمدؐ علیہ السلام اس صدر خاص کے سامنے ہیں تو جب تک وادی لا الہٰ قطع نہ ہوگا وادیٔ محمد رسول اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔''

حضرت منصور حلاجؒ

آپ کے متعلق تذکرہ صفحہ ۳۴۴ پر لکھا ہے:

''شبلی فرماتے ہیں کہ جب حسین کو دار پر کھینچا گیا تو ابلیس نے آکر کہا میں نے اَنَا خَيْرٌ کہا تو میری گردن میں طوق لعنت پڑا اور تم نے انا الحق کہا تو مقام صدق ملا۔ یہ فرق کیوں ہے؟ فرمایا کہ تو نے انا اپنی طرف سے کہا تھا اور میں نے اپنے آپ سے خودی کو دُور کیا۔ اس وجہ سے مجھ پر رحمت ہوئی۔''

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

آپ کے متعلق تذکرہ صفحہ ۴۸۴ پر لکھا ہے:

''ایک روز آپ کے دل میں ندا آئی کہ ابوالحسن تم خلق اور منکر نکیر سے نہیں ڈرتے؟ جواب دیا کہ میں مُردوں سے نہیں ڈرتا......ندا آئی کہ تم اور ہم ایک ہیں تو میں جواب دیتا ہوں کہ تو خداوند قادر اور میں بندۂ عاجز۔''

صفحہ ۴۸۵ پر لکھا ہے:

''میں نے چار ہزار باتیں حق تعالیٰ سے سُنی ہیں۔''

صفحہ ۴۸۸ پر لکھا ہے:

''ندا آئی میرا تجھ پر حکم ہے تجھ کو اسی طرح رکھوں گا تا کہ میں جس کسی کو دوست رکھتا ہوں وہ آ کر تجھے دیکھے میں نے ماسوائے حق ہر چیز سے زہد کیا تو اس وقت پکارا اور حق سے جواب سنا تو سمجھ گیا خلقِ خدا سے گذر گیا ہوں لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْك کہا اور احرام باندھا پس حج کیا اور وحدانیت میں طواف کیا بَیْتُ الْمَعْمُور نے میری زیارت کی کعبہ نے میری تسبیح کی۔ ملائکہ نے میری ثناء کی پھر ایک نور ظاہر ہوا جس کے اندر سرائے حق تھی جب میں سرائے حق پر پہنچ گیا تو میرے پاس کچھ نہ رہا۔''

صفحہ ۴۹۲ پر لکھا ہے:

'' جس نے مجھے پہچانا اور دوست رکھا اُس نے حق اور حق نے اس کو دوست رکھا.....جب میری زبان ذکر اور توحید حق تعالیٰ سے کشادہ ہوگئی تو میں نے زمین اور آسمان کو اپنے گرد طواف کرتے دیکھا۔ مگر خلق اس سے غافل ہے......جس جگہ میں ہوں نہ آدمی ہوں نہ آدم.......میں اور بایزید اور اویس ایک کفن میں ہیں۔''

صفحہ ۴۹۸ پر لکھا ہے:

''تین وقتوں میں ملائکہ اولیاء اللہ سے بہت ہیبت رکھتے ہیں۔ اوّل ملک الموت نزع کے وقت دوم کراماً کاتبین لکھتے وقت۔ سوم منکر نکیر سوال کرتے وقت اور جس شخص کو خدا علوّ دیتا ہے اس کو پاکی عطا کرتا ہے جس میں آلودگی اور تاریکی نہیں ہوتی اور ایسی قدرت دیتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے کاف اور نون (کن) کے درمیان ہوتا ہے۔''

صفحہ ۵۱۰ پر لکھا ہے:

''علم کا ایک ظاہر ہے جو علمائے ظاہر کہتے ہیں اور ایک باطن ہے جسے جوان مرد بیان کرتے ہیں اور ایک باطن ہے وہ حق تعالیٰ کے ساتھ جواں مردوں کا راز ہے جہاں خلق کی رسائی نہیں......علماء کہتے ہیں کہ ہم وارث رسول ہیں مگر آپؐ کے وارث تو ہم ہیں کہ آپؐ کی بعض باتیں ہم میں ہیں''

صفحہ ۵۰۴ پر صدی وار مجدّد کے متعلق فرمایا:

''ہر سو سال کے بعد ایک مرد رحمِ مادر سے نکلتا ہے جو حق تعالیٰ کی یگانگی پہچانتا ہے اور اس کے ایسے بندے ہیں جن کے سینے کے ایک ایک گوشہ میں مشرق اور مغرب اور عرش اور تحت الثریٰ کا پتہ نہیں لگتا......ایسے مومن کی زیارت کرنے کا ثواب سو مقبول حجوں میں نہ پاؤ گے ہزاروں دینار صدقہ کرنے سے زیادہ ثواب مومن کی زیارت میں ہے۔''

صفحہ ۵۱۲ پر لکھا ہے: ''مرید جس قدر پیر کی خدمت کرے گا۔ اس کو دیدار زیادہ ہوگا۔''

اجرائے وحی اور الہام کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ.........لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔

(سورہ یونس آیت ۶۳، ۶۵)

اس آیت میں متقیوں اور اولیاؤں کے متعلق فرمایا کہ ان کیلئے اسی دنیا میں البشریٰ۔ حدیث شریف البشریٰ کے متعلق فرمایا البشریٰ ھی الرؤیا الصالحۃ (تفسیر کبیر) یعنی البشریٰ رویائے صالحہ ہے۔ رُؤیَا المؤمنِ جزء من ستة واربعون جزءً من النبوۃ یعنی مومن کی رویاء نبوت کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر حضرت امام اسمٰعیل شہید نے منصبِ امامت کے صفحہ ۴۹ پر اس طرح لکھی ہے:

''چنانچہ نوعے از اصل ولایت برائے ہر مومن ازیں آیات مستفاد گرویدہ۔ ہمچنیں ثبوت نوعے از شعب وفروعے آں ہم برائے ہر مومن از آیات وحدیث مستفاد میشود مثلاً از انجملہ الہام است کہ ملکِ ملہم خیر ہمراہ ہر مومن ملازم است وآں مومن در اکثر اقوال تابع الہام اوست وہمچنیں تعلیم وتفہیم در منام بطریق رویاء ہر مومن راحاصل است''۔[1]

(۲) يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ○

(سورۃ الغافر:16)

خدائے تعالیٰ روح یعنی کلام اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے تا کہ ان کو ان مصائب سے ڈرائے جو کہ ملاقات کے دن پیش ہونے والے ہیں۔

روح بمعنی کلام حضرت قتادہ سے مروی ہے اور عِبَادِهٖ میں مجددین شامل ہیں۔

(تفسیر روح المعانی)

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ (سورۃ فصلت آیت 31)

اس آیت میں فرمایا کہ مومنوں پر ملائکہ بشارت لے کر نازل ہوتے ہیں حدیث میں آتا ہے:

لقد کان فی من کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من

---

[1] ترجمہ: ایک قسم اس آیتِ کریمہ جس سے ہر مؤمن مستفید ہوتا ہے......مثلاً اُن میں سے ایک الہام ہے کہ خیر کے الہام کرنے والا فرشتہ ہر مؤمن کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ مؤمن اکثر باتوں میں اُس الہام کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے۔

غیران یکونوا انبیاء فان یکن من اُمتی احد منهم فعُمر (بخاری)

اسی بخاری میں دوسری یہی حدیث آئی ہے جس میں **یکلمون** کی جگہ **محدثون** آیا ہے۔(محدث بمعنی **مُلْهَمْ** بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۸۹)

(ترجمہ) جوتم سے پہلے امتیں گذری ہیں ان میں ملہم اور محدّ ث ہوا کرتے تھے سو میری امت میں اگر کوئی محدّ ث ہے تو اس وقت عمر ہے۔

فتح الباری ترجمہ بخاری میں اس حدیث کی یوں تفسیر کی ہے:

(ترجمہ) اس اُمّت میں محدثین ہونے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء سے کثرت سے مشابہت ہو.....ان کے عوض میں ملہم بکثرت پیدا کئے گئے۔

۱۴ ویں صدی کے مجدّد کا جنتی فرقہ

اوّل قرآن شریف کی آیات اس کے بعد احادیث سے جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر صدی کے شروع میں مجدّد آتے رہے ہیں اور ہر صدی میں مجددوں کا آنا صحت کی انتہا تک اس ثبوت کو پہنچا دیتا ہے تو اب پہلی حدیث کی طرف آپ کی توجہ ہم دوبارہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امّت میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کی اصلاح کے واسطے مصلحین کو بھیجتا رہتا ہے جس طرح آنحضرت ﷺ تک اس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا اسی طرح آپ کے بعد بھی اس سلسلہ اصلاح کو بند نہیں کیا جیسا کہ سورۃ نور کی آیت اور پھر صدی دار مجددوں کے تواتر سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا اور جو فرقہ ان مصلحین کو مانتا رہے گا وہی جنتی ہوگا حدیث میں بھی یہی دارد ہوا ہے:

(۱) **مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَةَ الْجَاهِلِیَّةِ**

اور کلینی صفحہ ۸۶ پر دوسری حدیث موجود ہے:

(۲) وَاِنْ مَاتَ عَلٰی هٰذِهٖ مَاتَ مِيْتَةَ كُفْرٍ وَنِفَاقٍ

(۳) مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ

یعنی جس شخص نے امامِ زمانہ کی اطاعت نہ کی قیامت کے روز اس کے پاس اپنی بریت کیلئے کوئی حجت نہ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس کی موت ابوجہل کی موت ہے۔ غرضیکہ شیعہ، سنی، اہلحدیث کی کتب میں مسلمہ متعدد احادیث موجود ہیں۔ اسی لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہی احادیث کے مطابق مجددین نے بھی اپنا انکار کفر و نفاق ہی قرار دیا۔ چنانچہ مجدّد الف ثانی کے دفتر دوم مکتوب ۴ میں لکھا:

''مجدّد آنست کہ ہر چند دراں مدّت از فیض بامتان برسد بتوسط او برسد اگر چہ اقطاب و اتاو آں وقت بووند وبُد لاونجباباشند۔''

مجدّد کے وقت امتوں کو اسی مجدد کے ذریعہ فیض پہنچتا ہے اس کے ماننے کے بغیر صالح سے لیکر قطب کے درجہ تک کسی بھی ایمان کے درجہ کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

پھر صفحہ ۱۶۵ پر لکھا کہ:

''یہ لوگ (مجدد) ہوتے ہیں کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا......ان کا پہچاننا اور تیرا پانا دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں''۔

اسی طرح مجدد صدی دوازدہم تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں:

''مجھے خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے....اور ہم نے آج کے روز باقی سب طریقوں کو جنت کے قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ میری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں''۔

اسی طرح مجدد صدی سیزدہم منصب امامت میں لکھتے ہیں:

'' تقریب الی اللہ ترک توسل ایشان خیالیت پر اختلال و ہمیت سراسر باطل

.....معارضہ اومعاوضہ تقدیر است ومخالفت اومخالفت ربّ قدیر است......توقف نجات اخروی برطاعت اوست ہمچنیں ہرچند عبادات شرعیہ وطاعات دینیہ بجا آوردتا وقتیکہ در طاعت امام گردن ننہد واقرار باامامت اونکند ہرگز عبادت مذکورہ درآخرت کارآمد نیست وازداروگیر ربّ قدیر خلاص نخواہد یافت''

یعنی امام کا انکار ہی رسول اللہ کا انکار ہے اس کے توسل کے بغیر نہ اللہ کا قرب مل سکتا ہے نہ ایمان کے چاروں مدارج میں سے کوئی درجہ مل سکتا ہے خواہ کتنی ہی عبادات شرعیہ اور طاعات دینیہ بجا لائے جب تک وہ امامِ وقت کی بیعت نہ کرے سب عبادتیں بیکار اور رائیگاں جاتی ہیں اور آخرت میں داروگیر ربّ قدیر سے خلاصی نہ ہوگی اور موت ابوجہل کی موت ہوگی۔

یہ باتیں معلوم ہونے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر صدی کے بعد مجدد آتے رہے تو لامحالہ اس چودھویں صدی کے مجدد کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس وقت جبکہ نصف صدی گذر گئی ہے اور آپ کے خیال میں مجدد نہیں آیا۔ حالانکہ اس سے پہلی صدیاں یہ بتلا رہی ہیں کہ ہر صدی کے ابتدا میں مجدد آتے رہے اور انہی مجددوں کا فرقہ بھی جنتی فرقہ ہوتا رہا ہے پس اس چودھویں صدی میں بھی وہی جنتی اور سچا فرقہ ہوسکتا ہے جو مجدد کا فرقہ ہوگا۔ اور وہ تہتر واں فرقہ احمدیہ فرقہ ہی ہے جو چودھویں صدی کے مجدد حضرت مہدی علیہ السلام کو مانتا ہے۔

متلاشی حق

میں آپ کا ممنون ہوں۔ میری معلومات میں بیحد اضافہ ہوا میری بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں مجددین اور صلحاء کے پہچاننے کے طریق معلوم ہو گئے۔ بے شک یہ برگزیدہ لوگ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے جو تعلیم و تفہیم غیبی پر مشتمل ہو مشرف ہوتے ہیں اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ انہی کے ماننے والا گروہ ہی جنتی فرقہ ہوسکتا ہے اور یہ کہ ان کی بیعت حاصل کئے بغیر خدا کا قُرب اور سچا ایمان اور نجات ممکن نہیں مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس صدی چہاردہم کے مجدد حضرت مرزا صاحب ہی ہیں ممکن ہے کہ کوئی اور مجدد ہو؟

احمدی:

مجدد اور خدا کا مامور ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ جس کا دل چاہے مجدد بن بیٹھے یا جس کو پبلک چاہے مجدد سمجھ لے۔مگر اللہ تعالیٰ اسے مامور کرتا ہے(ان اللہ یبعثُ)اور اپنے شرف مکالمہ مخاطبہ عطا فرماتا ہے۔یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کاذب میں یہ جرأت ہو کہ وہ اپنی کلام کو کلام اللہ قرار دیکر مدعی اور مامور بن بیٹھے اور پھر اپنی اس جعلسازی میں کامیاب بھی ہو جائے۔ناممکن ہے جبکہ زمینی گورنمنٹ میں کوئی معمولی سے معمولی حاکم اور عہدیدار جعلی طور پر نہیں بن سکتا تو کیا خدائی بادشاہت میں ہی اندھیر ہے اور مامور بننا کوئی کھیل ہے کہ جس کا دل چاہے بن جائے اور خدا کی طرف سے کوئی گرفت نہ ہو۔اگر مجدد بننا یا بنانا انسانی فعل ہوتا تو کسی مجدد صد چہاردہم کا پتہ دے کر سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن سے دس ہزار روپے کا انعام حاصل کر لیتے سیٹھ صاحب نے حسب ذیل انعامی اشتہار الفضل ۴ نومبر ۱۹۱۹ء میں شائع کرایا وہ یہ ہے:

(۱) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ (پارہ ۱۵ ع ۲)

یعنی جب تک ہم ایک رسول کو مبعوث نہ کریں دنیا میں عذاب نازل نہیں کرتے۔

(۲) انّ اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کلّ مائۃ سنۃ من یجدّدلھا دینھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی ضرور ضرور اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے رائس میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو تازہ کرے گا۔

(۳) مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً

یعنی جو شخص مر گیا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ بیشک جاہلیت کی موت مرا۔یعنی اسلام سے پہلے کی جاہلیت کے زمانہ کے کافروں کی موت مرا۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک کلاموں کے مطابق حضرت مرزا صاحب

قادیانی اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم ربانی امام اور مامور من اللہ ہیں۔اس لئے آپ کا انکار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار ہے۔

(۵) آپ کے ہر ایک منکر کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپ اپنے دعووں میں نعوذ باللہ سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کلاموں کے مطابق سچا مدعی ہے۔اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا جائے۔اب مبارک ہے وہ شخص جو اسلام کی ان صداقتوں کو قبول کرتا اور دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اس طرح دونوں جہاں میں خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کا وارث ہوجاتا ہے اور بد بخت ہے وہ شخص جو اسلام کی ان عظیم الشان صداقتوں کو نہ خود قبول کرتا ہے اور نہ دوسروں تک پہنچاتا ہے بلکہ ان کی راہ میں روک ہوکر آخرت میں اس گروہ کے ساتھ جاملتا ہے جو بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہتے ہوں کہ :

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (سورۃ الملک : ۱۱)

یعنی اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو آج ہم اہلِ دوزخ نہ ہوتے''

(خاکسار عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن)

اس انعامی چیلنج کے بعد دوسال تک کسی نے کسی مجدد کا پتہ نہ دیا تو سیٹھ صاحب نے دوبارہ حسب ذیل اعلان شائع کردیا :

''اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھلے کھلے وعدوں کے مطابق ہر صدی میں ایسا خلیفہ یا مجدد یا ربانی امام ظہور پذیر ہوتا رہا اسی قانون اور وعدے کے مطابق اس زمانہ میں بھی خدا کا مرسل مبعوث ہوا اور جس طرح گذشتہ زمانہ کے لوگ اس زمانے کے خلیفہ اللہ سے مخالفت کرتے رہے اسی طرح اس زمانہ کے لوگوں نے بھی اپنے اس زمانہ کے خلیفۃ اللہ کی مخالفت کی اور کررہے ہیں کیونکہ جب خدا کا خلیفہ لوگوں کی جاہلیت ان پر کھول دیتا ہے تو سب سے زیادہ مخالفت مولوی اور صوفی کرتے کیونکہ خدا کا خلیفہ ان کی علمیت کا پردہ

چاک کر دیتا ہے تو ان کی گمراہی صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔اسی لئے وہ تمام مولوی اس کو جھوٹا اور کذاب اور دجال قرار دیتے ہیں اور اس کی کتاب پڑھنے کی سخت ممانعت کرتے ہیں اور وہ ایسا ہی کریں گے اس کے متعلق کیا صحیح نقشہ ہمارے سردار انبیاء نے کھینچا ہے۔کاش اس زمانہ کے لوگ اس پر ذرا غور کریں آپ نے فرمایا لوگوں کے دل ایسے ہو جائیں گے کہ جس بات پر جمے ہوئے ہوں گے اس سے نہیں ہٹیں گے پھر ان کے لئے گمراہی کے داعی بھی ہوں گے اس حالت میں اگر تو خلیفہ اللہ کو ان ایام میں دیکھ لے تو لازم ہے کہ اس کا دامن پکڑے خواہ تیرا جسم ہلاک ہو جائے اور تیرا مال لوٹا جائے۔''

دامن کو پکڑ لینے سے مراد اس کی بیعت میں داخل ہونا ہے۔اب دنیا بھر میں کوئی ایسا شخص ہے جو خلیفۃ اللہ ہونے کا مدعی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بغیر بیعت کے مرنے والے کو جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیتا ہو۔ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں سوائے حضرت اقدس مرزا صاحب کے کوئی اور مدعی نہیں ہے جس کے ثبوت میں کوئی دو سال کا عرصہ ہوا ہے کہ خاکسار کی طرف سے یہ چیلنج شائع شدہ ہے۔اگر حضرت اقدس مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں نعوذ باللہ سچے نہیں تو دوسرا جو شخص سچا مدعی ہے اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور خاکسار کی طرف سے مقرر کردہ دس ہزار روپے کا انعام حاصل کیا جائے۔مگر اب تک کوئی ایسا مدعی دنیا میں نمودار نہیں ہوا اور نہ آئندہ کوئی ہوسکتا ہے کیونکہ موعود خلیفۃ اللہ کا وقت گذر چکا ہے اور جو موعود صادق ظاہر ہونا تھا وہ عین مقررہ وقت پر ظاہر ہو چکا ہے اور دنیا کی اصلاح کیلئے تمام کام جو اس کے ذمے لگائے گئے تھے وہ سب بخوبی ادا کر چکا جس کو لاکھوں لوگوں نے مانا اور دن بدن ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو دنیا کے گوشے گوشے میں مخلوق خدا کی ہمدردی حقیقی کیلئے دن رات جان و مال سے کوشش کر رہی ہے۔فالحمدللہ۔

گو اس زمانہ کے علماء کہلانے والے ہمارے مخالف لوگوں کو حق سے روکنے کیلئے کہتے رہتے ہیں

کہ ایسے مدعی بہت ہیں۔ یا فلاں شخص ہے مگر اب تک کسی ایک کو بھی پبلک میں پیش کرنے کی جرأت نہ کی جس نے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی و دلائل جھٹلا کر خود کو صادق مدعی قرار دیا ہو اور جس کو لاکھوں لوگوں نے مجدد مانا ہو اور اس کی بیعت میں داخل ہو گئے ہوں۔ ان مخالف علماء کا حال مدعی سست اور گواہ چست کے سوائے اور کچھ نہیں اور ہم پھر دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام علماء ایک دوسرے کی تائید کے ساتھ عمر بھر اس مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش میں دن رات بھی لگے رہیں تو ہرگز اس صادق شیر خدا کے مقابلہ میں کسی ایک کو بھی کھڑا کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔

سیٹھ صاحب کے چیلنج کے جواب میں مولوی ثناء اللہ کے مجدد

مولوی ثناء اللہ نے دس ہزار کا نام سنتے ہی اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق جھوٹی شہرت حاصل کرنے کیلئے خاکسار کو اپنے اخبار ''اہلحدیث'' میں مخاطب کر کے یہ لکھا:

''سیٹھ صاحب کو ہم اطلاع دیتے ہیں کہ اس خدمت کیلئے ہم حاضر ہیں ...... پس سیٹھ صاحب ہم کو بتا دیں کہ وہ انعامی رقم کس کے فیصلہ سے دیں گے۔''

جس کے متعلق ان کو یہی جواب دیا کہ ایسے مدعی کو پبلک کے سامنے پیش کر دو اور بنگال بنک کے ذریعے ہمارا مقرر کردہ دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کر لو۔ مگر اب تک انہوں نے نہ خود سچا ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اپنی وکالت سے کسی کو کھڑا کرنے کی جرأت کی اور انشاء اللہ تعالیٰ تاحیات بھی نہ کر سکیں گے۔ اور جب ان کے اخبار کے ناظرین میں سے کسی ایک نے مجدد کے مطالبہ کے جواب کیلئے پوچھا کیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا:

''ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے اس کو ترقی دینے والے کو مجدد کہہ دیتا ہے۔ مثلاً شیعہ کے نزدیک ایام محرم میں ماتم داری کرنا ایک دینی کام ہے تو ان کا جو عالم اس کو زیادہ اشاعت اور اہتمام کرے گا جس کی کوشش سے مرثیہ خوانی اور ماتم داری کو زیادہ فروغ ہو وہ اس کو مجدد سمجھیں گے۔ برخلاف اس کے اہل سنت ایام محرم کی ساری رسموں کو

بدعت جانتے ہیں ان کا جو عالم ان رسوم کے مٹانے پر کمر بستہ ہوگا وہ اسی کو مجدد کہیں گے۔''

یہ ہے مولوی ثناء اللہ کا مجدد کے مطالبہ کے متعلق جواب کہ ہر فرقہ میں جو عالم اپنے اپنے فرقہ کے عقائد کی خوب اشاعت کرتا ہے وہی اس فرقہ کا مجدد ہوتا ہے مگر مسلمانوں کا تو یہ مسلم عقیدہ ہے کہ اسلام میں ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں ایک کے سوا تمام جہنمی ہوں گے تو ثناء اللہ کے بیان سے تو یہ ثابت ہوا کہ خدائے تعالیٰ ہر ایک جہنمی فرقہ کے عقائد باطلہ کی اشاعت کیلئے بھی مجدد کھڑا کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ اس فرقہ کے تمام لوگوں کو جہنمی قرار دیتا ہے پھر ان کے مقابلہ میں سچے فرقہ میں ایک اور مجدد کھڑا کر دیتا ہے اور ان مجددوں کے درمیان آپس میں مخالفت بڑھاتا ہے نعوذ باللہ۔ افسوس یہ ظالم مولوی خدائے تعالیٰ پر ایسا ظالمانہ الزام لگاتا ہوا نہیں ڈرتا کہ خدا خود جان بوجھ کر ایسے مجدد کھڑے کر دیتا ہے جو آپس میں دن رات مخالفت کرتے پھریں اور خدا کے پسند کئے ہوئے دین اسلام میں فساد کرتے رہیں۔ دعویٰ تو یہ کہ میرے جیسا کوئی عالم نہیں اور لیاقت کا نمونہ یہ کہ بدعات اور مشرکانہ عقائد کی تجدید اور فروغ کیلئے بھی مجدد آیا کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے مسلمان کہلانے والو مقلدو اور غیر مقلدو دیکھو اس زمانہ کے عالم فاضل مولوی کہلانے والوں کے عقائد کیسے کیسے خطرناک ہیں جو خدا پر الزام لگانے سے نہیں چوکتے بھلا یہ پھر اور کس کو چھوڑیں گے۔ آپ لوگ دنیوی معاملات میں بڑے غور اور فکر سے کام لیتے ہو کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے مگر دینی معاملات میں کیوں ایسی ٹھوکریں کھا رہے ہو وہی آنکھیں رکھتے ہو حق دیکھتے کیوں نہیں، وہی دل رکھتے ہو سمجھتے کیوں نہیں ناحق اپنی اور اپنے اہل وعیال کی عاقبت تباہ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی عاقبت پر رحم کرے اور آپ کو حق سمجھنے کی توفیق اور ہمت دے۔ آمین۔

(سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآبادی علاقہ نظام)

دوصد روپے مزید انعام اور اتمام حجت

اے مسلمانو! اب آپ کیلئے صرف تین راہیں کھلی ہیں:

(۱) اوّل اگر مجدد دین کی آمد کے متعلق مذکورہ بالا آیات اور احادیث کے شواہد صحیح ہیں اور یقینا

صحیح ہیں اور پھر ان کے مطابق گزشتہ صدیوں کے مجدد ضرور صادق اور راستباز ہیں اور یقیناً راستباز ہیں تو پھر موجودہ چودھویں صدی کے شروع میں کوئی ضرور مجدد ہونا چاہیئے تھا اس کا پتہ دیں اور سیٹھ صاحب سے دس ہزار روپیہ انعام لیں اور خاکسار (مؤلف ہذا) سے مزید دوصد روپے انعام حاصل کریں اگر آپ کے خیال میں دنیائے اسلام میں کوئی ان آیات اور احادیث کا مصداق مجدد نہیں ہے اور واقعہ میں نہیں ہے تو

(۲) دوسری راہ نہایت بابرکت اور سعادتمندی کی راہ یہی ہے کہ موجودہ صدی چہارم دہم کے مجدد اعظم حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو مان لیں اور جن کی شہادت دیں پھر

(۳) تیسری راہ ایک اور ہے جو نہایت خطرناک ہے عوام ہر زمانہ میں اکثر اسی پر چلتے رہے ہیں وہ شیطان اخرس کی راہ ہے الساکت عن الحق شیطان اخرس یعنی حق سے خاموشی اختیار کرنا شیطان اخرس کا کام ہے۔ یعنی نہ ماننا نہ مخالفت کرنا بلکہ حق پر پردہ ڈالتے ہوئے شیطان اخرس کے پیچھے صُمٌّ بُکۡمٌ ہوکر خاموشی سے چلتے چلے جانا یہ اس کہنہ مشق لعین ابلیس کا نہایت کامیاب اور مجرب طریق ہے۔ یہ طریق اس وقت اختیار کرتا ہے جب دیکھتا ہے کہ مامور من اللہ کی صداقت روز روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے اب مخالفت کرنے میں نادانی اور ناکامی ہے اب لوگ روکے نہیں رکتے تب آخری مشورہ ان کو یہ دیتا ہے کہ بس خاموشی سے صُمٌّ بُکۡمٌ ہوکر چپ سادھ لو اور وقت گذار لو اسی میں آرام ہے اور ماننے میں سراسر تکلیف ہے۔ اب ان تینوں راہوں میں سے جونسی راہ چاہیں اختیار کر لیں بہرحال معاملہ نازک ہے۔ جنت دوزخ کا سوال ہے سمجھ سوچ کر قدم اُٹھائیں۔

من نگوئیم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بین و کار آساں کن[1]

[1] ترجمہ : مَیں نہیں کہتا کہ یہ کر یہ نہ کر۔ مصلحت دیکھ اور کام آسان کر

متلاشی حق

خواہ راہ آسان ہو یا نہ ہو مگر مبارک یہی راہ ہے کہ جرأت کر کے حق کو قبول کر لیا جائے بزدلی دکھانا مخنثوں کا شیوہ ہے۔ مزید اطمینان کیلئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ آپ کے ہی الفاظ میں پیش کریں۔

احمدی

حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں جو یکصد کے قریب ہیں، ہر ایک کتاب میں حضور نے اپنے دعویٰ کو زبردست دلائل اور نشانات کے ساتھ ثابت کیا ہے بطور نمونہ چند اقتباس درج کرتا ہوں:

صداقت دعویٰ کا ثبوت بزبان حضرت مسیح موعودؑ

(۱) ''میں جو اس وقت کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بڑی اور عظیم الشان بات ہے میری اپنی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے اس لئے جو اس کی تکذیب کیلئے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے ......یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصے کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ

کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں فرمایا پس اس وعدے کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر[1] جس میں سے انیس برس گذر گئے کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کیلئے مبعوث ہوتا اس سے پہلے کہ خدا تعالیٰ کا مامور اس الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ کو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کیلئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آ جانے پر نہایت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو انہیں یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی کے اکابر امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رویاء اور الہامات اس امر کی طرف ایماء کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے مگر میں کہوں گا جب وہ وقت آ گیا اور آنے والا آ گیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنہوں نے اس کی آواز کو سنا غرض یہ کوئی نرالی اور نئی بات نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے پس اس وعدے کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی....... مجدد آئے اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اس وقت اسلام کیلئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کیلئے داعی ہیں جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہوئی ہیں اندرونی اور بیرونی، اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک سچی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود

[1] یہ تحریر ۱۱۵ سال قبل ۱۳۱۹ھ کی ہے اور اب ۱۴۳۴ھ ہے۔ (مرتب)

ایک مستقل شریعت ہوگئی ہے مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں۔میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس امر کو انہوں نے نہیں سمجھا کہ میں کیا کہتا ہوں مگر اپنے گھر میں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بنائی ہے۔کوئی بتائے کہ وہ درود اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں میں نے ایجاد کئے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور اس پر ایک نکتہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں اور ہزار ہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا جس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کرسکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔جیل خانوں میں جا کر دیکھو۔جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے۔زنا شراب اور اتلافِ حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا سمجھ لیا گیا ہے کوئی خدا نہیں اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے ہر دانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علّتِ غائی تھا اور جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ اچھی ہوتی جو غیروں اور مسلمانوں میں ما بہ الامتیاز تھی۔سخت کمزور اور خراب ہوگئی ہے۔بیرونی حصہ میں دیکھ لو کہ جس قدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے۔عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی کوشش صرف اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے۔اور اس توحید کو جو اسلام نے قائم کی تھی

جس کیلئے اس کو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا اسے ناپید کر کے یسوع کی خدائی کا دنیا کو قائل کرایا جائے اور اس کے خون پر یقین دلایا جائے جو بے قیدی اور آزادی اور اباحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر وہ پاک غرض تقویٰ وطہارت وعملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا مفقود کی جاوے عیسائی پادریوں نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے بہت سے طریقے اختیار کئے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مرتد کرلیا اور بہت سے ہیں جن کو نیم عیسائی بنادیا ہے اور بہت بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے جو ملحدانہ طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بود و باش اور رفتار وگفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں نوجوانوں کی ایک جماعت اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور کالجوں میں اس کی تربیت ہوئی وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بجائے فلسفہ اور طبیعات کی قدر کرتی ہے اور اس کو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے۔

اسلام اس کے نزدیک عرب کے جنگلوں کے حسب حال تھا ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں میں دوسروں کی بات کچھ نہیں کہتا مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ آج اسلام ان مشکلات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے جو وہ اسلام کو اپنے مذاق کے خلاف سمجھتے ہیں ۔تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو الٰہی حدود سے باہر نہیں ہوئے حلال کو حرام نہیں کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں انہوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا ہے اب صاف سمجھ آجاتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ بدعات اور مشرکانہ رسوم ہیں اور بیرونی طور پر یہ آفتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہنچایا ہے اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک آدمی بھی اس سے نکل جاتا اور مرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور اب یہ حالت ہے کہ مرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی اب ان تمام امور کو یکجائی طور پر کوئی عقلمند سوچے اور خدا کیلئے غور کرے کہ کیا خدا کی خاص

تجلی کی ضرورت نہیں؟ کیا ابھی تک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں آیا؟ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ اگر اس وقت اس کی مدد اور تجلی کی ضرورت نہیں تو کوئی ہمیں بتائے کہ وہ وقت کب آئے گا؟ غور کرو اور سوچو کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہوگئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی فرمائے اور اپنے دین کی نصرت عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کر کے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے مہر لگادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق جو اس کے برگزیدہ اور افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کیلئے مجدد بھیجا جاوے گا کوئی مجدد آنا چاہیئے .... مگر اب تک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہوجانے کے بھی کوئی مامور مبعوث نہیں ہوا تو پھر خدا کیلئے غور کرو کہ اس میں اسلام کا باقی کیا رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے وعدہ کے خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ نہ پایا جائے گا کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس پر ایسی آفتیں آئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کیلئے غیرت نہ آئی؟ اب کوئی ہمارے دعویٰ کو چھوڑے اور الگ رہنے دے مگر ان باتوں کو سوچ کر جواب دے میری تکذیب کروگے تو اسلام کو ہاتھ سے تمہیں دینا پڑے گا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدے کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ صَدَقَ اللهُ وَرَسُوۡلُه .... میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے......اسی طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ الحمد للہ سے لیکر الناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کردی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اسی کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے'' اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَامِنْكَ '' بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہے اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کیلئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا اور پھر آپؐ نے جو اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے پھر اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح اور مہدی آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلطی نکلی۔ کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکذب ٹھہرے گا یا نہیں۔ پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا ہوگا مجھے قرآن وحدیث کو چھوڑنے والا کہنے کیلئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑنا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا میں قرآن وحدیث کا مصدق اور مصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں

میں کافرنہیں بلکہ انا اوّل المومنین کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے..... میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کے واسطے اس امر پر غور کریں اور اپنے دوستوں کو وصیت کریں کہ وہ میرے معاملہ میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی سے خالی الذہن ہو کر سوچیں اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گذرے گا کہ اس پر حق کھل جائے گا مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں''۔

(الحکم ۱۰ و ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲ تا ۱۶)

(۲)''اب اس چودھویں صدی میں سے اکیس سال گذر چکے ہیں اور ۲۲ واں سال گزر رہا ہے۔ اب کیا یہ اس بات کا نشان نہیں کہ وہ مجدّد آ گیا اور تیسری شرط تھی کہ کیا خدا نے اس کی تائید بھی کی ہے یا نہیں۔ سو اس شرط کا مجھ میں پایا جانا بھی ظاہر ہے کیونکہ اس ملک کی ہر ایک قوم کے بعض دشمنوں نے مجھے نابود کرنا چاہا اور ناخنوں تک زور لگایا اور بہت کوششیں کیں لیکن وہ اپنی تمام کوششوں میں نامراد رہے کسی قوم کو یہ فخر نصیب نہ ہوا کہ وہ کہہ سکے کہ ہم میں سے کسی نے اس شخص کے تباہ کرنے کیلئے کسی قسم کی کوشش نہیں کی اور ان کوششوں کے برخلاف خدا نے مجھے عزت دی اور ہزار ہا لوگوں کو میرے تابع کر دیا پس یہ اگر خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ کس کو معلوم نہیں کہ سب قوموں نے اپنے اپنے طور پر زور لگائے کہ تا مجھے نابود کر دیں مگر میں ان کوششوں سے نابود نہ ہو سکا بلکہ میں دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ دو لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہوگئی۔ پس اگر خدائے تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ میرے ساتھ نہ ہوتا اور میرا کاروبار محض انسانی منصوبہ ہوتا تو ان مختلف تیروں میں کسی تیر کا میں ضرور نشانہ بن جاتا اور کبھی کا تباہ ہوا ہوتا اور آج میری قبر کا بھی نشان نہ

ہوتا۔ کیونکہ جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اس کے مارنے کیلئے کئی راہیں نکل آتی ہیں وجہ یہ کہ خدا خود اس کا دشمن ہوتا ہے مگر خدا نے ان لوگوں کے تمام منصوبے سے مجھے بچا لیا جیسا کہ اس نے چوبیس برس پہلے خبر دی تھی ماسوا اس کے یہ کیسی کھلی کھلی تائید ہے کہ خدا نے ......میری تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کھلے لفظوں میں براہین احمدیہ میں خبر دے دی کہ میں تجھے مدددوں گا اور کثیر جماعت تیرے ساتھ کروں گا اور مزاحمت کرنے والے کو نامراد رکھوں گا۔ پس ایک صاف دل لیکر سوچو کہ یہ کس قدر نمایاں تائید ہے اور کیسا کھلا کھلا نشان ہے کیا آسمان کے نیچے ایسی قدرت کسی انسان کو ہے یا کسی شیطان کو کہ ایک گمنامی کے وقت ایسی خبر دی اور وہ پوری ہو جائے اور ہزاروں دشمن اٹھیں مگر کوئی اس کو روک نہ سکے.....اگر کوئی صبر اور صدق سے سننے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر کئے گئے ہیں پس سخت کمینگی ہے کہ ہزاروں پیشگوئیوں سے جو پوری ہو چکی ہیں کچھ فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اگر ایک سمجھ نہ آئے تو اس کو نشانۂ اعتراض بنایا جائے اور شور ڈال دیا جائے اور اسی پر تمام فیصلہ کر دیا جائے میں امید رکھتا ہوں اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص چالیس روز بھی میرے پاس رہے تو کوئی نشان دیکھ لے گا''۔

(پیغام احمد تقریر حضرت مسیح موعود صفحہ ۴۱ تا ۴۲)

(۲) ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ تھا کہ اس میں متواتر نبی آتے رہے اور یہ اُمت جو خیر الامم کہلاتی ہے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت ہے باوجود امت مرحومہ کہلانے کے اس میں جب آئے تو دجال آئے پھر ایک دو نہیں تیس دجال گویا خدا کو اس امت سے سخت دشمنی ہے وہ اس کو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے کہ نام و نشان نہ رہے۔ افسوس میری مخالفت سے یہ لوگ کیسے اندھے ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے۔ اس کو عملی طور پر وعدوں کا خلاف کرنے والا قرار دیتے ہیں''۔

(تقریروں کا مجموعہ صفحہ ۳۷)

(۴)''کچھ تو انصاف کرو اور خدا سے ڈرو کیا خدا تعالیٰ کسی جھوٹے کی بھی ایسی تائید کیا کرتا ہے۔ عجب بات ہے کہ جو میرے مقابلہ میں آیا وہ ناکام اور نامراد اور مجھے جس آفت اور مصیبت میں مخالفین نے ڈالا میں اس میں سے صحیح سلامت اور بامراد نکلا کہ پھر کوئی قسم کھا کر بتادے کہ جھوٹوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کرتا ہے؟ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان مخالف الرائے علماء کو کیا ہو گیا وہ غور سے کیوں قرآن شریف اور احادیث کو نہیں پڑھتے کیا انہیں معلوم نہیں کہ جس قدر اکابر اُمت کے گزرے ہیں وہ سب کے سب مسیح موعود کی آمد کو چودھویں صدی میں بتاتے رہے ہیں اور تمام اہل کشوف کے کشف یہاں آکر ٹھہر جاتے ہیں۔ حجج الکرامہ میں صاف لکھا ہے کہ چودھویں صدی سے آگے نہیں جائے گا یہی لوگ منبروں پر چڑھ کر بیان کیا کرتے ہیں کہ تیرھویں صدی سے تو جانوروں نے بھی پناہ مانگی ہے چودھویں صدی مبارک ہوگی مگر یہ کیا ہوا کہ وہ چودھویں صدی جس پر ایک امام موعود آنے والا تھا اس میں بجائے صادق کے کاذب آ گیا اور اس کی تائید میں ہزاروں لاکھوں نشان بھی ظاہر ہو گئے اور خدا نے ہر میدان میں ہر مقابلہ میں نصرت بھی اُس کی کی۔ ان باتوں کا ذرا سوچ کر جواب دو یوں ہی منہ سے ایک بات نکال دینا آسان ہے مگر خدا کے خوف سے بات نکالنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی توجہ کے قابل ہے کہ خدائے تعالیٰ ایک مفتری کذّاب کو اتنی لمبی مہلت نہیں دیتا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ جائے میری عمر ۶۷ سال کی ہے اور میری بعثت کا زمانہ ۲۲ سال سے بڑھ گیا ہے اگر میں ایسا مفتری کذّاب تھا تو خدائے تعالیٰ اس معاملہ کو اتنا لمبا نہ ہونے دیتا بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے آنے سے کیا فائدہ ہوا ہے۔ یاد رکھو کہ میرے آنے کی دو غرضیں ہیں کہ جو غلبہ اس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچہ کی طرح ہو گیا ہے۔ پس اس وقت خدائے تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا میں ادیانِ باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پرزور دلائل اور صداقتوں کو پیش کروں اور وہ ثبوت علاوہ عقلی دلائل کے انوار و برکات سماوی ہیں جو ہمیشہ سے

اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اس وقت اگر تم پادریوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی مخالفت کیلئے کیا سامان کر رہے ہیں اور ان کا ایک پرچہ کتنی تعداد میں شائع ہوتا ہے ایسی حالت میں ضروری تھا کہ اسلام کا بول بالا کیا جاتا پس اس غرض کیلئے خدائے تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کیلئے تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں اور نہ خدا نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔''

(پیغام امام صفحہ ۳۶)

(۵) ''یہ نعمت صرف اسلام کے پاس ہے باقی تمام مذاہب اس سے بے بہرہ ہیں کیا ہی ماتم زدہ اور مردہ مذہب ہے وہ جو خدا کی ہمکلامی سے انکار کرتا ہے اور اس کو وہ لطف حاصل ہی نہیں وہ مذہب کس کام کا جس میں پیاسے کے واسطے پانی نہیں اور بھوکے کے واسطے روٹی نہیں وہ کیسا میزبان ہے جس نے مہمان کو اپنے گھر میں بلایا مگر نہ اس کے آگے روٹی رکھتا ہے نہ پانی۔ اسلام ہمیشہ ایک زندہ مذہب ہے جو ضرورت کے وقت اپنی تازگی کا ثبوت دیتا رہتا ہے پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اس کی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدے سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اسی دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی جو کہ مجموعہ معاصی ہے اسلام نے اپنی تازگی اور زندگی کا ثبوت دے دیا ہے۔''

(تقریر حضرت مسیح موعودؑ سالانہ جلسہ صفحہ ۶)

باب دوم
وفات حضرت مسیح ناصری علیہ السلام

متلاشی حق: حضرت مرزا صاحب کے مجدد ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں رہا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں ان کے مرنے کا کیا ثبوت ہے؟

احمدی: ہم تو ان کی زندگی کا انکار کرتے ہیں انکار کیلئے کوئی ثبوت نہیں ہوا کرتا ثبوت ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوتا ہے چونکہ غیر احمدی اس بات کے مدعی ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں لہٰذا ان کو زندگی کا ثبوت دینا چاہیئے مگر آپ کی خاطر دلائل عقلی و نقلی تاریخی سے ثابت کر دیا جائے گا کہ حضرت مسیحؑ اپنی ہر ایک حیثیت سے وفات پا چکے ہیں۔

حضرت مسیح بحیثیت عبد اور بشر ہونے کے فوت ہو چکے ہیں

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق فرمایا:

كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران : ۶۰)

یعنی آدم کی طرح ان کی پیدائش بھی مٹی سے ہے۔ یعنی عبد خا کی ہیں وہ خود بھی فرماتے ہیں:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ۔ (مریم : ۳۱)

میں ایک عبد ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے بشر اور عبد خا کی کے متعلق تین قانون، استقراء، بشری حوائج، تغیرات زندگی قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں:

اب ہم ان قوامین کے ماتحت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور موت کا مسئلہ حل کرتے ہیں۔

(۱) استقراء کے متعلق فرمایا:

''جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (بقرہ : ۲۳)

اے انسانوں ہم نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِيْنٍ (بقرہ : ۳۷)

تمہاری زندگی تک یہی زمین تمہارے رہنے اور فائدہ اٹھانے کیلئے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (بقرہ : ۱۶۹)

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (اعراف : ۱۱)

اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (الرعد : ۱۸)

جو چیزیں انسان کو نفع دیتی ہیں وہ زمین پر رہتی ہیں اور تمہاری معیشت کی چیزیں زمین میں ہیں۔

جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا (النمل : ۶۲)

جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ (یونس : ۱۵)

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ........رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (ق : ۱۰)

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (المرسلات ۲۶-۲۷)

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا ....جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (الفرقان : ۴۸)

پس خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے زمین قرارگاہ بنائی ہے زندگی تک اسی پر رہنا سہنا اور معیشت پیدا کرنا اور اس کی ضروریات کیلئے غلے رزق اور چار پائے سب اسی زمین پر پیدا کئے گئے ہیں اور اسکے آرام کیلئے رات اور دن بنائے گئے ہیں یہی زمین زندہ رہنے اور آخر مرنے کیلئے بنائی ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام بھی بحیثیت عبد اور بشر ہونے کے اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ اسی زمین پر زندگی گزار کر فوت ہو چکے ہیں۔

(۲) سورۃ انبیاء میں تمام نبیوں کے متعلق یہ قانون بیان کیا گیا ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (انبیاء : ۹)

ہم نے انبیاء کیلئے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (المائدہ : ۷۶)

یعنی حضرت عیسیٰؑ اوران کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

ماضی کا صیغہ بیان کر کے بتلا دیا کہ گویا وہ پہلے زمانہ میں کھانا کھاتے تھے۔اب نہیں کھاتے غیراحمدیوں کا بھی اس آیت کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ اب وہ آسمان پر یہ زمینی کھانا نہیں کھاتے کیونکہ اس کے ساتھ بول براز لازمی ہے اور بہشت میں ٹٹیاں اوران کی صفائی کیلئے خاکروب وغیرہ سامان نہیں ہیں۔مگر قرآن فرماتا ہے کہ نبیوں کے یہ خاکی جسم کھانا کھانے کے محتاج ہیں۔خود عیسیٰ علیہ السلام کا جسم خاکی بھی کھانا کھانے کا محتاج تھا۔انسان کی دو قسم کی زندگی ہے ایک بشری جو کہ جسدِ خاکی کے ساتھ کھانے پینے کی محتاج ہے۔دوسری ملکی زندگی ہے جو انسان کو مرنے کے بعد بہشت میں ملتی ہے جو اس زمینی کھانے پینے کی محتاج نہیں کیونکہ وہاں یہ زمینی اور خاکی جسم بھی نہیں۔ جیسے بہشت میں بہشتیوں کے جسم لطیف ہیں ویسے ہی ان کو لطیف کھانے ملتے ہیں جن سے بول پاخانہ کی حاجت نہیں ہوتی۔پس غیر احمدیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کی ملکی اور جنتی زندگی تسلیم کرنا ہی دوسرے لفظوں میں ان کو وفات یافتہ مان لینا ہے کیونکہ فوت ہونے کے بعد ہی ملکی اور جنتی زندگی انسان کو ملتی ہے۔

(۳) تیسرا قانون

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (النحل : ۷۱)

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ (یٰس : ۶۹)

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ

(الروم : ۵۵)

ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے انسان کی تین حالتیں بیان فرمائی ہیں پہلے ضعف پھر قوت اور جوانی پھر تیسری حالت ضعف اور بڑھاپا یہ ایسا قانون ہے جس سے کوئی انسان حتیٰ کہ کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں پچاس سال کے بعد کم وبیش سب پر بڑھاپے کا اثر ہو جاتا ہے انبیاء پر بھی ہوا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال بعد تک بھی اثر نہ ہونا کیسا بیہودہ اور لغو خیال ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (احزاب:۶۲)

تم خدا کے قانون میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

مگر عیسیٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال زندہ مان کر قرآن کریم کا کوئی قانون قائم نہیں رہ سکتا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اپنی بشری اور عبدی حیثیت سے یقیناً آسمان پر نہیں گئے بلکہ فوت ہو چکے ہیں غیر احمدیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کو بہشت میں ویسا ہی جوان ماننا دوسرے لفظوں میں ان کی وفات تسلیم کرنا ہے کیونکہ ہمیشہ کی جوانی مرنے کے بعد بہشت میں ہی ملتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اپنی حیثیت رسولاً الی بنی اسرائیل میں رہتے ہوئے فوت ہو چکے ہیں

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصلی حیثیت مندرجہ ذیل آیات میں بیان فرمائی ہے:

(۱) وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ........ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (آل عمران ۵۰)

(۲) مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ (المائدہ : ۴۷)

(۳) وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ (مریم : ۳۱-۳۳)

یعنی وہ دنیا اور آخرت میں وجیہہ ہیں۔

(۲) تورات اور انجیل کے معلم اور مصدق ہیں۔

(۳) انجیل ان کو کتاب دی گئی ہے۔

(۴) رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

یعنی قوم بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر آپ بھیجے گئے ہیں۔

(۵) فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ہوں زندگی تک مجھے انجیل ملی ہے اور میں زندگی تک نبی ہوں جب تک زندہ رہوں گا نماز زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا۔ زندگی تک والدہ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ یہ پانچ ان کی اصلی قرآنی حیثیتیں ہیں جو ان کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہیں۔ آسمان پر جانے کی صورت میں وہ اپنی اصلی حیثیت سے گر جاتے ہیں وہ عبد نہیں رہتے کیونکہ عبد کیلئے لوازمات زندگی اور حوائج بشریہ لازم حال ہیں۔ بغیر حوائج الآن کما کان جیسا تھا ویسا ہی رہنا صرف خدا کی شان ہے کوئی بندہ اس خدائی صفت میں شریک نہیں ہوسکتا اور انہوں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ میں زندگی تک والدہ کی خدمت کروں گا اور نماز زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو جبّاراً شقیاً میں بدبخت ہوں گا آسمان پر جانے کی صورت میں وہ کسی بھی عہد میں پورے نہیں رہ سکتے نہ والدہ کی انہوں نے زندگی تک خدمت کی نہ وہ آسمان پر زکوٰۃ دے سکتے ہیں نماز پڑھیں تو کون سی اسرائیلی طریقہ کی یا محمدیہ طریقہ کی چونکہ ان کو اسرائیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر وہ شریعت ہی محمدی شریعت نے منسوخ کردی۔ قبلہ بیت المقدس کی بجائے مکہ مقرر ہو چکا ہے یہ دونوں قبلے بھی زمین پر ہیں ان کی طرف سجدہ کریں تو سر نیچے ٹانگیں اوپر کر کے ہی سجدہ ہوسکتا ہے ان کے آسمان پر جانے کے بعد خاتم النبیین نے آ کر ان کی نبوت بھی ختم کردی کتاب یہیں چھوڑ گئے غرض آسمان پر جا کر ان کیلئے مصیبت ہی مصیبت ہے ان اعتراضات سے مجبور ہو کر قائلین حیاتِ مسیح کو یہ جواب دینا پڑتا ہے کہ اب عیسیٰ علیہ اسلام آسمان پر ان اعمال شریعت کے مکلف نہیں ہیں ان کا یہ کہنا ہی اس بات کا کھلا کھلا اقرار ہے کہ حضرت عیسیٰ دار الجزاء میں اقامت پذیر ہیں اور یہ مسلمہ بات ہے کہ انسان دار

العمل یعنی دنیا سے موت کے ذریعے ہی انتقال کر کے دارالجزاء میں جاتا ہے وہاں جا کر بیشک انسان شریعت کے احکام کیلئے مکلف نہیں رہتا اور یہ کہ دارالجزاء میں گیا ہوا کبھی واپس نہیں آیا اور نہ کوئی واپسی کا قانون قرآن نے بیان کیا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کو دارالجزاء میں اعمالِ شریعت کا مکلّف نہ سمجھنا ہی دوسرے لفظوں میں ان کی موت تسلیم کرنا ہے۔ اگر بالفرض ان کا واپس آنا مانا جائے تو تین صورتوں سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) اگر وہ اپنی اصلی حیثیت پر واپس آ جائیں تو وہ قوم بنی اسرائیل کی ہی طرف واپس آئیں گے کیونکہ **رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ** وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول اور مامور ہیں یہ منصب قرآن نے ان کا بتایا ہے ان کے آنے پر قرآن تو یہ بتائے گا کہ وہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہے مگر وہ قرآن کے خلاف یہ کہتا پھرے گا کہ نہیں میں تو مسلمانوں کی قوم کا رسول ہوں قرآن تو کہے کہ **اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ** اور وہ کہتا پھرے نہیں میری کتاب تو قرآن ہے قرآن تو اس کا وہ قول بیان کرے **وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا** کہ خدا نے مجھے نبی بنایا ہے مگر وہ بخیال مسلمانوں کے یہ کہے کہ میں ہرگز ہرگز نبی نہیں ہوں غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ وہ ان کا عہدہ نبوت سے معزول ہو کے آنا ان کیلئے کوئی بدبختی نہیں کیونکہ امتی ہونا نبوت کے درجہ سے بڑھ کر ہے۔ یہ ان کا خیال بالکل غلط ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نبیوں کے سوا باقی پچھلے اور اگلے لوگوں سے بہتر ہیں تو معلوم ہوا کہ نبوت کا درجہ امتی کے درجہ سے اعلیٰ ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو بلاقصور درجہ نبوت سے معزول خیال کرنا قرآن کے سخت خلاف ہے پس قرآن کی رُو سے نہ تو وہ اپنے اصلی عہدہ نبوت پر آ سکتے ہیں نہ بلاقصور ڈی گریڈ ہو کر نبوت سے معزول ہو کر آ سکتے ہیں تو پھر تیسری صورت ان کے اصلی سابقہ عہدے سے ترقی پر فائز ہونے کی رہ جاتی ہے سو وہ بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔ پس حضرت مسیح کسی بھی حیثیت سے واپس نہیں آ سکتے اور نہ قرآن ان کو آنے دیتا ہے۔ پس ان کے دارالجزاء سے واپس نہ آنے کا نام ہی تو موت ہے۔

حضرت مسیح بحیثیت جنتی ہونے کے بھی فوت ہو چکے ہیں ان کا نزول بروزی ہے نہ کہ حقیقی۔

فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۱۶۲ پر لکھا ہے کہ:

''آنحضرتؐ نے معراج کی رات حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰ دونوں نبیوں کو دوسرے آسمان پر ایک جگہ اکٹھے دیکھا صفحہ ۱۷۴ پر ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نبیوں سے آسمان میں ملاقات کی......اور یہ بھی فرمایا کہ نبی فوت ہو کر جنت میں گئے ہیں اوران کو فوت ہونے سے پہلے جنت دکھائی جاتی ہے'' (بخاری پارہ ۱۸ صفحہ ۳۹)

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ پر ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

نبی موقوف ہونے کے بعد زمانہ فترت آتا ہے جس میں جہنم بھرا جاتا ہے اور قرآن کریم سورۃُ المائدہ آیت ۲۰ میں قَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلُنَا یعنی ہمارا رسول زمانہ فترت کے بعد آیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں پس سادہ لوح غیر احمدی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر بھی گئے ہیں تب بھی زندہ ہو کر جنت سے واپس لوٹ آئیں گے ان کو معلوم ہو کہ جو لوگ جنت میں جاتے ہیں وہ فوت ہو کر جاتے ہیں اور ان کیلئے خدا کا یہ قانون ہے کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اور نہ ہی وہ خود جنت سے نکلنا پسند کریں گے فرمایا:

سَنُدْخِلُهُمْ .... خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ (النساء : ۱۲۳)

ان کیلئے پائیدار نعمت ہے جس میں وہ ابد تک رہیں گے۔

(۳) وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر : ۴۹)

اور وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔

(۴) اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (یٰس : ۳۲)

پس مرنے والوں کی واپسی قرآن کریم کے سخت خلاف ہے اسی واسطے قرآن کریم نے مُردوں

کی واپسی پر تقسیم وراثت کے متعلق کوئی قانون نہیں بنایا اس مضمون کو سعدی نے ایک شعر میں ذکر کیا ہے:

وہ کہ گر مردہ باز گردیدے
بسرائے قبیلہ وپیوند
ردّ میراث سخت تر بودے
وارثاں راز مرگ خویشانند[1]

ترجمہ : سخت افسوس ہوتا اگر فوت شُدہ شخص واپس آجاتا۔ قبیلے اور رشتہ داروں کے لئے ترکہ واپس کرنا رشتہ دار کی موت سے زیادہ سخت صدمہ کا باعث ہوتا۔

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ : ۲۶)

یعنی اصحاب الجنۃ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ نکالے جائیں گے نہ نکلنا پسند کریں گے۔

پس حضرت مسیح کو اصحاب الجنۃ ماننا ہی گویا ان کو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا تسلیم کرنا ہے۔یہی موت ہے۔

نزول خروج اور مبعوث کا مطلب

بعض لوگ نزولِ مسیح کے متعلق خیال کر لیتے ہیں کہ وہ آسمان سے ہی اُتریں گے حالانکہ نازل کے معنے آسمان سے آنا نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

(۱) اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۚ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر: ۲۲)

(۲) قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (الاعراف : ۲۷)

(۳) اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (الزمر: ۷)

---

[1] بڑا غضب ہوا گر کوئی فوت شدہ شخص اپنے قبیلہ اور رشتہ داروں میں واپس آجائے۔ وارثوں کیلئے ترکہ کا واپس کرنا اپنے عزیزوں کی موت سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔

(۴) وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید : ۲۶)

(۵) نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (الفرقان : ۲)

(۶) اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ (النحل : ۴۵)

ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے ہم نے ہی آسمان سے نازل کیا ہے پس آسمان سے آنا اور نازل کرنا سے مراد خدا کا ان کو پیدا کرنا ہے۔ مشکوٰۃ باب فتن میں آنحضرتؐ کیلئے نزل یثرب کا لفظ آیا ہے اور مسلم باب النزول میں یارَسُوْلَ اللهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا اور اس کے علاوہ کنز العمال صفحہ ۳۲ جلد ۲ وجلد ۱ صفحہ ۱۶۸ وصفحہ ۱۷۹، جلد ۴ صفحہ ۱۹، جلد ۷ صفحہ ۵۹ غرضیکہ ہزاروں جگہ حدیث میں نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں تک کہ دجّال کیلئے بھی يَنزِلُ الدَّجَّال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۰ وجلد ۶ صفحہ ۲۵ و ۲۴۹ اور مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۳۷۔ اب یا تو یہ بھی مان لو کہ دجال بھی آسمان سے نازل ہوگا یا یہ مانو کہ مسیح بھی زمین ہی سے پیدا ہوگا۔ کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸ اور مسک العارف صفحہ ۱۰ پر مسیح کیلئے خروج کا لفظ آیا ہے۔ خارج قبل یوم القیامۃ اس طرح کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵ اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۷۰ پر دجال کیلئے بھی خروج کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پس ان باتوں سے ظاہر ہے کہ جس طرح دجال ہوگا۔ اسی طرح مسیح بھی کیونکہ دونوں کیلئے نزول اور خروج لکھا ہے مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۷۰ اور مسک العارف صفحہ ۱۰ پر مسیح کیلئے فيبعثُ الله بھی آیا ہے۔ اور بعثت کا لفظ سب رسولوں کیلئے عموماً استعمال ہوا ہے۔ پس ان معنوں میں نزول کا لفظ ہے کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔

حضرت عیسیٰ متوفی ہونے والوں میں شامل ہوتے ہوئے بھی فوت ہو چکے ہیں

خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ سے چار وعدے فرمائے تھے:

(۱) اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ میں تجھے وفات دوں گا۔

(۲) رَافِعُكَ اِلَيَّ میں تجھے رفع کرنے والا ہوں۔

(۳)مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

میں تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔

(۴)جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

(آل عمران : ۵۶)

تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔

پچھلے تینوں وعدے رفع-تطهير-فوق علی الکفار کا پورا ہونا تو سب کو مسلم ہے۔توفی کے متعلق بعض غیر احمدی علماء کا خیال ہے کہ یہ وعدہ بصورت موت پورا نہیں ہوا اور یہ کہ یہاں تقدیم اور تاخیر اور توفی کا لفظ آیت کے آخر میں ہونا چاہیئے۔

''توفی معنی موت ایہی معنے پچھے اگے'' (تفسیر محمدی)

ان علماء کی کسقدر ردلیری ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے بعض سرے سے ہی انکار کر دیتے ہیں کہ توفی کے معنی موت ہی نہیں ان لوگوں کو نہ خدا پر اعتراض کرتے ہوئے خوف آتا ہے نہ ہی رسول سے شرم کرتے ہیں۔اس مقدمہ میں مدعی سست گواہ چست والی مثال صادق آتی ہے۔یعنی خود مسیح علیہ السلام تو وعدہ متوفیک کے ایفار کا اقرار کرتے ہیں مگر یہ چست گواہ انکار کرتے ہیں۔حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

''كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ میں ان کے اُوپر (قوم نصاریٰ پر) شاہد تھا جب تک میں قوم میں رہا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ : ۱۱۸) پس جب توفی کیا تو نے مجھ کو تو تھا تو ہی نگران اوپران کے اور تو اُوپر ہر چیز کے گواہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے توفی یعنی موت طبعی کا وعدہ کیا تھا (انی متوفيك) اسی وعدے کے مطابق آپ وفات پا گئے۔چنانچہ قیامت کے دن خدا کے حضور اپنی قوم کے بگڑنے کے متعلق

اپنی لاعلمی کی وجہ اپنی موت ہی قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب میں قوم میں سے توفی ہوکر جدا ہوگیا تو پھر مجھے ان کے بگڑنے اور مجھے معبود بنائے جانے کا علم نہیں ہے۔ **فلما توفیتنی** جب تو نے مجھے توفی کر دیا اور میری قوم میری نگرانی میں نہ رہی **کنت انت الرقیب علیھم** اور تیری نگرانی میں آ گئی تو پھر مجھے ان کے بگڑنے کا کیا علم ہوسکتا ہے۔ اگر بخیال غیر احمدی صاحبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آ کر قوم کو بگڑی ہوئی دیکھ لیں اور پھر قیامت کے دن خدا کے حضور اپنی لاعلمی کا اظہار کریں تو یہ بیان آپ کا جھوٹ ہوگا جو نبی کی شان کے خلاف ہے پس توفی سے آپ کی علیحدگی ایک مستقل طور پر یعنی وفات پر قوم سے علیحدگی ہے جس کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے۔ تب ہی تو وہ یہ بیان دیں گے کہ مجھے قوم کے بگڑنے کا کوئی علم نہیں۔ توفی کے معنی حدیث میں **متوفیك** بمعنی **ممیتك** (بخاری) یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں لکھے ہیں آگے صفحہ ۱۲۳ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود تفسیر اس واقعہ کی فرمائی:

> ''میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ پکڑے ہوئے لائے جائیں گے تو میں اس وقت خدا تعالیٰ کے دربار میں عرض کروں گا اے اللہ یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب ملے گا کہ یہ لوگ اس وفات سے کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا مرتد ہو گئے تھے تو میں بھی اسی طرح کہوں گا جس طرح اس نیک مرد حضرت عیسیٰ نے کہا۔ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کہ میں ان لوگوں پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگران اور محافظ تھا۔''

پس جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے توفی کے معنی موت کے بیان فرمائے ہیں بلکہ اس واقعہ کو خود اپنے اوپر چسپاں کر کے بتا دیا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے مرنے کے بعد اس کی قوم مرتد ہوئی اسی طرح میرے مرنے کے بعد یہ لوگ بگڑے۔ پس جس توفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قوم سے جدا کیا اسی نے حضرت عیسیٰ کو قوم سے علیحدہ کیا اور یہ علیحدگی موت سے واقع ہوئی ہے۔

توفی کا لفظ ۲۱ جگہ قرآن کریم میں موجود ہے اور اس کے معنے مرنا، قبض کرنا، پھیرنا اور اُٹھانا ہیں

شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمۃ القرآن میں لفظ توفی کے معنی مختلف جگہ مرنا قبض کرنا، پھرنا، اٹھانا وغیرہ لکھے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تراجم میں بھی ہوں گے۔ بعض کم علم اور بے سمجھ لوگ ان الفاظ سے دھوکا کھا جاتے ہیں وہ پھیرنا کے معنے جسم کے ساتھ پھیرنا اور قبض کرنا کے معنے جسم کا قبضہ میں کرنا اور اٹھانا کے معنی جسم کا اٹھانا سمجھ لیتے ہیں۔ اب مولوی نئے ترجموں میں یہ شرارت کرنے لگ گئے ہیں چنانچہ وحید الزمان نے توفیتنی کے معنی بخاری میں اٹھانا ہی لکھے ہیں مگر وہاں **توفیتنی** کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے استعمال ہوا ہے۔ مگر یہ لوگ دھوکہ دہی سے باز نہیں رہے حالانکہ ہماری اپنی زبان میں بھی یہ الفاظ اٹھانا، لینا قبض کرنا موت کے معنوں میں ہی استعمال ہوتے ہیں خدا اپنے بندوں کو ہمیشہ لیتا اور اٹھاتا اور قبض کرتا صرف موت کے ذریعے ہی، آج تک کبھی کسی کو جسم کے ساتھ نہیں اٹھایا گیا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے ترجمۃ القرآن میں توفی بمعنی موت حسب ذیل مقامات میں لکھے ہیں:

یتوفون	(البقرہ : ۲۴۱)	یتوفونھم	(الاعراف: ۳۸)
یتوفکم	(یونس : ۱۰۵)	تتوفھُم	(النحل : ۲۹)
یتوفکم	(النحل : ۷۱)	یتوفی	(المومن : ۶۸)
نتوفینك	(المومن : ۷۸)	یتوفی	(الحج : ۶)

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ سب پیدا ہونے والے انسانوں کو ان کی موت کے وقت ہی ملک الموت بھیج کر قبض کرتا ہے اس میں مومن اور کافر کی بھی کوئی تخصیص نہیں قبض کرنے کا معاملہ سب کے ساتھ یکساں ہے۔ سب انسانوں کو قبض کر کے دار العمل

سے دارالجزاء میں پہنچادیتا ہے۔

(۳) حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ (النساء : ۱۶)

یہاں شاہ رفیع الدین نے ترجمہ کیا ہے:

''یہاں تک کہ اٹھالے ان کو موت''

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بندوں کو موت کے ذریعے ہی اٹھاتا ہے یاد رہے کہ اٹھانا دوطرح کا ہوتا ہے ایک اس طرح جیسے باپ بیٹے کو اٹھاتا ہے مگر خدائے تعالیٰ کی شان **لم یلد ولم یولد** اس لئے مسیح خدا کا بیٹا نہ ہوا بلکہ مسیح نے خود فرمایا:

میں خدا کا بندہ ہوں لہٰذا آپ اس طرح اٹھائے گئے جس طرح خدا کے بندے اٹھائے جاتے ہیں بحث تو مسیح کے اپنے بیان سے ہی ختم ہوجاتی ہے۔

(۴) چوتھا لفظ ہے لینا پھیر لینا اس کیلئے ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ کے حسب ذیل مقامات دیکھیں:

الیہ ترجعون۔ اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (العنکبوت : ۱۸)

ان الی ربنا لمنقلبون۔ ہم طرف ربّ اپنے کے پھیرے جانے والے ہیں۔ (الزخرف : ۱۵)

الیہ المصیرُ طرف اسی کی ہے پھر جانا (المؤمن : ۴)

ارجعی الی ربك (الفجر : ۲۸)

پھر طرف ربّ اپنے کے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

وادخلی جنتی کہ داخل ہو اپنے ربّ کی جنت میں۔

خدا کی طرف روح مطمئنہ ہی جاتی ہے اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف جانے سے جنت میں جانا مراد ہے پس جس طرح کل نبیوں کی مطمئنہ روحیں جنت میں فوت ہوکر داخل ہوئیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح فوت ہوکر جنت میں گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی یہ دعا فرماتے رہے :

تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (یوسف : ۱۰۲)

اور تمام مومنوں کو یہ دعا سکھلائی گئی ہے:

تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَار (آل عمران : ۱۹۳) وَتَوَفَّنَا مُسۡلِمِیۡنَ (الاعراف : ۱۲۶)

قرآن شریف میں ۲۱ جگہ توفی کا لفظ آیا ہے اور ہر جگہ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر
اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

حضرت مسیح بحیثیت معبود باطل ہونے کے فوت ہو چکے ہیں

س۔کیا حضرت مسیح علیہ السلام معبود بنائے گئے؟

ج۔حضرت مسیح تو سب سے بڑے معبود بنائے گئے بلکہ خالق بھی مانے گئے۔

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ (المائدہ : ۱۸)

س۔کیا ان معبودانِ باطلہ سے اس شرک کی نسبت کوئی پُرسش ہوگی؟

ج۔سوال بھی ان معبودانِ باطلہ سے ہوگا جو انسان ہوتے ہوئے خدا بنائے گئے نہ کہ پتھروں سے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ (الاعراف : ۱۹۵)

اے مشرکو جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح انسان ہیں۔

وَیَوۡمَ نَحۡشُرُھُمۡ .... قَالَ شُرَکَآؤُھُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ (یونس :۲۹)

معبودانِ باطلہ کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ہم کو تمہاری عبادت کی خبر نہیں

وَھُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ .... وَکَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ (الاحقاف : ۷)

یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُوۡنَ بِشِرۡکِکُمۡ (فاطر : ۱۵)

وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ .... اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ (نحل : ۲۱-۲۲)

جن کوتم معبود بناتے ہووہ خالق نہیں کسی چیز کے بلکہ وہ خودمخلوق ہیں وہ مر گئے ہیں وہ زندہ نہیں۔اب وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

یہاں ان انسانوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد معبوداور خالق بنائے گئے۔ان آیات میں حشر بعث اور شعور کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ پتھر نہیں بلکہ ذی شعور ہیں اموات غیر احیاءٍ سے ثابت ہوگیا کہ وہ سب کے سب مر گئے ہیں اور مرنے کے بعد ہی معبود اور خالق بنائے گئے ہیں۔ان سب میں نمایاں حیثیت حضرت مسیح کی ہے لہٰذا ان کی وفات بھی نمایاں طور پر ثابت ہے۔

حضرت مسیح خدا کی طرف مرفوع ہونے والوں میں شمولیت رکھتے ہوئے بھی فوت شدہ ثابت ہیں۔

جس وقت حضرت مسیح مبعوث ہوئے تو یہود یہ کہتے تھے یہ خدا کا رسول نہیں اگر یہ رسول ہے تو اسے سولی پر چڑھادو اگر یہ سولی سے زندہ بچ جائے تو بیشک نبی ہے ورنہ مفتری ہے کیونکہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ جو سولی پر چڑھ کر مرے تو اس کی لعنت کی موت ہوتی ہے۔

(استثناء باب ۲۱ آیت ۲۳)

اب ظاہر ہے کہ جو لعنت کی موت مرے گا تو اس کا رفع الی اللہ نہیں ہوسکتا مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے کہ کافر کی روح سجین میں پھینک دی جاتی ہے اور مومن کی علیین میں جاتی ہے تو اس کا جواب خدا نے یہ دیا:

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ (آل عمران : ۵۶)

اے عیسیٰ تم یہود کی باتوں سے گھبراؤ نہیں کہ تم کو یہ سولی پر چڑھا کر لعنت کی موت ماریں گے۔ بلکہ تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ مومنوں کی طرح وفات دیں گے اور رفع علیین میں کریں گے۔

جیسا کہ دوسری جگہ یہود کے قول کی تردید بھی کردی:

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ......مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ (النساء : ۱۵۸)

نہ تو وہ قتل کیا گیا نہ وہ سولی پر مرا یعنی وہ بقول یہود کے لعنتی نہیں ہوا (کیونکہ مقتول اور مصلوب کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے جو قتل کرنے سے مرجائے یا سولی پر مرجائے اگر زندہ بچ جائے تو اس کی مجروح یا زخمی کہا جاتا ہے) لیکن جب وہ سولی پر سے اتارا گیا تو اس کی حالت مردہ کی طرح مشتبہ ہوگئی تھی یعنی زخموں اور تکلیف کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا تھا اس لئے ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا اور وہ شک میں پڑ گئے دراصل بات یہ ہے کہ نہ تو وہ قتل کئے گئے اور نہ سولی پر مرے بلکہ حسب وعدہ متوفیک ورافعک الی متوفی ہوکر رفعہ اللہ الیہ ان کا رفع علیین کی طرف ہوا یعنی آپ کا درجہ بلند ہوا۔ رفع کے یہی معنی تمام قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (المجادلہ : ۱۲)

اے مسلمانوں تم میں سے جو مومن ہیں انکا رفع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے حصول کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عمر دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا فرماتے رہے: **وارفعنی** اے اللہ اے اللہ میرا رفع کر۔

پھر تیرہ سو سال تک تمام مومن **وارفعنی** کی دعا مانگتے چلے آئے ہیں اگر رفع کے معنے آسمان پر جانا ہوتے تو آنحضرتؐ اور تمام امت محمدیہ کے مومن آسمان پر چلے جایا کرتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ پس رفع کے معنی رفع درجات ہیں نہ کہ رفع جسم ان معنوں کی تائید قرآن شریف فرماتا ہے چنانچہ جتنی جگہ رفع کا لفظ آیا ہے سب جگہ رفع درجات کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ دیکھیے:

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا (اعراف : ۱۷۷)

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم : ۵۸)

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (الانعام : ۸۴)

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (النور : ۳۷)

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر : ۱۱)

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (واقعہ : ۴)

سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (غاشیہ : ۱۴)

مشرکوں کے متعلق فرمایا:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ (الحج : ۳۲)

یعنی جو کوئی خدا کے ساتھ شرک کرے گو یا وہ آسمان سے گر پڑا یعنی اگر وہ شرک نہ کرتا تو آسمان پر رہتا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج عنصری جسم کے ساتھ مانتے ہیں وہ آنحضرتؐ کے فرمان کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔آنحضرتؐ اپنے معراج کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔ (دیکھو بخاری پارہ ۳۰ ترجمہ فیض الباری صفحہ ۱۵)

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس رات معراج ہوئی کعبہ کی مسجد میں حضرت کے پاس تین شخص آئے پہلے اس سے کہ آپ کو وحی ہو حضرت کعبہ کی مسجد میں لیٹے ہوئے تھے آگے یہ لفظ بھی آتے ہیں یری قلبه وتنامُ عَيْنُهٗ دل آپ کا جاگتا تھا اور آنکھیں سوتی تھیں اسی طرح حال ہے تمام نبیوں کا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے پھر یہ حدیث ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس حضرت جاگے حالانکہ کعبے کی مسجد میں تھے۔قرآن کریم کے پارہ پندرہ کے شروع میں معراج کا ذکر ہے۔وہاں بھی رؤیا کا لفظ آیا ہے رؤیا بمعنی خواب۔(بخاری پارہ انیس صفحہ ۷۸)

اگر حضورؐ خاکی جسم کے ساتھ معراج گئے ہوتے تو کفار کے مطالبے پر کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں، آپؐ کیوں فرماتے کہ میں بشر اور رسول ہوں آسمان پر جانا بشر اور رسول کا کام نہیں ہے پھر آپؐ کے اس جواب پر کفار اعتراض نہ کرتے کہ جب آپؐ معراج میں آسمان پر جا چکے ہیں تو اب کیوں نہیں جا سکتے ہیں اور پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ جن کی موجودگی میں آپ کو معراج ہوا اور حضورؐ کا جسدِ مبارک آپ کے پاس گھر میں موجود رہا پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماویں کہ معراج رؤیا میں ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔چنانچہ اخبار اہلحدیث ۱۸ر فروری ۱۹۲۱ء میں ایک خریدار کے سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''مسئلہ معراج تو زمانہ رسالت سے اختلافی چلا آیا ہے حضرت عائشہؓ اوران کے زیر اثر بعض لوگ بھی معراج جسمانی کے منکر تھے۔''

احادیث میں رفع کے معنی

(۱)یرفع فیہا العلم رواہٗ الترمذی۔ (ابن ماجہ کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۲۹)

(۲)رَفَعَكَ اللّٰہُ یَا عَمِّ۔اے چچا اللہ تعالیٰ تیرا رفع کرے۔(صفحہ ۱۶۸)

(۳)یُرْفَعُ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اَقْوَامًا (صفحہ ۱۳۰)

خدائے تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ قوموں کا رفع کرے گا۔

(۴)اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ۔(صفحہ ۲۵)

تم ایک دوسرے کی تواضع کرو خدا تمہارا رفع کرے گا جب بندہ تواضع کرتا ہے تو خدا اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتا ہے۔

(۵)یرفعھم (جلد ۷ صفحہ ۲۰۶)

(۶)رَفَعَ اللّٰہُ جلد ۴ صفحہ ۲۵،۲۶ غرض سینکڑوں حدیثیں ہیں جن میں رفع کا استعمال ترقی اقبال پر ہوا ہے۔

(۷)مؤطا امام محمدؒ باب الدعاء صفحہ ۳۸۴ اِنَّ الرَّجُلَ یُرْفَعُ بِدُعَاءِ وَلَدِہٖ یعنی آدمی مرنے کے بعد اپنے بیٹے کی دعا سے اٹھایا جاتا ہے۔

تفاسیر میں رفع کے معنی

(۱)زیر آیت رافعك الی محل کرامتی لکھا ہے یعنی میں تجھے اپنا قرب عطا کرنے والا ہوں۔ (تفسیر جامع البیان صفحہ ۵۲)

(۲)سید احمد خان لکھتے ہیں رفع کا لفظ یہاں قدر و منزلت کے اظہار کیلئے آیا ہے نہ کہ جسم اٹھایا گیا۔ (تفسیر جلد ۲ صفحہ ۴۷)

(۳)تفسیر ابوسعود صفحہ ۶۹۱ میں لکھا ہے عالم سفلی سے عالم اعلیٰ کی طرف اس کے روح کی

مفارقت ہے۔

(۴) تفسیر روح البیان جلد ا صفحہ ۱۳۳۱ میں تجھے بعد موت اپنی عزت کے مقام میں اٹھاؤں گا یہی معنے قریب قریب مندرجہ تفاسیر میں پائے جاتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۹،حاشیہ تفسیر المحیط جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ وجلد ۶ صفحہ ۲۰۰ ،شرح اکمال اکمال العلم صفحہ ۳۰۸،ابونعیم مسند امام احمد بن حنبل طبرانی، مسند الفردوس کتاب امانی ابن اطہری،مساوی الاخلاق ترمذی بروائیت انس ابن ماجہ روایت حضرت عمرؓ۔

لغت میں رفع کے معنی

(۱) لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۴۸۸ اَلرَّفْعُ ضِدُّ الْوَضْعِ وَفِي اَسْمَاءِ اللهِ الرافع رفع وضع کی ضد ہے۔رافع اللہ کا نام ہے وہ مومن کوسعادت اوراولیاء کوتقرب کے ساتھ رفع کرتا ہے۔

(۲) تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۳۵۵ رفع وضع کی ضد ہے دعاو رفعنی میں یہی معنے ہیں۔

(۳) صراح جلد ۲ صفحہ نزدیک گروانیدن کسے را کسے۔(کسی کوکسی (چیز) کا یقین کروادینا)

(۴) قاموس رجل رفیع رجلٌ شریفٌ یہی معنی حسب ذیل لغت میں پائے جاتے ہیں:

- اقرب الموارد جلد نمبر ا صفحہ ۴۱۸ منتہی الارب جلد صفحہ ۱۷۷
- اساس البلاغت صحاح جوہری جلد ا صفحہ ۵۹۴۔

متلاشی حق: حیران ہوں کہ غیر احمدی حضرت مسیح کو جسدعنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر ماننے کیلئے کیا ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں جبکہ قرآن اورحدیث میں ان کیلئے جسدعنصری۔زندگی اور آسمان کے لفظ استعمال نہیں ہوئے پھر زیادہ حیران اس بات میں ہوں کہ صحابہؓ سے لیکر اس وقت تک تمام مسلمانوں میں سے کسی نے بھی وفات مسیح کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ وفاتِ مسیح کا مسئلہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

احمدی: یہ آپ کا خیال غلط ہے کہ صحابہؓ حیات مسیح کے قائل تھے برعکس اس کے مسیح کی وفات

پر تین دفعہ صحابہ اور تابعین کا اجماع ہوا اور احادیث میں متعدد بار وفات مسیح کا تذکرہ ہوا۔ اور آج تک جتنے بھی مفسر اور محدّث گذرے ہیں ان میں سے بعض نے کھول کر اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور بعض مفسر جو حیاتِ مسیح کے قائل بھی تھے وہ بھی قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے جن میں وفات مسیح کا ذکر تھا وفات کا ثبوت اپنے قلم سے لکھ گئے ۔ مثلاً تفسیر حسینی والا حیات مسیح کا زبردست قائل ہے۔ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر کرتے ہوئے حیات مسیح کا عقیدہ لکھ جاتا ہے مگر آگے چل کر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا ترجمہ لکھتا ہے:

''آں ہنگامیکہ مرابمیر انیدی۔''

یعنی جس وقت کہ تو نے مجھ کو مار دیا۔

اسی طرح مولوی محمد لکھو کے والے اپنی کتاب احوال الآخرت میں مہدی اور مسیح کی الگ الگ بعثت کا ذکر کرتا ہے مگر اپنی تفسیر محمدی منزل اوّل صفحہ ۲۷۴ پر وفات عیسیٰ بزبان نبی کریم بوقت بحث بخران یوں رقمطراز ہے:

جو پیو دینال مشابہ ہوندا شک نہ کائی

زندہ ربّ ہمیش نہ مرسی موت عیسیٰ نوں آئی

اسی طرح میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جتنی تفسیریں آج تک لکھی گئی ہیں ان میں پچانویں فیصدی تفسیروں میں وفات عیسیٰ کا ثبوت موجود ہے۔

وفات مسیح پر امت محمدیہؐ کے تین اجماع

(۱) پہلا اجماع حضور سرور کائنات کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر ہوا جبکہ حضرت عمر فرمارہے تھے کہ جو آپ کو وفات یافتہ قرار دے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تب حضرت صدیق اکبر نے سب صحابہؓ کے سامنے حسبِ ذیل خطبہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدً اقَدْمَاتَ ....قَالَ اللهُ تَعَالىٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (بخاری باب مرض النبیؐ جلد ۳)

یعنی جو تم میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اُسے واضح رہے کہ اللہ زندہ ہے اور غیر فانی ذات ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور باقی صحابہ نے سکوت اختیار کر کے وفات عیسیٰ پر مہر ثبت کر دی صحابہ کا یہ زبردست اجماع روز روشن کی طرح بتا رہا ہے کہ کوئی صحابی عیسیٰ کی زندگی کا معتقد نہ تھا اور نہ کوئی تو اعتراض کرتا کہ تمام رسول فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں پس صحابہ کا اس مسئلہ میں واحد مسلک (وفات مسیح) ہو گیا۔

(۲) دوسرا اجماع بحرین میں ہوا جیسا کہ اخبار حمایت اسلام عید میلاد نمبر ۱۲/۱ اکتوبر ۱۹۲۶ پر لکھتا ہے:

''جارود بن معلیٰ بحرین کے ایک مقتدر رئیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور احکام اسلام خوب سیکھ کر واپس ہوئے اور اپنے قبیلہ عبد القیس کو تعلیم احکام اسلام دینے میں مشغول ہوئے اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا حادثہ پیش آ گیا منذر بن سادی بھی بیمار تھے ان کا انتقال بھی کچھ دنوں بعد ہو گیا اور اہل بحرین میں مرتد ہونے کی سمی ہوا جو قبائل عرب میں چل رہی تھی اثر کر گئی بحرین کے دو زبردست قبیلوں میں سے بنی بکر تو مرتد ہو گئے ....قبیلہ عبد القیس تردد میں تھے ان کو یہ خیال تھا کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو ان کی وفات نہ ہوتی جارود بن معلیٰ نے ان لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے تھے؟ انہوں نے کہا بھیجے تھے جارود نے کہا کہ پھر وہ کہاں گئے؟ سب نے کہا وفات پا گئے جارود نے کہا بس تو آپ کی بھی وفات ہو گئی جارود کی اس تقریر کے بعد قبیلہ عبد القیس تو اسلام پر پختگی سے قائم رہے۔''

(مامات ولکن رفع (طبقات کبیر جلد ۲)

(۳) تیسرا اجماع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے وقت ہوا حضرت امام حسنؓ منبر پر

چڑھے اور فرمایا:

یایھا الناس قد قبض الیلة رجل لم یسبقهُ الاوّلون......ولقد قبض فی اللیلة التی عُرجَ فیھا بروح عیسی ابن مریم لیلة سبعٍ وعشرین من رمضان۔

''اے لوگو آج رات ایسا انسان فوت ہوا ہے کہ پہلے اور پچھلے اس کے مرتبے کو نہیں پا سکتے..... آپ اس رات فوت ہوئے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی روح اٹھائی گئی تھی یعنی ستائیسویں رمضان''۔

اس بیان میں نہایت تصریح کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ آسمان پر جانے والی چیز صرف حضرت عیسیٰؑ کی روح تھی پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کی تاریخ ۲۷ رمضان تھی۔ یہ عجیب حکمت ہے آنحضرتؐ کی رحلت فرمانے کے بعد صحابہ کا کسی مسئلہ پر اجماع ہوتا ہے تو وہ وفات مسیح کا مسئلہ ہے۔ پہلے اور تیسرے اجماع کے وقتوں میں ہونے والا خلیفہ ہی خطبہ پڑھتا ہے تا کہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ سکے۔

وفات مسیح پر پہلے بزرگوں کی شہادتیں

(ا) چار مذہب مسلمانوں میں مشہور ہیں: حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی۔

یہ چاروں مذہب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر متفق ہیں۔ امام محمد طاہرؒ مجمع البحار جلد ا صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گیا اور امام ابوحنیفہؒ کا حضرت امام مالکؒ سے دوسرے مسائل میں اختلاف تھا۔ مگر وفات مسیح کے مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا بلکہ اس کو قبول کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ جو آنحضرتؐ کی وفات پر پڑھا جس پر تمام انبیاء کی وفات پر امت کا پہلا اجماع ہوا تحریر فرمایا۔ دیکھو مسند امام اعظمؒ صفحہ ۱۸۸ اسی طرح امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ نقل کیا ہے۔ اب جو مسلمان وفات عیسیٰ علیہ السلام کا

انکار کرے وہ چاروں مذہبوں سے منکر اور چاروں مذہب سے خارج ہے۔

(۱) جس طرح آئمہ اربعہ یعنی چاروں امام فقہ وفات مسیح کے مسئلہ پر متفق ہیں اسی طرح صحاح ستہ کے امام بھی اس مسئلہ میں متفق اور ایک زبان ہیں۔ امام بخاریؒ جن کی کتاب صحیح بخاری قرآن کریم کے بعد دوسرے درجہ پر مانی جاتی ہے وہ صاف فرماتے ہیں کہ آنے والا مسیح اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تم ہی میں سے ہوگا اور حضرت ابن عباس کے مذہب کی تائید فرماتے ہوئے لکھا مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کی تفسیر درج فرما کر ثابت کیا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوفی ہوئے اسی توفی سے حضرت مسیح فوت ہوئے۔ امام مسلم نے فَاَمَّكُمْ لاکر شہادت دی کہ اِمَامُكُمْ سے مراد وہ مسیح ہے جو امت محمدیہ میں سے ہی ہوگا۔ ابن ماجہ نے حدیث لَا مَهْدِيَ اِلَّا عِيْسٰى لکھ کر شہادت دی کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے اسی طرح امام ترمذی نے مسیح کو ہی اِمامًا مهديا لکھ کر مہدی اور مسیح کا ایک ہونا تسلیم کیا ہے۔ پس جس طرح آئمہ اربعہ وفات مسیح پر متفق ہیں اسی طرح آئمہ صحاح ستہ کا اس مسئلہ میں واحد مسلک ہے۔

(۳) جو مذہب امامین صحاح ستہ کا ہے کہ آنے والا مسیح امت محمدیہؐ کا ہی فرد ہوگا۔ یہی مذہب اکثر اکابر صوفیاء ہے کہ مسیح موعود کا بروز کے طور پر نزول ہوگا۔ دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ یعنی آنے والا محمدی مسیح پہلے مسیح کا مثیل ہوگا کیونکہ سورۃ نور میں امت محمدیہ کے خلفاء کیلئے کما کا لفظ لا کر بنی اسرائیل کے خلفاء کے مثیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی کا قول تفسیر مجمع البیان صفحہ ۲۶۱ کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں اور انکا نزول بروزی رنگ میں ہوگا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں حضرت موسیٰ ہارون وغیرہ کی روح آسمان پر دیکھے جانے کی شہادت درج کرتے ہیں۔

(۴) ائمہ اربعہ امامین صحاح ستہ اور اکابر صوفیاء کی وفات مسیح کی شہادت کے بعد دیگر مسئلہ کے متعلق ضرورت نہ تھی مگر آپ کے مزید اطمینان کیلئے اور شواہد اکابر امت پیش کرتا ہوں:

عن عائشة انه قَالَ صلی الله علیه وسلم فی مرضِهِ الذی توفی فیه لِفَاطمة ان عیسی بن مریم عاش عشرین ومائة سنة ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے اور مفسرین نے اپنی کتابوں میں درج کر کے تصدیق کی ہے:

۱۔کنز العمال ۶/ ۱۲۰ مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۴۲ مصنفہ قسطلانی

۲۔مجمع البحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۸

۳۔رسالہ ماثبت بالسنۃ صفحہ ۴۹ مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی

حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ نے گواہی دی کہ مسیح کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔

زرقانی جلد ۱ صفحہ ۴۲، حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ مصنفہ نواب صدیق حسن خان، جلالین مطبع مجتبائی صفحہ ۵۰ مصنفہ امام جلال الدین سیوطی، بستان ابواللیث صفحہ ۳۳۸ پکی روٹی کلاں پنجابی۔

(۵) کتاب ابن عساکر میں حسب ذیل حدیث ہے :

اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسٰی اَنْ یّٰعِیْسٰی اِنْتَقِلْ مِنْ مَکَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰی۔

(کنز العمال ۲/ ۳۴)

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اس ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلا جا تا کہ پہچانا نہ جائے اور تجھے ایذا نہ دی جائے۔

(۶) قَدَمَاتَ عِیْسٰی (ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

(۷) ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی روحیں بعد موت و مفارقتِ بدن آسمان میں رہتی ہیں

(زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۱)

(۸) امام جبائی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح کو وفات دی اور اپنی طرف بلایا۔

(تفسیر مجمع البیان زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ)

(۹)امام شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ موت سے بچ کر مر کر آسمان کو چلے گئے۔

(کنزالعمال ۶/۴)

(۱۰)نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں سب انبیاء جو نبی کریمؐ سے پہلے تھے مر چکے۔

(ترجمان القرآن ۲/۵۱۳)

(۱۱)امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔

(حاشیہ جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹)

(۱۲)حافظ محمد لکھو کے والا لکھتا ہے۔

جو یں پیغمبر گزرے سارے زندہ رہیا نہ کوئی

(۱۳)مصنف دُرمنثور ۴/۱۱۸ زیر آیت **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ**

(۱۴)مصنف فصل الخطاب و مفسر ابن کثیر جلد ۲ میں یہ حدیث لکھتے ہیں:

لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اِتِّبَاعِیْ

اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو وہ میری پیروی کرتے۔

(۱۵)امام کرمانی اپنی کتاب عمدۃ القاری صفحہ ۵۹۳، امام ابن رشد دیکھو شرح مسلم صفحہ ۳۳۸ ،غائت المقصو د صفحہ ۲۱، کتاب تفسیر نفخ الطیب ۳/۱۵۶ علامہ ابو العباس، تاریخ کامل ابن اثیر جلد اوّل

(۱۶)خطبات الحنفیہ صفحہ ۱۹۲۔

آدم سے اب تک جس قدر پیدا ہوئے دخت و پسر
جب کر چکے عمریں بسر ہو کر فنا جاتے رہے

اسی طرح خطبات علمی میں لکھا ہے۔

آدم کہاں حوا کہاں مریم کہاں
عیسٰی کہاں اس بات کا ہے سب کو غم

مجموعہ خطب میں مولوی غلام حیدر بھی وفات تسلیم کرتا ہے اور خاقانی بھی لکھتا ہے ۔

کجا شد عیسیٰ مریم کے مردہ زندہ کردے

سلیمان خود کجا رفت وکجا تخت سلیمانی[1]

(۱۷) وفات مسیح کا حربہ عیسائیت کے مقابلہ میں ایسا کامیاب ثابت ہوا ہے کہ اب فہمیدہ طبقے کے غیر احمدی بھی اس عقیدہ کے قائل ہورہے ہیں بلکہ اس کی اشاعت بھی کرنے لگے۔ چنانچہ رسالہ معارف کا ایڈیٹر ماہ مارچ ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں ایک مفصل مضمون امام ابن حزم کی ایک نادر کتاب موسومہ المحلّٰی پر شائع کرتے ہوئے وفات مسیح پر بحث لکھنے کے بعد ایک فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید مرحوم سے پہلے بھی کچھ علماء اس مسئلہ میں اس کے ہم آہنگ گزرے ہیں اور آج کل جو لوگ اس مسئلہ کو کفر اور اسلام کا معیار بنارہے ہیں وہ افراط وتفریط میں مبتلاء ہیں''۔

(۲) نواب اعظم یار جنگ محمد چراغ علی خان مرحوم تہذیب الاخلاق ۳/ ۱۸۴ پر زیر آیت رفعہ اللہ الیہ لکھتے ہیں:

''خدا کی طرف جانا اور اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی (صافات) یہ بات تعظیم وتشریف کے طور پر کہی جاسکتی ہے نہ یہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف بادلوں میں اُڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے ان باتوں کا ہمارے ہاں کچھ اصل نہیں حضرت عیسیٰؑ یقیناً مرگئے جس کی خبر قرآن مجید میں دوسری جگہ دی گئی ہے۔''

(۳) جناب خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے ملفوظات ومکالمات جوان

[1] کہاں ہے وہ عیسیٰ جو مردے زندہ کیا کرتا تھا۔ سلیمان کہاں گیا اور سلیمان کا تخت کہاں گیا۔ یعنی سب فنا ہوگئے۔

کی اپنی زندگی میں بطور روز نامچہ کہ قلمبند ہوتے رہے جو پانچ حصوں میں ہیں۔ملفوظاتِ فریدی حصہ چہارم صفحہ ۱۹۴ پر لکھا ہے:

''سخن در رفع حضرت عیسیٰؑ افتادہ دیکے از حضّار عرض کرو کہ قبلہ حضرت عیسیٰ بایں جسد عنصری مرفوع شدہ یا موت عرفی روح پاک اوشاں مرفوع گرویدہ است....اس کے جواب میں حضرت ممدوح نے فرمایا''مراد از رفع عیسیٰ روح اوشاں است برآسماں۔''

حضرت عیسیٰؑ کے رفع کے بارہ میں بات ہورہی تھی کہ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت عیسیٰؑ اسی جسمِ عنصری کے ساتھ اُٹھائے گئے یا جیسے عام موت آتی ہے اُن کی پاک رُوح اُٹھائی گئی۔حضرت ممدوح نے فرمایا کہ رفع سے مراد یہ ہے کہ اُن کی روح آسمان پر اُٹھائی گئی۔

(۴)مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار بھی وفات مسیح کا قائل ہے۔

(دیکھو پنجاب ریویو اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۵)

(۵)مولوی انشاءاللہ خان ایڈیٹر اخبار وطن اپنی تفسیر زیر آیت **متوفیك** وفات کے قائل ہیں

(۶)علامہ سیّد رشید رضا ایڈیٹر المنار (دیکھو تفسیر القرآن ۱/۱۱)

(۷)مولوی رشید احمد گنگوہی (دیکھو انوار الساطع صفحہ ۲۰۱)

(۸)مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی (دیکھو براہین القاطع صفحہ ۲۰۰ التادیل الحکم صفحہ ۳۹۱)

(۹)مولوی غلام حسین ایڈیٹر المنیر جھنگ ،مولوی شجاعت اللہ ایڈیٹر اخبار ملت ۔مولوی ابو الکلام آزاد ، مولوی عبد الباری لکھنوی۔مولوی آزاد سبحانی کانپور ،مولانا شبلی مصنف سیرۃ النبویؐ۔مولوی فیروز الدین ڈسکوی،ڈاکٹر محمد اقبال۔

(۱۰)ایسے تو تمام مسلمان وفات کے قائل ہو چکے ہیں جو لوگ کسی کے محتاج نہیں وہ اس عقیدہ کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں جن علماء کی روزی کا دارومدار ہی ایسی باتوں کی بحث ومباحثہ پر ہے وہ

کھلے طور پر اقرار نہیں کرتے مگر دل میں اس عقیدہ کی لغویت وہ بھی سمجھتے ہیں اس لئے وفات مسیح پر اب کم ہی مناظرے ہوتے ہیں۔

پیارے بھائیو! مسیح علیہ السلام کی وفات ایک یقینی امر ہے وہ فوت ہو کر سنت اللہ کے موافق خلد بریں میں داخل ہو گئے۔ اب ان کا انتظار نہ پوری ہونے والی امید ہے۔ آنے والا آ گیا۔ اب سعادت اسی میں ہے کہ خدا کے برگزیدہ کی آواز پر لبیک کہا جائے۔

باب سوم

مسئلہ ختم نبوت اور فیضانِ نبوت

متلاشی حق: میں خدا تعالیٰ کے فضل سے وفات مسیح کا قائل ہوں حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتا ہوں مگر نبی نہیں مانتا خاتم النبیین کے بعد نبی کیسا۔ جبکہ خاتم کے معنے خاتمہ کرنا اور بند کرنا ہے۔

احمدی: لفظ ختم عربی اور اردو دو زبانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ معنی ہر زبان میں جدا جدا ہیں جیسے مکر کے معنی عربی زبان میں تدبیر کے ہیں اور اردو میں دھوکہ اور فریب کے اسی طرح اردو زبان میں ختم کے معنی ت کی زبر کے ساتھ خاتمہ کرنا اور بند کرنا دنیا بھر کی کسی مستند لغت میں نہیں ہیں۔ اس آیت میں ختم اور نبیین دو لفظ ہیں۔ لغت میں ان کے معنے جدا جدا دیکھنے پر کوئی لغت کی ایسی کتاب نہیں جس میں خاتم کے معنے مہر کے نہیں لکھے اور قبل از اسلام لفظ ختم آخری یا بند کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے کا کوئی ثبوت محارہ عرب میں نہیں مل سکتا اس آیت کی تفسیر کرنے سے پیشتر قرآن کریم کی ان آیات کو پیش کرنا ضروری ہے جن میں یہ لفظ خاتم آیا ہے۔

قرآن میں خاتم بالفتح کے معنی مہر ہیں:

(۱)	خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	(البقرہ : ۸)
(۲)	خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ	(الانعام : ۴۷)
(۳)	خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ	(جاثیہ : ۲۴)
(۴)	يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ	(شوریٰ : ۲۵)
(۵)	يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ	(مطففین : ۲۶)
(۶)	نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ	(یٰس : ۶۷)

پہلی ہرسہ آیات میں ختم بصیغہ ماضی استعمال ہوا ہے۔آیت ۴ میں بصیغہ مضارع یختم آیا آیت ۵ مختوم مفعول ہے اب دیکھ لوختم یختم مختوم تین صیغوں ماضی مضارع اور مفعول میں آیا ہے جس سے مہر کے معنے قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

لفظ ختم اور لُغت عرب

(۱)خاتم بالفتح مایو ضع علی الطینة

یعنی کندہ کیا ہوا پتھر یا نگینہ (حسب تصریح کتب لغت قاموس لسان العرب۔تاج العروس)

(۲)صاحب صراح لکھتا ہے:

الطبع مہر کردن برنامہ لسان العرب تاج العروس۔تاج المصادر بیہقی بھی اس کے مؤید ہیں۔

قرآن کریم میں بھی خدا تعالیٰ نے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر دوسری آیت طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ میں لفظ طبع کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔اس وجہ سے لفظ خاتم اور طابع دونوں مترادف المعنی ہیں صاحب صراح لکھتا ہے الطَّابَعُ بفتح الباء انگشتری ہیں پس ثابت ہوا خاتم بالفتح اور طابع بالفتح دونوں مترادفِ یکدیگر ہیں اور بجائے ایکدوسرے کے استعمال ہوتے ہیں اور ہم معنی ہیں۔

متلاشی حق: یہ بات توصحیح ہے کہ قرآن کریم اور محاورات لغت میں لفظ خاتم بالفتح مہر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ کہ کفار کے منہ پر مہر لگادی جائیگی یعنی وہ بات نہ کرسکیں گے اور جنّتی لوگوں کے لئے جو پینے کے شربت ہوں گے ان پر خِتَامُهٗ مِسْكٌ یعنی مُشک کی مہر لگی ہوگی اس سے ظروف کا منہ بند ہوگا لہٰذا آنحضرت ﷺ کا نبیوں کی مہر ہونا نبیوں کے بند کرنے کی غرض سے ہے۔

احمدی: واضح ہو کہ جن دلوں اور کانوں پر مہر لگائی جائیگی وہ ضدی اور عنادی کافر ہوں گے جن کا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔اور مُہر ان کے لئے بطور سزا کے ہوگی تو کیا آنحضرتؐ کا خاتم ہونا بھی

انہیں معنوں میں لیا جا سکتا ہے۔اگر مہر کا فائدہ کسی چیز کے بند کرنے کا ہی ہوسکتا ہے تو اس کا فائدہ کم از کم یہ تو ہونا چاہئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافر جن کے لئے یہ آیت اتری وہاں تک ہی کافر ختم ہو جاتے اور آئندہ کفار کا وجود پیدا ہونے سے رک جاتا لیکن باوجود مہر لگائے جانے کے پھر بھی کافروں کا سلسلہ برابر جاری رہے اور آئے دن نمرود، فرعون ہامان، ابوجہل، ابولہب کے نمونے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہر زمانہ میں مومنوں کے مقابل کفار کا وجود زیادہ ہی پایا جاتا ہے اور اس پر طُرفہ یہ کہ مومنوں میں ابراہیمؑ موسیٰؑ اور محمد رسول اللہؐ کے نمونے پیدا ہونے بقول ہمارے غیر احمدی علماء بند ہو گئے۔یہ تقسیم خلافِ انصاف ہے۔

قرآن کریم کی مواہیر کی غرض اور لفظ ختم کی تفسیر

اگر نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيۡدِيۡهِمۡ کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ کلام نہ کر سکیں گے تو یہ معنی بھی غلط ہیں کیونکہ یہاں کلام کرنا بند ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہاں تو بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ایک ایک عضو کلام کرے گا ہاتھ پاؤں جلد ان کے خلاف شہادت دیں گے اور کفار منہ سے بھی کلام کریں گے اور کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ہم تو اپنے رب کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے پس اگر مومنوں پر مہر کرنے سے نطق کا بند کرنا غرض ہوتی تو پھر نطق کے لئے دوسرے عضو کیوں تجویز کئے جاتے۔اور ایک ایک عضو کیوں بولنے لگتا۔تیسرے معنے اگر یہ لئے جائیں کہ ان کے دلوں پر مہر لگنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں تو یہ معنے بھی قرآن کریم کے سخت خلاف ہیں تمام قرآن کریم پڑھ جاؤ کسی جگہ بھی یہ نہ پاؤ گے کہ خدا تعالیٰ جبراً کسی کو مومن اور کسی کو کافر بناتا ہے۔بلکہ فرماتا ہے اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا خدائے تعالیٰ ہدایت بھیجتا ہے کہ کوئی مان کر مومن بن جائے یا انکار کر کے کافر ہو جائے جبراً کسی کو خود ہی کافر بنا دینا اور خود ہی اس کو سزا دینا کتنا بڑا ظلم ہے جو خدائے رحیم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ہاں خدائے تعالیٰ اس کے انکار کی سزا میں ان پر فرد جرم کی مہر تصدیق ضرور لگا دیتا ہے اور یہ عین انصاف ہے چنانچہ صاحب مجمع

البیان لکھتا ہے کہ:

ان المراد بالختم علی القلوب شھیدٌ علیھا

یعنی ختم علی القلوب سے مراد ان لوگوں پر گواہی دینا ہے۔

و فشھد بہ و تصدیقہ یہ عرب میں ایک محاورہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے **خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ** کہ مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر جس طرح کہتے ہیں کہ فلاں شخص مہر کر گیا ہے اس بات پر کہ فلاں تعلیم حاصل نہیں کر سکتا یا نیک ہو نہیں سکتا اسی طرح خدائے تعالیٰ نے ایسے ضدی اور عنادی کفّار کے متعلق مہر کر دی اور تصدیق کر دی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں صرف ان قلبی حالت کی تصدیق اور اظہار ہے نہ کہ خدائے تعالیٰ جبر اور ظلم سے ان پر ہدایت کی راہ بند کرتا ہے۔

(۲) **خِتٰمُہٗ مِسْکٌ** کے متعلق واضح ہو کہ اگر مہر کی غرض برتن کا منہ بند رکھنے تک ہی محدود ہے تو بہشتی لوگ اس بوتل سے کس طرح پی سکیں گے اگر پئیں گے تو ضرور ہے کہ مہر ٹوٹے اور برتن کا منہ کھلے پس یہاں بھی مہر کی غرض خدائے تعالیٰ کی طرف سے تصدیق اور نشان کے طور پر ہوگی نہ کہ بوتلیں بند رکھنے کے لئے۔

متلاشی حق: مان لیا کہ فی الواقعہ قرآن کریم کی اصطلاح میں کسی جگہ میں لفظ ختم بند کرنے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا مگر پھر بھی ہماری بات بن جاتی ہے اس لئے کہ لفافہ یا بوتل پر مہر لگ جائے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اب اس میں اور کچھ داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح نبوّت کے راستہ پر مہر لگ گئی۔

احمدی: جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ ختم قرآن کریم کی اصطلاح میں بند کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا تو خاتم النبیین کا خاتم بھی تو آخر قرآن کریم کا لفظ ہے پھر اس کے معنے بند کرنے کے کیوں کئے جاتے ہیں قرآن کی ان آیات کو سامنے رکھو جن میں قلوب کان آنکھ پر اللہ نے مہر کر دی

ہے کہ ان کے کان بہرے ہیں کہ وہ کوئی بات سن نہیں سکتے یا کچھ دیکھ نہیں سکتے تم کہو گے کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ان کے کان تو ایسے عمدہ ہیں کہ ہزاروں میل مسافت کی بات بذریعہ ٹیلی فون، ٹیلی گراف ایک سیکنڈ میں سُن لیتے ہیں آنکھیں ایسی تیز ہیں کہ بند صندوق کے اندر کی چیز بھی بذریعہ ریڈیم لیمپ دیکھ سکتے ہیں اور نہایت باریک جراثیم بذریعہ دوربینوں کے دیکھ لیتے ہیں اور حال ہی میں ایک نئی ایجاد ہوئی ہے وہ گویا آنکھ کا ٹیلیفون ہے جس طرح بجلی آواز کو ہزاروں میل تک پہنچا دیتی ہے اسی طرح وہ نگاہ کو ہزاروں میل تک پہنچا دیتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کے کان اور آنکھ پر ایسی مہر ہوتی تو وہ روحانی اور جسمانی دونوں آوازیں نہ سن سکتے تو یہاں طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جگہ سیسہ ،جست لاکھ وغیرہ کی مُہر مراد نہیں تو اس کے علاوہ روشنائی کی مہر رہ جاتی ہے جس کے معنے سند یا تصدیق کے لئے جا سکتے ہیں یعنی ڈاک کی مہر دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول اسٹامپ جس کو ٹکٹ کہتے ہیں جس کارڈ یا لفافہ پر ٹکٹ لگا اس کے یہ معنی ہیں کہ ڈاک خانہ اس کو مکتوب الیہ تک پہنچانے کا ذمہ وار ہے تو پھر جب اس پر ڈاک خانہ کی مہر لگی تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ فلاں مقام سے فلاں تاریخ کو روانہ ہوا۔ اور دوسری یونیورسٹی کی مہر ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ یونیورسٹی تصدیق کرتی ہے کہ اس کو فلاں علم اس قدر آتا ہے ایک عدالت کی مہر ہے وہاں بھی یہی مراد ہے آج کل تمسک دیکھ لیں کہ شروع میں مہر کا نشان موجود ہے جو احکام سول حکام سے صادر ہوتے ہیں ان میں یہ ضروری نہیں کہ مہر آخر میں ثبت ہو۔ سمن وغیرہ میں مہر یا عدالت شروع یا نیچے لگائی جاتی ہے غرض مہر خواہ عدالت کی ہو یا کارخانوں کی بوتلوں کی یا ڈاک خانوں کی لاکھ کی ہو یا سیاہی کی دستاویز کی ہو یا کتابوں کی روپؤں سکوں کی ہوں یا کاغذات یا پارجات کی خواہ حکومت کی ہو یا دستخطوں کی یا فرامین شاہی پر غرض تمام دنیا میں کوئی مہر کسی شے پر اس غرض سے نہیں لگائی جاتی کہ وہ مہر شدہ شے کا خاتمہ کر دے اور آئندہ وہ چیز دنیا سے نابود ہو جائے۔ مذکورۃ الصدر مواہیر کے علاوہ آج تک دنیا بھر میں نہ کوئی مہر ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی جس کی غرض وغائیت مہر شدہ شے کا خاتمہ کرنا یا نابود کرنا ہوا گر کسی نے کوئی

ایسی مہر دیکھی یا سُنی ہوتو بیان کرسکتا ہے۔ یاد رہے کہ دنیا بھر کی مہروں کی غرض محض تصدیق ہوتی ہے۔دنیا میں کبھی اور کسی زمانہ میں مہر بند کرنے کے کام میں استعمال نہیں کی گئی۔ جتنے مواہیر ثبت ہوتے ہیں وہ سب تصدیق کے لئے ثبت ہوتے ہیں تاکہ کوئی دوسرا اس میں کسی قسم کی جعلسازی نہ کر سکے۔مہر نام ہی اس انگوٹھی یا آلہ کا ہے جس پر نام حروف مقطعات از قسم مونوگرام کندہ ہوں ان کا استعمال ہمیشہ تصدیق یا جعلی کاروائیوں سے بچنے کے لئے ہوتا ہے۔مہر خواہ کسی چیز کے اندر لگائی جائے یا باہر اول لگائی جائے یا آخر ہر جگہ مہر کا فائدہ صاحب مہر کی تصدیق سمجھا جاتا ہے اور جس مطلب کے لئے لگائی جاتی ہے وہ مہر کی تصدیق سے مصدقہ امر تسلیم کیا جاتا ہے۔پس نبی کریمؐ کا نبیوں کی مہر ہونا اس امر کا مقتضی نہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی امّت محمدیہ میں نہ ہو کیا یہ خیر الامت یہود اور نصاریٰ دجال اور کذاب بننے کے لئے سب سے آگے ہو اور مسیح موسیٰ بننے کے ناقابل ہو۔عجب خیر الامت ہے۔نبوت بند ہوجانے کا عقیدہ رکھنے والوں کی اس سے بڑھ کر کیا نادانی ہوگی کہ گھر میں تو سب بیمار پڑے ہوں مگر گھر کے دروازہ پر یہ وعظ کرایا جائے کہ ڈاکٹر کی ضرورت نہیں اب ڈاکٹر نہیں آنا چاہیئے۔

متلاشی حق: ہمارے علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا خطاب خاتم الانبیاء حدیث میں بند کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔

احمدی: خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء دونوں الفاظ ہم معنی ہیں جب قرآن میں خاتم کے معنی بند کرنے کے نہیں تو حدیث کیسے قرآن کے خلاف ہوسکتی ہے آپ اپنے علماء سے دو باتیں دریافت کریں پھر آپ کو خاتم کے معنی سمجھنے آسان ہوجائیں گے۔اوّل یہ کہ آنحضرت ﷺ کے یہ خطاب خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء مقام مدح میں آئے ہیں یا مقام مذمّت میں۔دوسری بات یہ دریافت کریں کہ کیا نبوت رحمت ہے یا زحمت؟

متلاشی حق: یہ دونوں باتیں علماء سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں کون بدبخت مسلمان ہے

جو یہ کہے کہ حضورؐ کے خطاب نعوذ باللہ مقام مذمت میں آئے ہیں اور نبوت کو جو خدا تعالیٰ کا بڑا قرب ہے اور سراسر رحمت ہے کون خبیث مسلمان اسے زحمت کہہ سکتا ہے۔

احمدی: پس اگر نبوت رحمت ہے اور محسنوں کے قریب

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۃ الاعراف آیت ۵۷)

اور محسن کے متعلق فرمایا:

بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ (البقرۃ آیت ۱۱۳)

اور پھر فرمایا:

وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (یوسف آیت ۲۳)

پس رحمت مومنوں کو حاصل رہے گی جب تک دنیا میں مومن اور محسن رہیں گے رحمت بھی خدائے تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ملتی رہے گی۔ ہاں اگر دنیا میں مومن اور محسن پیدا ہونے بند ہو جائیں تو بے شک یہ رحمت بھی بند ہو جائے گی۔ علماء سے پوچھو کہ امت محمدیہ اس ارحم الراحمین کی رحمت سے کیوں محروم ہو گئی۔ کون سا ایسا قصور کیا جس پر یہ عتاب نازل ہوا۔

خاتم کے وہ معنے جو غیر احمدی علماء بتاتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شایانِ شان نہیں ہیں

نبوت کو جب قرآن کریم کی رو سے رحمت اور اعلیٰ روحانی قرب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمت اللعالمین تسلیم کرتے ہوئے نبوت کا بند کرنے والا معنی کئے جائیں تو یہ ہی ثابت ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاتم الرحمت ہو کر اپنی امت کے لئے خیر کے دروازوں کو بند کر دیا تم اس بات پر غور کرو اور سوچ کر جواب دو کہ کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح ہوگی یا مذمّت اگر نبوت رحمت ہے اور یقیناً رحمت ہے تو بند کرنے والا کبھی وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کے خطاب کا مورد نہیں ہو سکتا کلام مجید میں آپؐ کو رحمت کہا گیا ہے اور نبوت جو خدائے تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے وہ رحمۃ

اللعالمین کی پیروی اور برکت سے حضورؐ کے خدام کو حاصل ہو سکتی ہے۔جس کا آقا ایسا کامل ہو اس کے خدام بھی کمال حاصل کر سکتے ہیں جب تک بیماری ہے ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔اگر یہ مان لیا جائے کہ کفر تو دنیا میں موجود رہے گا لیکن ہدایت کا سامان نہ ہوگا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان ماننے کی بجائے آپؐ کی طرف ظلم منسوب ہوگا آپ نے ہدایت کا راستہ بند کر دیا لیکن آپؐ کی رحمت تو تمام زمانوں اور تمام قوموں پر وسیع ہے لیکن اگر یہ مانا جائے کہ آپؐ نے نبوت بند کر دی تو آپؐ رحمۃ اللعالمین نہیں ٹھہریں گے ہاں آپؐ کا یہ خطاب نبوت کے بند کرنے کے معنوں میں تب آپ کی شایانِ شان ہو سکتا ہے جب یہ سمجھا جائے کہ نبوت کوئی کھا جانے والی بلا اور مصیبت تھی جو کہ ابتدائے زمانہ سے آدم زاد کو ستایا کرتی تھی اور اب رحمت اللعالمین نے آ کر مخلوق الٰہی پر بڑا رحم کیا کہ بلا کی آمد کو ہمیشہ کے لئے روک دیا یا نبوت کوئی بہت بڑا سیلاب تھا جو ہمارے بہادر اور غم خوار آقا نے آ کے اس کے دہانے پر بڑی چٹّان رکھ دی تا کہ یہ تباہ کن سیلاب نہ آئے اور دنیا غرق ہونے سے بچ جائے لیکن اگر نبوت کوئی مصیبت یا عذاب یا متعدی وباء یا غرق کرنے والا سیلاب نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت کے ماتحت نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے اور خدائے تعالیٰ اس کو نعمت فرماتا ہے:

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ (المائدہ : ۲۱)

تو اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت کو، ایک بڑے روحانی قرب کو اپنی امت سے بند کرنا آنحضرتؐ کی شان رؤف الرحیم سے بعید ہے۔ہاں اگر نبوت کی کوئی متعدی وباء سمجھ لیا جائے تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوا تو بہت ہی اچھا ہوا لیکن اگر یہ وباء نہیں بلکہ ایک اعلیٰ روحانی غذا ہے تو کیا وہ شخص جو دسترخوان کے تمام کھانوں کو خود ہی کھا کر ختم کر دے اور اپنی اولاد اور شاگردوں کے لئے ایک چھوٹا لقمہ بھی نہ چھوڑے تو یہ ختم کرنا اس کا قابلِ تعریف نہ ہوگا۔اگر ختم کرنے کے ایسے معنی لئے جائیں جیسا کہ کھانے کا ختم کرنا پانی کا ختم کرنا ہے اور دوسروں کو بلکہ اپنی ہی اولاد اور شاگرد کو اور غلاموں کو

بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دینا تو خوب یادرکھو کہ یہ معنی ہمارے آقا جن کا نام محمدؐ عربی ہے رحمۃ للعالمین ہے اس کا سچا عاشق ان معنوں کو ہرگز قبول نہ کر سکے گا۔ پس یہ معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شایانِ شان نہیں پھر نعمت نہ ملنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ دینے والا بخیل ہو سو خدا اور اس کا رسول بخیل نہیں کہ ان کے بخل کی وجہ سے امت پر نعمت بند ہوگئی یا دوسری وجہ یہ ہے کہ قوم ہی اپنی شرارتوں کی وجہ سے اس نعمت کی اہل نہ رہی ہو اور ایسی شریر ہوگئی ہو کہ دھری ہوئی نعمت اس کے ہاتھ سے چھین لی جائے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

(انفال آیت ۵۴)

ہم کسی قوم سے دی ہوئی نعمت نہیں چھینتے جب تک وہ خود اپنی حالتوں کو نہ بدل لیں یعنی شریر نہ بن جائیں۔ مگر یہ امّت شریر بھی نہیں بلکہ خیر الامت اور امت الوسطیٰ ہے پس جبکہ یہ امت خیر الامت ہو اور نبی بھی رحمۃ للعالمین ہو تو پھر نبوت کے بند ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ورنہ نبی کریمؐ اپنی امت کے لئے رحمت نہ ہوئے نعوذ باللہ زحمت ہوئے کیونکہ خدا کا اعلیٰ قرب جو نبوت کے لقب سے ملقّب ہے آپ کے آنے سے بند ہوا حالانکہ پہلی معمولی امتوں کو ملتا رہا۔

متلاشی حق: خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء کے وہ معنے جو غیر احمدی علماء کرتے ہیں واقعی آپؐ کی مدح اور آپؐ کی شایانِ شان نہیں ہو سکتے نبوت اور رحمت کا بند کرنا یہ کام آپ کا کبھی قابل تعریف نہیں کہا جا سکتا مگر آپ کے القاب آخر الانبیاء اور العاقب سے آپ کی کیونکر مدح ثابت ہوگی جب آپؐ آخری نبی ہیں تو پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح ہوسکتا ہے؟

احمدی: جس طرح حضرت موسیٰ کا خطاب کلیم اللہ اور عیسیٰ کا روح اللہ اور یونس کا صاحب الحوت اسی طرح حضورؐ کے یہ خطاب ہیں جو یقیناً آپکی فضیلت کو ہی ظاہر کرنے والے ہیں۔

تقدّم یا تاخر زمانی میں کوئی فضیلت نہیں

یعنی آپؐ کا نبیوں کے پیچھے آنا ہرگز مقام مدح میں نہیں ہوسکتا

آخر الانبیاء ان معنوں میں سمجھنا کہ آپؐ زمانہ کے لحاظ سے سب نبیوں کے آخر آئے ہیں اور آپؐ کا زمانہ گزشتہ زمانہ کے بعد آیا کسی طرح بھی آپؐ کی فضیلت کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ مثلاً ہمایوں اور بابر وغیرہ جو سلطنت ہند کے بانی تھے اور انہوں نے ہندوستان پر حکومت کی ان کے بیٹوں نے کی پوتوں نے کی، ان کے رشتہ داروں نے کی بلکہ ان کے غلاموں نے کی مگر بہادر شاہ کی اولاد بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ اب بتایئے کہ بہادر شاہ کو مقام مدح میں خاتم السلاطین یا آخر السلاطین کہا جاتا ہے یا بابر اور ہمایوں کو۔ ریل تار گراموفون یا بائیسکوپ چونکہ یہ چیزیں دنیا میں نئی پیدا ہوئیں ہیں اس لئے ان کے لئے نئے الفاظ اور نئے معنے اختراع کئے گئے اور نئی لغاتوں میں لکھے گئے اور لکھے جانے غیر واجب نہیں مگر خاتم اور آخر کے الفاظ ریل کے الفاظ کی طرح آج نئے اختراع نہیں کئے گئے کہ تم جس طرح چاہو ان کو اپنے معنوں اور مفہوم میں استعمال کرلو بلکہ یہ قبل از بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی علم ادب میں تھے عرب کے قدیم وجدید علم ادب میں استعمال ہوئے احادیث اور صحابہ کے محاورات میں آئے اور اب تک ادباء اور شعراء میں استعمال ہو رہے ہیں آپ تمام مولویوں کو یا عربوں میں سے کسی ادیب کی نثر یا کسی شاعر کی نظم میں دکھا دو آج کوئی محاورہ کسی عربی کو قدیم کتاب یا جدید میں سے دکھا دو کہ لفظ... خاتم یا آخر آیا ہو اور بند کرنے یا روکنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہو آپ ہرگز نہیں دکھا سکتے آنحضرتؐ نے ہرگز ہرگز یہ لفظ بند کرنے کے معنوں میں استعمال نہیں فرمائے جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے اس کے دوسرے حصّے میں اس کے معنوں کی توضیح موجود ہے۔

اَنَا آخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا آخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم)

پس جس طرح حضورؐ کی مسجد آخری مسجد ہے انہیں معنوں میں آنحضور آخری نبی ہیں۔ اگر کہا

جائے کہ حضورؐ کی مسجد بلحاظ فضیلت... آخری مسجد ہے تو ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضور آخر الانبیاء افضل الانبیاء کے معنوں میں ہیں یعنی انتہائی فضیلت کو حاصل کئے ہوئے ہیں ان معنوں کی وضاحت ایک اور حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

اَنَا سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخَرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ (رواہ الدیلمی)

یعنی میں پہلے اور پیچھے تمام انبیاء کا سردار ہوں۔

اب غور کرو کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا تو پھر پچھلوں کے سردار کیونکر ہوئے پچھلوں سے مراد آپؐ کے بعد آنے والے مراد ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

فَیَجْمَعُ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخَرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ (بخاری)

یعنی قیامت کے دن ایک ہی میدان میں خدائے تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ پس آخرین سے مراد آپ کے بعد آنے والے ہیں۔ پس آخرین نبیوں کا سردار ہونا ثابت کرتا ہے۔ جب آپ کے بعد نبی آئیں۔ پس خاتم النبیین، خاتم الانبیاء، آخر الانبیاء حضور کے خطابات میں جو مقام مدح میں واقعہ ہوئے ہیں یہاں ان سے حضور کی بلند شان کا اظہار ہے ورنہ پیچھے آنا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح تمام انبیاء بنی اسرائیل کے بعد آئے تو کیا وہ موسیٰ ؑ اور دیگر اکابر انبیاء سے افضل ہو گئے ہرگز نہیں حضرت موسیٰ اگرچہ حضرت عیسیٰ مسیح سے پہلے آئے مگر شان میں ان سے بدرجہا بہتر تھے۔ چنانچہ مولانا قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

> ”عوام کے خیال میں تو آنحضرت کا خاتم ہونا بایں معنے ہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔“

(۲)لفظ خاتم اور آخر کے الفاظ سب سے بڑا ہونے کے معنوں میں استعمال ہوا کرتے ہیں جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال فرماتے ہیں۔

چل بسا داغؔ آہ! میّت اس کی زیب دوش ہے

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

(بانگِ درا صفحہ ۵۹)

اس شعر میں ڈاکٹر صاحب نے داغؔ کو دہلی کا آخری شاعر قرار دیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا دہلی میں داغ کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوا آگے چل کر خود ڈاکٹر صاحب اسی نظم میں فرماتے ہیں۔

اٹھ گئے ساقی جو تھے مَے خانہ خالی رہ گیا

یادگارِ بزم دہلی ایک حالیؔ رہ گیا

اس شعر میں ڈاکٹر صاحب خود ہی مقرّ ہیں کہ داغ کے بعد الطاف حسین حالیؔ شاعر ہوئے۔پس اس شعر میں آخری شاعر کے معنے سب سے بڑا شاعر کے ہیں اور ختم کے لفظ کے لئے جناب حالیؔ صاحب کی مسدّس کا ایک بند پیش کرتا ہوں۔حالیؔ صاحب اس زمانہ کے پیر وسجادہ نشینوں کی زبوں حالت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

یہ ہیں جادہ پیمائے راہِ طریقت

مقام ان کا ہے ماورائے شریعت

انہیں پہ ہے ختم آج کشف وکرامت

انہیں کے ہیں قبضہ میں بندوں کی قسمت

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

(مسدّس حالیؔ صفحہ ۵۱)

پس آخری اور خاتم کے معنے احادیث اور شعراء اور ادباء کے محاورے میں سب سے افضل ہونے کے ہیں لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء ہیں۔

متلاشی حق: کیا خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء کسی حدیث میں یا اکابرامت میں سے کسی نے یہ معنے کئے ہیں۔

احمدی: اَنَا آخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا آخِرُ الْمَسَاجِدِ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن معنوں میں میری مسجد آخری مسجد ہے انہیں معنوں میں آخر الانبیاء ہوں۔ یہ نہیں کہ آپ کی مسجد کے بعد اور مسجدیں بند ہوگئیں بلکہ آپ کی مسجد بلحاظ افضل ہونے کے آخری مسجد ہے اسی طرح آپؑ انبیاء میں افضل ہیں۔

احادیث میں خاتم کے معنیٰ

انا خاتم الانبیآء وانت یاعلی خاتم الاولیاء (تفسیر صافی)

میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی تم خاتم الاولیاء ہو اگر خاتم کے معنے بند کرنے کے کئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ حضرت علی کے بعد کوئی اولیاء نہیں ہوئے اگر ہوئے تو یہی معنی خاتم الانبیاء کے سمجھ لو۔

(۳) عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا انی خَاتَمُ اَلْفِ نَبِیٍّ اَوْ اَکْثَرَ۔

(رواہ ابن سعد۔ بحوالہ کنز العمال ۶/۱۲۱)

یعنی آپ ایک ہزار یا چند زائد انبیاء کے خاتم ہیں۔

(۴) یا عَمِّ فانك خاتم المهاجرين فی الهجرة كما انا خاتم النبيّن فی النبوة (۶/۱۷۸)

اس حدیث میں خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کما کا لفظ فرما دیا کہ اے چچا آپ ایسے ہی خاتم المهاجرین ہیں جیسے میں خاتم النبیین ہوں ہجرت بند نہیں ہوئی۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (النسآء آیت ۹۸)

وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا

حدیث میں بھی ہجرت کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کرے گا اس کی ہجرت منظور ہوگی (متفق علیہ) پس جب حضرت عباس کے بعد ہجرت جاری ہے تو آنحضرتؐ کے بعد نبوت کیوں بند ہوگی۔

علماء متقدمین واولیائے عظام نے خاتم الانبیاء کے معنے افضل الانبیاء ہی کئے ہیں

(۱) مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے آیت خاتم النبیینؐ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا:

''حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوّت معروفہ تو رسول اللہؐ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں ہے پر ابوّت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے۔انبیاء کی نسبت تو لفظ خاتم النبیین شاہد ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پھر لکھتے ہیں:

''غرض جیسا کہ آپؐ نبی الامت ہیں ویسا ہی آپ نبی الانبیاء بھی ہیں۔'' (صفحہ ۴)

پس آپؐ نے رسول کے معنے نبی الامت اور خاتم النبیینؐ کے معنے نبی الانبیاء اور ابوالانبیاء کئے ہیں یعنی بحیثیت رسول ہونے کے آپؐ کی قوت قدسی سے جیسے مومن بن سکتے ہیں ویسے بحیثیت خاتم النبیینؐ کے آپکی پیروی سے نبی بن سکتے ہیں کیونکہ ابوالانبیاء آپؐ تب ہی ہو سکتے ہیں جبکہ آپؐ کی اطاعت میں نبی بن سکیں۔

(۲) ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

قَوۡلُهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الۡمَعۡنٰی انه لَا یَأۡتِیۡ نَبِیٌّ بَعۡدَهٗ یَنۡسِخُ مِلَّتَهٗ وَلَمۡ یَکُنۡ مِنۡ اُمَّتِهٖ۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۶۹)

خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہے کہ آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔یعنی آپؐ خاتم النبیین بمعنی خاتم الشریعت ہیں۔

(۳) حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ جو عالم اسلام میں ایک عظیم الشان بزرگ مانے جاتے ہیں وہ اپنی مثنوی معنوں میں خاتم النبیین کی تفسیر فرماتے ہیں:

مظہرِ حق است ذاتِ پاکِ اُو	زُو بجو حق را و اَز دیگر مجو

ترجمہ : اُس کی پاک ذات خُدا کا مظہر ہے۔اُس سے اللہ کا طالب بن،اور دوسرے سے نہ چاہ۔

بر خیال و حیلہ کم تَن تار را	کہ غنی رہ کم دہد مکّار را

ترجمہ : خیال اور مکر کی بناء پر تانا نہ تن،(اللہ) بے نیاز،مکّار کو راستہ نہیں دیتا

مکر کُن در راہ نیکو خدمتے	تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

ترجمہ : اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کرتا کہ تو اُمّت میں رہ کر نبوّت کا (رتبہ) پالے

مکر کُن تا وارہی از مکرِ خود	مکر کُن تا فرد گردی از حسد

ترجمہ : تدبیر کرتا کہ تو اپنے مکر سے نجات پالے،تدبیر کرتا کہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے۔

ختمہائے کانبیاء بگذاشتند	آں بدینِ احمدیؐ برداشتند

ترجمہ : وہ مُہریں جو باقی چھوڑ گئے تھے،اُن کو احمدی دین کے ذریعے ہٹا دیا۔

قفل ہائے نا کشادہ ماندہ بُود	از کفِ اِنَّا فَتَحۡنَا برکشود

ترجمہ : جو بغیر کھُلے ہوئے تالے رہ گئے تھے،''بے شک ہم نے کھولا'' کے ہاتھ سے کھُلے۔

بہرایں خاتم شد است او کہ بجود	مثلِ اُونے بود نے خواہند بود

ترجمہ : اس لئے وہ خاتم بنے کیونکہ سخاوت میں اُن جیسا نہ کوئی تھا اور نہ ہوگا۔

چونکہ دَر صنعت بَرد اُستاد دست	نَے تو گوئی خَتم صنعت بَر تو است

ترجمہ : جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے،کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے۔

درکشادِ ختمہا تو خاتمی	در جہانِ روح بخشاں حاتمی

ترجمہ : آپ مُہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں،رُوح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں۔

(مثنوی مولانا رومؒ دفتر پنجم صفحہ ۵۷،دفتر ششم صفحہ ۳۰،۲۹)

اور یہ بھی فرمایا ہے ۔

او نبیِّ وقت باشدا ے عزیز (وہ اپنے وقت کا نبی بن جاتا ہے)

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ تو نیک تدبیر کرے تو بھی امت میں ہو کر نبوت پالے ۔گزشتہ انبیاء نے جو اسرار سربمہر چھوڑے تھے اور اسرار آپؐ کے ذریعہ کھولے گئے یعنی آپ کے ہاتھ سے نہ کھلنے والے اسرار کھل گئے پس ان معنوں میں آپؐ خاتم النبیین ہیں کہ نہ کوئی آپؐ جیسا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

(۴)انوری شاعر جو زبان کے لحاظ سے ایک بڑا ادیب مانا گیا ہے اس نے بھی ختم کے معنے ختم کمالات ہی کئے ہیں:

مادرِ گیتی نزادہ زیرِ چرخ چنبری

بادشہ ہمچوں غیاث الدین گداچوں انوریؔ

ختم شد بر تو سخاوت برمنِ مسکیں سخن

چوں شجاعت بر علی، بر مصطفٰیؐ پیغمبری

یعنی مجھے سخنوری اور بادشاہ غیاث الدین کو باشاہت میں ایسا کمال حاصل ہے جس طرح حضرت علیؓ کو شجاعت میں اور نبی کریم ﷺ کو نبوت میں حاصل تھا یعنی آپؐ خاتم کمالات نبوت تھے۔

(۵)ملّا علی قاری موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ:

حضرت عمرؓ اور آپ کے صاحبزادے ابراہیم نبی ہو جاتے تو آپؐ کی شریعت کے ماتحت ہوتے اور ان کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔

(۶)امام محمد طاہر مجمع بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں:

''خاتم النبیین کے معنے انبیاء کا تصدیق کنندہ ہے''۔

(۷) مصنّف تفسیر بیضاوی نے ختم کے معنے کتم لکھے ہیں۔یعنی البلاغ الآخر گو یا کسی کے کمال کو انتہاء تک پہنچا دینا۔اسی طرح تفسیر کشاف والا لکھتا ہے اور ابوالبقاء اپنی کلّیات میں لکھتے ہیں کہ:

''ختم کو کتم کے معنوں میں لیناہی اچھا ہے۔کیونکہ حضورؐ اپنی شریعت کے نور سے ساتر الانبیاء ہیں جیسے آفتاب اپنے نور سے ستاروں کو چھپا لیتا ہے اور اکمالِ شریعت نے تشریعی نبی کی ضرورت باقی نہیں رکھی۔ابن شہاب نے بھی یہی معنی تحریر کئے ہیں۔''

(۸) مجمع البیان میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت بیان کی ہے اس پر مہر کردی ہے۔اب اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا یعنی آپؐ خاتم الشریعت ہیں۔

متلاشی حق: جب ہم علماءخصوصاً دیوبندی حضرات کے سامنے ختم کے معنے جو قرآن اور حدیث اور اکابر متقدمین اور اولیاء عظام نے کئے ہیں رکھتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر کہ یہ معنی گرامر کے خلاف ہیں بالکل ان معنوں کو نظر انداز کردیتے ہیں۔وہ یہی کہتے ہیں کہ ختم کے معنے مکمل بند کرنے کے ہیں کہ جسمیں کسی استثناء کی گنجائش نہیں۔گو یا لفظ ختم نے نبوّت کے راستہ پر سیمنٹ کی ایک پختہ دیوار کھڑی ہے جو نبوت میں سخت روک ہے۔

احمدی: عربی زبان میں جب لفظ خاتم کسی قوم کی طرف مضاف مستعمل ہوتا ہوتو اس کے معنی اس جماعت کا کامل اور اعلیٰ فرد کے ہوتے ہیں نہ کہ اس نسل کا خاتمہ کرنے والا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب عجالہ نافعہ کے ٹائیٹل پیج پر خاتم المحدثین لکھا ہے۔اب پوچھو دیوبندیوں سے کہ یہ معنی گرامر کے خلاف ہیں یا موافق شاہ صاحب کو محدثین کے لئے جڑھ پٹ سمجھو گے یا کچھ اور؟

(۲) عربی زبان میں خاتم کا لفظ سب سے افضل ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ حسن بن وہب نے ابوتمام شاعر کو خاتم الشعراء قرار دیا ہے۔

فجع القریض بخاتم الشعراء وغدیر روضتھا حبیب الطائی

(ابن خلکان صفحہ ۱/ ۱۲۳)

موجودہ دور کے علماء دیوبندی وغیرہ بھی ختم کے معنے کمالات ہی کرتے ہیں

(۳) مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے حسرت المسترشد لوصال المرشد صفحہ ۱ پر اپنے والد صاحب کی سوانح عمری بیان کرتے ہوئے اپنے پڑدادا کا ان الفاظ میں ذکر کیا:

''مولانا الحافظ الحاج محمد عبدالوہاب بن مولانا عبدالرزاق خاتم الفقہاء والمفسرین جمال الدین۔ کیا جمال الدین کے بعد کوئی مفسر یا فقیہہ نہیں ہوا۔ کہو دیوبندی علماء سے کہ مولانا عبدالباری سے بات کر لیں۔''

(۴) اگر بخیال دیوبندی علماء لفظ خاتم اس امر کا مقتضی ہے کہ جس اسم کی طرف مضاف ہو اس کے تمام افراد کا خاتمہ کر دیتا ہے یا بالفاظ دیگر خاتم النبیین میں لفظ خاتم انہیں معنوں میں مستلزم ہے کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہیں آئے گا تو براہ مہربانی مندرجہ ذیل حوالہ جات (جن میں قریباً بڑے بڑے دیوبندی علماء لفظ خاتم استعمال کر رہے ہیں) کا جواب لیں اور دیوبندی علماء کا ناطقہ بند کر دیں۔

(۵) مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اپنے رسالہ موسومہ مرثیہ کے ٹائیٹل پر مولوی رشید احمد گنگوہی کو خاتم الاولیاء والمحدثین لکھا ہے۔ کیا گنگوہی کے بعد نہ کوئی ولی پیدا ہو سکتا ہے نہ محدث؟

(۶) مگر طرفہ یہ ہے کہ گنگوہی کے فوت ہونے کے بعد مولوی بدر عالم صاحب مدرس مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب جواب الفصیح کے صفحہ ۱ پر مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی کو خاتم المحدثین آیتہ السابقین لکھا ہے۔

(۷) اسی طرح مولوی محفوظ علی صاحب گنگوہی کی کتاب موسومہ المعروف الشندی علی جامع الترمذی کے ٹائیٹل پیج پر یہ عبارت لکھی ہے:

''خاتم المحدثین والمفسرین مولانا السید محمد انور شاہ صاحب شیخ الحدیث''

(۸) بڑے ہی مزے کی بات یہ ہے کہ مولوی انور شاہ صاحب نے بقول مولوی بدر عالم و مولوی محفوظ علی صاحب اپنے آپ کو خاتم المحدثین سمجھتے ہوئے اپنی ہی کتاب اکفار الملحدین میں حسب ذیل حضرات کو لفظ محدث کا خطاب دیا ہے:

مولوی کفایت اللہ، مولوی خلیل احمد سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عزیز الرحمٰن، مولوی بشیر احمد عثمانی۔

(۹) تعجب ہے خود تو دیوبندی ؎

من ترا حاجی بگویم

کے مصداق بنکر قریباً سب کے سب ایک دوسرے کو خاتم المحدثین بنا رہے ہیں اور حشرات الارض کی طرح دیوبند میں خاتم المحدثین پیدا ہو رہے ہیں نہ اپنے لئے کوئی گرامر مانع ہوتی ہے نہ خدا کا رسول کا خوف ہی ان کو ان حرکات سے باز رکھ سکتا ہے۔ یاجوج ماجوج کی طرح لفظ خاتم کی خود ہی ان کو خود ساختہ ہشتاتی دیوار کو چاٹ کر خروج کر رہے ہیں۔ پس اب دیوبندیوں کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو ان کو ماننا پڑے گا کہ لفظ خاتم خاتمہ کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا یا ماننا ہوگا کہ ان مذکورہ الصدر کو خاتم المحدثین کہنا اور لکھنا بہت بڑی غلطی ہے ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(۱۰) ہماری اپنی زبان میں بھی یہ محاورہ عام بولا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ پر شجاعت ختم ہے حضرت یوسفؑ پر حسن ختم ہے حاتم پر سخاوت ختم ہے۔ پس جس طرح حاتم پر سخاوت ختم ہونے کے بعد دنیا میں سخی ہوئے اور حضرت علیؓ پر شجاعت ختم ہونے لے بعد دنیا میں شجاع ہوئے اور حضرت یوسفؑ پر حسن ختم ہونے کے بعد دنیا میں حُسین ہوئے ہیں لیکن شجاعت سخاوت اور حسن میں ان کے برابر نہیں ہوئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر باوجود نبوت ختم ہونے کے آپؐ کا فیض نبوت جاری ہے۔ مگر آپؐ کے ہم مرتبہ کوئی نبی نہ ہوگا۔ کیونکہ اکمل اور اتم طور پر نبوت کی انتہائی نعمت آپؐ پر ختم ہوئی۔ جو ہوگا آپؐ کے غلاموں میں سے ہوگا۔ یہ معنے محاورہ قرآن وحدیث اور محاورۂ زبان عرب کے مطابق ہیں۔ لغت میں ایک جگہ خاتم کے معنے حلیۃٌ یَتَزَیَّنُوْنَ بِھَا بھی لکھے ہیں یعنی خاتم زیور بھی ہے (انگوٹھی) جس سے مقصد زینت حاصل کرنا بھی ہوتا ہے اس لحاظ سے خاتم النبیین کے یہ معنے بھی ہوتے ہیں کہ آنحضورؐ جملہ انبیاء کی زینت ہیں کیونکہ کتب سابقہ محرف ومبدل ہونے کی

وجہ سے انبیاء سابق پر ایسے الزام اور اتہام لگائے گئے ہیں کہ جن سے ان کا پاک حلیہ نہایت بدنُما کر دیا گیا ہے۔ مگر آپؐ نے تعلیم کے ذریعے ان کے تمام داغ دھود یئے اور ان کی اصل زینت اور شان کو ظاہر کر دیا۔

متلاشی حق: علماء کہتے ہیں کہ حدیث میں لا نبی بعدی آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

احمدی: اس حدیث میں دو لفظ لا اور بعدی قابلِ غور ہیں عربی میں لفظ بعد کی ضد لفظ قبل ہے۔ بعدیت چار قسم کی ہوتی ہے۔

ا۔ بعد سے مراد عرصۂ غیر حاضری بھی ہوتا ہے مثلاً **ولقد فتنا قومك من بعدك** جب موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر جانے کے عرصہ بعدیت ختم کر کے آتے ہیں تو حضرت ہارون کو فرماتے ہیں **بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي** (اعراف آیت ۱۵۱) تو نے میری اس بعدیت میں بُری خلافت کی۔

(۲) دوسری بعدیت قرآن نے زمانہ متصل قریب کے لئے بیان فرمائی ہے مثلاً حضرت یعقوبؑ اپنی زندگی میں ہی نزع کیوقت اپنے بیٹوں سے ایسے زمانہ کے متعلق دریافت فرماتے ہیں جو چند ہی لمحوں میں آجانے والا ہے **مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي** میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔

(۳) تیسری بعدیت زمانہ منفصل کے قریب کی ہے یعنی زمانہ تبع تابعین۔

(۴) چوتھی بعدیت زمانہ منفصل بعید کے لئے ہے جیسے **يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ** (سورۃ صف آیت ۷) یعنی حضرت عیسیٰ اپنے بعد ایک احمد رسول کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ زمانہ لامتناہی تو نہیں مگر لمبے عرصہ پر ضرور دلالت کرتا ہے۔

بعدی کا زمانہ غیبوبت حضورؐ کے گھر سے عدم حاضری تک اور حضرت علیؓ کی لا نبی بعدی کی تفسیر

اب ہم اس چار قسم کی بعدیت کو حضورؐ کے چار زمانوں پر چسپاں کر کے دیکھتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ بعدی کس زمانہ کے لئے بیان فرمائی۔

(۱) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

اس حدیث کا محل بیان جنگ تبوک کا واقعہ ہے جب حضورؐ نے لشکر کشی فرمائی تو حضرت علیؓ کو گھر کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تو بعد میں منافقوں نے طعنہ زنی شروع کر دی کہ حضرت علیؓ کو بوجہ کمزوری ایمان کے ساتھ نہیں لے کر گئے۔ اس طعن و تشنیع کو سن کر حضرت علیؓ راستہ میں ہی حضورؐ سے جا ملے اور منافقوں کی طعن کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ جانے کی استدعا کی اس پر حضورؐ نے فرمایا:

اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی الّا انهٗ لا نبیّ بعدِی

کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ اس سفر میں تجھے میرے پیچھے اس طرح نیابت وخلافت کا شرف حاصل ہوا جس طرح موسیٰ کو کوہ طور پر جانے کے بعد ہارون کو خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ ہاں فرق یہ ہے کہ ہارون موسیٰ کے بعد نبی تھا میرے بعد آپ نبی نہیں۔ الّا کا حرف استثناء اور لفظ بعدی اپنے محل مخصوص کے لحاظ سے صریح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس وقت بعدی فرمانا غزوۂ تبوک سے واپس ہو جانے تک کی غیبوبت کے لئے ہے اور الّا کے حرف استثناء کے استعمال کرنے کا فائدہ بھی اس موقعہ پر یہی ہوسکتا ہے کہ حضرت ہارون کی مماثلت میں حضرت علیؓ کو پیش کرنے سے جو شبہ خلافت کے ساتھ نبوت کی صورت میں پیدا ہوسکتا تھا اس کا ازالہ ہو سکے پس اس صورت میں لا نبی بعدی کا مطلب صاف ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپس ہو جانے تک کی بعدیت میں کوئی نبی نہیں وہی جو اس وقت ہارون کی مماثلت کے لحاظ سے آپ کا مخالف تھا یعنی حضرت علیؓ یعنی حدیث کے ایک ٹکڑے میں خلافت کا اثبات ہے وہ کس کے لئے ہے

وہ حضرت علی کے لئے ہے اور دوسرے ٹکڑے میں نبوت کی نفی ہے وہ کس کے لئے ہے نفی نبوت بھی حضرت علی کے لئے ہے پھر اِلَّا اَنَّہ' لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا فرمان حضرت علی کے اس قول اَتُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ والصبیان کے جواب میں ہے۔

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت علی کو صاف فرمادیا کہ:

الا انہُ لیس معی نبی (بحارالانوار صفحہ ۱/۲۷۷)

ابوسعید بن مسیب سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاس سے پوچھا کہ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تجھے مجھ سے وہی درجہ ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھا ہاں میرے ساتھ نبی نہیں اس نے کہا کہ نعم ہاں میں نے سنا ہے۔

(۳) تیسرا قرینہ جو نہایت زبردست اور فیصلہ کن ہے یہ ہے:

عن ابن عباس قال اخرج الناس فی غزوۃ تبوك فقال علی یعنی للنبی صلی اللہ علیه وسلم اخرج معك فقال الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ اِلَّا انك لست نبیًّا۔ (مناقب الفقهية المغازی صفحہ ۲۸۰)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ تبوک کے لئے جب لوگ نکالے گئے تو حضرت علی نے کہا کہ میں بھی آپؐ کے ساتھ جاؤں گا آپؐ نے فرمایا نہیں۔ تو حضرت علیؓ یہ جواب سن کر رو پڑے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا تم خوش نہیں ہوتے کہ تمہیں مجھ سے وہی درجہ مل رہا ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ وہاں ہارون نبی تھے مگر تو نبی نہیں ظاہر ہے حضور کی زندگی میں اور موجوگی میں، جو کہ نورانی زمانہ تھا، نبی کی ضرورت نہ تھی صرف اس اشتباہ کا ازالہ مقصود تھا جو حضرت علی کو نبوت کے متعلق ہو سکتا تھا اس کو بھی حضور نے لیس معی نبی ولست نبیًّا کہہ کر رفع کر دیا۔

بعدی کا دوسرا زمانہ حضورؐ کی رحلت فرمائی کے عرصہ متصل قریب تک

جس طرح حضرت علی کے لئے نبوت کا احتمال موجود تھا حضورؐ نے لَسْتَ نَبِیٌ کہہ کر رفع کر دیا۔ کیونکہ حضور ؐ کو موسیٰؑ کی قوم کی طرح اپنے بعد بگڑنے کا احتمال نہ تھا اس لئے حضرت علی کو صرف کہا گیا کہ تو میرے بعد صرف خلیفہ ہوگا نبی نہیں ہوگا کیونکہ نبی کی ضرورت قوم کے سخت بگاڑ اور فسادِ عظیم کے وقت ہوا کرتی ہے جس طرح حضرت علیؓ کے معاملہ میں ان کی نبوت کا اشتباہ تھا اس سے بھی بڑھ کر آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے جانشین کے نبی ہونے کا احتمال ہوسکتا تھا کہ آپؐ کے جانشین خلفاء موسیٰ کی طرح نبی ہوں گے پس آپؐ نے اس پختہ احتمال کو بھی ردفرما دیا اور فرمایا:

کانت بنو اسرائیل تسوس لھم الانبیآء کلما ھلک نبی خلفه نبی و سیکون بعدی خلفاء

اس حدیث میں بنی اسرائیل کی خلافت قریبیہ بلافصل کے درمیان فرق بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے جو سیاست کرتے تھے ان میں سے جب کوئی نبی فوت ہوتا ہے تو معاً اس کے بعد اس کی جگہ نبی خلیفہ ہوتا ہے لیکن میری خلافت قریبیہ متصلا اسطرح کی نہیں کہ میری وفات کے معاً بعد ہی (تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے) میرا خلیفہ نبی ہو(کیونکہ آپؐ کی قوت قدسیہ سابقہ انبیاء کی طرح کمزور نہ تھی) ہاں عنقریب یعنی مستقبل قریب کے زمانہ میں (سیکُون اسی لئے فرمایا کہ نادان آئندہ زمانہ کے لئے بھی غیر نبی خلفاء ہی نہ سمجھ لیں) میری وفات کے بعد صرف خلفاء ہوں گے اس حدیث میں لا نبی بعدی کا فقرہ جس محل مخصوص کو ملحوظ رکھتے ہوئے استعمال فرمایا وہ صرف مستقبل قریب کے خلفاء کے غیر نبی ہونے کے اظہار کی غرض سے تھا۔ کیونکہ سَیَکُوْنُ میں حرف س کا لانا جو مضارع پر آنے سے زمانہ مستقبل قریب کے معنیٰ دیتا ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن خلفاء کے غیر نبی ہونے کا ذکر حضور نے اس حدیث میں فرمایا ان سے زمانہ قریب کے خلفاء مراد ہیں اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضورؐ کے خلفاء جو زمانہ مستقبل قریب میں خلیفہ ہوئے وہ سب

کے سب غیر نبی تھے۔اس حدیث میں لفظ سَیَکُوْنُ اور لفظ بعدی ھلک نبی خلفہ نبی کے بالمقابل استعمال ہوا ہے بصراحت واضح کرتا ہے نبی بعدی کا لفظ آپکی وفات کے معاً بعد کے زمانہ کے متعلق ہے جو خلافت راشدہ کا زمانہ تھا چنانچہ واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔

حضرت عمر کی لا نبی بعدی کی تفسیر

(۳) تیسری حدیث:

لو کان بعدی نبی لکان عمر یہ ترمذی کی حدیث ہے امام ترمذی ہی اس کے متعلق لکھتے ہیں: **ھذا حدیثٌ غریب** یہ حدیث ضعیف ہے پھر یہ حدیث مسند امام احمد اور صحیح حاکم اور طبرانی میں عصبہ بن مالک سے یوں روایت ہے:

لو لم اُبعث لبعثت یا عمر (مرقاۃ درحاشیہ مشکوٰۃ برحدیث لوکان بعدی)

یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر میرے بجائے تو نبی ہوتا گو ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور سیکون بعدی خلفاء کے بھی مخالف ہے۔جب آپؐ کے بعد زمانہ قریبیہ میں غیر نبی خلفاء کی پیشگوئی ہے تو پھر عمر کے متعلق فرمانا کہ میرے بعد نبی ہوتے صحیح نہیں ہوسکتا۔چونکہ حضرت عمر کی استعداد فطرت وحی اور الہام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی اس لئے امکانی طور پر آپکی فضیلت کا اظہار فرمایا کہ اگر میں نبی نہ ہوتا تو میری بجائے اے عمر تو نبی ہوتا۔

(۴) چوتھی حدیث:

سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثلاثون کذّابون کُلُّھم یزعم انہٗ نبی وانا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدی دوسری حدیث سَیَکُوْنُ کے صیغہ مستقبل قریب کو استعمال کر کے خلفاء سے ایسے خلفاء کا اظہار فرمایا جو مستقبل کے زمانہ میں ہونے والے تھے۔اسی طرح **دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ** کے لئے بھی وہی سیکون کا صیغہ لاکر بتادیا کہ وہ دجال ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ مستقبل قریب میں کریں گے اور وہ تیس ہوں گے۔چنانچہ تیس مدعی بھی واقعی پیشگوئی کے مطابق پورے ہو گئے چنانچہ

شرح مسلم مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ پر اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے دجالوں کی جو پیشگوئیاں تھی وہ پوری ہو چکی ہیں اسی طرح حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹ پر لکھا ہے:

تیس کے عدد سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے نہ ہوں ورنہ تیس کے لفظ کی جگہ ایسا لفظ استعمال کیا جاتا جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ میری امت میں جو بھی مدعی نبوت ہوگا وہ دجال اور کذاب ہی ہوگا۔لیکن تیس کا عدد بتاتا ہے کہ تیس تک تو دجال ہوں گے اور تیس کے سوا کوئی آئے تو وہ دجال نہ ہوگا بلکہ سچا نبی ہوگا

متلاشی حق: یہ سچ ہے کہ لا نبی بعدی میں بعدیت سَیَکُوْنُ کے صیغہ اور دیگر قرائن قویہ کی رو سے آنحضرتؐ کے زمانہ متصل قریب کے لئے ہے مگر ہمارے علماء اسی بات پر مصر ہیں کہ بعد کا لفظ عام ہے اور اس بعدیت کا پھیلاؤ قیامت تک ہے۔

احمدی: اگر آپ کے علماء لفظ بعد کی بعدیت عام بتاتے ہیں تو آپ ذرا لفظ قبل کی عمومیت پیش کر کے ان سے جواب لیں اور لفظ قبل بعد کی ضد ہے۔اس کی عمومیت کا پھیلاؤ کیوں نہ آدم تک جائے گا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی کریمؐ سے ماقبل زمانہ میں کوئی رسول نہیں آیا ما اتاهم من نذير من قبلک

لفظ قبل اور بعد کی عمومیت پر بحث

اے محمدؐ چھوڑ اس قوم کو جس کے پاس تجھ سے قبل کوئی رسول نہیں آیا۔اور سورۃ یٰسین میں فرمایا:

اس قوم کو ڈرا جن کے باپ دادوں کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا۔

اس آیت میں قبل کا لفظ بلحاظ لغت آدم تک جاتا ہے اور دنیا کی تمام قومیں جو آدم کی اولاد ہیں ان سب کی طرف آنحضرتؐ رسول ہو کر آئے ہیں۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا -وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا -اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا -

پس جب تمام قومیں آپؐ کے زیر انذار اور مخاطب ہیں اور قبل کا لفظ بھی عام ہے اور آدم تک جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ حضورؐ سے پہلے کوئی رسول آدم تک نہیں آیا۔ یہ مطلب ہے غیر احمدی علماء کی عمومیت کا۔ مگر قرآن شریف فرماتا ہے کہ ہر قوم میں رسول آئے:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ - وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ

بلکہ عرب کے مشرک بھی کہتے تھے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (ملاحظہ ہو فوز الکبیر صفحہ ۴)

مشرکین خود احنفا گفتند و دعویٰ تدین بملّت ابراہیم میکردند۔

یعنی مشرک بھی اپنا نبی حضرت ابراہیمؑ کو مانتے تھے۔ اب آپ اپنے علماء سے پوچھیں کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت آدم تک کے زمانہ قبل میں کوئی نبی نہیں آیا اگر آئے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ نے کہاں سے نکال لیا کہ نبی آتے رہے جبکہ لفظ قبل کی عمومیت عام ہے اور اس کا پھیلاؤ آدم تک ہے پس اب یا تو بعدی کی عمومیت بھی مانو یا پھر قبل کی عمومیت بھی مانو۔ اب اس قرآنی تضاد کا حل کر کے دکھاؤ۔

متلاشی حق : ہمارے چودھویں صدی کے علماء پرلے درجے کے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں صرف کج بحثی جانتے ہیں قرآن کا ان کو فہم کہاں وہ اس تضاد کا حل نہیں کرسکیں گے کیونکہ لا نبی بعدی ان کے ہاتھ سے جاتی رہے گی جسکو وہ قیامت تک چھوڑنے کے نہیں۔ پھر آپ ہی مجھے اس تضاد کا صحیح حل سمجھائیں۔

احمدی: اس تضاد کا حل کوئی عقدۂ لاینحل نہیں ہے لا نبی بعدی کا ظہور حضرت آدم سے لیکر اینڈم تک ہر نبی کے بعد بقدر اس کی قوت قدسیہ کے اور دورِ رسالت کے کم وبیش ہوتا رہا ہے قرآن اور حدیث پر اگر تھوڑا سا بھی غور کرلیا جائے تو حدیث لا نبی بعدی کا عقدہ حل ہوکر مذکورہ بالا آیات میں جو تضاد ہے دور ہوجاتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے:

يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (احقاف : ۳۱)

موسیٰ علیہ السلام کے بعد لا نبی بعدی

جنوں کی ایک جماعت آنحضرتؐ کے حضور آئی اور ایمان لے آئی اور واپس جا کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور کہا کہ ہم نے کتاب سُنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہر ایک اہل علم و عقل جانتا ہے کہ موسیٰ کہ بعد کئی نبی آئے اور زبور اور انجیل وغیرہ صحائف لائے مگر قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کتاب لائے یا بالفاظ دیگر عربی میں یوں کہہ سکتے ہیں:

لا نبی بعدی موسی الا محمد

اب ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو فوراً یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ چونکہ زبور اور انجیل وغیرہ صحائف کتاب موسیٰ کے تحت تھے اور یہود اور نصاریٰ دونوں اپنی شریعت تورات ہی بتاتے تھے قرآن شریف بھی یہی فرماتا ہے:

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۔ (احقاف)

پس ثابت ہوا کہ موسیٰ کی نبوت شرعیہ کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی آئے وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماتحت آئے پھر آنحضرتؐ کے آنے پر دور شریعت موسویہ منسوخ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی لا نبی بعدی کی بعدیت ختم ہوئی۔

حضرت عیسیٰ کی لا نبی بعدی کی مثال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں:

لیس بینی و بینہ نبی یا بالفاظ دیگر عربی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں:

لا نبی بعد عیسیٰ الا محمد یعنی عیسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس طرح لا نبی بعدی آنحضرتؐ کا کلام ہے، اسی طرح ''لیس بینی و بینہ نبی'' آپ کا کلام ہے۔ متقدمین نے تسلیم کیا ہے کہ آپکی اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ اور عیسیٰ کے

درمیانی زمانہ میں کوئی قابلِ ذکر عظیم الشان نبی نہیں ہوا۔ یہ جائز ہے کہ اس فترۃ کے زمانہ میں ایسے چھوٹے چھوٹے خدا کے نبی ہوئے ہوں جو حضرت عیسیٰ کے پیروکار ہوں۔ چنانچہ بعض روایات میں یہ موجود ہے کہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیانی زمانہ میں بعض نبی ہوئے ہیں اور متقدمین نے یہ مانا ہے کہ:

لا تمنع ان یبنی فی الفترۃ من یدعو الی الشرعیۃ (حافظ ابن حجر عقلانی)

یعنی فترت کے زمانہ میں جو قریباً چھ سو برس کے ہے یہ منع نہیں کہ کوئی ایسا نبی ہوا ہو جو پہلے دین کیطرف دعوت دینے والا ہو جو عیسیٰ کا متبع نہ ہو پس حضرت عیسیٰ کا دورِ رسالت چھ سو برس تک آنحضرت تک رہا اور آپؐ کے آنے سے دورِ عیسوی ختم ہوا۔

حضرت موسیٰ وعیسیٰ کی لا نبی بعدی اور آنحضرت کی لا نبی بعدی میں فرق

حضرت موسیٰ کی لا نبی بعدی کی بعدیت کا عرصہ یا دورِ رسالت موسویہ دو ہزار سال تک رہا اور اس عرصہ میں جتنے نبی آئے شریعت موسویہ کے ماتحت آئے اور حضرت عیسیٰؑ کی لا نبی بعدی کی بعدیت کا عرصہ یا زمانہ نبوت چھ سو برس تک رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کا زمانہ ختم ہوا۔ چونکہ شریعت موسویہ کاملِ شریعت محمدیہ کے آنے سے منسوخ ہو گئی اب شریعت محمدیہ کامل ہو گئی ہے اس لئے اس کا دَور قیامت تک ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لا نبی بعدی کے بعدیت کا عرصہ یا حضورؐ کا دورِ رسالت شرعیہ قیامت تک ہے۔ پس جسطرح موسوی دور میں موسوی شریعت کے ماتحت نبی آتے رہے اور آپ کی لا نبی بعدی کے اندر رہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لا نبی بعدی کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ لہذا اب جتنے نبی آئیں گے وہ شریعت محمدیہ کے ماتحت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کے تمام محققین امت محمدیہ لا نبی بعدی کا ترجمہ **لا مشرعاً بعدی** کرتے چلے آئے ہیں۔ چناچہ ملفوظات شریفی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا مشرعاً بعدی**۔ پس جس طرح حضورؐ بلحاظ کامل شریعت کے کامل نبی ہیں اور

قیامت تک آپؐ کا رتبہ کا کوئی نبی نہ ہوگا اس طرح آپؐ کے ماقبل بھی حضرت آدمؑ تک کوئی آپؐ کے رتبہ اور شان کا نبی نہیں گزرا یا بالفاظ قرآن کہہ سکتے ہیں:

مَآ اٰتٰـهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ

یعنی نہ کوئی آپؐ سے قبل آپکے رتبے اور شان کا نبی ہوا ہے اور نہ کوئی آپکے رتبے اور شان کا قیامت تک ہوگا۔ جو ہوگا وہ لا نبی بعدی کے اندر ہوگا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی لا نبی بعدی کے اندر نبی ہوئے۔ پس تضاد حل ہے۔

متلاشی حق: کیا ملفوظات شریفی کے مصنف کے علاوہ بھی کسی مفسر محدث یا کسی بزرگ نے لانبی بعدی کے معنی لا مشرعا بعدی سے اتفاق کیا ہے اور جو کہا جاتا ہے کہ لا نبی بعدی میں 'لا' نفی جنس کا ہے کیا احادیث میں اسکی تردید میں مثالیں مل سکتی ہیں۔

احمدی: کیوں نہیں بہتیری مثالیں احادیث میں موجود ہیں.

حدیث میں 'لا' نفی جنس کیلئے نہیں بلکہ نفی موصوف کیلئے ہے

(۱) اِذَا هَلَکَ قَیۡصَر فَلَا قَیۡصَرَ بَعۡدَهٗ وَاِذَا هَلَکَ کِسۡرٰی ثُمَّ لَا یَکُوۡنُ کِسۡرٰی بَعۡدَهٗ

(بخاری کتاب الجہاد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ ہرمز کسری ایران کو اس کے بیٹے شیرو یہ نے مارا اور اس کے بعد کسریٰ ہوا اور ہرقل قیصر روم کے بعد اس کا بیٹا ہرقلوس قیصر روم ہوا اس لئے مفسرین نے صاف کہہ دیا کہ:

ان قلت فقد کان بعدھما قلت ما قام لھم الناموس علی وجھه الذی قبلهٗ

(حاشیہ حدیث زیر بحث)

یعنی اگر تو کہے کسریٰ اور قیصر کے بعد اور کسریٰ اور قیصر بھی ہوئے تو میں کہتا ہوں کہ ان کی وہ

شان وشوکت نہ تھی جیسے کہ پہلے تھی۔

(۲) لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

یعنی نہیں ہے کوئی جوان سوائے حضرت علی کے اور نہیں ہے کوئی تلوار سوائے آپ کی تلوار کے۔ یہاں لا نفی جنس نہیں بلکہ کمال موصوف کی نفی ہے جس طرح لا کسریٰ کے بعد اس شان کا کسریٰ نہیں ہوا اور لا قیصر کے بعد اس شان کا قیصر نہیں ہوا اور علیؓ کی تلوار کے بعد اس شان وخوبی کی تلوار دنیا میں نہیں ہوئی اِسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے بعد آپ کی شان اور رتبہ کا کوئی رسول نہ ہوگا جو ہوگا وہ لا نبی بعدی کے مفہوم کے اندر اور آپؐ کا تابع ہوگا۔

لا نبی بعدی کے معنی لا مشرعاً بعدی کے متعلق بزرگانِ سلف کی شہادتیں اور فیوض نبوتِ جاریہ

(۱) اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے:

''ہاں لا نبی بعدی آیا ہے اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لائے گا۔''

(۲) تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے:

لا نبی بعدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی **لا نبی ینسخ شرعہ** کہ شریعت اسلامیہ کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی شریعت کو منسوخ کرے۔

(۳) الانسان الکامل ص ۱۶۹ پر لکھا ہے:

اِنَّ النُّبُوَّۃَ التَّشْرِیْعَ اِنْقَطَعَتْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نئی شریعت لانے والی نبوت بند ہوگئی ہے۔

(۴) حضرت امام شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۳ صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں:

''کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو **لا نبی بعدی** فرمایا اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ

آپ کے بعد نئی شریعت لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا۔"

(۵) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد ۴ صفحہ ۴۱۷ پر لکھتے ہیں:

علمنا انہ ارادبانقطاع الرسالۃ والنبوۃ بقولہ لا رسول بعدی و لا نبی بعدی لا مشرع و شریعۃ۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کا اعلان کیا ہے وہ نئی شریعت اور صاحب شریعت نبیوں والی شریعت ہے۔

(۶) موضوعات کبیر ص ۶۹ پر لکھا ہے:

خاتم النبیین اذِ المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ و لم یکن من اُمَتِہٖ

کتاب انسان الکامل فی معرفۃ الاواخروالاوئل باب ۳۶ صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے:

و کان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال و لم یجیء احد بذالک

آپؐ خاتم النبیین ہوئے اس لئے کہ آپؐ کمال لیکر آئے ہیں اور آپؐ کے سوا ایسا کمال کوئی نہیں لایا۔

(۹) حضرت مرزا جان جاناں شہید دہلویؒ مقاماتِ مظہری صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں:

بجز نبوت مستقلہ کے کوئی کمال ختم نہیں ہوتا اور ممکن نہیں کہ خدا ظلی طور پر کمالات نبوت کو بند کر دے۔ کیونکہ اس مبدء فیض میں بخل اور دریغ نہیں۔

(۱۰) مولانا محمد قاسم تحذیر الناس ص ۲۸ پر بھی یہی لکھتے ہیں:

متلاشی حق : نبوتِ تشریعی غیر تشریعی، بالواسطہ بلا واسطہ، ظلی بروزی کا کیا مطلب ہے۔ کیا نبوت کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے۔

احمدی (۱) پہلی قسم کی نبوت ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ سلام کی شریعت والی نبوت۔ مگر وہ نبوت آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (مائدہ) اور آیت اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ

لَحٰفِظُوْنَ (حجر) کے مفہوم کے اقتضاء سے بند ہوگئی۔ کیونکہ پہلی آیت میں دینِ اسلام کے کمال کا اظہار ہے اور دوسری میں اس دین کی حفاظت کا جس سے ظاہر ہے کہ جب دین شریعت کامل ہونے کے بعد محفوظ بھی کر دیا گیا تو یہ امر اُس کے دائمی دین اور دائمی شریعت ہونے پر دال ہے کیونکہ نئے دین کی ضرورت اس امر کو چاہتی ہے کہ پہلا دین کسی صورت میں نامکمل ہو یا غیر محفوظ ہو۔ جب دونوں صورتوں کی کمی نہ رہی تو نئے دین کی ضرورت بھی نہ رہی۔ پس پہلی قسم کی نبوت تو بند ہے۔

(۲) دوسری قسم کی نبوت بلاواسطہ ہے یعنی براہ راست ملنے والی نبوتِ غیر تشریعی جو کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد براہ راست بغیر کسی نبی کی اطاعت کے انبیاء بنی اسرائیل کو ملتی رہی۔ وہ نبوت کسی بڑے نبی کی اطاعت کے نتیجے میں نہیں ملتی تھی بلکہ اُن انبیاء کی اطاعت کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ صرف صدیقیت، شہیدیت کا درجہ متبعین کو ملتا تھا جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ (الحدید:۲۰)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے رہے وہ صدیق اور شہید تھے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء بنی اسرائیل کی اطاعت کے نتیجے میں صرف صدیق اور شہید کا درجہ ملتا تھا۔ اور نبوت سب انبیاء کو براہ راست ملتی تھی۔ اِرسالِ رُسُل کے اس سلسلہ کو خدائے تعالیٰ نے آیت من یطع اللہ و الرسول کا اعلان کر کے منسوخ کر دیا۔

(۳) اور تیسری قسم کی نبوت کا اجراء فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ (النساء:۷۰)

خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں اعلان فرما دیا کہ پہلے تین درجے صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت کے جو پہلے انبیاء کی اطاعت میں ملا کرتے تھے اور چوتھا درجہ نبوت کا جو براہ راست ملا کرتا تھا اب آئندہ یہ چاروں درجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مشروط اور وابستہ کر

دیئے گئے ہیں۔اب آپؐ کے بعد کوئی شخص انعامِ نبوت براہ راست بلاواسطہ نہیں حاصل کرسکتا۔ جب تک ان کی گردن پر آپؐ کی اطاعت کا جُوا نہ ہو۔اسی واسطے اور ذریعہ کے اظہار کیلئے بالواسطہ،ظلی ،بروزی وغیرہ لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔یعنی ظلی نبی ، بروزی، نبی، بالواسطہ نبی سے یہ مراد ہے کہ یہ نبوت حضورؐ کے واسطہ اور اطاعت میں ملی ہے۔

متلاشی حق: کیا وجہ ہے کہ ہمارے علماء نبوت بالواسطہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس جگہ لفظ مَعَ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنیوالے نبیوں کیساتھ ہوں گے نہ کہ نبی ہو جائیں گے۔

احمدی: چونکہ مع کا لفظ جیسا النبیین کیلئے ہے ویسے ہی صدیق اور صالحین کیلئے بھی ہے۔اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنیوالے نبوت کا درجہ حاصل کئے بغیر صرف برائے نام نبیوں کے ساتھ ہوں گے تو ٹھیک اسی طرح وہ صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کے بھی برائے نام ساتھ ہوں گے ۔درحقیقت نہ وہ صدیق ہوں گے نہ شہید نہ صالح کیونکہ مع کا لفظ چاروں کیلئے یکساں ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اگر نبی نہیں بن سکتے تو صدیق شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتے اور یہ بالبداہت غلط ہے۔قرآن شریف مع کا استعمال بتاتا ہے:

تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار

اے اللہ ہم کو ابرار یعنی پاکوں کے ساتھ وفات دے یعنی ابرار کا درجہ عطا فرما۔

(۲) قرآن کریم میں مَعَ بمعنی مِن بھی تفسیر فرمائی ہے جیسے:

الاتکون مع الساجدین (الحجر) پھر سورۃ اعراف میں فرمایا: **لم یکن من الساجدین**

امام راغب نے بھی یہی معنی کئے ہیں **من النبیین من یطع اللہ** سے متعلق ہے یعنی جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نبیوں صدیقوں میں سے ہے۔ علامہ ابوحیانؒ اس پر لکھتے ہیں من النبیین ،من کی تفسیر میں واقعہ ہوا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنیوالے رسول آنے ہیں۔ (البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۷۸)

موجودہ غیر احمدی علماء بھی نبوت بالواسطہ کے قائل ہیں

(۱) مولوی ثناء اللہ اپنی تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۲۲۷ پر آیت موصوفہ کے یہی معنی لکھتے ہیں:

''جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کئے ہیں یعنی اللہ کے نبی اور صدیق اور شہید اور نیکوکار اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں اور ان کی صحبت میں رہنے والا بھی وہی انعام پائے گا جو اُن کو ملیگا''

(۲) مولوی عبدالماجد صاحب بی اے رسالہ درویش یکم ستمبر ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں:

''یہ سیدھی راہ صراط مستقیم محض اٹکل سے کام لینے اور مادی حواس کے ساتھ محدود اور مقید عقل کی زور آزمائی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ انعام پائے ہوئے اشخاص فضل ورحمت حاصل کئے ہوئے لوگ کون ہیں اس کے حل کیلئے بھی قرآن کریم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں اس کی تصریح بھی قرآن مجید میں موجود ہے: **الذین انعم اللہ علیھم**

یہ انعام پائے ہوئے لوگ پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں میں سے ہیں۔

(۳) مذکورہ بالا آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ منعم علیہ یہ چار گروہ ہیں: نبی، صدیق، شہید، اور صالحین۔ نمازوں میں پانچ وقت انہی منعم علیہ لوگوں کی راہ پر چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

یعنی ہمیں بھی منعم علیہ لوگوں کی راہ پر چلا کر وہی انعام عطا کر جو ان کو ملے۔ بنی اسرائیل کو خدا نے دو کامل انعام دیئے۔ نبوت اور حکومت:

جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (مائدہ)

اب اگر یہ تسلیم کیا جائے امت مرحومہ فیضانِ نبوت سے محروم ہے تو صاف لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے خود ہی دعا سکھا کر اس کو رد کر دیا۔ اس صورت میں انعام پانے میں ان کو بنی

اسرائیل سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔

متلاشی حق: مسلمانوں میں نبوت بند ہونے کا عقیدہ کیونکر پیدا ہوا۔ کیا قرآن کریم میں فیضانِ نبوت کے جاری رہنے کے دلائل نہیں؟

احمدی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مذاہب جونبیوں کے قائل اور ان کی ضرورت کے اقراری ہوتے ہیں ایک عرصہ کے بعد برہمودہریہ خیالات سے متاثر ہوجاتے رہے ہیں۔ آئندہ نبیوں کے انکار کی وجہ خدائے تعالیٰ یہ بتاتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط (البقرہ: آیت ۹۲)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کلام پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا گویا یہ لوگ اپنے تسلیم کردہ نبیوں سے جھوٹی محبت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ واقعی اپنے تسلیم کردہ نبیوں سے سچی محبت رکھتے۔ تو ضروری تھا کہ ان کے نقش قدم پر چلتے پھر تو واقعی کسی نئے نبی کی ضرورت نہ ہوتی۔ صحابہؓ میں سچی محبت کا نمونہ ملتا ہے۔ پیارے کی ہرادا پیاری ہوتی ہے وہ نبی کے ہر حکم کو سرآنکھوں پر لیتے تھے۔ سرِمُو اس سے انحراف کرنا اپنے لئے ہلاکت سمجھتے تھے۔ سب دنیا والوں کا وطیرہ ہے کہ جب بھی کوئی برگزیدۂ خدا دنیا کی ہدایت کیلئے آیا اس کی آمد کو بے ضرورت قرار دے کر تمسخر استہزاء اور تکذیب کے درپے ہوگئے۔ جہاں تک تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ انبیاء کیساتھ دنیا والوں کا یہی سلوک نظر آتا ہے۔ کیا وہ ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ وہ تمام مذاہب والے آجتک اسی مقامِ صلاحیت پر قائم ہیں جہاں نبی ان کو کھڑا کر گیا تھا۔ ہرگز نہیں کہہ سکتے ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ اصلاح مبدل بہ فساد ہو چکی ہے۔ تو پھر نا معلوم وہ آئندہ ضرورتِ نبوت کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ جب تک اس بات کی گارنٹی نہ لے لی جائے کہ آئندہ فساد پیدا نہ ہوگا ظلمت اور تاریکی کا دوردورہ نہ ہوگا۔ نبیوں کی قائم کردہ روحانیت یکساں طور پر قائم رہے گی تب تک نبوت کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

نبوت بند ہونے کا اعتقاد گمراہی ہے

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَازِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ

(المؤمن: 53)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے متعلق بھی لوگوں نے یہ اعتقاد بنالیا تھا کہ اب ان کے بعد خدا کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ لیکن خدا نے ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو مسرف اور مرتاب اور گمراہ قرار دیا ہے۔ ایسا کہنے والے لوگ متکبر اور سرکش ہوتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے جوئے سے آزاد رہنا چاہتے ہیں اور ہوائے نفس کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔

اجرائے نبوت کیلئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں اور دلائل

(۱) پہلی دلیل :

دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے۔

(۲) دوسری دلیل:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ

(آل عمران ۱۸۰)

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس وضاحت کیساتھ رسولوں کی آمد کی بشارت دی ہے بلکہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری اور واجب قرار ادیا ہے۔ علامہ ابوحیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کما ذکر انه تعالى يختار من رسله من يشاء فيطلعه على المغيبات امر لتصديق بالمجتبى (البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رسولوں کو منتخب کروں گا تو اٰمنو بالله و رسله میں ان کی

تصدیق اور ماننے کا حکم بھی فرمایا''۔

(۳) تیسری دلیل

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل : 16)

ہم عذاب بھیجنے سے پیشتر رسول بھیجتے ہیں تا کہ لوگ یہ نہ کہیں :

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (القصص:۴۸)

اے خدا اگر تو عذاب سے پیشتر کوئی نبی بھیجتا تو ہم اس کی بات مانتے اور تیری آیت کی پیروی کرتے۔

اس سنت اور قانون کو بیان فرمانے والا خدا اس کے بعد فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا

(بنی اسرائیل : 59)

کہ کوئی بستی ایسی نہیں جس کو ہم قیامت کے دن سے پیشتر ہلاک نہ کریں یا سخت عذاب اس پر نازل نہ کریں۔ گو یا عالمگیر عذاب کی پیشگوئی فرمائی ان دونوں آیتوں کے ملانے سے نتیجہ صاف عیاں ہے کہ قیامت سے پیشتر رسولوں کا آنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

(۴) چوتھی دلیل

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج : ۷۶)

اللہ تعالیٰ رسول منتخب کرتا رہے گا۔ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے۔ تعجب ہے کہ منکرین فرشتوں کے رسول بننے کو تو ہمیشہ کیلئے مانتے ہیں مگر آیت کے دوسرے حصے کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مضارع کا صیغہ رکھ کر واضح کر دیا ہے کہ رسالت کا سلسلہ پیچھے نہیں رہ گیا بلکہ آگے بھی جاری ہے۔

(۵) پانچویں دلیل

نسل ابراہیمی کیلئے وعدہ کیا گیا تھا کہ ان میں ابدالاباد تک ابراہیمی رنگ کی امامت اور نبوت جاری رہے گی۔ ہاں لا ینال عھد الظالمین کا بھی ارشاد ہوا کہ ظالم ہوں گے وہ میرے عہد میں شامل نہیں۔ اُن کے سواسب علیٰ قدرِ مراتب حصہ لیں گے۔ اس آیت میں جو امامت کا وعدہ ہے وہی ہے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحق ؑ اور حضرت اسماعیل ؑ اور ان کی اولاد میں سے انبیاء بہرہ ور ہوئے۔ یعنی وہ نبوت ہے۔ اب دیکھ لو قرآن کریم اور مسلمان کے خیال میں کسقدر اختلاف ہے۔ خدا تو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم گروہ کو ظالمین کے نام سے یاد کرتا ہے اور مسلمان اپنے تئیں خیر الامت سمجھتے ہوئے اس نعمت سے بے نصیب ہونے کے مدعی ہیں۔ کیا ان کے پاس وعدہ کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل ہے؟

(۶) چھٹی دلیل

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ (الاعراف:۲۶)

اے انسانو! تم میں آئندہ رسول آتے رہیں گے۔ جو کہ تم پر میری آیات پڑھیں گے۔ ان کا انکار مت کرنا۔ قرآن کریم نے نوعِ انسان کی بہتری کیلئے آئندہ نبیوں کی آمد کو بطور خوشخبری کے بیان فرمایا۔ اسی لئے مضارع با نون ثقیلہ کا صیغہ رکھا۔ یہاں قرآن سے ناواقف بنی آدم کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس سے مراد نزولِ قرآن سے پہلے کے لوگ ہیں۔ گویا اُن کے خیال میں نزولِ قرآن سے بعد کے لوگ بنی آدم سے خارج ہیں اگر یہ لوگ بنی آدم سے خارج ہوں تب تو بیشک ان کا یہ استدلال ٹھیک ہے ورنہ ان کو فیضان نبوت محمدیہ کا قائل ہونا چاہئیے ۔ قرآن کریم کے محاورے میں عمومیت ہے جیسے کہ اس آیت سے پہلے کے تین مقامات میں ہے۔ مثلاً:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (الاعراف)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ (الشعراء:۶۰)

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:۳۲)

چونکہ ان تینوں مقامات پر بالاتفاق جمیع بنی آدم مراد ہیں۔ لہذا چوتھی جگہ بھی بنی آدم مراد ہوں گے۔ پس یہ آیت بصراحت فیضان نبوت محمدیہ پر دلیل ہے۔

(۷) ساتویں دلیل

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون:۵۳)

چونکہ اب آنیوالے رسول شریعت اسلامیہ کے ماتحت ہونے تھے۔ جس طرح قرآن نے یاایھا الذین اٰمنو کے خطاب سے مومنوں کو مامور کیا ویسا ہی انبیاء کیلئے بھی اس میں حکم نازل فرمایا۔ کلوامر کا صیغہ ہے۔ چونکہ حکم کے بعد ہی اس کی تعمیل ہوا کرتی ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ قرآن کے اس حکم کے بعد ہی رسول آئیں گے۔ جو اس حکم کی تعمیل کریں گے۔

فیضان نبوت بروئے حدیث

(۱) مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۶ (رواہ مسلم وترمذی) کی حدیث میں چار مرتبہ مسیح موعود کو نبی اللہ کہا ہے۔

فیرغب نبی اللہ عیسٰی۔

(۲) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسم متبنّٰی کو عملاً باطل کرنے کیلئے حضرت زینبؓ سے ۵ھ میں نکاح کیا تب آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔ (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۵۶۳)

پھر اس کے تین سال بعد آپؐ کے ہاں ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور وہ ۸ھ میں فوت ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲)

ان کی وفات پر اور باتوں کے علاوہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا (ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی بن جاتے۔ کیونکہ خدا نے ان میں ایسی استعداد رکھی تھی۔ آپؐ کا یہ ارشاد صاف بتا رہا ہے کہ آپؐ کے نزدیک لفظ خاتم النبیین مانع نبوت نہ تھا۔ ورنہ آپ یہ

فرماتے کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔لیکن آپؐ کا ایسا نہ فرمانا بلکہ اس کی موت کو ہی نبوت میں روک بتانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ خاتم النبیین کے وہ معنی نہ سمجھتے تھے جو اَب مولوی سمجھ رہے ہیں۔اس حدیث کی صحت کے متعلق ملاّعلی قاریؒ نے لکھا ہے:

لہ طرق ثلاثۃ یقوی بعضھا ببعض (موضوعات کبیر صفحہ ۶۹)

یہ حدیث تین طریقوں سے مروی ہے۔اس لئے نہایت قوی بن گئی ہے۔یہ حدیث صحاح ستہ کی ہے۔اس کے راوی بڑے ثقہ اور معتبر ہیں۔محققین نے اس کے راویوں کے متعلق خوب تحقیق کی ہے۔اس حدیث کا پہلا راوی عبدالقدوس بن محمد ہے۔اس کے متعلق تہذیب التہذیب مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ میں جو اسماء الرجال کی بہترین کتاب ہے،لکھا ہے:

فقال صدوق و قال النسائی ثقۃ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

یہ شخص بڑا راست باز ہے۔نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔دوسرا راوی داؤد بن شعیب،تیسرا ابراہیم بن عثمان،چوتھا الحکم بن عتیبۃ،پانچواں مقسم،چھٹا حضرت ابن عباسؓ۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ان کے متعلق اتنا ہی نقل کرنا کافی ہے کہ:

شاھد جبرائیل مرتین۔ (الاکمال فی اسماء الرجال)

کہ آپؓ نے جبرائیل کو دو دفعہ دیکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج میں **"لو بقی ابراھیم لکان نبیا"** لکھ کر اس حدیث کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

(۳) ملاعلی قاریؒ تو اس حدیث کو اس قدر صحیح سمجھتے ہیں کہ اس کو خاتم النبیین کی مفسر قرار دیتے ہوئے موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ علاوہ ازیں اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا۔اسی طرح حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو آنحضرت کے متبعین میں سے ہوتے.....یہ حدیث خاتم النبیین کے

مخالف نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔"

متلاشی حق: بعض مولوی کہتے ہیں کہ صاحبزادہ ابراہیم کو خدا نے اس لئے وفات دی کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا؟

احمدی: ان سے پوچھو کہ صاحبزادے خود بخود پیدا ہو گئے تھے کہ خدا نے اس لئے ان کو وفات دیدی کہ مبادا نبی نہ بن جائے۔ لیکن اگر کبھی خدا پر غفلت کا وقت نہیں آتا تو پھر کون بے وقوف ہے جو کہے کہ خدا نے پہلے اس کو پیدا کیا پھر اس لئے مار دیا کہ وہ نبی نہ بن جائے۔ یہ حدیث آیت خاتم النبیین کی زبردست مفسر ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کا مکمل فیصلہ کر دیتی ہے۔ آخر مجبور ہو کر یہ منکرین نبوت ایسے اوچھے عذر پیش کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک لڑکا ایف اے کے امتحان میں پاس ہو کر مر جائے تو اس کے مرنے پر کوئی کہے کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو بی اے پاس کر لیتا۔ پس جس طرح بی اے پاس کرنے میں اس کی موت حائل ہوئی ورنہ بی اے کی ڈگری مل سکتی تھی اسی طرح صاحبزادہ صاحب کی موت حائل ہوئی ورنہ نبوت مل سکتی تھی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم کے معنی نہ سمجھ سکتے تھے۔ کیا عائشہ صدیقہؓ کے علم و فضل سے تم واقف نہیں جن کے ذریعہ سے آدھا دین ہمیں پہنچا وہ فرماتی ہیں کہ:

قولوا خاتم النبیین ولا تقولو لا نبی بعدی (مجمع البحار صفحہ 58)

یعنی یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ مت کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

متلاشی حق: کیا وجہ ہے کہ تمام مسلمان نبوت کو بکلی مسدود سمجھتے آئے ہیں؟

احمدی: یہ آپ کا فرمانا بالکل غلط ہے۔ سلف صالحین میں سے کوئی ایک بھی بزرگ ایسا بتایا جائے جس نے نبوت کو بکلی مسدود قرار دیا ہو۔ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ سب نے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنے کرتے ہوئے غیر تشریعی نبوت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس کی بیسوں شہادتیں آپ پڑھ چکے ہیں۔

موجودہ تمام غیر احمدی نبوت غیر تشریعی جاری سمجھتے ہیں

اب موجودہ مسلمانوں میں سے کوئی ایک فرقہ بھی ایسا نہیں جو نبوت کو بکلی مسدود سمجھتا ہو۔ یہ سب کا مسلمہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آنیوالا مسیح (مطابق حدیث مسلم) نبی اللہ ہے اور جو اس کے خلاف اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ چنانچہ حجج الکرامہ ص ۴۳ پر لکھا ہے:

" جو کہے کہ وہ (مسیح موعود) نبی نہ ہوں گے وہ بقول ملا علی قاریؒ اور امام سیوطیؒ کافر ہے؟"

(۲) مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی اخبار مشرق ۱۹ جولائی ۱۹۲۰ میں لکھتے ہیں:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی الانبیاء اور نبی الامت ہیں اس واسطے آپکے مظاہر انبیاء ہیں.....مگر حکمت خداوندی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انبیاء کے گروہ سے ایک ہی نبی حضرت عیسیٰؑ کو مظہر اتم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ہے۔"

(۳) اہلحدیث ۷ فروری ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

"ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام مبعوث فرما کر لوگوں کی ہدایت کیلئے ارسال کرتا رہا ہے۔ اب اس ہادی کامل کے بعد کوئی نیا رسول نہ بنائے گا۔ ختم نبوت میں آئندہ ہونے والے نبیوں کی نفی ہے پُرانے انبیاء کی نہیں۔"

مگر سوال یہ ہے کہ ہادی کامل کے بعد خدا نیا رسول کیوں نہ بنائے گا کیا اس لئے کہ اب اس سے کوئی نیا رسول بن نہیں سکتا یا اب دنیا کو نبی کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ صورتِ اوّل تو کوئی انسان قبول نہیں کرسکتا۔ صورتِ ثانی کے نادرست ہونے کا اقرار خود اہلحدیث نے بایں الفاظ کرلیا کہ پرانے انبیاؤں کی نفی نہیں پرانے انبیاء کا استثناء بتاتا ہے کہ وہ نبوت کی ضرورت سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دنیا کی اصلاح اور مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے انبیاء آئیں۔ وہاں اس کے ساتھ وہ شرط لگاتے ہیں کہ کوئی نیا نبی نہ آئے بلکہ پرانے آئیں۔ ہم پوچھتے

ہیں کہ جو خدا پرانے نبی بھیج سکتا ہے وہ نئے کیوں نہیں بھیج سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ہونا اگر پرانے انبیاء کے آنے میں روک نہیں حالانکہ ان کی شریعت آپکی شریعت سے جدا تھی تو آپ کے امتی نبی کے آنے میں آپؐ کا کامل نبی ہونا کیونکر روک بن سکتا ہے۔خدارا غور کیجئے اور ضد اور تعصب سے علیحدہ ہو کر غور کیجئے کہ آپؐ کا کمال یہ ماننے سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آپؐ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی نیا نبی نہیں بنا سکتا۔ بلکہ آپؐ کا کمال اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب دنیا کو اصلاح کی جب بھی ضرورت پیش آئے تو آپؐ کا کوئی نہ کوئی غلام اُسے پورا کرتا رہے گا مگر آپؐ کی شان اس سے برتر ثابت نہ ہوگی کہ آپؐ کی امت کی اصلاح کیلئے خدا پرانے انبیاء کو بھیجے۔اس سے تو آپؐ کی سخت ہتک اور سبکی ہوگی کیونکہ موسیٰ کی شریعت سے کئی چراغ روشن ہو کر مقام نبوت کو پا گئے مگر نعوذ باللہ آپؐ ایسے نالائق استاد تھے جس کی تعلیم پر چل کر کوئی شاگرد بھی نبوت کی اعلیٰ ڈگری حاصل نہ کر سکا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص محتاج ہو وہی دوسرے کی مدد مانگتا ہے۔تمہارے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معلم ہیں کہ آپؐ کی تعلیم اور شاگردی میں کوئی لائق فرد نہیں ہوسکتا جو آپؐ کی امت کی اصلاح کا اہل ہو اور آپؐ کو ایک شریعتِ موسوی کے شاگرد کے منگوانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر اس عقیدہ سے خدا کی بھی ہتک ہے گویا اتفاق سے حضرت عیسیٰؑ ایک اعلیٰ درجہ کا نبی اُس سے بن گیا اور اس کی ساری قوت اس کو بنانے میں صرف ہوگئی۔اس لئے اس کو زندہ سنبھال کر رکھ لیتا ہے کہ بوقت ضرورت کام آئے۔جس طرح کوئی غریب شخص اپنا پھٹا پرانا کپڑا یا پسماندہ باسی روٹی کو سنبھال کر رکھ لیتا ہے کہ بوقت ضرورت کام آئے مگر امیر آدمی ایسا نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ جب چاہوں گا نیا کپڑا اور تازہ کھانا تیار کرا لوں گا۔ پس مسیح ناصریؑ کا سنبھال کر رکھ چھوڑنا خدائے تعالیٰ کے قادر ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل استاد ہونے کی سخت ہتک کرتا ہے۔ ہاں آپکی اسمیں عزت ہے کہ آپؐ کے ماتحت بڑے بڑے انسان ہوں کیونکہ بڑے کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کے ماتحت بڑے بڑے آدمی ہوں۔کیا جس کے

ماتحت پانچ پانچ روپے کے چپڑاسی ہوں کبھی وہ بھی بڑا کہلا سکتا ہے۔ایک وائسرائے کیوں بڑا ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے ماتحت بڑے بڑے گورنر ہوتے ہیں۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اسی میں ہے کہ آپؐ کے خادم آپؐ کی شاگردی میں نبوت کا درجہ اور رتبہ حاصل کریں اور کہیں

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشانست
بیابنگر ز غلمانِ محمدؐ[1]

غیر احمدیوں کا ختم نبوت کا عقیدہ بالکل بے معنی اور حد درجہ مضحکہ خیز ہے

آپ کو اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ غیر احمدیوں کے تمام فرقے حضرت عیسیٰؑ کا بحیثیت نبی امت محمدیہؐ کی اصلاح کیلئے آنا مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے غیر نبی ہو کر آنے کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔پس اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو ہمارے اور ان کے درمیان مسئلہ مابہ النزاع یہ نہیں کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے یا نہیں بلکہ اسمیں احمدی اور غیر احمدی متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آئے گا۔صرف اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا وہ نبی امت محمدیہ میں سے آپکی پیروی کر کے نبی بنے گا یا کوئی مستقل نبی باہر سے امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے منگوایا جائے گا۔اس اختلاف کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں کہ ایک دعویٰ ان کا حضرت عیسیٰ کی جسمانی اور آسمانی زندگی کا تھا وہ تو انہی کی اختلاف بیانی اور انہی کے گواہوں کے بیان پر خارج کر چکے ہیں۔اب دوسرا دعویٰ ان کا ختم نبوت کا ہے جو انشاء اللہ آج کی پیشی میں انہی کے بیانات کی بناء پر بہت بری طرح خارج ہونے والا ہے جس کی قیامت تک کوئی اپیل ہی نہ ہو

[1] ترجمہ: میں کسی اور استاد کا نام نہیں جانتا، میں تو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کا پڑھا ہوا ہوں۔اگرچہ کرامت اب مفقود ہو چکی ہے مگر تو آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے۔

سکے۔ اُن کے ہردو دعوے، حضرت عیسیٰؑ کا زندہ بجسدِ عنصری آسمان پر سکونت پذیر ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بحیثیت نبی اور رسول واپس لوٹ آنا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی ہونا کہ آپؐ کے آنے سے تمام نبی ختم اور انکی نبوتیں ختم ہوچکی ہیں اور ہردو دعویٰ کی تردید وتغلیط میں انہی کے گھر کے بیشمار گواہوں کی شہادتیں قلمبند ہوکر وفاتِ مسیحؑ اور ختم نبوت کے ابواب میں انکی مکمل مسلیں مرتب ہوچکی ہیں۔ آج کی صحبت میں ان کے اصل بیانِ دعویٰ پر جرح کر کے اس کا تمام تار و پود بکھیر کر رکھ دیا جائے گا اور مکمل اور نا قابلِ اپیل فیصلہ آپ کے سامنے آجائیگا۔ طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کے آنے سے اُن کی شرائع منسوخ قرار دیجا چکی ہیں۔ یعنی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت مسیح ناصریؑ تک سب نبی گزر چکے ہیں یا بالفاظ دیگر وہ بیچارے فوت ہوکر خود ختم ہو چکے ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اُن کا کام ختم کیا۔

ا-آدم، م-محمد

'ا' سے یہ سلسلہ انبیاء کرام کا چلا اور 'م' پر بند ہوگیا یعنی آدم سے شروع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر بند ہوگیا اور حضرت عیسیٰؑ اس سلسلہ کے اندر آ گئے تو 'م' کے بعد اسی حالت میں حضرت عیسیٰؑ آسکتے ہیں کہ 'م' کی حد توڑیں ورنہ بند ہونے کی صورت میں نہیں آ سکتے۔ غیر احمدیوں کے زعم میں مسیحؑ ناصری زندہ تھے مگر بقول ان کے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نہیں کیا بلکہ وہ پھر بھی آجائیں گے تو گویا وہ بیچارے نبی جو خود ہی مر کر ختم ہو چکے تھے ان کا ختم کرنا تو کوئی معنی نہیں رکھتا تھا اور جو زندہ باقی ہے وہ ویسا ہی زندہ بیٹھا ہوا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کس کو کیا اور کس طرح کیا؟ انبیاء کے اس سلسلہ میں جس پر آپ نے آکر خط تنسیخ کھینچا اس میں صرف ایک مسیحؑ ناصری ہی زندہ تھا اور آپؐ کے بالکل قریب ہی تھا نہ وہ آپؐ سے ختم ہوا نہ اس کی نبوت ختم ہوئی تو پھر آپؐ خاتم الانبیاء کن معنوں میں ہوئے۔ اس کی نوعیت کو سوچئے۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ،

حضرت ابراہیمؑ غرض سب نبی فوت ہو گئے تھے۔ اُن کی شریعتیں عملاً اور لفظاً ختم ہو چکی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ان کو کیسے ختم کیا؟ وہ تو پہلے ہی ختم ہو چکے تھے کیا آپؐ نے ان کی نبوتوں کو سلب کر دیا۔ تعجب ہے کہ حضرت عیسٰیؑ باوجود پہلے نبیوں میں ہونے کے ختم نہیں ہوئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں تو بھی تمہارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسٰیؑ آ جانیوالے ہیں۔ دونوں صورتوں میں خاتم النبیینؐ کے متعلق جو آپ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں درست ثابت نہیں۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہو کر نہ پہلے نبیوں کو بند کرتے ہیں نہ ہی بعد کے نبیوں کو اور ظاہر ہے کہ بخیال تمہارے حضرت عیسٰیؑ پہلوں میں بھی داخل ہیں اور پچھلوں میں بھی۔ حضرت آدمؑ کا سلسلہ نبوت حضرت نوحؑ کے آنے سے ختم ہو گیا اور نوحؑ کا سلسلہ ہودؑ کے آنے سے اور ہودؑ کا سلسلہ صالحؑ کے آنے سے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے مبعوث ہونے سے آپ سے پہلے نبی کا اور حضرت موسٰیؑ کے آنے سے حضرت ابراہیمؑ کا سلسلہ ختم ہو گیا اور حضرت عیسٰیؑ کے آنے سے پہلے سلسلہ کا خاتمہ ہوا۔ اب آپ بتائیں کہ آنحضرتؐ نے بجز حضرت عیسٰیؑ کے کس کو ختم کیا؟ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے تو نبی کا سلسلہ ختم ہو سکتا ہے جو آپؐ سے پہلے کا نبی ہے اور وہ حضرت عیسیؑ ہیں جن کا ختم ہونا آپ کے آنے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ہر ایک نبی جو صاحب سلسلہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر گزرا اُس نے تو اپنے سے پہلے نبی کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود خاتم ہونے کے اپنے سے پہلے نبی کو جو حضرت عیسٰی ہیں ختم نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا پہلے نبیوں کے خاتم ہونے کے بالمقابل صرف نام کا ہے۔ ورنہ آپؐ نے خاتم ہونے کا اثر بھی تو دکھایا ہوتا۔ اور اسکا اتنا اثر بھی تو ظہور میں نہیں آیا جتنا کہ آپؐ سے پہلے نبیوں کا۔ حالانکہ وہ آپؐ سے کم درجہ کے تھے اب آپ ہی بتائیں کہ بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں تو کس

صورت میں؟

یادرہے کہ نبوت نہ تو کبھی بند ہوئی اور نہ ہوگی اور نہ دنیا نبوت سے خالی رہ سکتی ہے۔ابتداء میں حضرت آدمؑ کی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔اس کا ختم ہونا تھا کہ حضرت نوحؑ کی نبوت شروع ہوگئی۔ پھر حضرت ابرہیم کی پھر موسیٰ کی پھر عیسیٰؑ کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپؐ کی تشریعی نبوت کے متعلق آپ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قیامت تک ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ان جملہ نبیوں کے اوصاف اور کمالات بتامہا حضورؐ کی ذات میں جمع کر دیئے گئے۔گویا آپؐ نے ان معنوں میں سب نبیوں کو ختم کر دیا اور نبوت کے کمال کو پورے طور پر حاصل کرنے کی وجہ سے نبوت کو بھی ختم کر دیا جیسا کہ سخاوت،حلم،عفو اور دیگر انسانی کمالات حضور پر ختم ہوگئے۔اس لئے آپؐ جیسے خاتم الانسان ہیں ویسے ہی تمام انبیاء کے کمالات حضورؐ میں جمع ہو کر آپ خاتم النبیین ہیں مگر نبوت کو بند قرار دینا خلافِ منشاءِ قرآن اور حضورؐ کی شانِ خاتم النبیین کے خلاف ہے۔

متلاشی حق: بعض علماء کہہ دیتے ہیں کہ مسیح ناصریؑ نبوت سے معزول ہو کر آئے گا؟

احمدی: یہ غلط ہے وہ اپنے اصلی عہدے سے ڈی گریڈ نہیں ہو سکتے۔یہ کسی نے آپ کو مغالطہ دیا ہے ورنہ ان کا عقیدہ یہ نہیں۔چنانچہ انکے عقائد کی کتب سے یہی ثابت ہوتا ہے۔قصیدہ آمالی جو عقائد کے متعلق منظوم رسالہ ہے اس میں لکھا ہے۔

و ان الانبیآء لفی امان

من العصیان عمد و العزال

یعنی انبیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ وہ عمداً گناہ اور نبوت سے معزول ہونے سے امن و امان میں ہے۔

متلاشی حق: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ جب دین کامل ہو

گیا اور اتمامِ نعمت ہوگئی تو پھر اتمامِ نعمت کے بعد اور نئے نبی کی ضرورت نہ رہی کیونکہ نعمت میں کسر نہ رہی لہذا نبی کی ضرورت نہ رہی۔

احمدی: (ا) جواب اوّل:

اکمال دین اور اتمام نعمت کے بعد پھر مسیحؑ ناصری کے کیوں منتظر ہیں؟ اگر کہا جائے کہ وہ نیا دین نہ لائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ کی تبلیغ کریں گے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ **آمنا و صدقنا** حضرت مرزا صاحبؑ بھی تابع شریعت محمدیہؐ ہیں۔

اتمام نعمت اور تکمیل دین کے معنے

(۲) جواب دوم:

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ (یوسف:۳)

تمام کریگا تمہارے او پر نعمت اپنی اور آل یعقوب پر جیسا کہ تمام کی تھی اُس نے پہلے تمہارے آباء..... ابراہیم اور اسحٰق پر۔

یعنی حضرت ابراہیمؑ پر نعمت تمام ہوئی، پھر اسحٰق پر، پھر یعقوب پر، پھر یوسف پر اور آج یعقوب پر۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کو مل گئی۔ غور کیجئے کہ اس طرح نعمت تمام ہونے کے باوجود یکے بعد دیگرے ملتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور یہ نعمت نبوّت تمام ہونے کے بعد آگے چلتی رہتی ہے۔ یہ جسمانی غذا کی طرح نہیں ہے کہ کھائی اور ختم ہوگئی۔ پس تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت نہ پہلے انبیاء کے آنے میں مانع ہوئی نہ اب ہوسکتی ہے۔

متلاشی حق: تمام نبی کتاب لائے اب کامل کتاب قرآن کے بعد نہ کسی کتاب کی ضرورت نہ نبی کی نبوت میں۔ صرف مبشرات باقی ہیں۔ **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔**

احمدی: لفظ کتاب قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ا۔کتاب شریعت کیلئے۔جیسے اُتینا موسی الکتاب ۔یہ شریعت کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء بنی اسرائیل کیلئے قابلِ عمل رہی۔

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ (المائدہ ۴۵)

بنی اسرائیل کے تمام نبی تورات کے ماتحت فیصلے کرتے تھے یعنی ان کی شریعت کی کتاب تورات تھی۔تورات کے بعد شریعت کی کتاب صرف قرآن آیا۔ كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ کے درمیانی ابنیاء بنی اسرائیل کی کتابوں کا ذکر نہ کرنا ان معنوں سے ہے کہ ان پر نازل ہونیوالی کلام شریعت والی نہ تھی ورنہ مبشرات والی کلام تو سب نبیوں پر نازل ہوئی۔

انبیاء کی کتابوں سے مراد

(۲) کتاب سے مراد عملِ کتاب بھی ہوتا ہے جیسے فرمایا:

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

یعنی ایک فریق نے کتاب اللہ کو پس پشت پھینک دیا۔

صاف ظاہر ہے کہ کتاب پس پشت نہیں پھینکی جاتی بلکہ اس سے ترکِ عمل مراد ہے۔

(۳) سوم کتاب سے مراد علمِ کتاب بھی ہے جیسے فرمایا:

اٰتَيْنَا هُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یعنی جن کو کتاب دی گئی ہے وہ قرآنِ مجید پر ایمان لائے ہیں۔پس بعض نبی شریعت کی کتاب لائے اور پھر ان کے بعد آنیوالے نبی اُسی شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور ان کو صرف علمِ کتاب اور عملِ کتاب ہی بطور کتاب کے دیا جاتا ہے۔جیسے تورات کے بعد آنے والے بنی اسرائیلی نبیوں کو یہی کتاب بطور علمِ کتاب عملِ کتاب کے دی گئی۔ان معنوں میں وہ صاحبِ کتاب کہلائے ورنہ ان کی الگ کتاب شریعت کی کوئی نہ تھی۔پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکمیل شریعت الکتاب تماما (انعام ع ۱۹) انبیاء کے آنے میں مانع نہیں ہوئی

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شریعت کیوں مانع ہوگی۔ نبوت فرد یعنی ایک چیز نہیں بلکہ نوع یعنی کئی قسمیں ہیں تشریعی غیر تشریعی وغیرہ۔ جیسے انسان کی کئی قومیں ہیں۔ سید، افغان، مغل۔ کتابیں کئی قسم کی ہیں مگر اپنی اپنی جگہ سب قومیں اور کتابیں مکمل ہیں۔ جیسے کہا جائے:

لم یبق من الانس الا افغان یالم یبق من الکتاب الا القرآن

اسی طرح نبوت کی اتمام جو مبشرات ہیں یہ بھی نبوت کی ایک قسم ہیں اور مکمل ہے سوائے شارع نبی کے باقی تمام نبی پہلی شریعت کے مبشر اور مبلغ ہونے کی صورت میں نبی ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ شریعت محمدیہ کے مبشر نبی آسکتے ہیں جیسے شریعت موسویہ کے آتے رہے۔

متلاشی حق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور بشیر اور نذیر اور اللہ تعالیٰ کا نور ہیں اور نور بھی مبارکہ۔ مبارک وہ ہوتا ہے جس کی برکت کبھی ختم نہ ہوگی۔ آپ ؐ کا سکہ قیامت تک جاری رہے گا۔

احمدی: بیشک آپ ؐ رحمت اور اللہ کا نور ہیں۔ اگر آپ نبوت کو جو رحمت اور برکت ہے بند کر دیں تو دنیا کے لئے آپ ؐ رحمۃ للعالمین کیونکر ہوئے اور آپ کے سکہ نبوت کا کیا ثبوت ہوگا اگر اس سکہ کا کوئی اثر نہ ہوتو۔ یہ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ روپوں کا سکہ تو جاری ہے مگر روپے بند ہوں اور حضورؐ کی نبوت کا سکہ جاری ہو مگر نبوت بند ہو آپ کا یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

متلاشی حق: آپ سراج منیر ہیں سورج کی روشنی میں کوئی اور روشنی ڈھونڈ نالا حاصل ہے۔

احمدی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کی مثال چراغوں کی ہے۔ چراغ خواہ بصورت لیمپ یا بجلی کے قمقمے وغیرہ کی صورت میں ہو بہرحال چراغ محدود جگہ کیلئے ہوتا ہے الگ الگ گھروں اور مختلف مقامات کے لئے جدا جدا چراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پہلے نبی ایک ایک خاندان ایک ایک بستی ایک ایک قوم کے لئے ہوتے رہے اور ایک ہی وقت میں کئی کئی ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت نظام شمسی کی طرح دائمی ہے۔ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی مثال خدا تعالیٰ نے سراج منیر سے دی ہے۔یعنی آپ ؐ کا دنیا پر ضیا پاشی اور نور افشانی کا نظام اس دنیا کے نظام شمسی کی طرح ہوگا یعنی جس طرح شمس سے کائنات کا نظام مستقل اور دائمی ہے ہر وقت یعنی ۲۴ گھنٹے روشنی دیتا ہے جب سورج گردشِ زمین کی وجہ سے نظر سے اوجھل ہوجاتا ہے تو اس وقت ظلّی طور پر چاند اور ستاروں پر روشنی ڈال کر دنیا کو منور رکھتا ہے یعنی دوسری دنیا میں چلے جانے کے بعد دنیا والوں کو بروزی اور ظلّی طور پر روشنی پہنچاتا ہے اسی طرح خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی دنیا کے لئے سراج منیر کا خطاب عطا فرمایا ہے۔خدا جس کو کوئی خطاب دیتا ہے تو صرف لفظی خطاب نہیں دیتا بلکہ وہ ایک حقیقت ہوتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراج منیر ہوکر رُوحانی دنیا میں طلوع فرمایا تو آپؐ نے اکیلے ہوکر تمام دنیا کو منور کیا اور ۲۳ سال براہِ راست منور رکھا جب وقت مقررہ پر آپ ہماری نظروں سے اوجھل ہوکر دوسری دنیا میں تشریف لے گئے تو اس وقت سے آپ ؐ ظلّی اور بروزی طور پر اہل دنیا کو فیضیاب کر رہے ہیں۔نظامِ شمسی کے ستاروں کے مقابل آپؐ نے اپنے اصحاب ؓ کو **اصحابی کالنجوم** فرمایا کے یہ میرے روحانی نظام میں ستارے ہیں جس طرح نظام شمسی میں ایک چاند چودھویں کو پوری روشنی لے کر دنیا کو منور کرتا ہے اسی طرح آپ کے بعد چودھویں صدی میں آپ کا بھی ایک چاند بدرِ کامل ہوکر چمکا اور دنیا کو منور کر دیا اور وہ حضرت مسیح موعود ہیں جب بدر کامل روشن ہو اور ستارے چھپ گئے ہوں عین اس وقت چاند کی ضرورت سے انکار کرنا کسی شپرہ چشم کا ہی کام ہوسکتا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ[1]

متلاشیٔ حق: نبی مطاع ہوتا ہے، مطیع نہیں ہوتا۔

احمدی: نبی مطاع ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے جن کی طرف بھیجا گیا ہے اور مطیع اپنے سے ماقبل

[1] ترجمہ: اگر چمگادڑ جیسی آنکھوں والے دِن کے وقت نہ دیکھ سکیں تو روشنی کے سرچشمہ سورج کا کیا قصور ہے؟ (سعدی)

رسول کا اور پھر خدا کا اور اب تو قرآن نے حصول نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مشروط کر دیا ہے۔

متلاشیٔ حق: بموجب آیتِ کریمہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اگر نبوت ملنی ہوتی تو کیوں صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام میں سے کسی کو نہ ملی۔ کیا وہ یہ دعا نہیں پڑھتے تھے۔ کیا سب کی دعائیں ضائع ہوگئیں اور تیرہ سو سال میں صرف ایک نبی آیا۔

احمدی: (۱) جواب اوّل:

نبوت موہبت اور بخشش ہے۔ اکتسابی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

(۲) جواب دوم:

نبی ضرورت حقّہ کے وقت مبعوث ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے وقت نبوت کی ضرورت ہی مفقود تھی۔ کیونکہ بموجب عقیدۂ فریقین وہ نورانی زمانہ تھا۔ لہذا یہ سوال ہی غلط ہے۔

چودھویں صدی میں کیوں ایک ہی نبی ہوا

(۳) جواب سوم:

اگر ہمارے مخالفین صحابہؓ کے زمانے کو مثل اس صدی کے تاریک ثابت کر دیں۔ یعنی صحابہ کرامؓ کیلئے نعوذ باللہ ایسے ہی افعال و اقوال حرکات سکنات جن میں اس صدی کے لوگ مبتلا ہیں ثابت کر دیں تب آپکا سوال قابلِ غور ہوگا ورنہ نہیں۔ بیماری ہی حکیم کی ضرورت پیدا کرتی ہے نہ کہ صحت۔ اگر آپ صحابہؓ کو پاک خیال کرتے ہیں تو یہ سوال ہی قابلِ شنید نہیں رہتا۔ وہ صحابہ کرامؓ کی بے ادبی کرتے ہیں۔

(۴) جواب چہارم:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ زمانہ نورانی تھا اور ظلمت کا دور دورہ ختم ہو چکا تھا لہذا پاک اور برگزیدہ لوگوں کے وقت نبی کی ضرورت نہ تھی یہ کہنا کہ وہ نبی کیوں نہ ہوئے دوسرے لفظوں میں اس کا

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت تاریکی چھائی ہوئی تھی کوئی نورانی وجود نہ تھا جو اس تاریکی اور ظلمت کو دور کرتا حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے۔

(۵) جواب پنجم:

پھر یہ سوال آپ آنحضرتؐ پر کرسکتے ہیں کہ کیوں انہوں نے صرف ایک ہی نبی کے آنے کی پیشگوئی کی۔

(۶) جواب ششم:

یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے اور قرآن کریم سے صراحتاً ثابت کیا جا چکا ہے کہ ہر نبی کے بعد زمانۂ فترت آتا ہے جس میں جہنم بھرا جاتا ہے اور معاً ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت پڑتی تھی مگر حضورؐ کی قوت قدسیہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ آپؐ کے بعد خلافت کا نورانی زمانہ شروع ہوا اور فترت کا زمانہ بہت عرصہ کے بعد شروع ہوا جس کو حضورؐ نے فیج اعوج کا قرار دیا اور خبر دی کہ اس وقت ایمان دلوں سے نکل کر ثریا پر جا رہے گا اور قرآن اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ پس ایسے زمانہ کے لئے ایک رجل فارسی (صحیح بخاری) نبی کی خبر دی کہ وہ دوبارہ ایمان ثریا سے اتار کر زمین پر لائے گا اور ماننے والوں کے قلوب کا تزکیہ اور تطہیر کریگا۔ پس آپ کے زمانہ مستقبل قریب میں نبی کا مطالبہ کرنا گویا آپؐ کی قوت قدسیہ کی ہتک کرنا ہے۔

(۷) جواب ہفتم:

آج کل ہماری سوراج پر نظر ہے اگر یہ کوشش کارگر ہوئی تو ایک ہی بادشاہ یا پریذیڈنٹ بنے گا نہ کہ تمام قوم۔ تاریخ عالم میں ہمیں ایسا ملتا ہے اور قرآن شریف کی رو سے بادشاہت اور نبوت مساوی تسلیم کئے گئے ہیں اس واسطے دعا الحمد میں اھدنی صیغہ واحد نہیں بلکہ اھدنا صیغہ جمع ہے یعنی ہم کو بنا جو سب کی دعاؤں کا اثر یا سب کی کوششوں کا اثر ایک بادشاہ یا نبی ہوتا ہے اسی طرح سب امت محمدیہؐ کی دعاؤں کے اثر سے حضرت مسیح موعود نبی ہو گئے۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میری امت ہلاک کیونکر ہوسکتی ہے جس کے اوّل میں، میں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہے درمیان میں کوئی نبی نہیں گویا ازل سے ہی ایسا مقرر تھا۔

متلاشئ حق: نبی ماں کے پیٹ میں ہی نبی ہوتا ہے اس کو اوائل میں ہی اپنے دعویٰ کی پوری خبر ہوتی ہے۔مگر مرزا صاحب نے ارتقائی ترقی کی اور اوائل میں وہ اپنے دعوے کو نہ سمجھے بلکہ عیسیٰ کی زندگی کے قائل رہے۔

احمدی: یہ بات عقلاً اور شرعاً غلط ہے کہ نبی ماں کے بطن میں ہی نبی ہوتا ہے یعنی وہ اپنے مقامِ نبوت سے کامل آگاہ ہوتا ہے۔کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جو پیدائش کے وقت نبی ہو۔چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق خدا فرماتا ہے:

نبوت ایک منصب ہے جو انبیاء کو خاص عمر میں ملتا ہے

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

(البقرہ : ۱۲۵)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو امتحان میں پورا اتارا تب خدا نے ان کو نبوت اور امامت دی۔(اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا)اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (یوسف:۲۳)

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (شوریٰ:۵۳)

اور پھر فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضُّحٰی:۸)

علاوہ ازیں آپؐ خود دعوئ نبوت سے پیشتر کی عمر اپنے دعویٰ کی صداقت میں پیش کرتے ہیں کہ:

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖۤ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔ (یونس:۱۷)

غرض نبوت پیدائش کے ساتھ ہی نہیں ملتی چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کوتیس سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۴۰ برس کی عمر میں نبوت ملی۔ یہ بات یوں بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبوت کوئی ملکہ نہیں جو انسان کے نفس کا جزو ہو بلکہ نبوت ایک عہدہ اور منصب ہے اور نبوت رُوح القدس کی دائمی معیّت ہے اور خداوند کریم سے مکالمہ ومخاطبہ جس کی کیفیت میں کوئی دوسرا مقابلہ نہ کرسکے اور یہ دونوں بیرونی چیزیں ہیں ملکہ فطرت نہیں ہیں جیسا کہ نیچری مانتے ہیں۔اس کی مثال آگ اور لوُہان سے دی جاسکتی ہے۔جس طرح لوہا آگ سے متصف ہوکر النّار پکاراٹھتا ہےمگر وہ آگ نہیں ہوتا ایک الگ جنس ہوتا ہے اسی طرح انبیاء روح القدس کے ذریعہ سے خدائی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں مگر وہ خدا نہیں ہوتے جس طرح لوہا آگ نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم نے نبوّت کی تعریف متعدد جگہ مکالمہ مخاطبہ اور غیب کی خبریں پانا کی ہے غرض نبوت ایک منصب اور عہدہ ہے جو خاص عمر میں روحانی قویٰ کے ارتقاء کے بعد ملتا ہے اور یہ درست ہے کہ نبیوں کو پیدائش سے ایسی فطرت ملتی ہے جس میں نبی بننے کی قابلیت ہوتی ہے اور یہ فطرت انکی کسی محنت کا معاوضہ نہیں ہوتی اسلئے اس کو موہبت کہہ سکتے ہیں۔یہ فطرت صرف ایک بیج کی طرح ہوتی ہے جس کو نبی اپنی کوشش سے درخت بناتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں کوشش ابراہیمی کا ذکر آچکا ہے۔

اوائل میں نبی اپنی رفیع شان اور نبوت کے بلندترین مقام سے بےخبر ہوتے ہیں

(۱) قرآن کریم سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی ماں کے بطن سے نبی نہیں ہوتا بلکہ لمبے عرصے میں وہ تقویٰ اور طہارت کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جو نبوت کی موہبت کا جاذب ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں صاحبزادہ ابراہیم کے متعلق فرمایا:

لَوۡ عاش ابراھیم لکان صدّیقاً نبیًّا

اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا۔ پس ظاہر ہے کہ ابراہیم نے نبی بننا تھا اگر زندہ رہتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحبزادہ کی فطرت ایسی صحیح تھی کہ وہ زندہ رہتے تو ایسا تقوٰی اور طہارت پیدا کرتے کہ وہ خدا تعالیٰ کے وہب کے جاذب ہو کر نبی بن جاتے۔

(۲) انبیاء کرام فطرتی طور پر خلوت پسند ہوتے ہیں۔ انکو شہرتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پرواہ نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

اگر قدرت کا زبردست ہاتھ انکو کھینچ کر باہر نہ لے آتا تو ہمیشہ کے لیے گوشۂ تنہائی کو ہی کنجِ عافیت سمجھتے اور کبھی دنیا کے سامنے نہ آتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے دعوٰی کے متعلق جلدی نہیں کرتے۔ انکی کمال صادگی انکے دعوٰی کی سچائی کی زبردست دلیل ہوتی ہے اور انکی عدمِ بناوٹ پر بیّن گواہ۔ وہ خدا کے بلانے پر بولتے ہیں اور اس کی اطاعت میں محو رہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں لکھا ہے:

كَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلَ الكتاب فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

یعنی حضور ان امور میں اہلِ کتاب سے موافقت رکھنے کو پسند کرتے تھے جن میں آپؐ مامور نہ ہوتے تھے۔

یعنی جب تک خدا کی وحی صراحت کے ساتھ آپؐ کو کسی بات کے ماننے کا حکم نہ دیتی آپؐ اپنے اہلِ مذہب کے طریق پر عامل رہتے تھے۔

قُلْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ (یونس:۱۷)

اگر چاہتا تو میں یہ تعلیم تم کو نہ سناتا یعنی میں تو ہر کام اللہ کے حکم سے کرتا ہوں۔

اسمیں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا

کون ہوں تا ردّ کروں حکمِ شہ ذی الاقتدار

(۳) حضرت یحییٰؑ کے متعلق اناجیل میں ایسا ہی آتا ہے کہ جب یہود نے پوچھا کہ تو موعود ایلیا ہے تو آپ نے انکار فرما دیا (یوحنا ۲۱/۱) حالانکہ حضرت مسیحؑ نے صاف فرمایا ہے کہ وہی ایلیا ہیں (متی ۱۶/۱۱) یہ واقعات اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ خدا کے نبی کس قدر اپنے دعوے کے متعلق محتاط اور بےنفس اور سادگی کا نمونہ ہوتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پہلی وحی ہوئی تو حضورؐ نے فوراً ہی شور نہیں مچا دیا کہ میں نبی اور رسول ہوں بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے گھر میں حضرت خدیجہؓ سے سب حالات بیان کئے اور وہ آپؐ کو ورقہ بن نوفل عیسائی کے پاس لے گئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔اسی نے سب سے پہلے کہا:

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی مُوْسٰی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴)

یہ تو وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ پر شریعت لے کر آیا کرتا تھا۔

کئی نادان ہیں جو اس واقعہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپؐ اپنے دعویٰ کو نہ سمجھ سکے۔مگر یہ غلطی ہے دراصل اس سارے واقعہ میں بھی نہایت خوبصورت پیرایہ میں حضورؐ کی سادگی عیاں ہے ورنہ اگر کوئی کذّاب اور منصوبہ باز ہوتا تو فی الفور اشتہار شروع کر دیتا۔ پھر دیکھئے حضورؐ سب انبیاء سے افضل تھے مگر جب تک حضورؐ پر اس کی کامل تصریح نہ کر دی گئی کبھی حضورؐ نے اپنی فضیلت کا اعلان نہ فرمایا۔ بظاہر یہ موٹی بات تھی کہ جو ساری دنیا کیلئے رسول ہے اور جس پر آیت:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:۱۵۹)

نازل ہو چکی تھی۔مگر عملاً جو کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب ایک مسلمان اور یہودی کا حضرت موسیٰؑ اور آپؐ کی فضیلت پر نزاع ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا:

لَا تُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)

یعنی حضرت موسیٰ پر مجھے فضیلت مت دو۔ پھر حضرت یونسؑ کے متعلق ایک روایت میں فرمایا:

مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُس بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

یعنی جس نے کہا میں یونس سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔لیکن بارگاہ ایزدی سے آپکی فضیلت کا کھلا کھلا اعلان کیا گیا تو آپؐ نے بھی فرمادیا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ

میں سب آدم زادوں کا سردار ہوں۔

کیا کوئی بیوقوف سوال کرسکتا ہے کہ پہلے آپؐ نے یونسؑ سے افضل ہونے سے انکار کیا اب سب نبیوں سے فضیلت کا دعوٰی ہے۔تو اس میں تضاد ہے وہ کیسا نبی ہے جس کو اپنے درجہ کا ہی پتہ نہیں اس کو تو اپنی ماں کے بطن سے ہی اپنے حقیقی رتبہ سے آگاہ اور باخبر ہونا چاہیے تھا۔بات اصل میں یہ ہے کہ نبی اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا جب تک خدا نے آپؐ پر تصریح نہ فرمائی۔آپؐ اپنی خاکساری اور انکساری کے ماتحت عدم فضیلت کا ذکر فرماتے رہے۔بعینہ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور یہ بات صداقت کی زبردست دلیل ہے۔جب تک وحی نے آپ کو کھول کر نہ بتا دیا کہ مسیح ناصریؑ وفات پا گئے ہیں آپؑ ان کی زندگی کا اعلان کرتے رہے مگر جب یہ راز خدا نے آپ پر کھول دیا تو آپؑ نے صفائی سے اظہار فرمادیا۔یہ بات آپؑ کی صفائی اور سچائی کی دلیل ہے ورنہ اگر آپ نے منصوبہ کیا ہوتا تو کبھی بھی مسیحؑ کی زندگی کے متعلق اتنا زور نہ دیتے۔چنانچہ جب علماء نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے تحریر فرمایا:

''اے نادانو اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اسبات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دلائی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا

ہے تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے‘‘

(اعجاز احمدی ص ٦)

(۳) فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ

یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔

یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا خدا کا فعل ہے۔ میرا اسمیں دخل نہیں... میرے لیے یہ کافی تھا کے وہ میرے لیے خوش ہو مجھے اس بات کی ہرگز تمنّا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ مجھے کوئی شناخت کرے اس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے چاہا کہ مَیں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں۔ مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔

متلاشئ حق: جب دین کامل اور محفوظ ہو چکا ہے پھر کسی نبی کی کیا ضرورت ہے؟

نبی کی آمد کا زمانہ یعنی زمانہ فترت

احمدی: نبی صرف تکمیلِ دین کی غرض سے اور شریعت لے کر ہی نہیں آیا کرتے بلکہ قرآن کریم نے بتایا ہے کی دین اگر کامل اور محفوظ بھی ہو لیکن اُمت کے لوگ محفوظ نہ ہوں اور کثرتِ اختلاف ہو چکے ہوں، روحانیت مٹ چکی ہو تاریکی کو دور کرنے کیلئے آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل کو کامل شریعت دی گئی:

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا (انعام : ۱۴۵)

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ (یوسف : ۵)

پھر بھی انبیاء بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا:

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (بقرہ : ۸۸)

وہ موسیٰ کی کتاب تورات کے مطابق ہی فیصلہ کرتے ہیں اہل سنت والجماعت کے لئے مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند کے الفاظ مندرجہ ہدیۃ الشیعہ قابل غور ہیں فرمایا:

''حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت مسیح تک سب نبی توریت پر عمل کرتے رہے۔''

پس صاحب شریعت نبی بار بار نہیں آیا کرتے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دورِ شریعت دو ہزار سال تک رہا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دورِ شریعت قیامت تک ممتد ہے۔جب دنیائے مذہب میں سخت اختلاف پیدا ہوکر تاریکی پھیل جائے روحانیت مٹ جائے ،جس زمانہ کو قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں فترت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔قرآن شریف فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (المائدہ:۲۰)

حدیث شریف میں اس طرح اس کی مزید توضیح فرمادی۔فرمایا:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيًّا قَطُّ فِيْ قَوْمٍ ثُمَّ يَقْبِضُ اِلَّا جَعَلَ بَعْدَهٗ فَتْرَةً وَّ مَلَأَ مِنْ تِلْكَ الْفَتْرَةِ جَهَنَّمَ (کنزل العمال جلد ۶ ص ۱۲۰)

یعنی جب کبھی خدا نے کسی نبی کو قوم میں بھیجا اور اس کو وفات دی تو اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آتا ہے جو فترت کہلاتا ہے جس کی وجہ سے جہنم بھرا جاتا ہے۔پہلے انبیاء کے وقت تو زمانہ فترت معاً نبی کی وفات کے بعد شروع ہو جاتا تھا یعنی فوراً تاریکی پھیل جاتی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے متعلق خبر دی:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ
(حدیث)

کہ تین صدیوں کے بعد روحانی حالت بد سے بدتر ہو جائے گی۔

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ

کہ تم یہود اور نصاریٰ کے قدم بقدم چلو گے

يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهٗ

یعنی اس وقت صرف اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن محض رسم کے طور پر رہ جائے گا۔

چنانچہ حجج الکرامہ والاص ٦٦٩ پر لکھتا ہے:

''گویم مصداقِ تام ایں زمانہ ماست۔''[1]

نبی کی ضرورت اور کام

(ا) زمانۂ فترت کے بعد نبی آکر جو کام کرتے ہیں اس کی تفصیل قرآن مجید میں حسب ذیل ہے فرمایا :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ
(النحل:٣٧)

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ
(الحدید:٩)

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ رسول اور نبی کی بڑی غرض اور اہم ضرورت توحید حقیقی کا قائم کرنا ہے۔

---

[1] ترجمہ : مَیں کہتا ہوں کہ اس کا پورا مصداق ہمارا یہ زمانہ ہے۔

(۲) دوسرا کام

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ (البقرہ:۲۱۳)

خدائے تعالیٰ اپنی خاص ہدایات کے ساتھ ایسے وقت میں انبیاء کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجتا ہے تا کہ ان کے تفرقے اور اختلاف دور ہوں۔جن مذاہب میں تفرقہ پڑ جائے اور فرقہ فرقہ ہو جائیں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ (الانعام : ۱۶۰)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ فرقہ فرقہ اور ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جائیں تیرا ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا کہ جب میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے میرا بھی ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقشِ قدم پر ہوگا۔یعنی جو فرقہ ہماری تبلیغ واشاعت کا کام کرنے والا ہوگا جو قوم فرقہ فرقہ ہو جائے۔فرمایا:

يَبْعَثُ عَلَيْكُمْ عَذَابًا وہ قوم مغضوب ہو جاتی ہے تب ان کے لئے نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۳) تیسری ضرورت

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

(البقرہ:۱۰۲)

ایک وقت آتا ہے کہ اہل کتاب الٰہی کتاب کو پس پُشت پھینک دیتے ہیں یعنی کتاب کا عمل اٹھ جاتا ہے اور لوگ فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں تب ایک مزکّی اور معلّم کی ضرورت پڑتی ہے۔فرمایا:

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:١٦٥)

اوران بھولے بھٹکوں کے لئے ایک راہ نما کے نمونے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو دیکھ کر صراط مستقیم پرآجائیں۔فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:٢٢)

اوروہ رسول ان کوظلمتِ ضلالت سے نکال کرنورِ ہدایت کی طرف لے آتا ہے۔فرمایا:

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (الطلاق:١٢)

اورمردہ روحوں کوروحانی زندگی بخشتا ہے۔فرمایا:

اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال : ٢٤)

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (توبہ : ١٠٣)

اورانکو پاک اورمطہر زندگی بخشتا ہے اورزبردست امورغیبیہ کے ذریعے کامل یقین پیدا کرتا ہے۔فرمایا:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن:٢٧،٢٨)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف:١٠٩)

نبی کی دعوت محض دعوت نہیں ہوتی بلکہ یقین اوربصیرت کی بنا پر ہوتی ہے وہ دنیا میں کامل یقین پیدا کرتا ہے۔چونکہ کتاب کے وجود موجود ہونے کے بھی ایسے خطرات ہوتے ہیں جن سے ان نفوس کی ضرورت پیدا ہوجاتی ہے جو اپنی قوّت قدسیہ سے لوگوں کے اندراس کتاب کی تعلیم اوریقین علی وجہ البصیرت لوگوں کے دلوں میں داخل کریں کیونکہ بُعد زمانہ کی وجہ سے دل سخت ہوکر بصیرت یقین اورایمان سے دور ہو چکے ہوتے ہیں۔فرمایا:

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحدید:١٦)

موجودہ زمانہ میں دہریّت کی زنگ آلود ہوا کودیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ آج سے پہلے اگر

نبوّت کی ضرورت نہ بھی ہو اس وقت نبوّت کی ضرورت ہے تا کہ مردہ دلوں کو زندہ کیا جائے اور شک وشبہات کی تاریکی کو پاش پاش کردیا جائے۔ پس یہ زمانہ کے دو تقاضے ہیں جو نبی کو بلاتے ہیں۔ ایک وہ جس میں تاریکی اور ظلمت پھیل گئی ہو اور دوسرا وہ کہ لوگ تعلیمِ کتاب سے بھٹک گئے ہوں۔ صرف نبی ہی آکر ان ضرورتوں کو پورا کرسکتا ہے۔

باب چہارم

نبی کی آمد کا زمانۂ فترت
اور
روئے زمین کے مسلمانوں کی ضلالت

❁

متلاشیٔ حق: اصلاحِ امت کا کام رہنمایانِ اسلام سرانجام دے رہے ہیں اور نبی کا کام کر رہے ہیں۔

احمدی: رہنمایانِ اسلام سے آپ کی مراد غالباً پیر اور گدّی نشین ہونگے۔ آج کل کے پیروں کے کام اور خدمتِ اسلام جو وہ سرانجام دے رہے میں ان کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا۔ جو کچھ لکھا جائے گا وہ ان کے مریدوں کے اصل بیانات ہونگے جو انہوں نے اخبارات میں شائع کئے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے موجودہ گدی نشین

خواجہ حسن نظامی اور ان کی خدماتِ اسلامی

خواجہ صاحب موجودہ ہندوستان کے گدی نشینوں میں اوّل نمبر پر ہیں ان کے کئی لاکھ مرید بتائے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق اخبار زمیندار ۱۱/نومبر ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''جاہل مریدوں کو اپنے آستانہ مشیخت پر ناک رگڑوانے والے کندہ نا تراش اور

ارادت کیشوں کوسجدہ کروانے والے جتنے بھی جعلی پیر، نقلی صوفی طول وعرض ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، مسلمانوں کی بدبختی کے سامان فراہم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ سب کے سب حسن نظامی کے رسالہ کوجس کا نام ''مرشد کوسجدہ تعظیمی'' ہےکو اپنا دستور العمل سمجھتے ہیں۔ ہماری شرعی غیرت نے اضطراراًاس رسالہ پرہم سےخواجہ حسن نظامی کی دوورقی پھبتی کہلوادی۔افسوس اس ملک میں شریعت کی حکومت نہیں ورنہ حسن نظامی صاحب کومعلوم ہو جاتا کہ مسلمانوں کے لئے جن کی پیشانی صرف بارگاہِ رب العزّت پر جھکنے کے لئے بنائی گئی ہے مرشدکوخدا بنادینے والے کی کیا سزا ہونی چاہئے۔''

(۲) خودخواجہ صاحب نے قرآنی احکام تعدّ داز واج اور پردہ کے خلاف اپنے رسالہ درویش ستمبر/۱۹۲۶میں لکھا:

''اگرمیرا اختیار ہوتا اور دنیا میرا کہنا مانتی تو سب سے پہلا حکم میں یہی دیتا کہ ایک بیوی سے دوسری نہ کی جائے'' (خدا گنجے کوناخن نہ دے)

پردہ کے متعلق لکھا:

''ایک لڑکی کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اب پردہ میں بیٹھے گی ''یعنی قریب بہ بلوغ ہے۔'' آپ فرماتے ہیں:''دیکھوبی! میں پردہ کا مخالف ہوں''

(۳)اخبار **الجمیعة** ۲۴/اکتوبر۱۹۲۹ءلکھتا ہے:

''ہندوستان کا سنجیدہ اور متین اور تعلیم یافتہ طبقہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ خواجہ صاحب کا وجود مسلمانانِ ہند کی توہین اور تذلیل کا ایک مستقل ذریعہ بنا ہوا ہے۔خواجہ صاحب اپنی مسلّمہ نا قابلیت اور جہالت کے باوجود دخل درمعقولات کر بیٹھتے ہیں۔ہم ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں کہ خواجہ صاحب پروپیگنڈا کے ان تمام طریقوں کو جوایک اشتہار باز اور پوسٹر نویس کی حیثیت سے انہیں حاصل ہو گئے ہیں خوداپنی قوم کی بیخ

کنی کے لئے استعمال کرتے ہیں''

(۴)اخبار سیاست یکم ستمبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''خواجہ صاحب جلب منفعت اور شہرت پسندی کے طالب ہونے کے علاوہ اسی دنیا میں حور وغلمان کے طالب بھی ہیں۔''

(۵)یہی اخبار ۸رمئی ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''اپنی دکان چمکانے کے لئے ان کی ایک عادت سیّۂ یہ ہے کہ آپ ہر سال مسلمانوں کو خطابات مرحمت فرماتے ہیں۔امسال آپ نے مدیر''سیاست'' کو اسلامی درّہ کا خطاب مرحمت فرمایا ہے......ہمیں یاد ہے کہ جب ہم دہلی میں خواجہ سے ملاقی ہوئے تو ہم نے قدرے استعجاب سے استفسار کیا تھا کہ جناب کو لوگ صوفی یا پیر کیوں تصوّر کرتے ہیں کیونکہ ہم کو بظاہر کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ سمجھا جائے کہ حضرت واقعی صوفی ہیں۔جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تو محض ایک دکاندار ہوں لوگ خواہ مخواہ مجھے صوفی سمجھ بیٹھے ہیں......ہم انشاء اللہ تعالیٰ درّہ بن کر خواجہ صاحب کی وقتاً فوقتاً خبر لیتے رہیں گے۔''

(۶)زمیندار نومبر ۱۹۲۹ء لکھتا ہے:

''دہلی کے گیسودراز خواجہ بھی ایک عجیب وغریب بزرگ ہیں۔عوام سمجھتے ہوں گے کہ انہیں حال وقال میں طبلہ کی تھاپ پر تھرکنے،حجرہ رین بسیرا میں بیٹھ کر مریدوں اور مریدنیوں سے اپنے سامنے سجدہ تعظیمی کرانے اور نذریں وصول کرنے ......وغیرہ وغیرہ''

(۷)خواجہ صاحب اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''ایک دن ایک طوائف میرے پاس بیٹھی تھی کہ ایک بڑے دہلوی غیر مقلد مولانا

تشریف لائے اور طوائف کو دیکھ کر انہوں نے بڑے زور سے لاحول پڑھی۔ مولانا کی لاحول سن کر طوائف کو اپنے گناہ کا احساس ہوا اور رونے لگی۔ میری اس کے رونے کی وجہ سے وجد کی سی حالت ہوگئی اور میں نے اس سے کہا اری سُن سُن میرا اور تیرا تو ایک ہی حال ہے تُو بھی لوگوں کو لوٹنے کے لئے بناوٹی کپڑے اور زیور پہن کر فریب کی شکل بناتی ہے اور میں بھی پرہیزگار مشہور ہونے کے لئے ڈاڑھی اور سر کے بال بڑھاتا ہوں اور لمبا کرتا پہنتا ہوں۔ تو بھی محفل میں ناچتی ہے میں بھی قوالی میں رقص کرتا ہوں مگر تو روتی ہے کیونکہ تجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور میری آنکھوں میں آنسو نہیں آتا کہ میں اپنی ریاکاری سے غافل ہوں۔ پھر میں نے طوائف سے کہا کھڑی ہو مولانا سے مصافحہ کر۔ طوائف کھڑی ہوئی اور مصافحہ کرنا چاہا۔ مولانا نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے طوائف سے کہا تو بڑی بدتمیز ہے۔ مولانا نامحرم کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ ریشمی دوپٹے سے اپنے ہاتھ کو لپیٹ لے اور مصافحہ کر۔ اس بیچاری نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ مولانا صاحب کے سامنے گئی تو مولانا نے للچائی ہوئی آنکھوں سے اس کو دیکھا اور کانپتے ہاتھ سے اس کا ریشمی ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا۔ جب یہ مصافحہ ہو چکا طوائف اپنی جگہ بیٹھ گئی...... میں نے مخاطب ہو کر مولانا سے کہا کہ مجھے لف حریر کا یقین نہ آتا تھا مگر آج معلوم ہوا کہ اس کی بھی کوئی اصلیّت ہے"

(زمیندار مئی ۱۹۲۵ء)

(۸) سیاست لکھتا ہے (۷ رمئی ۱۹۲۵ء):

"ہم سمجھتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی زبان سے اس قدر سچّے الفاظ شائد ہی کبھی نکلے ہوں دانستہ یا نادانستہ انہوں نے اپنی حالت کا صحیح مرقع الفاظ بالا میں پیش کر دیا ہے اور چونکہ اس غیر عادی حق گوئی کا باعث خواجہ صاحب کی رنڈی مریدنی ہوئی ہے۔ لہذا خواجہ صاحب کو اس کا احسانمند ہونا چاہئے۔ خواجہ صاحب تو نامعلوم کس کس رنگ میں اپنی مرید

رنڈیوں کے احسانمند ہوتے ہونگے۔ اس لئے ہمارے نزدیک انہیں اس بارے میں مشورہ دینے کی ضرورت نہ تھی۔البتہ ان کے مریدوں سے یہ کہنا چاہئے کہ وہ اپنے مرشد کی تقلید میں کم ازکم ایک رنڈی سے ضرورراہ ورسم پیدا کریں تا کہ ان پر بھی وجد کی سی حالت طاری ہو سکے بعض صوفی بھی کس قدر زُہد شکن ہوتے ہیں۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصًا کسبیوں کے پیشوا سے''

عرس اجمیر کا نظارہ اور متوّلی درگاہ کے احکام

(۱)اخبار نجات بجنور ۲ ر جنوری ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''آستانہ اجمیر شریف کے خداوندوں نے اپنے وابستۂ دامن رنڈیوں کے نام حکم جاری فرمایا ہے کہ طوائف روبروئے بیگمی دالان و پائین آستانہ رات کو ۱۲ بجے سے ۳ بجے تک چادرِحجاب کے ساتھ گاسکتی ہیں۔طوائف اور درگاہ پر حاضری اور چادر اور حجاب کی یاد دہانی اور دیگر احکام پر تو ماشاء اللہ پہلے ہی عاملہ ہیں صرف یہی کسر تھی کہ ۱۲ بجے سے ۳ بجے تک عین تہجد کے وقت کا گانا بجانا چشتی صاحب کی روح کو غالباً بہت راحت پہنچانے والا ہوگا۔''

(۲)روزنامہ ہمدم ۲۷ راپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۳ پر عرس اجمیر کے عنوان سے لکھتا ہے:

''تین گروہ اب کے سب سے زیادہ تھے علماء، گداگر، زنانِ بازاری۔ممکن ہے زنانِ بازاری کی شرکت کو ان کے اعتقادات کے لحاظ سے سمعی اور نظری دلچسپی کے لحاظ سے زیادہ بیجا نہ سمجھتے ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے مفلس مسلمانوں کا مالی اور اخلاقی نقصان اتنا شدید ہوتا ہے کہ مدت العمر اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔درگاہِ بازار کی دونوں سمتیں دہلی کی چاوڑی لکھنؤ کا چوک معلوم ہوتی تھیں۔اور ایک زائر جو درگاہ کے بلند دروازہ کو دیکھ کر سر نیاز

جھکا لیتا ہے اس کے شغل میں ہارمونیم اور طبلہ کی آواز مخل ہوتی ہے اور وہ ان لوگوں کی ٹھوکریں اور دھکے کھاتا ہے جن کی نظریں کوٹھوں پر لگی ہوتیں ہیں اور پاؤں رستے طے کر رہے ہوتے ہیں۔ مالی نقصان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کوٹھوں پر نوجوانوں کی جیبیں ایک دوسرے کی ضد میں برابر خالی ہوتی چلی جاتی ہیں میں نے خود ایک حلوہ سوہن والے کی دکان پر دیکھا ایک صاحب نے آ آ کر کہا تین روپے پیر والے میں سے ۵۰ روپے کا فلاں کے پاس بھجوا دو اور اندازہ کرنا سخت مشکل ہے کہ کتنا روپیہ مسلمان شریک عرس ہو کر ان عروس عصمت فروش کی نذر کرتے ہیں اور اخلاقی نقصان اس سے دردانگیز ہے۔ خاص درگاہ میں کوئی فی ہزار نو سو مردوں کی نگاہیں برقعوں اور چادروں میں گھستی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ ایسا حیاء سوز نظارہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر دل چیخ اٹھتا ہے ۔

براحوالِ آں قوم باید گریست　　　که بے عصمتی باشدش شرط زیست''

(۳) اخبار ''توحید'' جولائی ۱۹۱۳ء:

''ایک اجنبی کو سب سے زیادہ عجیب چیز جو اجمیری عرس میں نظر آتی ہے وہ گداگر فقیر ہیں۔ کوئی تو ڈنڈا ہاتھ میں لے کر خواجہ صاحب کے گنبد کی طرف بے تحاشا دوڑتا ہے اور کہتا ہے خواجہ دے ورنہ تیرے گنبد کو توڑتا ہوں۔ کوئی منہ میں کف بھرے مستانہ انداز سے گنبد کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھا ہے اور خلقت اس کے آگے پیسے چونیاں دونیاں ڈال رہی ہے۔ کوئی گرم فرش پر اوندھا پڑا ہے اور کمر پر ایک بھاری سل رکھ چھوڑی ہے۔ کوئی کہتا ہے پانچ روپے لوں گا کوئی آواز لگاتا ہے فقط پونے سولہ آنے لوں گا۔''

پیر جماعت علیصاحب علی پورہ وغیرہ صوفیاء کی شیطان سے عقیدت اور ان پر علماء ہند کا فتویٰ کفر

اہلحدیث ۱۱/مارچ ۱۹۲۱ء صفحہ نمبر ۱۰ پر پیر صاحب کے ایک وعظ کا اقتباس ہے:

''جو لوگ اہلحدیث کہلاتے ہیں وہ اپنے تئیں موحد کہتے ہیں سو شیطان بھی موحد تھا گویا یہ شیطان کے تابعدار ہیں واہ شاہ صاحب کو شیطان سے بڑی عقیدت ہے اور اسی کی محبت میں سرگردان پھرتے ہیں۔ پھر آپ نے اپنی راولپنڈی کی تقریر میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کی تفسیر یوں فرمائی کہ جس جگہ سے نکلا ہے وہاں پھر دوبارہ داخل کرنے پر قادر ہے۔ یہ تفسیر اسی موحد نے بتلائی ہوگی۔ پھر فرمایا اہلحدیث جو مرشد کے سجدہ تعظیمی کو منع کرتے ہیں ان کو خبر نہیں کہ جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جاتے ہیں........اور اٹھاتے ہیں تو کیا اس وقت قدمبوسی اور اس وقت سجدہ نہیں ہوا کرتا۔ جلسہ عام میں ایسا بے محابانہ کلمہ منہ سے نکالا کہ جس میں کسی شریف آدمی کو کچھ نہ سوجھتا تھا لاحول پڑھتے اور ہزار قسم کی چہ میگوئیاں کرتے۔ آجکل کے آپ جیسے پیر سینکڑوں حیلے کرتے ہوئے اپنی مریدنیوں کے پیر کو پکڑ کر کہا کرتے ہیں کہ ہم تمہارے پیر ہیں اگر تم کہا نہ مانو گی تو تمہارا بسیرا دوزخ میں ہوگا۔''

(۲) رسالہ العرفان بابت اگست ۱۹۲۰ء جو بسرپرستی شاہ سلیمان پھلواری شائع ہوتا ہے اس میں ایک وارثی نامہ نگار نے لکھا کہ:

''آج ہم اس عظیم الشان ہستی کی حقیقت کا راز فاش کرنا چاہتے ہیں جو ظاہری حیثیت سے مردود اور باطنی کیفیت سے مقبول ہے جس کا نام دنیا میں شیطان مشہور ہے حضرت مولانا شبلی عالم بالا کی سیر کرنے کے لیے تیّار ہو رہے ہیں کہ یکا یک مولانا آنکھ کھولتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ افسوس کہ ہم شیطان کے درجہ کو بھی نہ پہنچے۔ بڑے بڑے انبیاء بھی اس تمنّا میں رخصت ہوگئے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں بلکہ سینکڑوں جگہ شیطان

کا ذکر موجود ہے۔سرور کائنات نے فرمایا من احبّ شیئاً اکثر ذکرہ یعنی جسے کسی چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے پس شیطان کے ذکر کی کثرت اس بات کی شاہد ہے کہ وہ خدا کا سچّا موحّد ہے''

(۳)زمیندار ۲ نومبر ۱۹۲۶ صفحہ ا پر زیر عنوان پیر جماعت علی سے فسخ بیعت لکھتا ہے:

''تقریباً ایک سال سے آپ کے رویہّ کو دیکھ رہے ہیں آپ نے مسلمانوں کی مایۂ ناز ہستیوں مولانا ظفر علی ڈاکٹر اقبال وغیرہ پر کفر کا فتویٰ لگا کر اپنی بے علمی اور گمراہی کا ثبوت دیا ہے۔اس سے آپ کے ہم مشرب صوفیاء و علمائے بخوبی واقف ہیں انشاء اللہ یہی گروہ علمائے ہند ایک دن آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیں گے۔مثل مشہور ہے کہ ''چاہ کن راہ چاہ درپیش''۱۹۱۴ کی جنگ عظیم کے دوران آپ نے اپنے مریدوں کے لیے سورۂ یٰسین اور تعویذوں کی کرامت پر خلیفۂ اسلام کی فوج کا خون حلال کیا تھا۔حج کی بندش کے لئے آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ تو اس تحریک کے قدرتی قہر آپ پر جلد نازل ہونے والا ہے۔حافظ چراغ دین مرحوم کی بیوہ سے جو برتاؤ آپ کر رہے ہیں وہ نہایت افسوسناک ہے آپ اس کے انتقال کے بعد اس کے یتیم بچوں اور بیوہ سے جو برتاؤ کر رہے ہیں اس سے عرش کانپ رہا ہے۔مرحوم کا قرضہ صرف دو ہزار روپے تھا اس کے سود کے لیے دستاویز میں سود کی بجائے نذرانہ درج کرنا بھی ایک پالیسی تھی۔آج مرحوم کی بیوہ کے خلاف تین ہزار روپیہ کیلئے عدالتی کاروائی کرنا آپکے شایان شان نہ تھا۔ان باتوں سے ہم بیزار ہیں لہذا آج سے ہم آپکی بیعت فسخ کرتے ہیں۔نیاز مند بشیر احمد۔غلام رسول۔عبدالحمید۔ غلام احمد منڈی محلہ''

(۴)اشتہار منجانب انجمن حزب النعمان متعلق فتویٰ کفر

سوال۱ :: پیر جماعت کا مرید اپنے پیر کے روبرو پیر کی شان میں اشعار ذیل پڑھتا ہے اور پیر صاحب خوش ہو کر تمغہ نقرئی عطا کرتے ہیں پس ایسے پیر کی بیعت شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟اور کیا یہ

اشعار موجبِ فسق وکفر ہیں یا نہیں؟

(۱) ماہر علم لدُّنی واقفِ اسرار غیب؛ قطبِ عالم غوث اعظم وارث پیغمبراں

(۲) یہ غوث وقطب وولی وزاہد تیرے در کے غلام وچاکر

(۳) حور وملک فلک پر زمین پر تیرے؛ خادم ہیں دست بستہ چاروں کتاب والے

(۴) تم ہو مختار دو عالم دافع رنج وبلا؛ دین ودنیا میں ہے شاہا بادشاہی آپ کی

(۵) گرستائیں گے نکیرین لحد میں شاہا

اُن کو دکھلاؤں گا اسوقت میں صورت تیری

الجواب ا: ایسے الفاظ پڑھنا ناجائز بلکہ الفاظ کفر ہیں۔ ان کے قائل کے ایمان میں کلام ہوسکتا ہے۔

سوال نمبر ۲: مرید اپنے پیر جماعت علی شاہ پر اس طرح درود پڑھتا ہے:

اللّٰھُمَّ صَلِّ و سلّم علیٰ محمدٍ وَ سیدنا و مرشدنا حافظ....

درود اس طریقہ سے پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ا، ۲: صلوٰۃ کا لفظ غیر انبیاء پر بطور شعائر جائز نہیں۔

استاد کل محمود حسن حبیب الرحمٰن، دیوبند

دستخط سراج احمد، مدرس مدرسہ دیوبند

عبدالطیف مدرس مظاہر العلوم سہارنپور: چاروں کتاب والے سے یا تو انبیاء اربعہ یا انبیاء اربعہ کے امم یا چاروں فرشتے مراد ہیں تو بھی متلزم کفر ہے ایسے پیر کی بیعت شرعاً حرام ہے۔

دستخط مولانا ابوالصالح وعبدالرحمٰن مدرس مظاہر علوم

میاں محمدؐ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

محمد مظہر اللہ مولانا اشرف علی تھانوی

احمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر

انور شاہ مدرس اوّل دیوبند

احمد رضا صاحب بریلوی

پیروں کی چند مکروہ حرکات

زمیندار یکم فروری ۱۹۲۸ء لکھتا ہے:

''پیر پرستی نے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں کو غلام بنادیا ہے جو غلامی کی بدترین قسم ہے۔ دنیا پرست پیروں نے اپنے اثر اور اقتدار کو ہر قسم کے حملوں سے بچانے کے لئے مریدوں میں یہ جذبہ پیدا کردیا کہ ہم جو کچھ بھی کہہ دیں اُس پر بُزِ اخفش کی طرح آمنّا کہنا چاہیئے۔ پیر کے ارشادات کی صحت میں شبہ کرنا یا ٹالم ٹالا سے کام لینا مرید کے لئے ابدی محرومی اور خذلان کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ اس کی ایک مکروہ مثال سننے میں آئی ہے ضلع گجرات میں ایک جاہل پیر نے ایک مرید کو جو کسی پریشانی میں مبتلاء تھا یا بہاب کے ذکرِ خفی کا حکم دیا۔ اتفاق سے مرید کچھ لکھا پڑھا تھا۔ اس نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا کہ بہاب تو مہمل محض ہے اغلباً پیر صاحب کی مراد یا وہاب ہوگی جہالت سے واؤ کو با سے بدل دیا ہوگا۔ اس نے بتائے ہوئے طریق پر یا وہاب کا وظیفہ کیا۔ مگر وہ کام حسب مرام تکمیل پذیر نہ ہوا۔ ایک دن پیر معہ اپنے لاؤلشکر کے آنکلا دورانِ گفتگو میں دریافت کیا کہ کہو تمہارا مقصد برآیا کہ نہیں؟ اس نے جواب نفی میں دیا اس پر پیر صاحب مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ مگر ایک دوسرے مرید نے جنہیں زیادہ تقرّب حاصل تھا، نہایت غضب آلود نگاہوں سے اس بدعقیدہ اور گستاخ مرید کی طرف دیکھا جس نے بھرے مجمع میں وظیفہ کی بے اثری کا بھانڈہ پھوڑ کر پیر کے اثر اور اقتدار پر ایک مہلک ضرب لگائی۔ فرمایا تم پڑھے لکھے لوگوں کے دل یقین سے خالی ہوتے ہیں۔ غالباً تُو نے نذر دینے میں سستی کی ہوگی۔ بولا نذر تو میں نے پہلے ہی پیر صاحب کے ارشاد کے مطابق پیش کردی تھی۔ اب پیر صاحب بھی غصّے میں آ گئے اور فرمایا یہ کبھی ممکن ہے کہ میرا بتایا ہوا وظیفہ بے اثر ہو ضرور غلطی کی ہوگی۔ مرید نے عرض کیا میں تو آپ کے ارشاد کے مطابق یا وہاب کا ورد کرتا رہا ہوں۔ پیر صاحب نے ہنس کر فرمایا میں نے تو یا بہاب بتایا تھا تم نے یا وہاب بنالیا تو یہ

تیری جہالت ہے اس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ بس پھر کیا تھا تمام مرید اس کے سر ہو گئے۔ مکّوں لاتوں گھونسوں سے اس کی ایسی مرمت کی کہ آئندہ کبھی کسی مرید کو پیر کے وظیفہ کی بے اثری کا راز افشا کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔''

(۳) آج اس سے مکروہ تر مثال پیر پرستی کی دیکھنے میں آئی کہ جمنا گھاٹ دہلی میں اسی وضع اور قماش کے ایک پیر صوفی حسن شاہ رہتے ہیں آپکے علم وکمال کی تشریح آپ کے مرید باارادت صوفی اخلاق احمد صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں فرمائی:

''آپ نے چند کتابیں تعصب دور کرنے کے لئے لکھیں ہیں جن میں اواگون (تناسخ) کو ثابت کیا ہے''

پیروں کی اصلاح کے لئے مسلمانوں کی تجاویز

(۱) اخبار سیاست ۲/جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''حزب الاحناف کے نام نہاد پیروں اور جاہل ملاؤں کے فتوے، مکرو تزدیر کے منکے الٹنے والے حجروں میں بیٹھ کر حلوے مانڈے پر اسلام برباد کرنے والے پیروں اور ملاؤں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ان نام نہاد پیروں نے کفّار کی امداد کی۔ پیر جماعت علی اور دیدار علی کہاں تھے جبکہ دنیائے اسلام کفر کے ساتھ برسرِ پیکار تھی۔ یہ سب اس وقت حجروں میں بند تھے۔ یاد رکھو بھائیو یہ سب شیطان بشکلِ انسان ہیں۔ یہ زمیندار اور سیاست اور پیروں کی جنگ نہیں یہ تو کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ کفر نے اب فتویٰ کا جامہ پہن لیا ہے۔''

(۲) زمیندار ا کتوبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''اب کم از کم پانچ سال کے لئے ہمارا جہاد پیروں کے ساتھ ہے۔ بحالت موجودہ یہ جہادِ اکبر کی حیثیت رکھتا ہے''

(۳) زمیندار ستمبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ جب تک انگریز علی الاعلان کسی اسلامی ملک پر حملہ آور نہ ہوں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اپنی تمام قوتوں کو مرتکز کر کے قبہ پرستی وجال پرستی اور قبر پرستی کا قلع قمع کیا جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کام خاطر خواہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ چومکھی لڑنا درست نہیں۔ ہمارے سب سے بڑے دشمن نقلی پیر اور سجادہ نشین ہیں جو کروڑوں روپے کی قومی جائیداد پر مالکانہ تصرف جمائے بیٹھے ہیں۔ حامد رضا حجرہ بریلویہ کی آڑ لیں گے۔ عبدالباری کھڑکی بند کرلیں گے۔ جماعت علی کسی مہ جبین کے مرصع طلائی جھمکے کی تلاش میں سرگرداں ہونگے یا شتر مرغ کے انڈوں کو جو علی پور کی مسجد کی رونق کو دوبالا کررہے ہوں، حلبی آئینہ کی دو ٹکڑیاں درست کررہے ہوں گے جن میں ایک کے سوسو نظر آتے ہیں۔ ویل کی ریڑھ کی ہڈی میں جھولا ڈال کر پینگھیں چڑھا رہے ہوگے۔''

مولوی ظفر علی کی عیارانہ چالیں اور مکّہ سے اس پر فتوئ کفر

(۱) اخبار منادی ۶ ستمبر ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''کیا انہوں نے سلطان ابن سعود سے روپیہ نہیں لیا.... انہوں نے ابن سعود سے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے بے شمار وہابیوں کو بے وقوف بنا کر ہزار ہا روپیہ وصول کیا اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کی آگ بھڑکائی''

(۲) خود اپنی ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''میں اندھیرے میں بھٹک رہا ہوں کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آتا جس پر چلنے سے دل مطمئن ہوجائے۔''

(۳) وہی خواجہ صاحب ظفر علی کے متعلق ذرا وضاحت سے لکھتے ہیں:

''تجربہ سے معلوم ہوا کہ چند افراد اپنی اغراض کی وجہ سے مسلمانوں میں فرقہ بندی کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ اسلامی حکومت ہوتی تو ان مفسدوں کی باقاعدہ تحقیقات کی جاتی اور

ان کو پھانسیوں پر لٹکا دیا جاتا۔لیکن موجودہ زمانہ میں صرف یہی علاج کر سکتے ہیں کہ سب خاص وعام کوان شریروں کی شرارتوں سے آگاہ کر دیں ظفر علی خان سب مفسدوں میں اعلیٰ درجہ کے مفسد ہیں۔اس واسطے سب سے پہلے انہی کا نتظام کرنا چاہئے۔اہل حدیث یعنی وہابی حضرات کو سمجھایا جائے کہ یہ شخص تم کو جوش دلا کر حنفیوں کے خلاف اور صوفیوں کے خلاف عیارانہ باتیں لکھ کر بھڑکاتا ہے تا کہ تم سے پیسہ وصول کرے جیسا کہ دہلی کے صرف چند اہل حدیث نے ظفر علی کو دس ہزار روپیہ دیا ہے۔الغرض میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو ظفر علی جیسے گرگٹ سے اچھی طرح آگاہ کر دیا جائے ظفر علی کسی فرقہ کا نمائندہ نہیں وہ صرف اپنے پیٹ کا اور اپنی جیب کے روپیہ کا نمائندہ ہے۔میرے خیال میں اس کے پنجے سے مسلمانوں کو بچانا قومی اتحاد کے لئے از حد ضروری ہے اور جو شخص اس کام میں میری مدد کریگا وہ دونوں جہان میں اچھے اجر کا مستحق کا ہوگا''

(۴)اخبار انوارالاعظم ۲۴ رجولائی ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''جب شاہ صاحب'' پیر جماعت علی'' کو کہا کہ وہ ظفر علی جا رہا ہے تو آپنے اس خیال سے کہ اس ملعون دشمنِ اسلام کی شکل دیکھنا بھی ٹھیک نہیں کپڑے سے منہ چھپالیا''

(۵) پرکاش ۷ جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''ایسے مسلمان نکل آئے ہیں جنہوں نے مولانا کے دفتر کے سامنے جلسہ کیا۔ان میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ذیل کا فتویٰ صادر فرمایا:

''میرا فتویٰ مولوی ظفر علی کے متعلق یہ ہے کہ وہ کافر ہوگیا اور اس کا کفر اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اسکی زوجہ پر طلاق ہوگئی اور اب اس کو حق حاصل ہے کہ بلاعِدت کسی دوسرے سے نکاح کر لے۔جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک کریگا وہ بھی کافر ہوجائے گا اور اسکی بیوی پر بھی طلاق ہوجائیگی۔''

(۶)اخبار سیاست ۱۷ نومبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''ظفر علی پر نہ تو قاتلانہ حملہ تھا نہ کچھ مفسدانہ خیال۔محض دل آزاری کی سزا دس سندھی موجڑے یعنی جوتے زنی تھی تا کہ دوسرے ایسے احباب کو عبرت ہو۔کامل گلی میں ان کے گنجے سر پر تڑاق تڑاق دس سندھی جوتے رسید کر دئے گئے۔جوتے کھا کر توبہ کی اور معافی مانگی۔''

(۶)رسالہ درویش یکم نومبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''ظفر علی اور اس کے حواری اپنا فروغ اسی میں سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کی جائیں۔ذاتیات پر حملہ کرنا بازاری لوگوں کا شیوہ ہے''

(۷)ظفر علی پر کفر کا فتویٰ قاضی القضاۃ نجدی کی طرف سے مندرجہ الفقیہ ستمبر ۱۹۲۶ مندرجہ ذیل استفسار مفتی نجدہ کے سامنے زمیندار کے اشعار کا مضمون عربی میں کر کے مولوی مختار احمد صاحب سید حبیب صاحب مالک سیاست نے پیش کیا تھا :

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شاعر کی نسبت جس کے قصیدہ میں یہ اشعار کفریہ ہیں:

یہ سچ ہے اس پر خدا کا نہیں چلا قابو
مگر ہم اس بت کافر کو رام کر لیں گے
بجائے کعبہ کے اپنا خدا ہے لنڈن میں
وہیں پہنچ کر ہم اس سے کلام کر لینگے
جو مولوی نہ ملیگا تو مالوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

واضح ہو کہ شعر دوم میں شہر لنڈن کو بجائے کعبہ مقرر کر کے قرارگاہِ خدا مقرر کی ہے اور خدا اردو میں اللہ کو کہتے ہیں۔مالوی ایک مشرکوں کے مولوی کا لقب ہے اور رام ہندوؤں کے معبود باطل کا نام

ہے(سائل عبدالعزیز ہندی)اسکا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا کہ:

یہ شخص بلاشبہ کافر ہے (مفتی مکّہ معظّمہ)

(۸)سیاست تین مارچ ۱۹۲۹ء کے طویل مضمون سے صرف چند سطور نقل کرتا ہوں:

''گدائے لم یزل ظفر علی نے امان اللہ کی امداد کے لئے فنڈ کھول دیا ہے.....لوگوں کو اس مہذب ڈاکو پر اعتماد نہیں رہا جس کے دفتر میں رشتہ داروں کی کنواری لڑکیوں کو حمل ہو جاتے ہیں اوران کے بچے گرائے جاتے ہیں اور جس کے آدمیوں نے ہیرامنڈی میں قحبہ خانوں کی سرپرستی کا اجارہ لے رکھا ہے''

(۹)رسالہ حنیف ماہ نومبر ۱۹۲۵ء میں غازی محمود دھرم پال لکھتے ہیں:

''جن دنوں میں مولانا ممدوح کے مضامین اشاعت پا رہے تھے میں اکثر اپنے احباب سے کہا کرتا تھا کہ مولانا ظفر علی کا کوتاہ ریش ہوکر دراز ریشوں کا سا کام کرنا اس بات کا سزاوار ہے کہ وہ خود بھی کسی نہ کسی دن دراز ریشوں کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ مولانا صاحب کے عین دفتر کے سامنے خادمانِ تکفیر کے ایک گروہ نے مولانا ممدوح کو تکفیر کی لپیٹ میں لے لیا اور مولانا چیخ اُٹھے۔مگر اب چیخنے کے کیا معنی؟علی گڑھ کالج کا گریجویٹ جس کی عمر کا بیشتر حصہ ریش تراشی میں گزرا ہوا اپنے بھائی بند گریجویٹوں کی جاتی کو ترک کر کے مفتیان عظام اور مکفرین کرام کی صف میں جا کر کفر و تکفیر کی مشین چلانے لگے، یقیناً وہ اسی امر کا مستحق ہے کہ اس کے ساتھ وہی سلوک ہو جو کسی جنگل میں آرہ کشوں کی نقل اُتارنے والے ڈارون کے جدّ امجد کے ساتھ ہوا تھا۔''

(۱۰)سیاست ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء ظفر علی کو خطاب کرتا ہوا لکھتا ہے:

کوئی کہتا ہے مداری اسکو اور کوئی ملہار
میں یہ کہتا ہوں کہیں یہ اختر انائی نہ ہو

ظاہراً ابلیس کی صورت پہ گر ہو یہ گمان
یہ کہیں مسٹر ظفر کے باپ کا بھائی نہ ہو
سنیوں سے یہ اُلجھنا کیوں ہے تیرا اے ظفر
سر میں خارش ہو نہ تیرے چاند کھجلائی نہ ہو

آگے چل کر مولوی کفایت اللہ صدر جمعیۃ اور مولوی سعید احمد ناظم جمعیت کا اس طرح ذکر کیا ہے:

ہیں کفایت اور سعید احمد شرافت سے بری
اک سنار ان میں نہ ہو دوسرا نائی نہ ہو

اس سے آگے مولوی ثناء اللہ مخاطب ہیں

صوفیاء اور اولیاء کی شان میں گستاخیاں
اے ثناء اللہ تیری شامت کہیں آئی نہ ہو
نام ہے شیطان جسکا جس کو کہتے ہیں خبیث
اے ثناء اللہ میاں وہ آپ کا بھائی نہ ہو

مسلمانوں کے چوٹی کے لیڈر اور علماء کی اخلاق سوز اور انسانیت کش کاروائیاں

(۱) ایڈیٹر اخبار مدینہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں اپنے مصلحانہ اخلاق کی نمائش کرتا ہوا مولوی مظہر الدین ایڈیٹر دہلی کو مخاطب کرتا ہوا رقمطراز ہے:

''لکھنؤ کے بعض ہیجڑوں نے تگنی کا ناچ شروع کر دیا ہے۔ اللہ سلامت رکھے ممتاز بیگم کے خریداروں کو کہ اپنی نوٹ بک میں ان کی روئداد و عشوہ گری کی پھر نمائش کرنے لگے۔ خلافت کے موصل نے باوجود روغنیت اور دہنیت کی پھسلوان تاثیر کے اس عجوزہ پر ہوس کی تسکین نہ فرمائی۔ بجنور کے چند غنڈوں کے چند کھونٹوں پر بسیرے کی بھڑا دی اور

ریگس دم اٹھا اٹھا کر نغمہ مستی کرنے ،خواجہ سراؤں کی یہ چکلہ دار ممتاز بیگم طائفہ فرنگی محل کی گرم بازاری میں مشغول ہیں۔ کہیں اس قحبہ پر ہوس سے دریافت کرے کہ تو جو آ پڑوسن......کھیلیں کی دعوت دے رہی ہے تو کیا کیر شوئی مظہر اس پر راضی ہو جائے گی۔ درحالیکہ وہ کبھی کی اپنے سرچشمہ آمدنی کو سر بازار نیلام کر چکی ہیں۔''

(۴) مذکورہ بالا طرز خطاب جس قدر ناپاک اور اوباشانہ ہے وہ ظاہر ہے۔ مگر ایڈیٹر الامان چشم بددُور اس دلچسپ شغل میں ایڈیٹر مدینہ بجنور سے چار قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت اخبار الامان 23 نومبر سے مل سکتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''مدینہ کی بی مدینہ آپے سے باہر ہو کر گالیاں دینے لگی۔ بی مدینہ کی ان گالیوں سے منشرح ہوتا ہے کہ اب وہ بجنور کے غنڈوں سے اکتا گئی ہیں۔ بالخصوص اس وقت جب کہ بجنور کے ایک شریف نے بی مدینہ کی گالیوں کا جواب.....رات کو اس گلی میں دیا تھا جس کو بی مدینہ اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے بی مدینہ کے کس قدر مرچیں بھری ہیں۔''

اخبار زمیندار لکھتا ہے:

''لاہور کے ایک مخلوط کلب میں بعض اسلام باختہ مسلمان اپنی بیویوں اور بیٹیوں سمیت شریک ہوتے ہیں۔ وہاں مذہب کی غیرت کا پردہ تک اٹھ جاتا ہے۔ ہندو مرد اور مسلمان عورت اور مسلمان مرد اور ہندو عورت باہم مشق عاشقی کر کے اتحاد ہندو مسلم کا ثبوت دیتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ اپنے سوا ساری دنیا کو غیر مہذب، ناشائستہ، بدمذاق اور دقیانوسی سمجھتے ہیں۔''

ایڈیٹر زمیندار 18 جون 1925ء ایڈیٹر اہل فقہ کی تعریف بدیں الفاظ کرتا ہے:

''کسی مشہور معروف پیر سا کن کشمیر نے ایک دفعہ استنجے کے ڈھیلے پر نفخ روح کیا تو کرہ

ارض کی انسانی آبادی میں ایک راس پست قد انسان کا اضافہ ہو گیا ہے۔''

1920ء میں ایک وفد ترتیب دیا گیا جو یورپ میں ان کی نمائندگی کرے۔ان کے وہاں کے مشاغل قابل توجہ ہیں۔مسٹر محمد علی صاحب جو اس وفد کے صدر تھے،اپنی ایک مراسلت میں جس کا اقتباس اخبار بندے ماترم 3 جولائی میں شائع ہوا ہے، لکھتے ہیں:

''ہم نے ایک نازک اندام فرانسیسی رقاصہ کا تماشا دیکھا۔جو سر سے پیر تک نہایت ہی ہلکے ریشمی کپڑے میں ملبوس ایک پالکی سے اتری تھی۔اس کے کپڑوں سے اس کا صاف بدن نظر آتا تھا۔لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ کپڑے بھی اتار ڈالے گئے۔حتیٰ کے وہ بالکل برہنہ ہو گئی۔''

انہی کے متعلق اخبار خطیب 22 مارچ 1915ء نے لکھا ہے:

''تھوڑے عرصہ سے انہوں نے داڑھی رکھ لی ہے۔اور مسلمانوں کے دکھلاوے کیلئے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کیلئے بھی آجاتے ہیں۔باقی نمازیں نہیں پڑھتے۔''

اخبار اتحاد امرتسر 22 جون 1925ء لکھتا ہے:

''اور سنئیے پنجاب پراونشل خلافت کا ڈرامہ جب ختم ہوا تو جس طرح تھیٹروں میں کھیل ختم ہونے پر ایک مسخرہ مذاقیہ پارٹ ادا کرتا ہے، اسی طرح اس اجلاس کا ڈھونگ رچایا گیا۔اس میں مولانا ظفر علی اور دیگر بزرگان کرام بھی شامل ہوئے۔ایک سرگرم رکن نے بطور مذاق دریافت کیا کہ یہ تقریب کیسی ہے۔انہوں نے ایک مولانا کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ان کے ختنے ہیں۔وہ بھی حاضر جواب تھے بولے ٹھیک ہے میرے بھی ختنے ہیں مگر آپ کی زوجہ محترمہ کے بھی ساتھ ہی ہیں۔اس بیہودہ گوئی پر جمعیۃ العلماء کے ایک موٹے تازے رکن کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے کہا:''یہاں ہماری پوزیشن اور ہے، مگر منبر پر اور۔

رات کو خوب ہی پی صبح کو توبہ کر لی

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اسی اجلاس میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ سونے کی چڑیا یا حصول زر کا ذریعہ عطاء اللہ جو ہمارے ہاتھ لگے تھے وہ نکل گئے ہیں ۔ ان کو مرغی قرار دے کر کہا گیا کہ وہ کڑک بیٹھ گئی ہے۔ ان کا کڑک توڑا جائے ۔ یعنی انڈے دینے کے قابل بنایا جائے ۔ وہ بھی غضب کے حاضر جواب ہیں ۔ انہوں نے کہا یہ سب حیضی انڈے ہیں جو مہینے میں ایک دفعہ جمع ہوتے ہیں ۔ یہ ہے کانفرنس کی اندرونی تصویر ۔''

اس پر اخبار مذکورہ نے انسانیت سوز کاروائی پر اظہار افسوس کر کے مسلمانان ہند کے زندہ ضمیر سے اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایسے ہی لیڈران اور علماء کی اندھا دھند تقلید سے ترقیات کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنا چاہتے ہیں جن کے اندر شمہ بھر انسانیت اور وقار باقی نہیں ۔

خلافتی لیڈر اور خلافت فنڈ کے روپیہ کھانے کا طریق و جواز

اخبار سیاست 28 نومبر 1925ء خلافت کمیٹیوں کے راز ہائے سر بستہ آشکار کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

''امرتسر خلافت کمیٹی کے کسی گھر کے بھیدی نے اظہار حقیقت کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں امرتسر کے خلافتی لیڈروں کے اندرونی حالات پر عموماً اور عطاء اللہ شاہ کی ستم ظریفیوں پر خصوصاً نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں امرتسر کے باہر کی خلافت کمیٹیوں کے حالات کا قطعاً کوئی علم نہ تھا ورنہ وہ امرتسر خلافتی لیڈروں کا رونا رونے کی بجائے تمام ہندوستان کے خلافتی لیڈروں کا رونا روتے ۔ کیونکہ جو مشکلات انہوں نے اپنے لیڈروں کے متعلق بیان کی ہیں ان سے قریب قریب تمام مطلق العنان خلافتی لیڈروں کا نامہ اعمال سیاہ ہو چکا ہے ۔ خلافتی لیڈروں پر قوم کا مال اپنے عیش و آرام میں سرف کرنے کا جو نا قابل تردید الزام لگایا جاتا ہے تا حال اس کا جواب انگریزی خوان لیڈروں کو تو کوئی سوجھا نہیں البتہ مولویوں نے کچھ نہ کچھ گھڑ لیا ہے ۔

چنانچہ مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی نے، جو زبان درازی اور بدکلامی میں مسخرۃ العلماء سید عطاء اللہ سے افضل نہیں تو کم از کم ان کے ہم پلہ ضرور ہیں، تمام الزامات غبن کا جواب نہایت معقول اور مناسب دے دیا ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر بولتے ہوئے فرمایا:

لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم خلافت کمیٹیوں کا فراہم کردہ روپیہ کھا گئے ہیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا کوئی آدمی بتا سکتا ہے کہ فلاں خلافتی لیڈر نے خلافت کے روپیہ سے شراب پی، رنڈی بازی کی یا کوئی اور برا کام کیا ہے۔ ہم نے اور ہمارے بال بچوں نے اگر روپیہ کھا لیا تو کونسا گناہ کیا۔ گناہ تو تب تھا کہ ہم اس روپیہ سے کوئی برا کام کرتے۔''

مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر سیٹھ چھوٹانی وغیرہ کے متعلق اخبار ہمدم یکم ستمبر 1925ء لکھتا ہے:

''کمینہ ظرف و خائن سیٹھ۔ اس سر پھرے سیٹھ کی کمینگی ملاحظہ فرمایئے۔ اظہار سفاہت اور فرد مائیگی میں اس نے کمال ہی کر دکھایا ہے۔ حالانکہ اگر مولانا شوکت علی اس توند پر جس میں خلافت کے سولہ لاکھ روپے کی رقم ہضم کر لی گئی ہے اور اس کا حجم مزید آٹھ ہزار روپے کی جھوٹی چیک سے کچھ اور بڑھ گیا ہے، اپنی ایک ہلکی پھلکی لات بھی رسید کر دیتے تو سیٹھ صاحب مع اپنی خیانت پزیر توند کے بالشت زمین میں دھنس جاتے۔''

اخبار سیاست یکم ستمبر 1925ء لکھتا ہے:

''وہ خلافت کا کام روپیہ اینٹھنے اور شہرت حاصل کرنے کی لالچ سے کرتے ہیں۔ ان کے دل میں اسلام کیلئے کوئی جذبہ نہیں۔''

انقلاب لکھتا ہے:

''اس شخص ظفر علی نے علیگڑھ سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد حیدر آباد دکن میں اچھے تعلیم یافتہ لوگوں کی سوسائیٹی میں چند سال بسر کئے۔ اس کے بعد سالہا سال لیڈری

کی۔۶۰ برس سے زمین کی پشت کا بوجھ بنا ہوا ہے لیکن اب تک شرافت کی حس سے بالکل عاری ہے۔اس دنیا میں بہت سے اشخاص ہیں جو طبعاً صرف اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ ٹبی یا چاوڑی بازار کے کسی کوٹھے پر کسی رنڈی کے ہاں چلمیں بھرا کریں۔اور ہر تماش بین سے ایک ایک ٹکا وصول کریں۔لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی سے لیڈر بن بیٹھے ہیں۔آج ہندوستان میں مسلمانوں پر جو گونا گوں مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ رہا ہے اس میں ایک بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ محض پرلے درجے کے شہدے اس قوم کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔''

مولوی ثناءاللہ کی پوزیشن فرقہ اہل حدیث میں اور مکہ سے اس پر فتویٰ کفر

فاروق 17-16-6 پر بنائے نقل مقدمہ واہل فقہ 14 جون 1907 لکھتا ہے:

''اس کو زٹلیات،خرافات،پھکڑ بازی وغیرہ کا موجد کہہ لیں،مخزن بنا لیں معدن سمجھ لیں تو بجا ہے.....اس کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب رئیس امرتسر یہ فرما چکے ہیں کہ ثناء اللہ کی تمام کتابیں جلا دینے کے قابل ہیں۔امرتسر میں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔مگر وہ باہر اندھوں میں کانا راجہ ہے۔جھوٹ افتراء پردازی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔یہ ایک کشمیری بچہ،پنجابی ڈھگہ،شریر مزاج،مفسد طبع اور تقویٰ اور ورع سے بمراحل دور اور جس کی اکاذیب اللہ پر،انبیاء پر اور عباد مومنین پر مشہور اور شائع ہیں...اس کو اخبار یہود یہ یا اخبار ملاحدہ وزنادقہ لکھا جائے تو بہت انسب ہے۔اکثر حملہ اس کا قرآن حدیث اور مذہب اسلام پر ہی ہوتا ہے۔حق اور باطل کو ملا جلا کر اس کی ترویج کرتا ہے جس طرح یہود کا شیوہ تھا۔یہ چونکہ کاذب،دھوکہ باز اور ابلہ فریب ہے لہذا وہ حق پوشی کر کے جھوٹے الزامی جواب پر قناعت کرتا ہے۔علم سے بے بہری تمسخر اور استہزاء،شعر خوانی وبس عوام الناس کو دھوکہ دینے کے واسطے جاہل مجتہد ہے۔نہ شیعہ آپ کو اچھا سمجھتے ہیں۔نہ حنفی نہ مقلدین

آپ کا احترام کرتے ہیں۔نہ اہل حدیث آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔بیشک ثناءاللہ مخالف ہے نبیوں کا، ولیوں کا اور رجوع اس کا طرف ہے مشرکین کے.....جس طرح یہود زندیق تحریف کرتے ہیں یہ بھی اسی طرح قرآں کی تحریف کرتا ہے۔بچو ایسے گمراہ کرنے والے سے جو کہ دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہو کر بلاتا ہے....بیشک دجالوں میں سے ایک دجال ہے اور مفسد فی الدین بالیقین ہے۔جوشخص اس کے عقائد فاسدہ پر مطلع ہو کر اس کو ایسا نہ جانے وہ بھی اس کا بھائی ہے۔اگر اسی حالت میں مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔بلکہ حرام بلا کلام ہے۔دراصل اسکا کوئی مذہب نہیں۔نہ تو اس کا ایمان خدا پر ہے نہ رسالت پر۔وہ ایک دہریہ ہے۔لقب اہل حدیث اس نے لوگوں کو لوٹنے اور جائیداد بڑھانے کی خاطر ظاہر طور پر اختیار کیا ہے۔بالاتفاق کل اہل اسلام سے ثابت ہو گیا کہ ثناءاللہ مسلمانوں کے کسی فرقہ میں داخل نہیں۔پس حسب فرمان علماء اہل حدیث نہ اس کا فتویٰ حق، نہ وعظ معتبر، نہ اخبار معتمد نہ مباحثہ مناظرہ بہتر کیونکہ ؎

ایں ہمہ از پئے آنست کہ زرمی طلبد

اس کا دین بھی پیسہ، ایمان بھی پیسہ، جنت بھی پیسہ دوستو! اس شریر مفسد سے بچو۔اس کا پیشہ ہے فیس لینا آمدورفت کا کرایہ وصول کرنا، دعوتیں کھانا، حلوے مانڈے سے غرض، مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں۔خیال فرمایئے کہ ماہ مئی کا آخر اور ابتدائے ماہ جون 20-25 انڈے فرمائش کر کے کھائیں۔اور ساتھ ہی برف کے پانی کی تاکید۔معاذاللہ۔

(۲) یہ شہادتیں تو اس کے ہم مذہب اہل حدیث علماء حنفی اور شیعہ کی طرف سے ہیں۔اس کے علاوہ خود بدولت نے جو اپنا بیان حلفی عدالت گورداسپور میں بمقدمہ کرم دین دیا تھا وہ اس کو اقبالی جرم قرار دینے کیلئے کافی ہے۔وہ بیان یہ ہے:

''اگر کوئی شخص جھوٹا خواب کسی کو اعتبار جتانے کیلئے بیان کرے وہ کذاب نہیں، اگر کسی جائز بدلہ کیلئے دروغ، دھوکہ، جعلسازی، بہتان نفاق استعمال میں لائے تو وہ کذاب نہیں ہوگا۔ اگر جھوٹ ایک دفعہ بولا جائے اور ہزار ہا میں پھیل گیا ہے تو وہ کذاب نہیں۔ نماز پڑھنے والا، زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے۔ قرآن کا کوئی حکم توڑنے والا بھی متقی ہوسکتا ہے۔ دس یا گیارہ جھوٹ بولنے والا بھی کذاب نہیں۔''

آج اس کے ہم مشرب اور ہم عقیدہ ہندوستانی ہی نہیں بلکہ علماء مکہ بھی کفر کے فتوے دے رہے ہیں اور مسلمانوں کیلئے اس سے لامساس کے احکام جاری ہورہے ہیں۔ چنانچہ کتاب فیصلہ مکہ میں سے بعض نمونہ درج ذیل ہے:

قاضی الریاض دارالخلافہ مملکت بخد فرماتے ہیں:

''نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے۔ میں نے اس پر اپنی حجت قائم کردی۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔''

شیخ حسین بن یوسف الدمشقی مدرس حرم کا فتویٰ یہ ہے:

''مولوی ثناء اللہ اپنی خواہشات کا بندہ ہے اور اپنے نفس کا غلام ہے۔''

(۳) سلطان بن محمد ظہور النجدی کا فتویٰ یہ ہے:

''جن آیات کی تفسیر میں نے دیکھی ہے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہنمی ہے۔ نہ اس کو سلام کیا جائے نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ اور نہ اس کی قبر پر دعا کیلئے کوئی کھڑا ہو۔''

واضح ہو کہ اسکا اپنے اہل حدیث خاندان غزنویہ کے ساتھ جھگڑا تھا، ابن سعود کے سامنے اس

نزاع کو پیش کرنے کی تجویز خود اس نے ہی کی تھی۔(بحوالہ اہل حدیث 19 فروری 1926ء)

مولوی عبدالواحد غزنوی کے اس سفر حج کا ارادہ سن کر تجویز کی اور اربعین چھپوائی اور وہاں سلطان کے آگے یہ معاملہ پیش کیا۔ روئداد سے واضح ہے کہ سلطان نے اس سے کہا کہ آپ کی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے کہتا ہوں کہ آپ توبہ کریں۔ مگر جب تحریری مسودہ پیش ہوا تو اس نے دستخط نہ کئے اور رخصت ہوا۔ علماء مکہ نے جو اسکے متعلق فتویٰ دیا وہ فتویٰ مکہ کے نام سے رسالہ کی صورت میں شائع ہوا۔ اب ثناء اللہ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اب علماء نجد جنہوں نے آپ کے متعلق یہاں تک لکھا کہ:

لا شك في كفره (فیصلہ مکہ ۱۶)

ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں کیا وہ نص حدیث کے مطابق کافر ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اگر ہیں تو اس کا اعلان فرمایا جائے۔ ورنہ الساکت عن الحق شیطان اخرس کی وعید شدید آپ کے سامنے ہے۔ ہاں ایک اور صورت بھی ہے کہ آپ ان اکابر ارض حجاز کی خاطر ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو ہی کافر قرار دے لیں۔ بہرحال معاملہ نازک ہے سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں:

من نگویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

تھرڈ کلاس مولویوں اور ملوانوں کے اخلاقی کارنامے اور لوٹنے کے طریق

(۱) اخبار زمیندار ۱۲/ اگست ۱۹۲۵ء لکھتا ہے کہ:

''گوجرانوالہ کے ایک مولوی جو عرفِ عام میں صوفی کے پاکیزہ اور وجد آموز لقب سے ملقّب ہیں جن کا خمیر مایۂ قیس و فرہاد کی مٹی سے گوندھا گیا ہے۔ پچھلے دنوں تلونڈی راہ والی میں اپنے دیدہ و دل کی تواضع کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک امام مسجد سے محبت

اور مودّت کے پینگ بڑھائے۔جن کے سامنے مسلمانوں کی کچھ معصوم لڑکیاں زانوئے تلمذ طے کرتی تھیں۔ایک دن کرنا خدا کا کیا ہوتا ہے کہ جناب صوفی مولوی صاحب ایک لڑکی کی نگاہِ بے محابہ پر دل و دین کی متاعِ عزیز نثار کر بیٹھے۔ پایان کار ایک دن موقعہ پا کر لڑکی کو تانگہ میں بٹھا کر گوجرانوالہ لے آئے یہاں آپ کے ہمدم و ہمراز حافظ صاحب موجود تھے صوفی صاحب نے سوچا کہ نکاح کر لینا چاہیئے تا کہ کوئی اس عاشقی میں مداخلت نہ کر سکے حافظ صاحب نے نکاح پڑھانے پر آمادگی ظاہر کی لیکن تقدیر پلٹ چکی تھی۔لڑکی کے وارث گوجرانوالہ پہنچ گئے۔جب صوفی نے دیکھا کہ معشوقہ ہاتھ سے چلی تو ارادہ کیا کہ کم از کم زیور تو ہتھیا لینا چاہیئے کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی لیکن وارثوں نے چھپانا شروع کیا تو زیور بھی ہضم نہ کر سکے اور صوفی صاحب تہی آغوش اور تہی دست ٹاپتے ہی رہ گئے۔ اب یار لوگوں نے سوچا کہ اس عاشق مزاج صوفی کو سزا دی جائے چنانچہ اپنا منہ کالا کرنے والے کا منہ کالا کر دیا اور شہر والوں نے سیاہ رو صوفی پر سڑے ہوئے کدّو استنجے کے ڈھیلے پرانے جوتے پھینکنے شروع کر دیئے۔ سننے میں آیا ہے کہ تلونڈی کے ولالت مآب امام مسجد بلا معاوضہ دلالی کے اس گناہ بے لذّت کی پاداش میں مسجد سے بیک بینی و دو گوش نکال دیئے گئے اور حافظ صاحب جو آمادۂ نکاح خوانی تھے مسلمانوں کے معتوب ہو گئے۔''

(۲) اخبار اصلاح لدھیانہ ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء لکھتا ہے کہ:

''وہاں ایک امام مسجد کے چشم و چراغ نے ان نابالغ لڑکیوں میں سے، جو ان کے گھر قرآن کریم پڑھنے آتی تھیں، ایک ۸۔۹ سالہ لڑکی پر دست درازی کی جو بیچاری اس دیو پیکر کے چنگل سے اپنی عصمت نہ بچا سکی۔اگرچہ امام مسجد کے فرزند ارجمند نے حسب معمول یہ کارِ دیگر بخلوت کیا مگر اس کا پردہ راز میں رہنا ناممکن تھا۔آخر ظاہر ہو گیا اور ابن امام صاحب کو عدالت نے مجرم قرار دے کر ۷ سال قید ۲۰ ضرب بید اور ۲۵۰ روپیہ

جرمانہ کی سزادی۔''

جس امام صاحب کے اتقا اور پرہیزگاری نے اُس کو ایسا شریف بنادیا اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے والے روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ چکے ہوں گے۔

(۳) زمیندار ۲ جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''ایک مُلاجی کے خلاف شکایت شائع ہوئی جس میں لکھا ہے کہ بھاٹی دروازہ کے بالمقابل ایک نوجوان ہندو نے بیٹھک کرایہ پر لے رکھی ہے اُس کے پاس ملاجی آیا کرتے تھے جو غالباً پرانی کوتوالی کی مسجد میاں غلام غوث کے امام کے بھائی ہیں۔ چند نمازیوں اور بازار کے چند اشخاص نے اس ہندو کے ساتھ انہیں مذاق.....کرتے ہوئے دیکھا ملّاں جی کو ہدایت دی گئی کہ وہ مسجد کے سامنے ایسی حرکتیں نہ کیا کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملّا جی نے دونو جوانوں کے خلاف اس ہندو کو اٹھا کر ایک مکان میں لے جانے کی کوشش کی رپورٹ پولیس میں لکھوادی۔''

(۴) ایک مولانا کی نظر بازی۔ اخبار آگرہ ۷ جون ۱۹۲۳ء۔ مولانا صدیقی اکبرآبادی ''بہار کا ایک زریں ہفتہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں :

''بہار میں جہاں انسانیت ....خلوص اور محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں وہاں یہ صوبہ حُسنِ صورت سے محروم نظر آیا۔ مردانہ حُسن ایک حد تک ہر جگہ موجود تھا۔ مگر عورتوں میں نسائیت کی خوبصورتی کا فقدان عام طور پر کسل انداز نظر آیا۔''

(٦) وہی اخبار جنوری کی اشاعت میں ''عورتوں کا الٹ پھیر'' عنوان رکھ کر بڑے غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بعض بڑے خاندانوں میں جہاں تہذیب سے کوئی بات خالی نہیں ایک نئے قسم کا عارضہ پیدا ہوا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کی زوجہ کو اپنی زوجہ سے بخوشی تبدیل کرلیتا

ہے اور شرعی تاویلات کو پورے طور پر اپنا معین سمجھتا ہے''

(۷) شیعہ اخبار درِّ نجف ۲۴/ جون ۱۹۲۴ء لکھتا ہے:

''وزیر آباد میں ایک کانا ملاں رہتا ہے اس کی وضع قطع ایسی ہے کہ ایک مردار خور چیل بھی اس کی بدبو اور تعفن سے گھبراتی ہے کچھ عرصہ ہوا اس کی زوجہ محترمہ ہوائی جہاز ہوگئی تھیں۔ اس بدنصیب نے ایک شیعہ پر شبہ کیا تھا وزیر آباد کے سچے مسلمان جو ہمدرد اسلام ہیں وہ اس یک چشم کو کانا دجال سمجھتے ہیں۔ یہ ناموری کا بہت خواہشمند ہے اپنے نام گمنام کے ساتھ کئی ٹائیٹل حنفی نقشبندی قادری سردری جنوری فروری وغیرہ لگا رکھے ہیں''۔

(۸) اخبار مہاجر ۲۱/ مارچ ۱۹۲۹ء لکھتا ہے:

''مہاجر کئی اشاعتوں سے سوال کر رہا ہے کہ مولوی محمود کو دارالعلوم دیو بند کا محاسب اعلیٰ اور سر دفتر کیوں بنایا گیا ہے جبکہ ابھی حال ہی میں خیانت جعلسازی جیسے شرمناک جرائم میں ڈیڑھ سال قید بامشقت کی سزا کا حکم عدالت سے سن چکے ہیں اور چھ سو روپے جرمانہ بھی ادا کر چکے ہیں''۔

(۹) اخبار الانصار دیو بند ۲۱/ مارچ ۱۹۲۹ء لکھتا ہے:

''مولوی بشیر احمد ٹھیکیدار بھٹہ نے (جو مصلح جماعت کے سر برآوردہ ارکان میں سے ہیں) دارالعلوم پر ۱۱۷۴ روپے کا دعویٰ دائر کر دیا ہے جس میں ۱۶۴ روپے سود کے ہیں یہ ہے مسلمانوں کی تعلیمی درسگاہ کے منتظمین کی حالت کا فوٹو۔''

(۱۰) ''ایک پشاوری مولوی جبہ و دستار سے آراستہ ریش اور عصا سے پیراستہ مومنانہ شکل وصورت بنائے قرآن کریم بغل میں دبائے کلکتہ کے بازار میں مٹر گشت کر رہے تھے مسٹر اے احمد سب انسپکٹر نے ان کی مکمل مولویانہ ہیئت کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھتے ہوئے جھٹ اس جزدان پر قبضہ کر لیا جس میں قرآن شریف بند تھا اس حد تک نظارہ دیکھنے والوں

کو سخت حیرت ہوئی ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ ایسے لوگ جو ان کی خاک پا بننا فخر سمجھتے ہیں غصہ سے لال پیلے ہو رہے ہوں کہ اس عالمِ دین شرع متین وارثِ تخت رسول کریمؐ کی اس قدر ہتک کیوں کی جا رہی ہے لیکن جب قرآن کریم کا جزدان کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے ساتھ ہی کوکین کی (۲) پڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس انکشاف پر مولوی صاحب کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا جس نے انہیں تین ماہ سخت قید اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔''

(۱۱) الفقیہ ۱۴ جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''گجرات پنجاب سے ایک نامہ نگار تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں ایک مشہور ہندو ساہوکار تھا جس نے گھر میں کنچنی ڈال رکھی تھی۔ جب وہ بغتۃً عدم آباد سدھارا تو یہ نظارہ دیکھنے میں آیا ایک طرف اس کی لاش نذر آتش ہو رہی ہے دوسری طرف علماء کرام اس کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے قرآن کریم کا دور کر رہے تھے جن کی تواضع نقدی اور حلوہ کے طباقوں سے کی گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہی علماء نے اس کا چالیسواں بھی کیا اور خوب مزے اڑائے''۔

یہی اخبار اپنی اسی اشاعت میں دوسری جگہ لکھتا ہے:

''اگر کوئی مفلس اور نادار تارک الصلوٰۃ مرجائے اور اپنی جائیداد نہ چھوڑ جائے کہ اس کی نمازوں اور روزوں کے فدیہ کیلئے کافی ہو سکے تو اس صورت میں یہ ارشاد ہے کہ جو اسقدر مال میت نہ ہو یا ولی میں اس قدر مقدرت نہ ہو کہ حساب کرکے مردہ کی نمازوں اور روزوں کی بجائے نقد یا جنس ادا کر سکے تو یہ کرے کہ جس قدر اناج یا اس کی قیمت دینے پر قادر ہو اسی قدر نمازوں روزوں کے فدیہ میں وہ کسی فقیر کو دے۔ پھر وہ فقیر اپنی خوشی سے ولی میت کو دے اور ولی اس اناج یا نقدی پر قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر کو دے غرض اتنی بار

لوٹ پھیر کرے کہ میت کے تمام روزوں نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔''

ستم یہ کہ یہ ظالم مولوی اس وقت تک مردہ کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتے جب تک انہیں مردہ کا یہ ٹیکس ادا نہ کر دیا جائے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اخبارات میں ریاست جموں کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک ہندو ساہوکار نے ایک مقروض مسلمان کی لاش کو دفن ہونے سے روک دیا کہ جب تک اس کے ورثاء نے حساب کر کے کوڑی کوڑی نہ چکا دی۔ بنئے کے اس ظالمانہ فعل پر اخبارات میں ایک شور بپا ہو گیا تھا لیکن حیرت ہے کہ مولویوں کے قریباً ایسے ہی سلوک پر جو وہ مُردوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں کوئی آواز نہیں اٹھاتا وہ کھلے بندوں اُس لوٹ میں مصروف ہیں ہر حالت میں انہوں نے پیٹ پوجا کا سامان کرنا ضروری قرار دیا ہے۔

کفر بازی کے دنگل-وہابیوں کا حنفیوں کو خطاب

(۱) زمیندار ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء لکھتا ہے:

''مولوی احمد رضا بریلوی کی نسبت رضائی کہلوانے والوں پر لحافیوں کی پھبتی اڑاتا ہوا لکھتا ہے''۔

اور پھر کاسہ لیس ہیزم کش غدار اسلام فروش کھوسٹ جاہلان عالم نما کا خطاب دیتا ہوا لکھتا ہے کہ:

''ان اوہام پرست پیروں اور ان پلاؤ خور ملونٹوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ تم جیسے ہرزہ کار اور خفیف الحرکات نہیں ہوتے انجمن حزب الاحناف کے جلسے میں جن انسان نما طاغوتوں نے زمیندار سے مقاطعہ کا اعلان کیا تھا ان کی تہذیب اور شائستگی پر خود تہذیب اور شائستگی ماتم کر رہی ہے علی الخصوص ایک بہت بڑی بدعتی مرغی کے گندے انڈے نے جو غلاظت بکھیری اور چند لال ریچھ (سرخ ریش) بزرگ جس انداز سوقیانہ سے ناچے اور کودے اس کی یاد اہل لاہور کے دلوں سے کبھی محو نہیں ہو گی اگر تم ذرا بھی شرم اور غیرت رکھتے ہو تو مسجد وزیر خان کے حوض میں سب کے سب ڈوب مرو اگر تمہاری بے شرمی اور سخت دلی تمہیں مرنے نہ دے تو بریلی کے پاگل خانہ میں وہاں کے

سڑی سودائیوں کے ساتھ پڑے سڑا گلا کرو۔‘‘

(۲) اہلحدیث ۱۲؍جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

’’حزب الاحناف کا جو ایکٹر بھی سٹیج پر نمودار ہوا۔ اس نے ذریّت شیطان کی طرح سب مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے علیحدہ پارٹ ادا کیا اور اپنے بڑے شیطان کے آگے خوب ناچے اور اپنے منہ سے اتنی غلاظت پھینکتے گئے کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ناپاک کردیا ان کی تکفیر کی قینچی سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ اس جماعت شیطانیہ اور خبیثوں کی ناپاک ہستیوں نے اسلام پر جو اس قدر مصائب اور بربادیٔ اسلام کے دروازے کھولے ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسی شیطانی جماعت کے گمراہ کن خیالات اور شرانگیزیوں سے بچیں۔ زمانہ ساز۔ نفس پرست تمہاری جہالت اور گمراہی۔ بےحیاء باش وہرچہ خواہی کن‘‘ (ایمانؔ)

(۳) زمیندار ۲۵؍جون ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

’’بدقسمتی سے بعض درویش اور رہبان ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو علماء یہود کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے ہیں‘‘

۱۶ جون کے پرچہ میں علماء کا ذکر حسب ذیل عنوانوں سے لکھتا ہے، دجال کا خروج۔ امیر علی ابوجہل ہے۔ بریلوی علماء دابۃ الارض ہیں۔ ۵؍جنوری کی اشاعت میں ان کی ایک شرکیہ نظم لکھتا ہے:

نہیں اب مدینے میں جانے کی حاجت
تیرے در پہ سر اپنا رگڑا کریں گے
بہت دور ہے کعبہ جائیں نہ جائیں
یہیں ہم مقابر کو سجدہ کریں گے

کفر بازی کا دنگل۔حنفیوں کا وہابیوں کو خطاب

(۱) اخبار غالب ۱۹؍جولائی ۱۹۲۵ء وہابیوں کی حقیقت بیان کرتا ہے:

''اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہ دیوبندیوں کا زبردست مسئلہ ہے اور نبی کریمؐ کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ یہ دیوبندیوں کی تحریر ہے ایسی ہی تحریروں پر اہل سنت نے ان پر کفر کے فتوے دیئے کیا وہ مورد طعن ہو سکتے ہیں۔ ہم آج ذمہ داری لیتے ہیں کہ اہل دیوبند معہ اپنے حلقہ بندوں کے ان عقائد فاسدہ سے جن کو ہم تفصیل کے ساتھ لکھ سکتے ہیں توبہ کا اعلان کر دیں تو اہل سنت خواہ علماء بریلوی ہوں یا اہل بدایوں علمائے لکھنوٴ اپنے اپنے مخالفانہ فتوے واپس لے کر صلح وآشتی کیلئے میل ملاپ کی خاطر ہاتھ بڑھانے کو آمادہ ہوں گے۔''

(۲) سیاست ۱۹؍فروری ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''چند خواجہ تاشوں کو جو اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث نجدی غدّار کو خلفائے راشدین کے بعد افضل الانسان سمجھ رہے ہیں۔''

(۳) دُر نجف سیالکوٹ ۲۴ جنوری ۱۹۲۶ء ایک جلسہ کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ:

''۳۰؍اکتوبر کی شب کو چوک اڈہ میں احناف کا عظیم الشان جلسہ ہوا اس میں سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ ایڈیٹر نشتر نے ایک واسوخت پڑھی جس کا شعر ترجیع بند یہ ہے۔

نجدی کا جو حامی ہے مسلمان نہیں ہے
بے شرم و بے غیرت ایمان نہیں ہے

اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ نے تبرکاً تقریر فرمائی اور افتتاح کلام لعنت سے فرمایا ارشاد ہوا کہ معلوم نہیں کہ نجدی ملعون ابن ملعون بے شرم بے حیا وہابیوں کا جوائی.....اب کون تخم حرام سوٴر کا بچہ یوں کہے کہ روضۂ رسول اللہ باقی ہے کہو اے مسلمانو! نجدی ملعون اور ان کے حامیوں اور انہیں مسلمان سمجھنے والوں پر لعنت لعنت اور حضرت کا یوں

فرمانا تھا کہ بھادوں کی موسلا دھار کی طرح لعنتوں کی بارش شروع ہوگئی اور صرف ایک ریزولیوشن پیش ہوکر پاس ہوا تھا کہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہر نماز کے بعد ۱۰۰۔ ۱۰۰ نجدی ملعون اور وہابیوں پر لعنت پڑھی جائے اور یہ ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوکر مجمع عام میں ایک جم غفیر نے لعنت تمام ادا کردی''۔

(۴) بالفاظ زمیندار ۲۱ ستمبر ۱۹۲۵ء مسلمانانِ لاہور کے جلسہ میں جس کی تعداد آٹھ ہزار تھی کہا گیا ابن سعود اسلام سے مردود مرتد ہے۔ واجب القتل ہے۔

(۵) اخبار ضیافت پنچ ۲۴/جون ۱۹۲۶ء نے وہابیوں اور حنفیوں کی لڑائی کا نقشہ ایک کارٹون میں کھینچا ہے کہ ایک مینڈھے کو جسے احمق مرید کا خطاب دیا گیا ہے حنفی ملاّ صاحب لئے کھڑا ہے۔ دوسرے مینڈھے کو جس کا نام جاہل مقتدی رکھا گیا ہے۔ وہابی ملا صاحب تھامے ہوئے ہیں اور ایک سنگھٹنی جھٹکئی ہاتھ میں چھری لئے ہوئے یہ کہہ رہا ہے کہ بس سر پھٹول کی دیر ہے۔ میری تیز چھری دونوں کا فیصلہ کردے گی۔

مسلمانوں کی اپنی زبان سے اپنی یہودیت اور شرک اور بت پرستی کا اقرار

(۱) زمیندار ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء مسلمانان ہند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مخاطب کرتا ہوا کہتا ہے:

''تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں بت پرستوں کے کرتے ہو تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ ربّ العالمین کو چھوڑ کر بعل یغوث نسریٰ اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں۔''

(۲) اخبار البشیر اٹاوہ ستمبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''بعثت پیغمبر آخر الزماں کے وقت عیسائیوں اور یہودیوں میں جو فرقہ بندی تھی ان کی تاریخ اٹھا کر پڑھو اور پھر آج کل کے علماء اسلام کا ان سے مقابلہ کرو تو صاف طور پر ثابت

ہوجاتا ہے کہ آج بہت سے علماء اسلام کی جو حالت ہے وہ فوٹو ہے اس زمانہ کے علماء یہود اور نصاریٰ کا''۔

(۳) زمیندار ۱۵/اپریل ۱۹۲۸ء لکھتا ہے:

''اگر ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو ہم سے خلافت اور سلطنت نہ چھنتی اور اس نعمت عظمیٰ کے حصول کی اہلیت سلب نہ کرلی جاتی حقیقت یہ ہے کہ ہم نے توحید پرستی کو جو اسلام کا اصل اصول ہے ہاتھ سے دے دیا ہے۔ اس لئے ہم پر وہی جرم عائد ہوا ہے جو باغی پر عائد ہوتا ہے۔ ہم شرک میں مبتلا ہیں اس لئے مصیبت میں مبتلا ہیں''۔

پھر ۱۰/جولائی کے پرچہ میں لکھتا ہے:

''مسلمانوں نے خدا کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کی اجتماعی قوتیں تباہ ہوگئیں اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ روئے زمین پر یہودیوں سے زیادہ قہر مذلت میں ہیں۔ مگر ان نافرمانیوں کے دور کرنے کا خیال نہیں کرتے۔ خدا کی قسم کھانے سے نہیں ڈرتے مگر قرآن شریف یا ولی یا قبر کی قسم کھانے سے خوف کرتے ہیں ان نافرمانیوں کا نتیجہ ہے کہ ایک بُت پرست ہندو قوم کو جسے محمود کے صرف چالیس ہزار آدمیوں نے فتح کیا تھا خدا نے اس کے غلام بنا دیا خدا کا وہ وعید کا حکم یہود کیلئے تھا اب ان پر چسپاں ہوگیا ہے کہ ان پر خدا کی طرف سے ذلّت اور رسوائی اور افلاس کی لعنت نازل ہوگئی ہر جگہ ذلیل ہوں گے۔''

(۵) اخبار وکیل ۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے:

'' اس مرض کا حدوث آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت پہلے شروع ہوچکا ہے۔ مسلمانوں نے پہلے انفرادی زندگی میں یہود اور نصاریٰ کی اتباع کی اور اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے اس کا نتیجہ تنسیخ خلافت ہے''۔

(۶) اخبار الجمیعۃ ۱۴/۱۱ اپریل ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''دفعتہً پردہ اٹھ گیا دنیا کو صاف نظر آ گیا کہ امت مسلمہ اگر کسی مجتمع شیرازہ اور کسی بندھی ہوئی تسبیح کا نام ہے تو آج صحیح معنوں میں امت مسلمہ ہی موجود نہیں ہے بلکہ منتشر اوراق ہیں، چند بکھرے ہوئے دانے ہیں، چند بھٹکی ہوئی بھیڑیں ہیں جن کا نہ کوئی ریوڑ ہے اور نہ گلہ بان''۔

(۷) زمیندار (۲) ۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء میں لکھتا ہے:

''عالم اسلام کی تباہی و بربادی بلاخیز طوفانِ حوادث بالخصوص مسلمانانِ ہند پر مصائب و آلام کے روز افزوں ہجوم کے اسباب یہ نہیں کہ تم میں علم و ہنر نہیں یا تمہاری تعداد کم ہے بلکہ اصلی سبب یہ ہے کہ تمہاری زندگی غیر شرعی اور جہالت کی زندگی ہے تم نے اپنا مذہبی محور نہیں قرار دیا جس پر تم سبھوں کی گردش ہوتی تم نے آج تک یہودیت کی راہ اختیار کی اور اسی پر چلے اور اسی سے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔''

آگے ۱۷/ جولائی میں لکھتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وعدہ فرما چکا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی مومن قانت موجود رہے گا۔ اسلامی خلافت برقرار رکھی جائے گی۔ کیا مسلمانوں میں خلافت کا نہ رہنا ثابت نہیں کرتا کہ مسلمانوں میں اب ایک بھی مومن قانت نہیں ہے۔

(۸) اہلحدیث ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء لکھتا ہے:

''کہ قرآن میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے افسوس کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے جس طریق سے مخالف کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اس سے بجائے ہدایت کے ضلالت پھیلتی ہے۔''

پھر ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کے پرچہ میں لکھا کہ:

''ہم وہ ہیں کہ ہمارے قویٰ سلب ہو چکے ہیں۔ بہادری عنقا ہو چکی ہے اعضاء کمزور اور حقانی تڑپ ہمارے دلوں سے معدوم ہو چکی ہے بلکہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تمام اعضاء مر چکے ہیں فقط ایک دہن اور اس میں ایک زبان باقی ہے۔''

پھر ۱۷ جولائی ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:

''زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کل خود آپس کی صلح اور باہمی ملاپ کا دم بھرتے ہوئے قرآن اور حدیث کی طرف مائل ہوئے تھے۔ آج ان کی کشتی بھی متزلزل صورت میں نظر آ رہی ہے اور وہ بھی آپس میں شقاق کی بادسموم کو چلا رہے ہیں۔''

(۹) رسالہ صوفی جولائی ۱۹۲۵ء لکھتا ہے :

اے خُدائے دو جہاں مسلم کو پھر مسلم بنا
پھر یہ منوادے کہ مسلم کا کوئی ثانی نہیں
اپنی پامالی کا یارب ہم کو خود ہے اعتراف
ہم مسلماں ہیں مگر ہم میں مسلمانی نہیں

(۱۰) اخبار وکیل ۳ جنوری ۲۱ء لکھتا ہے:

''جب مسلمانوں میں مذہب سے اجنبیت اس قدر بڑھ گئی اسلام سے وہ اس قدر دور ہو گئے اور فسق و فجور اور معاصی میں حد کو پہنچ گئے تو قہر الٰہی میں ایک جوش آیا ان پر بلیات اور مصیبتیں نازل کیں جو ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے کبھی دنیائے اسلام پر نہیں آئی تھیں سچ ہے کہ ہمارا تنزل آج سے شروع نہیں ہوا لیکن پہلے ابتداء تھی اب انتہاء ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے نالہ و فریاد اور شور و ماتم کی صدائیں مدّت سے کرّہ ہوا میں گونج رہی تھیں لیکن پہلے مبالغہ تھا اب واقعہ ہے کون نہیں جانتا کہ ایسی عالمگیر مصیبت مسلمانوں پر کبھی نہیں آئی اس زمانہ میں یہ حالت تھی کہ اگر بغداد میں ہمارا آفتاب اقبال غروب ہوا تو اندلس کے افق سے فوراً نمودار ہو گیا غرض مسلمانوں کے اقبال کی کشتی اگر ایک جگہ ڈوبتی تو

دوسری جگہ اچھلتی تھی مگر اب تو دنیائے اسلام میں دوسری دفعہ طوفان نوح آ رہا ہے اور مشرق سے مغرب تک یکساں تاریکی اور اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔''

(۱۱) اخبار وطن ۱۳ جون ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

''مسلمانوں کی موجودہ پستی اور تباہ حالی اور درماندگی کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب سے روز بروز بیگانے ہوتے جاتے ہیں ان کے اعمال بیحد خراب ہو گئے ہیں ان کے اخلاق پست ہیں اور صحیح اسلامی تعلیم سے مطلقاً بے خبر ہیں۔''

(۱۲) زمیندار ۳ ستمبر لکھتا ہے:

''مسلمان غبار راہ کے بے حقیقت ذرّات ہیں۔ ہر جھونکا انہیں جس طرف چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ ان کی حالت خشک پتوں کی سی ہے جہاں کہیں ہوا کی تیز رو آتی ہے وہ بحالتِ انتشار اپنی جگہ چھوڑ کر فضا میں اِدھر اُدھر گھومنا شروع کر دیتے ہیں نہ ان میں نظم ہے نہ ترتیب نہ جماؤ ہے نہ قیام آج وہ مشرق کی طرف رواں ہیں تو کل دفعۃً مغرب کو قبلہ آمال سمجھ کر سراسیمہ ہو کر اس سمت دوڑنے لگتے ہیں۔''

(۱۳) اخبار مدینہ ۲۱ ستمبر ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''آج کل کے مسلمانوں کی حالت کیا ہے اس کا سطحی خاکہ مختصر یہ ہے کہ وہ امور جن کا مذہب سے دور کا تعلق نہیں ان پر جان دینا شہادت سمجھتے ہیں مگر جہاں اسلام کی حقیقت مٹی جا رہی ہے اس کے متعلق کوئی زبان تک نہیں ہلاتا اس وقت مسلمان جس قدر تعلیم نبوی اور اخلاقِ حمیدہ اور اخلاق حسنہ سے بے بہرہ ہیں اور بدعت اور شرک و کفر نفاق و مظالم و معاصی میں گرفتار ہیں اس کا بیان کرنا ضروری نہیں شر و فساد جھوٹ و فریب دغا بازی مکاری حرامکاری غرضیکہ کونسی برائی ہے جو ہم میں نہیں ہے پھر طرفہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایسی ذات سے وابستہ کریں جس کے ہم پیرو نہیں ہیں۔ ہم کو دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہمارے کام مسلمانوں کے نہیں۔''

(۱۴) ہمدم ۳؍مئی ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''مسلمان آج پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ان کا قرآن پاک ان کی ہدایت کیلئے کافی ہے۔لیکن نہ قرآن کو پڑھتے ہیں نہ اس کی اتباع اپنے لئے دستورالعمل بناتے ہیں۔آج اس قانون کو پس پشت ڈال دیا ہے تقلید کرنا تو درکنار رہا جس قوم کا خدا اواس کے رسول کیلئے یہ حال ہووہ زبان سے کہے اور عمل سے اس کو ثابت نہ کرے تو کیا وہ قوم خدااور رسول سے جنگ کر کے فائز المرام ہوسکتی ہے۔ایک مسلمان وہ تھے جن کی تعداد انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل تھی لیکن بڑے بڑے قیصر و کسریٰ دہشت سے لرزہ براندام تھے فتح و نصرت ان کی قدم بوسی کرتی تھی۔عزت اور سلطنت ان کے گھر کی لونڈی تھی عروج اور اقبال ان کے قدموں میں تھے۔یہی کتاب ان کی راہنمائی کیلئے کافی تھی یہ رسول ان کی اتباع اور تقلید کیلئے تھے جہانبانی اور جہانداری کے آئین سیاست وحکومت کے طریق وہی تھے جس کو آج بھی کلام پاک پکار پکار کر بتار ہا ہے پھر کیا ایسے اسباب تھے جو وہ لوگ تو ذی عزت تھے اور آج ہم ذلیل ہیں مسلمان وہ بھی اور ہم بھی ہیں ہماری آج کوئی بھی کل سیدھی نہیں ہے نہ قومی شیرازہ مجتمع ہے۔نہ اخلاقی حالت درست ہے نہ ارکان مذہب کے ہم پابند نہ ایمان اور اتفاق کی درستگی کیلئے ہم ساعی ہیں بیشک ہم فخریہ طور پر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا مذہب مکمل ہے مگر اس کی تکمیل سے ہم اس زمانہ میں کوئی فائدہ اٹھانے کیلئے تیار نہیں جدھر نظر اٹھاؤ کوئی نہ کوئی خرابی موجود ہے تمدن معاشرت اخلاق و مذہب اقتصاد اور سیاست سب کا نظام بگڑا ہو ہے ایک طرف تو اسلام کو مکمل کہا جاتا ہے۔دوسری طرف اسلام سے روگردانی کر کے غیروں کی طرف بھاگا جاتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ قوم جو خدااور رسول سے جنگ آزمائی کرے وہ کامرانی حاصل کرسکتی ہے.......اگر ایک طرف ترک اپنی اصلاح اور آراستگی میں منہمک حتی کہ منصب خلافت ایسے مرکز سے بھی دست بردار

ہور ہے ہیں تو دوسری طرف عرب اپنے قومی شیرازہ کی بندش اور استعمار ملکی میں مشغول ہیں۔ ہندوستانی مسلمان اپنی تنظیم اور درستی کی چیخ و پکار مچا رہے ہیں تو چینی مسلمان اپنی تدبیر وفلاح میں غلطاں اور پیچاں ہیں غرضیکہ دنیا کے ہر حصے میں مسلمان اور ادبار لازم و ملزوم اور ہر جگہ مذہبی سیاسی اختلال حد کو پہنچا ہوا ہے اور ہر جگہ ہمدردانِ اسلام اصلاح اور آراستگی کی کوشش میں مشغول ہیں مگر نتیجہ پر نگاہ کی جائے تو وہی ڈھاک کے تین پات۔اس واسطے مجبوراً یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ پوری کی پوری قوم میں کوئی مادہ فاسد سرایت کرگیا ہے کہ جو نہ قوم کا لائحہ عمل بننے دیتا ہے نہ قوتِ اجتماع پیدا کر کے ابھرنے دیتا ہے ورنہ ان **کنتم مؤمنین** کی جزائے اٹل لازمی اور یقینی حاصل ہوتی ہے۔"

(۱۵) اخبار حمایت اسلام لاہور ۳؍جون ۱۹۰۰ء لکھتا ہے کہ:

"میں اس وقت مسلمانوں کی حقیقی صورت حال پر بحث کرنا چاہتا ہوں مبالغہ یا جوش و جذبات سے بالکل کام لینا نہیں چاہتا یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے جتنے سیاسی مسلمان ہیں سب کے سب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سب سے زیادہ اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔مگر آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کے نزدیک اسلام ہے کیا چیز جس کی یہ خدمت کرتے ہیں۔اسلام میں تین چیزیں ہیں (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) معاملات۔ جناب سرور دوعالمؐ نے ان تینوں امور کیلئے جو قواعد بنائے انہیں کا نام اسلام ہے ان میں سے عبادات کو تو ان لوگوں نے ابتداہی سے غیر ضروری قرار دیا ہے۔ نہ خود فرائض کی پرواہ کرتے ہیں نہ ان لوگوں کو کچھ زیادہ اچھا سمجھتے ہیں جو فرائض پر زور دیں معاملات کے متعلق یہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ زمانہ کے حالات کے موافق معاملات کے قواعد بدلنے چاہئیں تیرہ سو سال کا پرانا قانون اس وقت قابلِ عمل نہیں ہوسکتا۔ معاملات میں سب سے بڑی چیز سیاست ہے اسلام نے سیاست کے ہر پہلو کو نہایت واضح اور صاف کردیا ہے۔مگر یہ

کہتے ہیں کہ سیاست علیحدہ چیز ہے۔ اسلام علیحدہ چیز ہے۔ اس لئے سیاست میں اسلامی تعلیمات کے متعلق کچھ سننا بھی نہیں چاہتے اور نہ ہی تعلیم پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ اعتقادات میں دو چیزیں اہم ہیں توحید و رسالت۔ توحید اسلام کی مخصوص چیز اب نہ رہی اور رسالت کے متعلق ان کی صرف یہ عنائت ہے کہ رسول اللہ کی جھوٹی محبت اور غلامی کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں مگر حضورؐ نے کیا تعلیمات دیں اور کن امور کو اپنی غلامی کیلئے شرط قرار دیا نہ اس کی ان کو تلاش ہے نہ پرواہ۔ اس کے بعد اب اسلام کس چیز کا نام باقی رہا جس کی خدمت کا یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ میری سمجھ سے باہر ہے۔''

یہی اخبار اسی پرچہ میں دوسری جگہ لکھتا ہے:

''آج بچہ بچہ کے دل میں آزادی کا جوش اور ہر کہ ومہ کے دل میں مادی ترقی کا خروش سمایا ہوا ہے دنیا کا کونہ کونہ چھان مارو۔ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک پھر جاؤ۔ ہر سر میں یہی سودا اور ہر دل میں یہی تمنا پاؤ گے۔ بعض جو اعلیٰ خیالات کے لوگ ہیں ان کا مقصدِ حیات بھی خدا پرستی نہیں بلکہ قوم پرستی ہے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے قوم کا ہی درد ان کی زبان پر جاری ہے۔ ان کی جسمانی سرگرمیاں قوم کی اقتصادی ضروریات اور معاشرتی لوازمات کو پورا کرنے اور ان کی پولیٹکل زندگی کو اوجِ ترقی تک پہنچانے کیلئے قرآن اور ہزاروں صحیفے آسمان سے وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے ہیں۔ اس زمانہ کے لوگ اسے پس پُشت پھینک چکے ہیں جس فعل کی پاداش میں انسان پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوتے رہے۔ طوفان آئے پتھروں کی بارش سے ان کا کچومر نکلا۔ زمین کے تختوں کے تختے الٹ دیئے گئے۔ فوجوں کی فوجیں غرقِ آب کی گئیں۔ قحط و وباء طاعون و ہیضہ وغیرہ آفات ارضی و سماوی اس پر مسلط کی گئیں۔ آج دنیا کا چپہ چپہ انہی جرائم کے ارتکاب کی عینی شہادت دے رہا ہے۔ اوروں کا تو ذکر ہی نہیں خود امت خیر الامم جو اقوامِ

عالم کو جہالت اور خباثت کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے نکال کر توحید کا راستہ دکھانے آئی تھی اور بندہ کا اپنے مولیٰ کے ساتھ عبودیت کا رشتہ جوڑنے آئی تھی وہ بھی اس بھاڑ کا ایندھن ہوتی جارہی ہے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے راہ نما اور عالی دماغ لیڈر مرکزِ اسلام سے اس قدر دور ہوتے جارہے ہیں کہ اسلام کا لفظ ان پر برائے نام صادق آتا ہے۔ اسلامی شعائر سے وہ متنفر ہیں۔ اسلامی عقائد ان کی نظر میں بدتر، اسلامی احکام سے گریزاں، اسلامی تمدن سے بیزار، اسلامی تہذیب و تعلیم ان کیلئے ادنی درجہ کی گھٹیا تہذیب ہے۔ خدا پرستی ان کے نزدیک رسمی طور پر ایمان لے آنا ہے۔ روزمحشر جزاء وسزا جنت دوزخ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں اور ہمیشہ غالب کا یہ شعر وردِ زبان رکھتے ہیں۔

جانتا خوب ہوں جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

گویا خلد بریں ان کے نزدیک دل کے بہلاوے کا ایک ڈھکوسلا ہے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ جو کام انہوں نے اسلام کیلئے کرنا تھا اب قوم کی خاطر کرنے اور اپنے آپ کو قوم پرست کہلانا موجب فخر و مباہات سمجھتے ہیں قومی معاشرت کے اصول وقواعد ان کی شریعت ہیں۔ ان کی شریعت میں قومی کارکن غازی اسلام کی حیثیت رکھتا ہے ان کے قوانین میں قومی شہید کا رتبہ شہید فی سبیل اللہ سے بڑھ کر ہے ان کے خیال میں قوم کیلئے عیش و تنعم کے اسباب مہیا کرنا ہی اسلامی خدمت ہے۔ خواہ وہ بداخلاقی کی دوڑ میں لعبتان فرنگ سے بھی کیوں نہ آگے نکل جائے اور اسلام کی حقیقی شاہراہ سے کس قدر دور کیوں نہ ہو جائے۔ یہی نہیں کہ صرف ان کے اپنے خیالات یہ ہیں بلکہ انہوں نے علماء قوم کو بھی اسی خیال میں رنگ دیا ہے۔ اس لئے ہر ایک آدمی خدا پرستی کی سلطنت سے نکل کر قوم پرستی کے جھنڈے تلے آنا فخر سمجھتا ہے بلکہ خدا پرستی کو تاریک خیال انسانوں کا فعل تصور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسلام کی تعلیم بعید از علم و عقل و فکر و قیاس اور مانع ترقی و تہذیب جدید ہے۔

مغربی نقطۂ نگاہ سے تمدّن اقوام کا دستور اساسی مادہ پرستی جلب زر ورفعت دنیوی۔خودغرضی ،طوطا چشمی ، بے حیائی ، ریاکاری اخلاق سوزی ،مکروفریب کبروغروروغیرہ اوصاف ذمیمہ کے معجون مرکب سے مرتب کیا گیا ہے چونکہ یہ تمام باتیں سیرت شیطانی کا خلاصہ ہیں اس لئے اس طرف طبائع کا رجحان بہت جلد ہوا ہے اورنہایت سرعت سے پسندیدگی عام کا درجہ حاصل کرتا جاتا ہے بلکہ اکثر طبیعتیں جو پابندی مذاہب سے فطرتاً بیزاراورحظائظ انسانی سے قدرتاً مانوس تھیں ان کیلئے تو اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ بن گیا ہے ٹرکی جو یورپ سے زیادہ نزدیک تھااورصدیوں کی دولت اورحکومت کے نشے سے لذات نفسانی کے بھنور میں پڑ کر اپنی خصائص اسلامیہ مغرب کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور دلفریب حسن و جمال کی نذر کرچکا تھا بہت جلد اس کی طرف مائل ہوا اور ایسا مائل ہوا کہ نہ صرف ارکان اسلام کی پابندی کوترک کردیا بلکہ اس کے رسم ورواج اطوار وخصائل ،طورطریقوں کےعلاوہ اس کے لباس اورزبان سے بھی منافرت کلی اختیارکرلی اس کی دیکھا دیکھی ایران وافغانستان میں بھی یہ رودن بدن سیلاب عظیم کی طرح احاطہ کرتی جارہی ہے۔عراق عرب میں بھی برطانوی اقتدار کے ماتحت یہی بیج بویا جارہا ہے مصر اگر اسلامی تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیتا تو برطانوی استعمار کا جوا اس کے کندھے پر نہ ڈالا جاتا۔ بربر کے ممالک پہلے ہی یورپین طاقت وتہذیب کے کشتہ ہوئے بیٹھے ہیں۔ رہا ہندوستان تو یہاں کا معزز طبقہ مصداق **الناس علی دین ملو کھم** انگریزیت کا دلدادہ اورمغربیت کا شیدائی ہے۔خدا پرست کہلاتے ہیں مگر برائے نام خدا کے آگے سجدہ کرنے میں ان کو پتلون اور بوٹ آڑے آجاتے ہیں اورروزہ رکھنے سے ان کے جسم نازک سے روح پرواز کر جاتی ہے۔احکام الٰہی کی پابندی ان کی مزعومہ تہذیب کے آگے مضحکہ خیز اور جہالت کی مثال ہے۔غریب لوگ ہمیشہ امیروں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور علماء کی جماعت کو گھن اندر ہی اندر کھائے جارہا ہے ایک آمین بالجہر کا داعی ہے تو دوسرا قرأت خلف الامام سے گریزاں۔کوئی کہتا ہے کہ سود اس زمانہ میں اگر ناجائز تھا تو آج کل کے حالات اس کے جواز کے متقاضی ہیں۔اسی طرح پردہ اورتصویر پر من گھڑت مسائل کی ترویج ہورہی ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ دین اسلام اللہ کا

دین ہے اُس کے اصول اور قواعد میں سرِ مو تفاوت نہیں کیا جا سکتا۔اس کے احکام خدائی احکام ہیں جو انسانی عقل وتدبیر فہم وفراست سے برتر ہیں خواہ حالات زمانہ کیسے ہی پلٹا کھا جائیں۔ان احکام کی حیثیت بدستور اور ان کی تعمیل لابد ہے جو مذہب عوام کی ذہنیت کے مطابق تغیر وتبدل پا جاتا ہے وہ مذہب خدائی مذہب نہیں ہوسکتا مذہب کا تو یہ کام ہے کہ عوام کی ذہنیت کو نفسانیت سے پھیر کر اپنے مطابق کرے مگر ان مسلمانوں کو اغیار کی ترقی کا رشک کھائے جارہا ہے۔ان کی دولت وثروت کے گل چھرے رہ رہ کر پہلو گدگداتے ہیں اور اپنی فرومائگی کو اسلامی تعلیم اور نقص پر (معاذ اللہ) محمول کرتے ہیں مگر خود تو اسلامی تعلیم اور تہذیب کو صدیوں سے کھوئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم نے اغیار کا دست نگر بنا دیا ہے۔ وہ کون سی اسلامی تہذیب ہے جس پر یہ عامل ہیں یہی کہ مہینوں گذر جائیں نماز کا نام تک نہ لیں بڑے بڑے پروفیسروں اور لیڈروں کو بھی نماز کے نام سے گھن آئے ورنہ اسلامی تہذیب تو وہ تہذیب ہے جس نے ہرقل جیسے عظیم الشان بادشاہ کو اناطولیہ سے قسطنطینیہ تک بھگا دیا تھا اور یزدجرد کی حکومت کے پرخچے اڑا دیئے۔ یہ وہ تہذیب ہے جس نے یورپ کو قعر مذلت سے بامِ رفعت تک پہنچا دیا۔عرب ایسی وحشی اور جاہل قوم کو دنیا کے علوم وفنون کے خزانوں کا مالک کس نے بنا دیا۔اسلام نے اور صرف اسلام نے۔اسی تہذیب کے تربیت یافتہ وہ لوگ جن کے ساٹھ آدمی ساٹھ ہزار پر فتح حاصل کرتے رہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانوں کا تعلق خدا کے ساتھ ایسا لگا دیا کہ وہ سوتا جاگتا کھاتا پیتا غرض ہر کام میں اس کی یاد اور اس کے حضور کی نعمت سے مالا مال ہوسکتا ہے۔ یہی انسانی ترقی کا منتہائے عروج ہوسکتا ہے۔ جب تک اسلامی ممالک اس اسلامی تہذیب کے رہین منت رہے۔گنبد گردوں میں ان کے نام کا غلغلہ بلند رہا ان کی ہیبت سے نرۂ شیر کانپتے رہے ان کے رعب سے پیل مستان روئے زمین کا زہرہ آب آب ہوا جاتا تھا۔دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ان کی ماتحتی پر ناز کرتی تھیں۔لیکن جونہی انہوں نے نفس پروری اور عیش وراحت کے انہماک میں اسلامی آئین اور قوانین سے منہ موڑا۔خدا پرستی اور توحید کے ارکان کو چھوڑ اور اس کے اوامر ونواہی سے بیزاری اختیار کرلی تب افلاس اور ناداری کی لعنتیں ان پر مسلط

کر دی گئیں۔دولت وحکومت چھن گئی اغیار کے غلام بنا دیئے گئے اب ان کی یہ حالت ہے:

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

اب رفتارِ زمانہ کی ترقی پر نظر کر کے ان کو اپنی ذلّت کا احساس ہوتا جاتا ہے ایک تو اپنی روایات ماسبق کی یاد رہ رہ کر تڑپاتی ہے دوسری طرف اقوامِ عالم کی سطوت وشوکت ان کے جذبات کو بھڑکاتی ہے اس لئے وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دیرینہ کو حاصل کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن چونکہ وہ اسلام کی حقیقی شاہراہ سے ہٹ کر بداخلاقیوں اور عیش ونشاط کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔اس لئے جو قدم اُٹھاتے ہیں اپنی ملّت عزیز سے زیادہ دور ہو کر اور بھی نکبت اور ذلّت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس طریق کار کو بالکل فراموش کئے بیٹھے ہیں۔جس کے ذریعہ ان کے اصلاف نے عظمت و شوکت حاصل کی تھی جس گلشن کو انہوں نے اپنے خون اور پسینہ کے پانی سے سینچا تھا آج ہم اسے الحاد اور زندقہ کی کدالوں سے اکھاڑ اور برباد کر رہے ہیں جس پودے کو انہوں نے پروان چڑھا کر پھول پتے لگائے تھے اب ہم اس کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔اے کاش ہم میں غیرت وخودداری کا شمہ ہوتا۔ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

حیدرآباد دکن کے دیہاتی مسلمان کلمہ تک نہیں جانتے

اخبار ہمدم ۸ ستمبر ۱۹۲۰ء لکھتا ہے:

''پادری صاحبان برابر زمین خریدتے ہیں اور اپنا اثر بڑھاتے جاتے ہیں۔دوسری طرف بعض اضلاع میں دیہات کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ پورا کلمہ تک نہیں جانتے ایسے لوگوں پر مسیحی مبلغین کا بآسانی جادو چل سکتا ہے۔سارے ہندوستان میں عیسائی مشنوں کا جال پھیلا ہوا ہے لیکن کم از کم سب سے بڑی اسلامی ریاست کو تو اس سے

محفوظ رکھنا چاہیئے۔''

علاقہ سی پی مہاراشٹر میں مسلمانوں کے نام تک اسلامی نہیں

اخبار مستقل ۱۲؍جولائی ۱۹۲۹ء لکھتا ہے:

''سی پی مہاراشٹر وغیرہ میں اسلام صرف ختم چہلم وغیرہ رسوم تک باقی رہ گیا ہے۔ختم کے موقعہ پر بڑے بڑے تکلفات ہوتے ہیں اور بلا امتیاز وہ تمام چیزیں ملّا کے سامنے چن دی جاتی ہیں۔جنہیں مرنے والا پسند کرتا تھا۔یہاں تک کہ شراب کی بوتل۔افیون کا گولہ اور تازہ کیا ہوا حقہ بھی سامنے لایا جاتا ہے۔بمبئی اور مدراس کے بعض حصص میں وہ مسلمان آباد دکھائی دیتے ہیں جن کو سوائے اس کے کہ وہ لفظ مسلمان جانتے ہیں اور کسی چیز کی خبر نہیں ان کے نام تک ہندوآنہ ہیں چنانچہ جب اُن میں سے ایک شخص کا ہندوانہ نام بدل کر عبداللہ رکھا گیا تو تمام برادری نے اس کا بائیکاٹ کردیا ضلع ستارا میں ایک شخص سے جب سوال کیا وہ کون ہے تو اس نے جواب میں لکھا کہ مسلمان جب کلمہ پڑھنے کیلئے کہا تو اندر سے روئی دھننے کی دھنکی اٹھالایا کہ اگر میں مسلمان نہیں تو میرے گھر میں کیوں پڑی ہے۔ مہاراشٹر میں اکثر مقامات پر ہندوقصاب ہیں جو ملاؤں کو مقررہ فیس ادا کرکے اپنی چھریاں سال چھ ماہ کیلئے دم کرالیتے ہیں پھر انہیں سے مقررہ میعاد تک مسلمانوں کیلئے جانور ذبح کرتے رہتے ہیں۔پنجاب کے دیہاتی مسلمانوں کی مذہبی حالت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پھر یوپی میں ملکانے جو مسلمان کہلاتے ہیں ان کی حالت سے کون آگاہ نہیں غرضیکہ کون سی جگہ ہے جہاں اسلام اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی رہ گیا ہے۔''

علاقہ مدراس میں مسلمانوں کی مذہبی حالت

اخبار اہلحدیث ۱۸ فروری ۱۹۲۱ء کا نامہ نگار لکھتا ہے:

''ترکِ نماز، شراب خوری، زنا کاری، دغابازی یا مثل اس کے گناہوں کی زمانہ خیر میں سزائیں مقرر کی گئی تھیں۔ اس سے روپوشی کر کے صرف نماز نہ پڑھنے پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ شادی غمی کے ناجائز رسوم کی نہ پوچھ ہے۔ نہ ٹیکس باوجود اناج کی کم پیداواری کی تکلیف اور قحط کے ہمارے گاؤں اور قرب وجوار میں کندوری اور رسمی فاتحہ مولودخانی برابر رہتی ہے۔

آج میں نے ایک مولوی صاحب کو کندوری کی دعوت پر جاتے دیکھا اور پوچھا کہ کندوری کے چکنے دانوں میں کیا ایمانی مزہ ملتا ہے۔ بولے میں تو مقلد ہوں ہماری تقلید کا میدان وسیع ہے۔ اگر جھاگ دریا کے برابر بھی گناہ ہوں معافی کی امید ہے کیونکہ عاقل غافل عامی عالم کا ایمان فی نفسہٖ برابر ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں جس دعوت پر جاتا ہوں وہ پیران پیر کی مبارک کندوری ہے۔ میرے بزرگوں نے ذراسی چیز سے لے کر ناپاک جانور تک ہضم کرلیا ہے۔ میں نے ہنس کر کہا اجی حضرت جب آپ کا اور پیرانِ پیر کا ایمان برابر ہے تو درحقیقت یہ کندوری پیرانِ پیر کی نہیں بلکہ آپ ذات شریفہ کی ہے۔

سنا ہے ایک گاؤں کے پیش امام اور پٹیل (نمبردار) صاحب دونوں سود کھاتے تھے وہاں ایک شخص بطور مسافرت وعظ کرتا ہوا جا پہنچا۔ ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا کہ میں سود خوار امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا کیا میرا یہ عمل شریعت مطہرہ سے ملتا ہے؟ امام صاحب سن کر غصے میں آئے اور کہنے لگے بڑے بڑے علماء اور زردار حاجی لوگوں نے سود کھایا ہے۔ سود کی ڈگریاں سرکار میں موجود ہیں اور ہر بیوپاری کے دفتر میں سود کا حساب لکھا ہوا ہے۔''

برما کے مسلمانوں کی مذہبی حالت

اہلحدیث ۱۶/اپریل ۱۹۱۰ء کا نامہ نگار لکھتا ہے:

''یہ عاجز دس یوم سے یہاں مقیم ہے آج دو بجے ایک جلسہ جامع مسجد میں ہونے والا تھا چنانچہ میں بوقت ظہر مسجد میں گیا۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی عجیب حیرت کا عالم ہے چند قلئے شربت کے رکھے ہیں اور طباقوں میں کیلے کھجور پیش امام کے سامنے رکھے ہیں۔ فاتحہ پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر مانگ رہے ہیں جس کے بعض الفاظ یہ ہیں معشوق حقانی عبدالقادر جیلانی الی روح پرفتوح وغیرہ بعد فاتحہ برونگ اور کھجری بجنی شروع ہوئی اور یامرادی یامرادی کا شور برپا ہوا مسجد گونج اٹھی اس کے بعد صندل کا برادہ حل کیا سب کی گردنوں اور پیشانی پر مثل پنڈتوں کے سفید نشان لگائے گئے پھر ایک فاسق صورت کو حال آیا رقص کرنے لگا سامنے لوبان کی انگیٹھی میں اپنا منہ ڈال دیا مگر آگ کے آڑے ہاتھ رکھا اس کے بعد متولی مسجد نے دَف کو زور سے بجانا شروع کیا اس سے مسجد میں سناٹا ہو گیا۔ پھر مولوی صاحب نے آخری فاتحہ پڑھی کیلا کھجور شربت تقسیم ہوئے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے چار بجے اٹھ کر جھنڈوں کو بوسہ دیا جو محراب میں کوئی پچاس کے قریب رکھے تھے۔ ان کو باہر نکالا تین گھوڑوں کو آراستہ کیا گیا جن پر قادر اولیاء (علاقہ مدراس کا ولی جس کا یہ عرس تھا، کی روح کو سوار کر دیا گیا اور دو گھوڑوں پر اس کے حوارییں کی روح کو بعد اس کے معہ حاضرین کے شہر میں بھیک مانگی گئی جب یہ لوگ گشت کر رہے تھے۔ ان کی ہیئت دیکھ کر مجھے بے ساختہ ہنسی آتی تھی چند موٹے موٹے داڑھی والے لوگ آگے بھبوت لگائے پیٹ اور منہ پر اور ننگے بدن محض ایک لنگوٹی پہنے ہوئے یامرادی یامرادی عبدالقادر کہتے جاتے تھے۔ پیچھے کے لوگ عجب مستی کی حالت میں ڈھول بجاتے ہوئے مسجد کو قبل از مغرب واپس ہو گئے۔

ہائے افسوس! وہ مسلمان جن کا مذہب توحید تھا آج ایسے شرکیات بدعات کے مرتکب

ہوئے اور وہ بھی مسجدوں میں''۔

عراق کے مسلمانوں کی مذہبی حالت

اہل حدیث ۱۴ جنوری ۱۹۲۱ء کا نامہ نگار عراق سے لکھتا ہے:

''میں پانچ روز کی رخصت لیکر بغداد پہنچا۔ کچھ وقت بوجہ ناواقفیت حیران اور سرگردان رہا۔ ایک ٹم ٹم والا شہر کے وسط کی مسجد میں مجھے چھوڑ گیا۔ وہاں ایک مترجم صاحب کو لیکر حضرت عبدالقادر جیلانی کے روضے پر گیا۔ زیارت کے وقت حضرت وحید القادری گدی نشین سے ملاقات ہوئی۔ چند آیات پڑھ کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے۔ تمہارا نام ہمارے رجسٹر میں درج ہو گیا۔ لہٰذا تمہاری نجات ہوگی یہ نصیحت کی کہ ارکانِ اسلام ادا کرو، تسبیح پڑھا کرو۔ اور نصیحت کے بدلہ میں دس روپیہ ہم کو دو۔ سو میں نے بحالت مجبوری دے دیئے بعد ازاں ایک آدمی میرے ہمراہ کر کے تمام قبروں کی زیارتوں سے مجھے مشرف کیا اور فی قبر ۸ آنے میرے سے وصول کرتا گیا۔''

(۲) شیعوں کا رسالہ اصلاح بابت مارچ ۱۹۲۰ء کے حوالہ سے اہل حدیث ۱۸ جون ۱۹۲۰ء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی نسبت لکھتا ہے:

''کہ آپ ایک ایسے باپ کے بیٹے ہیں جس کا پتہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں عبدالقادر جیلانی بعض آدمیوں کے اعتقاد میں سید تھے مگر اصل میں سید نہ تھے تمام علماء نے ان کی سیادت کا انکار کیا ہے۔ آپ جھوٹ بولنا ثواب سمجھتے تھے۔ اسی خدمت نے ان کو یہ درجہ دیا کہ کل اعداء اللہ سے ان کا درجہ بڑھا دیا اور بڑے پیر اور غوث اعظم کا خطاب دیا گیا۔ حالانکہ وہ ایسے شخص تھے جن کے نہ حدیث موضوع کی شناخت تھی نہ صحیح کی بلکہ تمام تر موضوعات سے اپنی 'غنیۃ الطالبین' کو بھر دیا۔''

میرے حنفی بھائیو! ان الزامات کا............ کوئی انتظام نہ کرو گے سچ پوچھو تو ایک گیارھویں

کےخرچ سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔

''یہ ہیں شیعوں وہابیوں اور حنفیوں کے تعلقات''

مصری مسلمانوں کے مذہبی حالات

اہل حدیث 28 جنوری 1921ء کا مضمون نگار لکھتا ہے کہ:

میں نے 'بگڑا ہوا اسلام' مضمون رسالہ معارف اعظم گڑھ سے نقل کر کے قارئین کے ملاحظہ کیلئے ارسال کیا ہے۔ مصری مسلمانوں سے بدعات سے آگاہی کے بعد غالباً موحدان ہند اپنے متوطن حنفی برادران سے جو مقابلۃً کم بدعتی ہیں نظر غیظ وغضب ضرور پھیریں گے۔ مگر وہ دور کے ڈھول سہانے سن کر مسلمانان عالم خصوصاً ملک مصر کے حالات سے واقفیت بہم پہنچانے کے بعد میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح دل پر قابو رکھیں گے اور کیونکر اسلام کی حالت زار پر آنسوؤں کے بے اختیار بہنے والے دریا کو بند کر سکیں گے۔ اگر قارئین اس مضمون کو دلچسپی سے ملاحظہ فرمانا چاہیں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ وہ براہ راست رسالہ منگوا کر ملاحظہ فرماویں۔ مصریوں کی مذہبی حالت پر جب ایک خالص عقیدہ رکھنے والا مسلمان نظر ڈالتا ہے تو یہ دیکھ کر اس کا کلیجہ شق ہو جاتا ہے کہ انہوں نے بدعات خرافات کر جزو اسلام بنا رکھا ہے۔ ان کے تمام مذہبی اعمال ان کی آمیزش ہے۔ میرے نزدیک ان کی افسوس ناک حالت کے ذمہ دار سلاطین دولت فاطمیہ ہیں جن کی سیاست کا اقتضاء یہی تھا کہ مسلمانوں کے عقائد بگڑ جائیں۔ پھر ان کے بعد ذمہ داری ان علماء پر وارد ہوتی ہے جنہوں نے محض اپنے ذاتی فوائد اور دنیائے دون کی خاطر بدعات کو قائم رکھا بلکہ انہیں اور تقویت دی۔ ذیل سے اس اندوہناک حالت کا اندازہ ہو سکے گا۔ اذان جو شعائر اسلام میں نہایت اہمیت رکھتی ہے وہ بھی بدعت کی دست اندازی سے بچ نہ سکی۔ فجر کے وقت مؤذن میناروں پر چڑھ کر اذان دینے سے قبل قصیدہ بردہ کے بہت سے اشعار خوش الحانی سے اور بلند آہنگی سے پڑھتے ہیں۔ پھر اذان شروع کرتے ہیں۔ دیگر اوقات میں گانا تو نہیں ہوتا مگر اذان سے قبل حمد و نعت کا پڑھنا ضروری سمجھا جاتا

ہے۔افسوس کہ یہ بدعت مصر سے نکل کر حجاز میں جا پہنچی ہے اور خود مسجد کعبہ میں برتی جاتی ہے۔

مصریوں میں قبر پرستی جیسی قبیح ترین بدعت اور شرک بھی ہے۔ یہ لوگ متوفی بزرگوں میں ہر قسم کی قوتیں اور اختیارات تسلیم کرتے ہیں۔انہیں کارخانہ قدرت کے جملہ امور میں دخیل کار تصور کرتے ہیں۔ دکھ درد شادی غمی میں ان سے ہر قسم کی مرادیں طلب کی جاتی ہیں۔ان کے راضی رکھنے کیلئے ان کے نام پر سانڈ چھوڑے جاتے ہیں،قربانیاں کی جاتی ہیں،سر کے بال بڑھائے جاتے ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ان کے اسماء کو ورد زبان رکھتے ہیں۔جب دیکھو ان کی زبان پر یہی الفاظ ہوتے ہیں:

یاسیدہ زینب یاسیدنا حسین المدد یاسید بدوی ادرکنی

بدبختوں نے صرف اسی پر اکتفاء ہی نہیں کیا بلکہ ان کی عبادت کو اللہ واحد کی عبادت کے ساتھ شامل کر دیا ہے کہ اس کی جناب میں جبین نیاز زمین بوس ہو تو انکی سرکار میں بھی ہو جائے۔ چنانچہ اس بدترین مقصد کیلئے ان کے مزار مسجدوں سے ملحق کر دئے گئے ہیں۔ بلکہ بہت سی قبریں تو وسط مسجد میں موجود ہیں۔قاہرہ بلکہ تمام مصر میں ایک مسجد بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی مزار موجود نہ ہو۔ باالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ مسجدیں خدا کیلئے نہیں بلکہ ان بزرگوں کے واسطے بنائی جاتی ہیں تاکہ ان کے زائرین بیک کرشمہ دو کار کے مطابق با آسانی عمل کر سکیں۔اس لئے مساجد عموماً اپنے بانیوں کے نام سے نہیں بلکہ بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں۔جن کی قبریں ان میں واقع ہیں۔چنانچہ جامع سیدنا حسین، جامع سیدہ زینب ، جامع امام شافعی وغیرہ سب کا یہی حال ہے۔مصریوں کو یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوتا ہے کہ ہندوستان میں قبریں مسجدوں میں بنانے کا رواج نہیں۔ یہ عام دستور ہے کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک بلند آواز سے صاحب قبر کا نام لیکر کہتا ہے فاتحہ پڑھو سیدنا فلاں پر۔ جسے سنتے ہی سب پر تعمیل واجب ہو جاتی ہے۔اس فرمائش کے بعد اگر کوئی تساہل کرے تو ولی اللہ کا عتاب نازل ہوتا ہے۔چنانچہ اس خوف

سے تمام نمازی خشوع وخضوع کے ساتھ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ جب چلنے لگتے ہیں تو جوش عقیدت سے کئی مرتبہ قبر کا طواف کرتے ہیں اور اس کے کٹہرے کو ہر چہار طرف سے بوسہ دیتے ہوئے رخصت ہو جاتے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ حماقت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مرادوں اور منتوں کی تحریریں بزرگان مدفون کو بذریعہ ڈاک بھی آتی ہیں، جو قبر کے کٹہرے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ میرے رفیق سیدنا عثمان صاحب اسی قسم کا لفافہ امام شافعی کے مزار سے اٹھا لائے جو اسکندریہ سے بھیجا گیا تھا اور جس میں القاب وآداب کے بعد مرقوم تھا:

''جناب امام صاحب! میں زینب بنت فلاں پر عاشق ہوں۔اے آقا دست عنایت دراز کیجئے اور مہم کو آسان۔''

حیرت ہے کہ جس طرح یونانیوں نے ہر ایک چیز کے علیحدہ علیحدہ دیوتا بنا رکھے ہیں اسی طرح مصریوں نے بھی متوفی بزرگوں پر نظام عالم کے کام تقسیم کر دئے ہیں۔ چنانچہ سید بدوی اولاد دیتے ہیں۔سیدہ زینب آنکھیں اچھی کرتی ہیں۔شادیوں کا انتظام امام شافعی کے سپرد ہے۔مخلوق کو سانپ سے بچانا سید رفاعی کا فرض ہے۔ایک ازہری عالم نے جہلاء میں بیٹھ کر بڑے جوش سے کہا کہ:

''تم بزرگوں سے مرادیں مانگتے ہو، مگر طلب صادق اور اعتقاد کامل نہ ہونے کی وجہ سے اکثر نامراد لوٹتے ہو۔ اگر پوری لجاجت اور منت سے عرض کرو تو ناممکن ہے کہ فائز المرام نہ لوٹو۔کیا تم نے اس نابینا کی کہانی نہیں سنی جو روزانہ سیدنا زینب سے بینائی مانگتا تھا مگر کوئی جواب نہ پاتا۔ایک دن رینگتا ہوا مزار پر آیا، کہنے لگا جب تک بینائی نہ ملے یہاں سے نہ اٹھوں گا، نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔آخر ایک شب اس نے دیکھا کہ مسجد میں مخملیں فرش بچھ رہا ہے۔زمردین تخت اور زرنگار کرسیاں لگ رہی ہیں جن پر سراپا تقدس بزرگ متمکن ہو رہے ہیں۔آخر ایک پر ہیبت ہستی نمودار ہوئی۔مجلس پر سکوت اور خاموشی طاری ہوگئی۔لوگو تم نے جانا یہ کس کی محفل ہے۔یہ دربار نبوی ہے۔عمامہ پوش سیدنا حسین

علیہ السلام ہیں۔نقاب پوش سیدہ زینب ہیں۔مہر سکوت کو صدر مجلس کی بلند آواز توڑتی ہے کہ یا بنتی زینب! مجمع سے سیدہ برآمد ہوئیں۔ارشاد ہوتا ہے کہ کیوں زینب تمہیں یہ مرتبہ اس لئے دیا گیا ہے کہ میری امت کے ایک غریب اندھے کو جو تم پر قربان ہے، اس طرح پریشان اور ناشاد رکھوگی۔انہوں نے دست بستہ عرض کی، حضور والا خطا ہوئی۔آپ مطمئن رہیں اب فوراً اس کی آنکھیں درست ہو جائیں گی۔پس صبح ہوتے ہی آنکھیں بینا ہوگئی اور تارے دیکھنے لگا۔''

ریویو اکتوبر 1963ء میں مصر سے ایک نامہ نگار لکھتا ہے:

''مصر میں آؤ۔یہ وہ مقام ہے جو علم دین کا سب سے بڑا مرکز دنیا میں ہے۔جہاں عربی زبان جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان تھی آج بھی شان پر ہے۔اس جگہ علماء کی تعداد صرف ازہر سے تعلق رکھنے والوں کی 30ہزار سے زیادہ ہے۔جن میں سے 14ہزار طالبعلم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔اس علماء کے لشکر جرار کے ہوتے ہوئے مصر کی اخلاقی حالت دنیا کے سب ملکوں سے گری ہوئی ہے۔میں بہانگ دہل کہتا ہوں کہ یہ علماء کا قصور ہے۔۔چھوٹے بچے شراب پیتے ہیں اور کوئی منع نہیں کرتا۔عورتیں شراب پیتی ہیں اور کوئی نہیں روکتا۔نوجوان طالب علم، بوڑھے، ادھیڑ شراب کے نشے میں مخمور، شراب فروش مسلمان۔کسی مولوی کو غیرت نہیں آتی۔ٹرام میں بیٹھے ہوئے مسلمان کہلانے والے مولویوں کے سامنے ایک شریف خاندان کی لڑکی کے ساتھ برملا آنکھوں سے اشارے کئے جاتے ہیں اور کسی کے ماتھے پر پسینہ تک نہیں آتا۔معدنی حوضوں اور پانی کے کناروں پر سب کے سب مادر زاد ننگے کھڑے ہو کر نہاتے ہیں۔ذرا ان میں شرم نہیں۔خود علماء ان امراض میں مبتلا ہیں۔اسی پر بس نہیں بلکہ بعض حمام میں جا کر زیر ناف بال لوگوں کے سامنے حمام کے مزدوروں سے منڈواتے ہیں اور ہنستے ہیں۔زنا کاری اور لڑکوں سے

بدکاری ایک عام مشغلہ ہے۔بڑے بڑے اعلیٰ گھرانوں کی عورتیں اپنے مردوں کی خائن ہیں۔ہزاروں لوگ باوجودعلم وفضل کے قرآن نہیں جانتے۔امراء کی میزوں پرعورتوں کی ننگی تصویریں تانبے یا سنگ کی بنی ہوئی رکھی ہیں۔تھیٹروں میں مردوں کے برابر شریف عورتوں کی کافی تعداد ہوتی ہے۔وہاں وہ مخرب الاخلاق اسباق کا ملاحظہ کرتی ہیں اور کوئی نہیں جوان کوروکے۔اگر مصر کی شراب کو بہادیا جائے تو قاہرہ میں سیلاب عظیم آجائے۔''

اہل عرب کی افسوس ناک حالت

زمیندار 16 جولائی 1926ءلکھتا ہے کہ:

''جن لوگوں کے گھروں میں ٹیلیفون تھا اور جو متمدن دنیا سے مل جل رہے تھے (یعنی شریفی) ان کی دینی حالت اس قدر الم انگیز تھی کہ کوئی مسلمان اس حالت پر خون کے آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔سورۃ فاتحہ وسورۃ اخلاص ہر مسلمان کو بدرجہ اقل یاد ہونی چاہئے لیکن ہم نے خود مدینہ منورہ سے 20 میل کے فاصلہ پر ایسے آدمی دیکھے ہیں جنہیں یہ سورتیں بھی پوری طرح یاد نہیں تھی اور جو نماز کی وضع وہیئت تک سے ناواقف تھے۔عربوں کی حالت کی نسبت کچھ پوچھنا بھی نہ چاہئے۔جا بجا قہوہ خانے بنے ہوئے ہیں۔جہاں عرب دنیا و مافیہا سے بے خبر چائے اور قہوہ پیتے وتاش کھیلتے رہتے ہیں۔اس کی اخلاقی حالت سے متعلق بے حد دردانگیز حالات معلوم ہوئے ہیں۔تقریباً تمام عرب پیر پرستی، گور پرستی اور اوہام پرستی میں مبتلا ہیں۔سب میں مشرکانہ رسوم رائج ہیں۔پیروں کے نام پر بچوں کی چوٹیاں رکھی جاتی ہیں اور وقت مقررہ کے بعد نیاز دے کر کاٹی جاتی ہیں۔اسلام کی سچی تصویر کی متمنی آنکھوں کیلئے اس مقام پر تسکین کا شاید کوئی بھی سامان نہیں۔''

ٹرکی کے مسلمانوں کی مذہبی حالت

(1) اخبار سیاست 5 نومبر 1925ء لکھتا ہے :

''جمہوریہ ترکی کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ پہلا سالانہ جشن انگورہ میں ایک محفل رقص سرور کے ساتھ منایا گیا۔ یہ محفل صدر جمہوریہ کی طرف سے تھی۔ جمیعت سفراء وارکان عمائدین حکومت وغیرہ بھی شریک بزم تھے۔ کمال پاشا نے مہمانوں کو ترکی رقص کیلئے مدعو کیا اور ترکی خواتین سے کہا کہ بس اب نقاب دور کر دیجئے۔ چنانچہ نقاب دور کر دئے گئے اور صبح تک تاتھیا ہوتی رہی۔''

(2) ملاپ 16 اگست 1925ء بحوالہ ٹائمز لکھتا ہے کہ:

''18 جولائی 1925ء کو ایک سرکاری حکم جاری کیا گیا جس میں ترکی میں امراء کا داڑھی رکھنا خلاف صحت قرار دیا گیا۔''

(3) اخبار مدینہ یکم اپریل 1925ء شیخ ضیاء الدین آفندی کی اس تقریر کا اقتباس لکھتا ہے جو اس نے میزانیہ داخلی کے دوران میں کی:

''اس وقت آستانہ میں ایک ہزار کے قریب شراب کی دوکانیں اور آٹھ سو ناچ گھر ہیں۔ میخواری عورتوں میں بھی رائج ہو چکی ہے۔ لوگ مغربی رسم و رواج مدنیت کے دلدادہ ہیں۔ اس کی اچھی باتوں کو چھوڑنا اور بری باتوں کو لینا کون سی دانشمندی ہے۔ یہ تجدد نہیں بلکہ ارتجاع ہے۔ ترقی نہیں تنزل ہے۔ روشنی نہیں ظلمت ہے۔ مسیحی حکومتیں بھی دینی شعائر کا احترام کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کا ہر شخص کہنے لگا ہے کہ میرا کوئی مذہب نہیں۔''

(4) مانچسٹر گارڈین 17 اکتوبر 1925ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''اسلام کی مذہبی رسوم کی ریفارم اور ترمیم کی ضرورت بڑھ رہی ہے۔ مساجد میں داخل ہونے سے قبل وضو کرنے ، ننگے پاؤں جانے، سجدہ کرنے، رمضان کے روزے رکھنے

، پردہ اور تعدد ازدواج کو ترک کر دینے کی تائید میں خیالات کی زبردست رو چل پڑی ہے۔ ریفارمرز اس کو پیش کرتے ہیں کہ ان رسوم کی بجا آوری موجودہ قوانین حفظ صحت کے برخلاف ہے۔ اب یہ رسم بالکل بے فائدہ اور مذموم ہو چکی ہے ....ایسی زندگی میں سورج نکلنے سے غروب ہونے تک کھانے پینے اور سموک کرنے سے بکلی پرہیز کرنے سے کام نہیں چلتا۔ راتوں کو تراویح اور تین بجے سے صبح تک ثقیل اور بے حد غذا اٹھونسنے میں گزار دینا ئی جسمانیت کے قواعد کے خلاف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ روزمرہ کی نماز یا روزہ اپنی موجودہ صورت میں ہمیشہ قابل عمل ہیں، ایک بیہودہ خیال ہے۔ کمال پاشا نے مساجد میں وہ قرآن کریم تقسیم کرا دئے جن کا ابھی ابھی ترکی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ واعظوں کے نام اور مضامین جن پر وہ بولیں گے وہ موجودہ روشنی کے مطابق ہوں گے تا کہ ان خلاف عقل رسمی باتوں اور وہموں سے نجات حاصل ہو جائے۔''

ملک سیام کے مسلمانوں کی حالت

اخبار ہمدم 17 جنوری 1925ء حکومت سیام کی سختی اور مسلمانوں کی بے کسی کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے:

''گذشتہ 15 سال سے تقریباً پانچ لاکھ مسلمان زبردستی سیام کا سرکاری مذہب یعنی بدھ مذہب قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جو مسلمان بدھ مذہب اختیار نہیں کرتے ان کو حقوق شہریت نہیں دئے جاتے۔ ان کو سرکاری اور دیگر ملازمتوں سے محروم رکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مسجدوں پر سنگ باری کی جاتی ہے۔ قرآن زور سے نہیں پڑھ سکتے۔ جب حکومت سے شکایت کی گئی تو جواب ملا کہ جب تک تم مسلمان رہو گے یہی سلوک کیا جائے گا۔ سیامی کمشنر نے طلباء کو دعوت دی اور ماہ رمضان میں انہیں سؤر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا۔ زبردستی مسلم روزہ دار مولویوں اور حاجیوں کو

جمع کیا گیا اور انہیں سؤروں کا ناپاک پانی پینے پر مجبور کیا گیا اور عیدگاہ میں عید پڑھنے کی اجازت نہ دی۔مسلمان بچوں کو بدھ مذہب کے مندروں میں انہیں کے پیشواؤں سے درس لینا پڑتا ہے۔وہ انہیں بدھ مذہب کی تعلیم دیتے ہیں اور والدین انکار کرتے ہیں تو ان پر ظلم توڑا جاتا ہے اور ناحق قید کر دیا جاتا ہے۔مسلمانوں کی بدبختی اور بیچارگی میں کیا شک ہے۔زمین ان پر تنگ اور آسمان ان سے بیزار ہے۔''

روسی مسلمانوں کی حالت

اخبار انقلاب یکم جون 1920ء لکھتا ہے:

''روس میں مسلمانوں کے تمام دینی مدارس بند کر دئے گئے ہیں۔قرآن کریم اور اسلامی کتب کی اشاعت کیلئے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان مطبع تھا جسے ضبط کر لیا گیا۔تمام اسلامی کتب خانے تباہ کر دئے گئے۔اگر کوئی سرکاری ملازم نماز پڑھے یا روزہ رکھے تو اسے ملازمت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔اگر اسلامی طریق پر زوجین نکاح کریں تو انہیں سزا دی جاتی ہے۔عید کے موقع پر بھی اشترا کی جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گندی گالیاں دیتے ہیں۔مسجدوں کے قریب خنزیر قتل کئے جاتے ہیں اور سکولوں میں مسلمان طلباء کو خنزیر کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔حج کرنے کی سخت ممانعت ہے۔مذہبی جماعت کو تمام حقوق انسانیت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔اور قریباً 35 ہزار مساجد تھیں جن میں سے اکثر کو رقص گاہوں اور شراب خانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔''

جزیرہ جاوا کے مسلمانوں کی حالت

اہل حدیث 25 جون 1920ء لکھتا ہے:

''جاوا میں ساڑھے تین کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ان کو عیسائی بنانے کیلئے لگاتار کوشش ہو رہی ہے۔عیسائیوں کی دس مختلف سوسائٹیاں وہاں کام کر رہی ہیں۔40/ان کے ہیڈ

کوارٹرز ہیں، 21 چھوٹے سٹیشن ہیں جہاں 37 ہزار عیسائی رہتے ہیں۔عیسائی سکولوں میں 13 ہزار لڑکے پڑھتے ہیں۔دیسیوں کو عیسائی مبلغ بنانے کیلئے انکے 12 ٹریننگ سکول ہیں۔بھولے بھٹکوں کو پھنسانے کیلئے 10 ہسپتالوں کے بھاری جال ہیں۔اب پندرہ لاکھ روپیہ مزید خرچ کیا جائے گا تاکہ جاوا کے مسلمان جلد عیسائی بن سکیں۔مسلمان دوستوں کیلئے واجب ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ انگلینڈ اور امریکہ میں سفید پرندوں کا شکار کریں ،جاوا پہنچیں اور اپنے کالے پرندوں کو شکار ہونے سے بچائیں۔مسلمان بھائیو! دیکھتے ہو تمہارے دین کے متعلق کیا ہو رہا ہے۔ملک تمہارے تو نصیب اعداء ہوئے تھے اب تمہارے دین پر بھی قبضہ ہونے والا ہے۔پس اب کیا ہے؟ موت کا انتظار کرو۔''

بربری الجزائر کے مسلمانوں کی حالت

اخبار طوفان لائلپور 27 ستمبر 1930 لکھتا ہے :

''الجزائر کے مسلمان عربوں پر فرانس کی وحشی حکومت نے جو جگر خراش اور روح فرسا مظالم ڈھائے ہیں اور ان کے مذہبی ، سیاسی اور شہری حقوق کو جس بری طرح سے ذبح کیا ہے، ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔اس وقت حکومت فرانس نے قرآنی مدارس اور مسجدیں قانوناً بند کر دی ہیں۔مسلمانوں کو زبردستی مرتد کیا جا رہا ہے۔اسلامی سکولوں کے بجائے مسیحی مشنری سکول کھولے جا رہے ہیں۔مغرب اقصیٰ میں جس قدر محاکم شرعیہ قائم تھے ان پر قفل چڑھا دئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کو خیر باد کہہ کر عیسائیت کا دم بھریں۔مسلمانو! آنکھیں کھولو۔''

مسلمان آخر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کی تباہی وخستہ حالی کا باعث انکے علماء و پیشوایان دین وقومی لیڈر رہیں

(1) اب اسلام، علماء کے نزدیک ان کی مرضی اور خواہش کا نام ہے۔جس بات کو چاہیں اسلام قرار دے لیں۔ جسے چاہیں اسلام کے خلاف کہہ دیں۔ اگرایک وقت ایک بات کو اسلام کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دوسرے وقت اسی بات کو عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اخبار تنظیم 8نومبر 1925ءلکھتا ہے:

''آج ہر ایک چیز مذہب ہے ۔ اگر علماء چاہیں تو ہر ایک ناجائز امر جائز ہو جاتا ہے۔آج ایک فتویٰ دیا جاتا ہےتو کل اس کی تردید ہوجاتی ہے۔''

(2) زمیندار 14جون 1925ءلکھتا ہے:

''ہم مسلمانوں کی اصل تباہی کا ذمہ ان قل آعوذی ملاؤں کو سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں.......اپنی کفر دوستی کا ثبوت دیا ہے۔''

(3) رسالہ البلاغ ماہ جون 1925ءلکھتا ہے:

''علماء کواگر بزعم خود بہتری کی بات سوجھتی ہےتو وہ مسلمانوں کی تکفیر کے سوابقول علامہ اقبال کچھ نہیں ہوتی ۔

ہمارے مولوی آجائیں جس دم اپنی آئی پر
تو منطق ان کی صرف فتویٰ تکفیر ہوتی ہے

اور ایسے فتوے لگاتے ہیں جو نہ خدا کو کبھی سوجھے نہ رسول کو۔ پھر لطف یہ کہ جو آج کافر بنا رہا ہےکل کووہ خود کافر بنایا جارہا ہے۔کافر گری گومرض تو نیا نہیں لیکن وبائی شکل اس نے انہی دنوں اختیار کی ہے۔''

(4) زمیندار 18جون 1915 لکھتا ہے:

'' کہتے ہیں کہ قرب قیامت میں ایک جانور دابۃ الارض کاظہور ہوگا جولوگوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کافروں کومسلمانوں سے علیحدہ کرے گا۔ کافرگران لاہورو بریلی ایسے جانوروں کاظہور ہورہا ہے۔ آیاان مقدس چوپاؤں کوقیامت کاڈھنڈورچی تسلیم کرلیاجائے۔''

اسی نے 14 اگست کی اشاعت میں لکھا ہے کہ:

''جب فضائے آسمانی میں کسی قوم کی دھجیاں اڑنے کے دن آتے ہیں تواس کے اعیان واکبار سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے اوراس کے صاحب اثر ونفوذ افراد کی بداعمالیوں کواس کی تباہی کا کام سونپ دیا جاتا ہے اور یہ خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ مسلمانان ہند کی شامت اعمال نے مدتہائے مدید سے جھوٹے پیروں اور جاہل مولویوں اورریا کارزاہدوں کی صورت اختیار کررکھی ہے۔ جنہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول کا پاس۔ نہ شرع کی شرم نہ عرف کالحاظ۔ یہ ذی اثر و بااقتدار طبقہ جس نے اپنے دام وتزویز میں لاکھوں انسانوں کو پھنسا رکھا ہے اسلام کے نام پرایسی ایسی گھناؤنی حرکات کا موجب ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے اور اب کچھ دنوں سے اس گروہ اشرار کی مشرکانہ سیاہ کاریاں اور فاسقانہ سرگرمیاں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ کی غیرت ساری اسلامی آبادی کا تختہ ان جرائم کے پاداش میں الٹ دے تو وہ جنہیں کچھ بھی بصیرت سے حصہ ملا ہے ذرا تعجب نہ کریں۔''

(5) اخباراتحاد 31 مئی 1931ء لکھتا ہے:

''اے رہنمایان ملت! تم ہی ذمہ دار ہوقوم کی اس تباہی کے اور انتشار کے۔ تنہا تم ہی سبب ہوقوم کی شکستہ حالی کے۔ صرف تمہاری ہی بدولت ہم اس وقت اس شخص کی حالت میں ہیں جسے رہزن رہبر دھوکا دیکر اندھیرے میں چھوڑ گیا ہے اور وہ ہر طرف ٹامک ٹوئے ماررہا ہے کہ کس طرف راہ پائے۔ اے خداوندان ملت تم کب تک ہمیں ذلت اور نکبت

میں مبتلا رکھو گے۔ اگر تم میں صلاحیت مفقود ہو گئی ہے تو تم کیوں راہنمائی سے دست بردار نہیں ہو جاتے۔ ایسے راہنماؤں سے قوم کا بے سر ہونا ہی بہتر ہے۔''

(6) اخبار ہمدم لکھتا ہے:

''علماء نے فتویٰ کفر کے پرانے طریقہ کو جلا دیکر اس میں جدت پیدا کر لی ہے۔ اب فتویٰ اس طرح دیا جاتا ہے کہ تو کافر، تجھے کافر نہ سمجھنے والا کافر، تیری بیوی پر طلاق، تجھے کافر نہ سمجھنے والے کی بیوی پر طلاق۔ اس پر بھی شکر کرنا چاہئے ورنہ اگر مولوی صاحبان یہ فتویٰ دے دیں کہ تو کافر، تیری اولاد کافر، تیری اولاد کی اولاد کافر، تیری بیوی پر طلاق، تیری اولاد کی بیویوں پر طلاق۔ تو پھر علماء کی زبان اور قلم کون پکڑ سکتا ہے!''

(7) اخبار ہمت 24 اگست 1929 لکھتا ہے:

''افسوس کے ساتھ عرض کروں گا کہ علماء تو موجود ہیں مگر عمل رخصت ہے۔ اب جس قدر وعظوں، جلسوں اور تقریروں کی کثرت ہوتی جاتی ہے مسلمانوں کو مذہب سے بعد ہوتا جاتا ہے۔''

(8) اہلحدیث 23 اپریل 1926 لکھتا ہے:

''ان کٹھ ملانوں کی کرتوت ہے جو محض کافر گری کو اپنا ذریعہ معاش قرار دے چکے ہیں۔ ان کی سیاہ قلبیوں کی وجہ سے اسلام کی باریکیوں کو سمجھنے کا مادہ تو ان میں بالکل ہے ہی نہیں۔ حق بات سمجھنے کا راستہ ان پر مسدود ہے۔ جس فرقہ کے ساتھ چاہا اوندھا سیدھا فتویٰ دھر گھسیٹا۔ ایسے لوگ کیا جانیں ان کو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔''

(9) کانفرنس گزٹ علی گڑھ جولائی 1926ء لکھتا ہے:

''اس میں شبہ ہے کہ خود مذہب کہاں تک اصلی صورت میں باقی رہ گیا ہے۔ اگر صرف تعلیم ہماری اخلاقی اصلاح کیلئے کافی ہو تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ تعلیم یافتہ جماعت کا اخلاقی

معیار غیر تعلیم یافتہ اور معمولی لوگوں سے بلند ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ انکا معقول حصہ ایسے اخلاقی امراض میں مبتلا ہے جو نا گفتہ بہ ہیں۔''

اسلام نے دنیا کے روحانی ارتقاء کیلئے قرآن مجید میں یہ زریں اصول پیش کئے کہ گناہ ایک زہر ہے جو روحانیت کو ہلاک کر دیتی ہے۔ مگر آج قوم کے لیڈر اور مصلح گناہ کو لذیذ اور دلپسند چیز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اخبار مشرق 16 مئی 1930ء لکھتا ہے:

''گناہ سے زیادہ عزیز اور دلپسند چیز اس دنیا میں کوئی نہیں۔ دنیا کی رونق اور زینت گناہوں سے ہے۔ اور تمام رنگینیاں ادب اور موسیقی گناہوں سے ہے۔ جو لوگ گناہگاروں کو حقارت سے دیکھتے ہیں اچھا نہیں کرتے۔''

(11) اخبار الامان 20 جون 1930ء لکھتا ہے:

''مسلمانوں میں لامذہبیت اور الحاد کا طوفان کانگریسی علماء ولیڈر اخبارات میں مضامین لکھ کر پیدا کر رہے ہیں۔ جب شریعت سے ناواقف مسلمان ان کے مضامین پڑھتے ہیں تو وہ فوراً متاثر ہو جاتے ہیں اور شعاعِ ایمان ان کے قلوب سے خارج ہو جاتی ہے۔ کانگریسی حلقوں میں اس قسم کے مضامین کی اشاعت مسلمان کر رہے ہیں۔''

علماء کی اسلام سے دشمنی اور ان دشمنان اسلام سے رہائی

(1) اخبار زمیندار 30 جون 1925ء لکھتا ہے:

''شیطان انواع و اقسام کی فریب کاریوں سے انسان کو بہکاتا ہے۔ عوام کو بغیر کسی تکلیف کے فریب دیکر انہیں شراب، جوا، زنا وغیرہ کے ارتکاب پر رضامند کر لیتا ہے۔ مگر مولویوں کے پاس آ کر اِسے ذرا مستعدی اور عیاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر وہ کسی مولوی سے چھٹتے ہی کہے کہ حضرت مے نوشی یا رنڈی بازی کیجئے تو یقیناً مولوی صاحب کو اس حکم کی یک بیک تعمیل میں تامل ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی عامی پر مولوی صاحب کی اس حرکت

کا اظہار ہو گیا تو حلوے مانڈے کی خیر مشکل ہے۔لہٰذا وہ سب سے پہلے انہیں داڑھی پھیلانے کی تلقین کرتا ہے۔پھر شیطانی تعلیم کے ماتحت ہر ایک گناہ کے ارتکاب کے وقت مولوی صاحب داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہہ لیتے ہیں کہ جب تو ہے تو غم کیا ہے۔''

جناب مولوی صاحب موصوف یہ تقریر فرما ہی رہے تھے کہ کسی مبصر مسلمان نے بلند آواز سے کہہ دیا کہ شیطان بول رہا ہے۔اس طرح سامعین کو اس ہستی کا پورا پورا مظہر بولتا چالتا دکھا دیا جس کے ہتھکنڈوں کا شکار فرقہ مولویاں کو قرار دیا جا رہا تھا۔

(2) اخبار ضیافت پنچ 27 جون 1926ء کو لکھتا ہے:

''کسی اہل نظر نے حضرت شیطان کو راوی کے کنارے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے ہوئے دیکھا۔ورطۂ حیرت میں غرق ہو کر دریافت کیا کہ حضور کیا آپ کا پروگرام ختم ہو گیا جو آپ تمام سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ہنس کر فرمایا میرا مشن تو دنیا کے خاتمے تک ختم نہیں ہو سکتا۔البتہ اس زمانے کے مولویوں نے میرے فرائض کی ادائیگی کا بار گراں اپنے مقدس دوش پر اٹھا لیا ہے اور مجھے آرام کیلئے فرار مل گئی ہے۔لہٰذا دماغی رفع کسل کیلئے کنارہ آب پر آ بیٹھا ہوں۔''

(3) زمیندار 21 جولائی 1926ء لکھتا ہے:

''علماء کو گرائے بغیر کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔مسلمانوں کو غلط راہ پر ڈال کر دنیا میں عرصۂ حیات کے تنگ کر دینے کی ذمہ داری سراسر اس جماعت پر عائد ہوتی ہے۔

امیر امان اللہ نے علماء کو شیطان سیرت علماء کے الفاظ سے مخاطب کر کے حکم صادر فرمایا کہ ان کو فوراً نشانۂ تفنگ بناؤ۔خدا کا شکر ہے کہ میرا غیور لشکر ان ملعون غدار کتوں کی گردنوں پر پٹہ ڈال کر میرے سامنے لے آیا۔کندہ ناتراش مردود ملاں ابلہ فریب خائن بے ایمان بدکردار کوئی اسے بدزبانی کہے مگر میں تو یہی کہوں گا حق بحقدار رسید میں تم کو اور تمہاری

اولادوں پر نفرین اور لعنت بھیجتا ہوں۔لیکن پھر بھی ایک بچہ جو کم عمر ہے اور اسے قید کی سزا دی جاتی ہے اور اس کے سوا ان تمام ملاؤں کو نشانہ تفنگ بناؤ۔''

آریہ گزٹ 8 جولائی نے لکھا کہ:

''مسلمان علماء پر خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے۔مکہ سے ابن سعود نے انہیں جلاوطن کر دیا ہے اور یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ آپ نے کئی علماء کو پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔''

اخبار ہمدم کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ:

''اگر ہندوستان میں قومی حکومت ہوتی تو ہندی مجلس ملیہ میں آپ کا نامہ نگار بھی کسی ضلع کا نمائندہ بن کر شریک ہوسکتا تو وہ پہلا مسودہ قانون یہی پیش کرتا کہ مولوی صاحبان اپنی بقیہ عمر کیلئے مسجدوں کے حجروں میں بند کر دئے جائیں اور ان سے عرض کر دیا جائے کہ چونکہ مرغن غذائیں معدوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اس لئے گزشتہ پُرخوری کا علاج یہ ہوگا کہ آئندہ دونوں وقت سنت کے مطابق (نان جوین) کھانا حاضر کیا جاوے گا۔''

پھر اس کے بعد وہی زمیندار 15 اپریل 1929ء میں لکھتا ہے کہ:

''میرا شمار خود مولویوں کی جماعت میں ہے اس لئے میں ان کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔میں پوری جرأت سے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان ملاؤں کو ایک منٹ بھی مہلت نہ دیں اور اپنی سیاست اور اپنے دین دونوں دائروں میں سے یکلخت خارج کر دیں۔کیونکہ وہ سیاست سے واقف ہیں نہ ہی مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔وہ صرف فریب اور دجل کے ماہر ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔وہ راہبر نہیں راہزن ہیں۔ملانوں کے یہ ہتھیار جن سے وہ عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں وہ دو ہیں پگڑی اور داڑھی۔میری رائے میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ملانوں کے دونوں ہتھیار توڑ کر پھینک دیں۔اس کی صورت یہ ہے کہ علماء حق عمامہ اور ریش دونوں کو عارضی

طور پر ترک کر دیں اور عملی نمونہ بن کر علماء کو سمجھانا شروع کر دیں کہ محض پگڑی باندھ لینے اور داڑھی بڑھا لینے سے آدمی عالم دین نہیں بن جاتا ہے اور نہ ہی مقدس اور پرہیزگار بنتا ہے۔اس میں کلام نہیں کہ اگر تمام علمائے حق اس تجویز پر کاربند ہونے کیلئے آمادہ ہو جائیں (یعنی داڑھیاں منڈوالیں اور پگڑیاں اتار دیں) اور علماءِ سوَ کی مخالفت میں منہمک رہیں تو خیار العلماء اور اشرار العلماء میں ایک حدّ فاصل قائم ہوسکتی ہے۔''

(4) ہندوستان کے علماء کا واحد آرگن الجمعیۃ اپنے وابستہ دام علمائے ہند کو مسلمانوں کے ارادوں سے جوان کی اصلاح وتوبیخ کیلئے سوچ جارہے ہیں خبردار کرتا ہوا23اگست 1925ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے محض علماء کی ذات پر حملے شروع کر دئے ہیں اور انہیں من حیث الجماعت ایسے رکیک انداز میں ملعون کیا جارہا ہے۔کوئی انہیں تنگ خیال، کوتاہ بین اور تنگ نظر کا خطاب دیتا ہے۔کوئی انہیں خودغرض، جاہ طلب اور اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانے والا قرار دیتا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ اس جماعت علماء نے ہمیشہ مسلمانوں کی ترقی میں روڑے اٹکائے ہیں اور اب بھی اٹکا رہے ہیں۔لہٰذا اس روک کو اپنے راستے سے فوراً ہٹا دینا چاہئے۔کوئی انکو دھمکی دیتا ہے کہ عنقریب ہندوستان میں تمہارا وہی حشر ہوگا جو ٹرکی میں ہو چکا ہے۔غرض ایک طوفان ہے جو مدعیان اصلاح نے ملک میں برپا کر رکھا ہے۔''

❁

باب پنجم

حضرت مہدی کے زمینی، آسمانی، آفاقی، انفسی نشانات

متلاشیٔ حق:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ

(الرعد:۴۴)

اے رسول جو لوگ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔ ان سے کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ نبی کی شناخت کیلئے اللہ کی گواہی زمینی آسمانی اور انفسی نشانات کے ساتھ ہوتی ہے۔ یعنی لوگوں کے نفس نبی کی ضرورت پر گواہ بن جاتے ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ○ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

(الذاریات:۲۲-۲۳)

پس وہ انفسی و آفاقی نشانات بتلائے جائیں جو امام زمانہ کی صداقت کیلئے خدا نے بطور گواہ پیش کئے ہیں۔

احمدی:

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ رسول اس وقت آتے ہیں جبکہ ان کی آمد سے قبل ہی تمام لوگ کافر ہو چکے ہوتے ہیں۔ آپ کی پیش کردہ آیت کے پہلے ہی حصہ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے

ثابت ہے یعنی کافر کہتے ہیں لَسْتَ مُرْسَلاً تو رسول نہیں ہے۔آنے والے مہدی اور رسول کیلئے قرآن حدیث میں بے شمار نشانات آفاقی و انفسی بطور گواہ بیان کئے گئے ہیں۔ان میں سے چند موٹے موٹے نشانات لکھے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت کیلئے اللہ تعالیٰ کی گواہی بذریعہ آفاقی و انفسی نشانات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

(1) ان یرفع العلم و یظھر الجھل و یشرب الخمر و یظھر الزنا و یقل الرجال و یکثر النسآء (بخاری کتاب المحاربین)

اس وقت دین کا علم اٹھ جائے گا جہالت پھیل جائے گی۔شراب کا استعمال عام ہوگا۔زنا کی کثرت مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔

پھر فرمایا:

(2) ینقص العمل و یلقی الشحّ و تظھر الفتن و یکثر الھرج

(البخاری پارہ 29 باب الفتن)

نیک عمل گھٹ جائیں گے۔بخیلی دلوں میں سما جائے گی۔فتنے اور فساد پھوٹ پڑیں گے۔قتل اور خونریزی ہوگی۔

پھر فرمایا:

(3) الناس یتبایعون فلا یکاد احد یؤد الا مانۃ فیقال ان فی فلان الرجل امیناً و یقال للرجل ما اعقلہ و ما فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من الایمان۔

اس وقت لوگ خرید و فروخت کریں گے۔ان میں کوئی ایمان دار نہ ہوگا۔یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں خاندان میں صرف ایک ہی فرد ایمان دار ہے۔اور کسی شخص کی نسبت یوں کہا جائے گا کہ کیسا عاقل بہادر ہے۔لیکن اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

(4) قال تکثر الزلازل ویکثر فیکم المال ویتطاول الناس فی البنیان
زلزلے بہت آئیں گے۔ مال بہت ہوگا۔ لوگ لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے۔
(5) قال لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراعٍ
(بخاری کتاب الاعتصام)

میری امت پہلے لوگوں کے قدم بقدم چلے گی۔
پوچھا گیا یا رسول اللہ اگلے لوگوں سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ فرمایا: ''اور کون! وہی'' اس کے متعلق نواب صدیق حسن خان حجج الکرامہ صفحہ 271 پر لکھتے ہیں:

''امروز مصداق اتم ایں خبر درا اسلامیاں موجود و مشہود است آنکہ خود مسلمان میخوانند ایں مسلمانی نیست۔''[1]

اہلحدیث 19 اپریل 1907ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ افسوس آج ہم اہلحدیثیوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔''

(6) فرمایا امانتیں غنیمت سمجھی جائیں گی۔ زکوٰۃ چٹی سمجھی جائے گی۔ مرد بیویوں کے ماتحت ہوں گے ماں کے خلاف ہوں گے۔ دوست کے نزدیک اور باپ سے دور ہوں گے۔ قوم کے سردار فاسق ہوں گے اور رئیس کمینے ہوں گے۔ مرد کی اس کی برائی کے سبب تعظیم ہوگی۔ گانے والے زیادہ ہوں گے، باجے ظاہر ہوں گے، شراب پی جائے گی۔

(مشکوٰۃ باب امر الساعۃ)

---

[1] ترجمہ: آجکل اس حدیث کے عین مطابق جو مسلمانوں میں موجود و مشہود ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں دراصل مسلمان نہیں ہیں۔

(7) خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○ (التکویر: ۴-۵)

پہاڑ اُڑائے جائیں گے۔ دریا چیرے جائیں گے۔ اونٹ بیکار چھوڑے جائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے:

ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا (مجمع البحار صفحہ 167)

طبرانی میں نئی سواریاں ریل کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یوشک انہ تخرج نار من حبس سیل تسیر سیر .... من ادرکتہا کلتہ

قریب ہے کہ پانی بند کرنے سے ایک قسم کی آگ نکلے گی جو اونٹ کی سی تیز رفتار کرے گی۔ دن رات صبح شام چلے گی۔ پکار ہوگی کہ اے لوگو وہ دن کو چلنے لگی تیار ہو جاؤ۔ جس کو پائے گی پیٹ میں ڈالتی جائے گی۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ○ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ○ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ○ (التکویر ۸-۱۱)

یعنی وحشی جانور آدمیوں کے ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے۔ لوگ آپس میں ملائے جائیں گے۔ دختر کشی کی رسم بند کی جائے گی۔ صحائف اور اخبارات پھیل جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

و ظھور شھادۃ الزور و کتمان شھادۃ الحق اذامات الناس الصلوٰۃ و کان الحکم ضعفا و الظلم فخر ...... و انکروا المعروف و عرف المنکر

یعنی جھوٹی گواہی دی جائے، سچی گواہی چھپائی جائے گی۔ ظلم کا ظہور ہوگا خدا کے حکموں میں سستی ہوگی۔ ظلم فخر سے کیا جائے گا۔ امیر فاجر ہوں گے وزیر خیانت کریں گے۔ اراکین ظالم ہوں

گے قاری فاسق ہوں گے وعدے توڑے جائیں گے قسمیں ضائع کی جائیں گے۔دنیا کو دین کے بدلے بیچتے ہوں گے۔عورتیں منبر پر چڑھ کر لیکچر دیں گی۔انسان کے باہر بکری جیسی کھال ہوگی۔ ظاہر میں وہ بے ضرر ہوگا اندر سے بھیڑیا۔ دین کے سوا اور باتوں میں غور کریں گے۔ بری باتیں اچھی اور اچھی بری سمجھی جائیں گی۔ (کنزل العمال جلد 7)

(7) دجال کے متعلق حدیث میں لکھا ہے:

یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین

آخری زمانہ میں دجال کا ایک گروہ ہوگا جو دنیا کو دین کے ساتھ ملائے گا جو باہر سے بکریوں کی طرح غریب مزاج ہوں گے۔زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی اور دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث میں یختلون جمع کا صیغہ ہے۔صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک گروہ ہوگا۔لغت کی کتاب تاج العروس میں لکھا ہے: طائفٌ عظیمۃ دجال لفظ دجالت سے نکلا ہے جس کے معنی ایک گروہ کے ہیں جو تجارت کیلئے مال لئے پھرتا ہے۔

لیس من بلاد الا سیطاء الدجال الّا المکۃ والمدینۃ

مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی شہر نہیں جس پر دجال کو گزر نہ ہو۔

چنانچہ اخبار اہل حدیث 8 مارچ 1912 پادریوں کو ہی دجال قرار دیتا ہوا لکھتا ہے:

''قرب قیامت کے دجال بجز حرمین تمام جگہ عرب میں پہنچ جائے گا۔پس اگر مشنریوں کا گزر جزیرہ عرب میں ہوا تو یقین جانو قیامت نہایت قریب ہے۔''

(9) یاجوج ماجوج کے متعلق اخبار مدینہ یکم فروری 1925ء لکھتا ہے:

''ایم اے زینو ویلف نے ایک مخالف مذاہب اپیل شائع کی ہے جس میں مندرجہ ذیل الفاظ تھے:

وقت آئے گا تو ہم خداوند خدا سے بھی کشتی لڑلیں گے اور جہاں کہیں ہم سے وہ پناہ گزین ہوگا ہم اسے ہمیشہ کیلئے مغلوب اور مفتوح کریں گے۔

صادق اور مصدوق سرور عالمؐ کے ارشادات میں آخر زمانہ میں یاجوج ماجوج کے متعلق یہی روایت درج ہے کہ وہ خدا سے لڑنے کیلئے آسمان پر تیر پھینکیں گے اور خیال کریں گے ہم نے خداوند کو مارلیا۔"

ان واقعات کی موجودگی میں یاجوج ماجوج کے خروج اور حضرت عیسیٰ کی تشریف آوری کا زمانہ قریب سمجھنا چاہئے۔اسی کے متعلق پیسہ اخبار لکھتا ہے:

"روسی بالشویک کے اخبار میں لکھا ہے کہ ہم نوخیز ملحد آسمانوں پر چڑھیں گے اور خدا کی بادشاہت زیر وزبر کریں گے اور خدا کو نابود کرڈالیں گے۔"

(10) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لم یبق من الاسلام الا اسمہ لا یبقی من القراٰن الا رسمہ

اس وقت اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔قرآن بطور رسم کے پڑھا جائے گا۔(مشکوٰۃ)

تب کیا ہوگا؟ فرمایا:

"لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل (بخاری تفسیر سورۃ الجمعہ)

"تب ایک فارسی الاصل آدمی (مسیح موعود) ایمان کو واپس لائے گا اگرچہ وہ ثریا پر بھی چلا گیا ہو۔"

چنانچہ ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق اہلحدیث 14 جون 1912ء لکھتا ہے:

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن کریم بالکل اٹھ چکا ہے۔فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔"

اسی طرح حجج الکرامہ صفحہ 269 پر لکھا ہے:

"گویم بمصداق تام ایں حدیث زمانہ است"

(11) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مساجد هم عامرة وهی خراب من الهدیٰ علماء هم شر من تحت ادیم السمآء منهم تخرج الفتنة وفیهم تعود

(مشکوٰۃ مطبع مجتبائی صفحہ 38)

مساجد بکثرت ہوں گی مگر ہدایات سے خالی۔ان لوگوں کے علماء روئے زمین پر بدترین خلائق ہوں گے۔وہی فتنوں کی جڑ ہوں گے۔ان پر ہی مضرت پڑے گی۔

نیز فرمایا:

"ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة و تفرق امتی علیٰ ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة۔ (مشکوٰۃ)

میری امت پر بھی وہی حالت پورے طور پر طاری ہو جائے گی۔بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے۔میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔جن میں سے بجز ایک فرقہ ناجیہ کے باقی سب ہیزم جہنم ہوں گے۔عرض کیا گیا ناجی کیسے لوگ ہوں گے۔فرمایا جو میرے اصحاب کے طریق پر چلنے والے ہوں گے یعنی وہ تبلیغ دین کرنے والی جماعت ہوگی۔"

ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب اقتراب الساعۃ صفحہ 13 پر لکھتے ہیں:

"اب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔مسجدیں ظاہر میں آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔علماء امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں انہی میں سے فتنے نکلتے ہیں۔"

پھر حجج الکرامہ صفحہ 283 پر لکھا ہے:

''بالجملہ آنچہ مخبر صادق از تفرق امت بر ہفتاد و دو ملت ۷۳ فرقے خبر داد است ظاہر شد۔''[1]

(12) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کے زمانہ میں شرق کی طرف سے دنبالہ ستارہ نکلے گا۔ چنانچہ مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات جلد ۲ میں اس کا ذکر کیا ہے: ''یہ ستارہ 1888ء میں نکلا۔''

(دیکھو اخبار جریدہ روزگار مدراس ماہ ستمبر)

(13) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یخرج المھدی حتی تطلع من الشمس آیة (اقتراب الساعۃ صفحہ 106)

یعنی جبتک سورج سے ایک نشان ظاہر نہ ہو۔ مہدی نہیں نکلیگا۔

چنانچہ ان نشانات کے متعلق اخبار جریدہ روزگار مدراس 15 ستمبر 1888ء لکھتا ہے:

ہمارے شہر میں سہ شنبہ سے پنجشنبہ کی شام تک آفتاب کے طلوع سے ساڑھے سات بجے تک اور ۵ بجے سے غروب تک قرص خورشید پھیکا ہو جاتا تھا۔ اس وقت لوگ مانند ماہتاب کے بے کھٹکے دیکھتے تھے اور ٹھنڈی نظر سے قدرتِ خدا کا معائنہ کرتے تھے جوں جوں آفتاب پیچھے ہوتا جاتا تھا توں توں فیروزہ رنگ لیتا تھا اور دھوپ نیلگوں پڑتی تھی۔ اس کی کیفیت دریافت کرنے کیلئے رسد خانہ پر گئے تو مس فاکس جو علم نجوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی وہ دوربین سے بہت کچھ دیکھتی رہی اور دوسرے روز اپنی تحقیقات ہمارے دفتر میں بھیجی جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

''کل روز ہم نے دوربین سے بغور دیکھا کہ آفتاب کے شمالی جانب دوداغوں کا جھرمٹ تھا جس میں کئی داغ کم روشن تھے اور اس میں ایک داغ بڑا روشن تھا۔ اس کے اطراف میں ایک حلقہ تھا جو دو چند اس داغ سے تھا۔''

(14) نواب صدیق حسن خان حدیث الغاشیہ کے صفحہ 109 پر ایک اور نشان لکھتے ہیں:

''1884ء میں بعد غروب آفتاب سارا آسمان مثل انگاری کے لال ہو گیا تھا۔ ایک گھنٹہ

---

[1] مختصراً یہ کہ مخبر صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنی اُمّت کے ۷۳ فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دی تھی، پوری ہو گئی ہے۔

کے بعد وہ سرخی سمٹ کر بشکل ستارہ دم دار ظاہر ہوئی پھر ستارہ ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگا۔''

(15) چنانچہ اخبار پنچ لکھنؤ 8 نومبر 1927ء کی اشاعت میں احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق لکھتا ہے:

''احادیث نبوی میں قرب قیامت کی جو علامات بیان کی گئی ہیں اور دور فتن کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس میں امت اسلامیہ کے باہمی فتنہ فساد وتفریق وانتشار کا ذکر خاص طور پر مذکور ہے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب مخبر صادق کی پیشگوئیوں کی تصدیق کر رہا ہے۔ قیامت نام ہے نظام کائنات میں انتہائی ابتری کا۔ قوانین مادی وطبعی اپنے نظام کو ترک کر دیں گے۔ غرض تنظیم کونی میں ہر جگہ فساد نظر آئے گا۔ لیکن اس مادی قیامت سے پیشتر عالم اخلاقیات اور روحانیات میں اختلال اور بدنظمی پیدا ہو جانی ضروری ہے۔ سرداری اور پیشوائی نااہلوں کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ ذلیل عمل رکھنے والے عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ بجائے محبت اور ہمدردی کے نفاق اور خود غرضی کی گرم بازاری ہو جائے گی۔ زمانہ موجودہ اسی دور انتشار کی تفسیر ہے۔''

(16) اوتار کی آمد کے زمانہ کلجگ کی پیشگوئی اور علامات

''کلجگ کے دور میں اندھا دھند بے دینی کی عملداری ہوگی۔ جھوٹ، فریب، ہتیا، لالچ کا دور دورہ ہوگا۔ انسان کو خراب اعمال سے رغبت اور نیک اعمال سے نفرت ہوگی۔ علمائے دین نیک اعمال چھوڑ دیں گے۔ فکر ہوگا تو یہ کہ بس جس طرح بنے روپیہ ہاتھ آئے اور شودروں کا عروج ہوگا۔ ناخن بال بڑھا کر لوگ مہاتما بن بیٹھیں گے۔ صادق الاعتقاد نیک لوگوں کو چین نہیں ملے گا۔ پاپی لوگ بے فکری سے زندہ رہیں گے۔ عورتوں کا چلن بگڑ جائے گا۔ خاوندوں کے ہوتے ہوئے نوکروں سے ملتفت ہوں گی۔ مرد حسین بیوی سے التفات نہیں کریں گے۔ زنان بازاری کو گلے کا ہار بنائیں گے، شراب خانے آباد ہوں گے۔

عبادت خانے سنسان۔جس وقت کلجگ آیا سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہوا پلٹ گئی۔وہ پاپ ہوں گے کہ زمین کانپ اٹھے گتی۔لڑکے والدین کو بے وقوف سمجھیں گے۔دھرم کو فضول اور واہیات سمجھیں گے۔جب اس طرح دھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا تب بھگوان جی کو تکلیف کرنا پڑے گی۔وہ کلجگی اوتار میں جلوہ دکھائیں گے۔پاپ کی ناؤ ڈبوئیں گے۔دھرم کی بیل ہری بھری ہوگی۔'' (مہابھارت بن پرب ادھیائے صفحہ 90-99)

(17) مسیح کی آمد کے نشانات انجیلوں میں

ایک ملک دوسرے ملک کی اور ایک بادشاہت دوسری بادشاہت کی دشمنی کریں گے۔بہتیری جگہ میں کال اور وبا اور زلزلے ہوں گے۔ان دنوں میں اسی تنگ وقت کے بعد سورج اندھیرا ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔(چاند سورج کا گرہن) ستارے آسمان سے گریں گے۔اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ (متی 29-24،6)

تاریخ ظہور مہدی و مسیح موعود

(1) نواب صدیق حسن خان حجج الکرامہ صفحہ 41 پر لکھتے ہیں:

''تواں گفت کہ دریں دہ سال از زمانہ ثالث عشر باقی است ظہور کند برصد چہاردہم''

یعنی مہدی کا ظہور تیرہویں صدی کے آخر میں یا چودہویں صدی کے ابتدا میں ہوگا۔

پھر صفحہ 52 پر لکھا ہے:

''وبہر تقدیر ظہور مہدی برسرصد چہاردہم احتمال قوی ظاہردر''

یعنی بہر حال احتمال ظہور مہدی چودہویں صدی کے سر پر آنے کا قوی ہے۔

پھر صفحہ 39 پر امید دلاتے ہوئے لکھا:

''برسر مائتہ چہاردہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است اگر ظہور مہدی و نزول عیسی صورت گرفت برایشان مجدد و مجتہد و باشند۔''

پھر صفحہ 394 پر لکھا:

''بعض از مشائخ واہل علم گفتہ کہ خروج او بعد دواز دہ صد سال از ہجرت شود ورنہ از سیز دہ صد سال تجاوز نکند''

یعنی خروج مہدی و مسیح موعود بارہ سو سال کے بعد ہوگا اور تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پھر صفحہ 395 پر لکھا کہ:

''بخاطر میرسد کہ برسر صد چہارم دہم ظہور وے اتفاق افتد''

جان لینا چاہئے کہ چودھویں صدی کے سر پر اس کا ظہور ہوگا۔

(2) سید محمد حسن کوکب درّی صفحہ 155 پر لکھتے ہیں:

''مہدی کے ماں کے پیٹ میں آنے کی شب میرے حساب میں جو غسق کے عدد تیرہ سو شمسی کرتا ہوں پس ان کی تشریف آوری 21 سال بعد یعنی 1300 ہجری میں ہونے والی ہے۔''

(3) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات جلد دوم میں لکھا ہے کہ مہدی کا ظہور صدی کے سر پر ہوگا اور حضرت سید اسماعیل شہید دہلویؒ نے کتاب اربعین میں نعمت اللہ ولی کی الہامی نظم درج کی ہے جس کا یہ شعر ظہور مہدی کے متعلق ہے۔

غین ورے سال چوں گذشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

یعنی تیرہویں صدی میں ظہور ہوگا۔

(4) حافظ برخوردار صاحبؒ لکھتے ہیں۔

پچھے اک ہزار دے گزرن ترے سو سال
عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

اور حافظ محمد صاحب لکھو کے احوال الآخرۃ میں مسیح کی آمد کا وقت چاند اور سورج کے ماہ رمضان میں گرہن کا نشان لکھتے ہیں ۔

تیرہویں چن سیتیویں سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضان لکھیا اک روایت والے

اسی طرح علاقہ ملتان کے ایک بزرگ کا یہ شعر مشہور عام ہے ۔

درسن غاشی ہجری دو قرآن خواہد بود
از پئے مہدی دجال نشاں خواہد بود

غاشی کے اعداد بحساب ابجد ۱۳۱۱ھ ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ٹھیک ۱۳۱۱ ہجری میں یہ نشان مہدی پورا ہو گیا۔ اور اسی سال رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔

(5) قاضی ارتضیٰ علی خان نے اپنے رسالہ مہدی نامہ کے صفحہ ۲ پر اور حدیث الغاشیہ کے صفحہ 35 پر اور مولوی محمد حسین بٹالوی اشاعت السنہ جلد ۶ صفحہ ۶۱ پر نیز پچھلے صحائف بائیبل وغیرہ میں بھی یہی وقت لکھا ہے۔ چنانچہ مسٹر جے ایف آرتھر فورڈ 'دی ہارف آف گاڈ' نامی تصنیف میں لکھتے ہیں:

''سب سے ضروری امر جس کی طرف تمام پیشگوئیاں اشارہ کرتی ہیں جناب مسیح کی آمد ثانی تھی۔ چنانچہ دانیال کی کتاب میں ہے'' مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے۔'' (دانی ایل 12/12)

اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ تاریخ یقیناً اس وقت کو معین کر دیتی ہے جس میں جناب مسیح کو دوسری بار آنا چاہئے۔ پس اگر وہی قاعدہ ایک دن ایک ہزار سال کیلئے سمجھا جائے تو 539ء کے بعد 1335 دن ہم کو 1874ء میں لے آتے ہیں جو کہ بائیبل کے علم تاریخ کے مطابق جناب مسیح کی آمد ثانی کا وقت ہے۔ پس مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ احادیث اور آثار تمام اہل کشوف علماء راسخ اور مشائخ تمام اس بات پر متفق تھے کہ ظہور مہدی و مسیح چودھویں صدی کے سر پر ہوگا۔

متلاشیٔ حق:

جب کہ مسیح موعود کی آمد حضرت نبی کریمؐ نے چودہویں صدی بتلائی اور تمام بزرگوں کے الہام اور کشوف سے یہی وقت ثابت ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں نے شوق سے اس آنے والے کا انتظار اور اشتیاق وقت مقررہ پر نہ کیا۔کیا یہ تمام پیشگوئیاں مسلمانوں سے پوشیدہ رہیں اور آج احمدیوں کو معلوم ہوئیں؟

احمدی:

افسوس کہ آپ نے کتب احادیث وآثار کا مطالعہ نہیں کیا۔نہ ہی اخباری دنیا سے شناسائی پیدا کی اور نہ ہی اتنی زحمت گوارا کی کہ اپنے گھر کے ہی بڑے بزرگوں سے پوچھ لیتے وہ آپ کو بتلاتے کہ کس قدر بیقراری سے منبروں پر چڑھ کر علماء مسیح کی آمد کے متعلق وعظ کہتے اور زبان قلم سے اس اشتیاق کا اظہار کرتے تھے۔بہرحال اب میں انکے اشتیاق اور انتظار کا کسی قدر نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔پڑھیں اور غور کریں:

ٹھیک وقت پر مسیح موعود کی آمد کا نہایت تڑپ سے انتظار کیا گیا

(1) اخبار وطن مئی 1912ء میں نہایت دردانگیز نظم شائع ہوئی جس کا پہلا شعر یہ ہے:

یا صاحب الزماں بظہورت شتاب کن
عالم زدست رفت تو پا در رکاب کن[1]

(2) اخبار اتفاق نے لکھا کہ ہزارہا کتب میں آخری سے آخری تاریخ ظہور امام مہدی ۱۳۴۰ھ تک ہے۔زمانہ کی بے تابی کا اس قدر اضطراری عالم ہے کہ مولانا ظفرالملک علوی نے رفاہ عام کلب لکھنؤ کے جلسہ میں کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ خاتم النبیین نہ ہوتے تو میں ضرور کہتا کہ اس زمانہ کا

[1] ترجمہ: اے صاحب الزماں امام مہدی جلد ظہور فرما دُنیا ہاتھ سے چلی جارہی ہے تو جلد رکاب میں پاؤں رکھ یعنی ظہور کیلئے جلد گھوڑے پر سوار ہو۔

نبی مہاتما گاندھی ہے۔لودھراں کے جلسہ میں مسٹر آصف علی نے فرمایا کہ ہمارے اسلام میں ہر صدی کے بعد ایک مجدد آیا کرتا ہے۔ میں صدق دل سے یقین کرتا ہوں کہ اس صدی کا مجدد مہاتما گاندھی ہے۔اس طرح مولانا شوکت علی نے سورت کے ایک جلسہ میں کہا کہ ہمارے اسلام میں امام مہدی کے آنے کی پیشگوئی موجود ہے اور وہ زمانہ یہی ہے۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ وہ امام مہدی مہاتما گاندھی ہیں۔ پھر مولانا محمد علی کامریڈ نے جو پیغام جیل سے بھیجا اس میں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بے سوچے سمجھے مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں۔

اخبار ذوالفقار 16 اپریل 1921ء نے لکھا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے 25 مارچ کو تقریر میں جو مسجد خیردین میں کی اس میں بیان کیا کہ میں مسٹر گاندھی کو نبی بالقوہ مانتا ہوں مگر جب اخبار وارث گوجرانوالہ نے ۴ جولائی ۱۹۲۱ء کی اشاعت میں لکھا ہے مسٹر گاندھی سری کرشن کی پیشگوئی کا مصداق ہے تو فوراً گاندھی جی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں اس کی بایں الفاظ میں تردید کی کہ:

''میں اسے کفر سمجھتا ہوں کہ مجھے سری کرشن سے سے تشبیہ دی جائے''

(3) مصنف صاحب کتاب ''خون حرمین'' اسلام کی تباہی اور بربادی کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کرتا ہوا لکھتا ہے:

''خدارا ایسی بے بسی اور نازک حالت میں اپنے نام لیواؤں پر رحم کرتے ہوئے امام آخرالزمان کو جلدی بھیجئے تاکہ ضعیف الایمان امت کے ایمان اور ایقان میں پھر بالیدگی کی روح پیدا ہوا اور ضلالت کا فقدان ہو۔ یارسول اللہ اب علل اور اسباب کا ظاہری سہارا جاتا رہا قویٰ بیکار ہو گئے۔ ہمتیں پست ہو گئیں۔خونخواران تثلیث نے ان کو قعر مذلت میں ایسے دھکیل دیا کہ اب پھر ابھرنے کی صورت نظر نہیں آتی۔اے نبی اللہ یہ بتایئے کہ شکستہ دل اور زخموں سے چور امت اپنے درد کی دوا کہاں پائے گی اور کیونکر امام موعود علیہ السلام کے حضور میں اپنی فریاد پہنچائے گی۔اب دل سے زخم کی ٹیک اور سوزش ناقابل اظہار ہے۔''

(4) اخبار زمیندار 9 مارچ 1925ء میں ایک مصلح کی آمد کیلئے ایک نظم شائع ہوئی جس میں

نہایت بے تابی کی جھلک دکھلائی گئی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

اُٹھ دِکھا گم کردہ راہوں کو صراط مستقیم
اِک زمانہ کو ہے میر کارواں کا انتظار

پھر نظم کو اس شعر پر ختم کیا گیا ہے ؎

آنے والے آ، زمانے کی امامت کیلئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کیلئے

(5) الامان ۱۳ اگست ۱۹۳۰ء نے لکھا:

''مرکزیت ہی سب سے بڑی نعمت ہے اور اسی کے فقدان نے فرزندان توحید کو تباہ برباد کر رکھا ہے۔ بجلی اپنے مرکز سے تمام شہر کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں بھی کوئی مرکزی اقتدار شان رکھنے والا راہنما پیدا ہو جائے جس کی آواز پر لوگ لبیک کہیں اور دیوانہ وار اس کی طرف دوڑنے لگیں تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے نوّے فیصدی مصائب کا اسی دن خاتمہ ہو جائے گا۔ مسلمان تو اس وقت بے سردار کی فوج ہیں۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک مقتدر راہنما کی ضرورت ہے۔ جب تک کوئی بااثر راہنما پیدا نہ ہوگا اس وقت تک ہمارا انتشار وزوال دور نہیں ہوسکتا۔''

(6) اخبار مدینہ یکم دسمبر 1921ء نے بعنوان ظہور امام مہدی علیہ السلام ۱۳۴۰ھ میں شاہ نعمت اللہ ولیؒ کے قصیدہ کے متعلق لکھا کہ:

غلط شعر آج کل زبان زد خلق ہے لیکن اصل شعر یوں ہے:

خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش
در سال کُنتُ کنزاً باشد چنیں بیانہ[1]

[1] اے نعمت خاموش ہوجا۔ اللہ تعالیٰ کے رازیوں ظاہر نہ کر میں تو کئی سال مخفی خزانہ رہا ہوں۔ تو اس طرح بیان نہ کر۔

الفاظ کنت کنزاً میں وقت ظہور مہدی بتایا گیا ہے جس کے عدد سے ۱۳۴۰ ہوتے ہیں۔ حالت موجودہ میں اس بات کی نہایت سختی سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ امداد غیبی کا بہت جلد ظہور ہوگا۔

اخبار آگرہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۲۱ء نے لکھا کہ :

''ظہور امام زمان علیہ السلام بھی اسی قیامت کے آثار قریبہ میں سے ایک نمونہ اور نشان ہے جو عنقریب اور اسی سال پورا ہونے والا ہے۔''

(۷) اخبار کشمیر میگزین ۱۷/اکتوبر ۱۹۲۱ء نے لکھا ہے:

''۱۳۴۰ء کے متعلق زیادہ پیشگوئیاں موجود ہیں یہ دیکھ کر کہ اس سے پہلے جو پیشگوئیاں ہو چکی ہیں وہ سب پوری اتری ہیں بلا لحاظ یقین کرنا ہی پڑتا ہے کہ حضرت نعمت اللہ ولی کا مشہور قصیدہ فارسی ہندوستان کے اکثر مقامات پر محفوظ ہے ان کے فرمان کے مطابق ۱۳۴۰ھ تو مسلمانوں کے لئے ایک مبارک سال ہے۔''

(۸) اخبار اہلسنّت جولائی ۱۹۲۲ء نے ۱۳۴۰ھ کے آخر میں ہی اس کی بنیاد رکھ دی۔ چنانچہ لکھا:

''ممکن ہے کہ امام صاحب اس سال آجائیں لیکن ضروری نہیں کہ امسال ہی تشریف لائیں اگر نہ لائیں تو ہرگز نہ آئیں۔''

''پس جتنی پیشگوئیاں مسیح موعود کی آمد کے متعلق ہیں وہ سب ۱۳۴۰ء تک پہنچتی ہیں گویا آخری حد ان پیشگوئیوں کی ۱۳۴۰ھ ہے۔''

متلاشئ حق : مانا کہ مسیح موعود کی آمد کا یہی وقت اور یہی صدی ہے اور نشانات بھی پورے ہو چکے ہیں مگر لوگ گاندھی اور سرسید احمد وغیرہ کو ہی امام مہدی کہنے لگے خدا کے مامور اور غیر مامور میں کوئی فرق نہیں؟ اگر ہے تو کیا۔

احمدی: امام مہدی کا انتظار کرنے والوں کی حالت اپنی ناکامی پر اس سے زیادہ عبرت ناک ہو تو کوئی تعجب نہیں کہ کاش وہ دیکھیں کہ آنے والا جس کا انتظار ۱۳۴۰ھ میں ختم ہوتا ہے اس سے بہت

پہلے آچکا ہے وہ آسمان سے اترا اور غاروں سے نکلا لیکن لوگوں کے سمجھے ہوئے آسمان اور خیال کئے ہوئے غاروں سے نہیں وہ خدا کی طرف سے آیا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وہ خدا نے آسمان سے بھیجا وہ ایک تباہ کن امت میں بلند کیا گیا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وہ غار سے نکلا پس آنکھیں کھولو اور پرانے نوشتوں کو دیکھو قرآن اس کی گواہی دیتا ہے حدیث کے نشانات اس کے مؤید ہیں اور بزرگوں کے نوشتے اس کی صداقت پر شاہد ہیں آسمان کے نشان اس کی صداقت کے لئے نعرہ زن ہیں اور زمینی نشان اس کی تائید کے لئے بیقرار ہیں مگر افسوس کے جیفۂ دنیا کے پرستار اس آسمانی انسان کو شناخت نہ کر سکے اور دنیا مردار پر ہی گر گئے۔ بعض نے راجہ موہن رائے کو بعض نے پنڈت دیانند کو بعض نے گاندھی جی کو اور بعض نے سرسید کو مصلح قوم تسلیم کر لیا حالانکہ ان میں سے گاندھی جی مصلح ہونے سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کہ میں اسے کفر سمجھتا ہوں کہ مجھے سری کرشن جی سے تشبیہہ دی جائے''

پھر اخبار تیج ۲۹/جنوری ۱۹۳۶ء میں گاندھی جی اپنے ایک دوست کا ذکر کرتے ہوئے جس نے انہیں گوشت خوری کی چاٹ لگائی اور انہیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لئے بقول خود بارہا اپنی ماتا سے جھوٹ بولنا پڑا لکھتے ہیں:

''ان حضرات نے مجھے بدکاری میں پھنسانے کی بھی کوشش کی اور ایک دفعہ مجھے طوائف کے محلہّ میں لے گئے اور وہاں انہوں نے ایک ویشیا (پیشہ ور عورت) کے گھر میں مجھے مناسب ہدایات دے کر بھیجا۔ مجھکو اسے روپیہ تو کچھ دینا ہی نہ تھا سب حساب ہو چکا تھا۔ بہر حال میں اس مکان کے اندر جا کر داخل ہو گیا اور اسے باہر سے بند بھی کر دیا گیا۔''

اس کے بعد کیا ہوا گاندھی جی فرماتے ہیں:

''شرم کے مارے بت بن کر میں اس ویشیہ کے پلنگ پر بیٹھ گیا اور ایک حرف تک زبان سے نہ نکال سکا۔ وہ عورت بہت غصے ہوئی اور مجھے دو چار جلی کٹی سنا کر دروازہ دکھا دیا۔''

آخر میں لکھتے ہیں:

''میری زندگی میں ایسے ہی دو چار واقعات بھی ہوئے تھے جو کہ مجھے بخوبی یاد ہیں۔ اپنی کوشش کے بغیر ہی اتفاقیہ بدکاری کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ چونکہ میں وشا بھوگ (زناکاری) کی خواہش کر چکا تھا اس لئے یہ سمجھ لیا جاسکتا ہے کہ میں تو اس پاپ کا بھوگی (مرتکب) ہو ہی چکا تھا۔''

اسی گاندھی جی نے خدا کے متعلق اپنے ایمان اور یقین کا اظہار پرتاب ۲۹ /اپریل ۲۱ء میں ان الفاظ میں کیا:

''میری دلی خواہش صرف یہ ہے کہ ۱۳ /اپریل ۲۱ء کا یہ دن ہماری حالت غلامی میں آخر دن ہو لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں بلکہ خدا کے بھی اختیار میں نہیں یہ ممکن نہیں کہ پرماتما بھی سوراجیہ دے گا۔''

دیانند نیوگی کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ خدائے تعالیٰ کو قادر اور خالق ہی نہیں مانتا۔ روح اور مادہ کو خدا کی طرح ازلی ابدی مانتا ہے۔ رہے سرسید احمد صاحب جن کا مشہور شعر ہے ؎

ز جبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنیکہ من دانم

اس سے ظاہر ہے کہ سید صاحب قرآن کا نزول اس طریقہ سے تسلیم نہیں کرتے کہ خدا کا کلام الفاظ میں ہوا ہو بلکہ وہ نبی کے دلی خیالات کا نام کلام الہیٰ رکھتے ہیں چنانچہ اپنی تفسیر القرآن جلد اوّل زیر آیت اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا یعنی جو کچھ ارقام فرمایا یہ ہے:

''میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں جو انبیاء میں بمقتضا ان کی فطرت کے مثل دیگر قویٰ انسانی کے ہوتی ہے خدا اور نبی میں بجز اس ملکۂ نبوت کے جسکو ناموس اکبر اور زبانِ شرع میں جبریل کہتے

ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہچانے والا نہیں ہے اس نبی کا دل ہی ایلچی ہے اور خود اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اس پر نازل ہوتی ہے اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اس کو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے بجز اپنے آپ کے نہ وہاں کوئی آواز ہے نہ بولنے والا''۔

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی ایسی وحی کے قائل نہ تھے جو نبی کے اپنے نفس کلام کے علاوہ نبی پر باہر سے الفاظ میں نازل ہوئی ہو اس لئے وہ دعا کے قائل نہ تھے کیونکہ نبی کے علاوہ کسی دوسری ہستی (خدا) بولنے سننے والی کے قائل نہ تھے کھلے دہریہ تھے۔ پس یہ چار آدمی تھے۔ جن کے سامنے ہندوستان کے مغرب کے ساتھ تعلقات ہو کر تغیّرات ہو رہے تھے۔ مغرب کا ان لوگوں پر گہرا اثر ہوا کہ یہ لوگ دنیاوی جاہ جلال دنیاوی طاقتوں اور دنیاوی علوم کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ گویا کہ یہ لوگ یورپ کی بانسری تھے جو کچھ یورپ نے کہا انہوں نے بجایا اس واسطے ان لوگوں نے باوجود اس کے کہ وہ مختلف مذاہب کے پیرو تھے ان سب نے ایک زبان ہو کر کہا انسان کا براہ راست خدا سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا کہ اس زمانہ کے اثر کے نیچے ہو کر اور مادہ پرست یورپ کے ماتحت ان سب نے وحی الہام سے انکار کیا معجزات اور کرامات سے انکار کیا۔ فرشتوں کے وجود اور دعاؤں کی قبولیت و تاثیرات سے انکار کیا۔ غرض یہ کہ ان سب لوگوں کی تعلیم و فلسفہ انبیاء اور خدائی لوگوں کی تعلیم اور تجربے کے بالکل خلاف تھا یہ لوگ ابنائے زمانہ تھے اور مصلحت وقت کو مدّنظر رکھتے تھے۔ ان لوگوں کا ملہم خدا نہیں تھا جو نبیوں کو الہام کرتا ہے ان کا ملہم زمانہ تھا جس میں وہ رہتے تھے اور چلتے پھرتے تھے اور وہ دنیا کی نئی روشنی تھی جو ان کے گرد پھوٹ رہی تھی جو خیالات عوام بڑے زور سے اپنے دلوں میں محسوس کر رہے تھے انہوں نے ان لوگوں کے سامنے ان خیالات کا اظہار زمانہ کو مدّنظر رکھ کر دیا پھر تو کیا تھا لوگ خیال کھیلنے والوں کی طرح پہلے سے تیار تھے ہر طرف سے مرحبا مرحبا کی آوازیں آنے لگیں جس طرف ہوا چل رہی ہو اس طرف اُڑنا آسان ہوتا ہے اس لئے ہندو

اور مسلمانوں نے فوراً ان لوگوں کی طرز اور خیالات کو اختیار کر لیا اور لوگوں کے پیشوا تسلیم کر لئے گئے۔لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی طرز اور تعلیم ان لوگوں کے بالکل برعکس تھی۔آپ کا ملہم زمانہ نہ تھا بلکہ وہ پاک ذات تھی جو لم یزل ولا یزال ہے آپ خود نہیں اٹھے بلکہ آپ کو خدا نے اٹھایا آپ خود انسانی طاقتوں سے نہیں بولے بلکہ خدا نے آپ کو بلوایا آپ نے کشتی بہاؤ کے خلاف سمت چلائی آپ کے خلاف دنیا کی ہر ایک قوم کھڑی ہوگئی اور آپ نے دنیا کو اس طرف لے جانا چاہا جدھر وہ جانے کو تیار نہ تھی بلکہ سخت مخالف تھی مگر آپ زمانہ سے مرعوب نہ ہوئے بلکہ آپ نے خدائی طاقت کی چٹان پر کھڑے ہو کر جو سب سے اعلیٰ اور اونچی ہے دنیا کو پکارا اور وہی غیر مبدل اور حقیقی سچائی دنیا کو سنا دی جو اس سے پہلے سب انبیاء سناتے اور بتاتے چلے آئے تھے۔آپ نے صرف دعویٰ ہی نہیں کیا کہ اجابت دعا اور انسان کا خدا کے ساتھ کلام کرنا اور براہ راست اس کی مدد کرنا صحیح ہے بلکہ اپنی ان تمام برکات کا عملی رنگ میں ثبوت دیا کیونکہ آپ خود ان خاص برکات کے مورد تھے۔ان باتوں کو عقلی دلائل سے ہی ثابت نہیں کیا بلکہ اپنے تجربہ کو لوگوں کے سامنے بیان کیا پھر جن لوگوں نے تکبّر کو چھوڑ کر آپ کی پیروی اختیار کی ان سب لوگوں نے اپنی ذات میں اس تجربہ کو صحیح پایا آپنے آپ اوائل دعویٰ میں جبکہ تمام اہل ہند اور پنجاب آپ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اور ہر رنگ میں تکلیفیں اور اذیتیں دیتے تھے آپ نے انبیاء کی طرح استقلال دکھایا اور ببانگ دہل فرمایا:

''اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کے ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ تکلیف اٹھاتے ہیں ....جو جُدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔'' (انوار الاسلام)

''میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں

تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہر گز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لا حاصل ہیں۔اَے نادانوں اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کریگا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سن لو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں ہے اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں....کیا مجھے خدا چھوڑ دیگا کیا وہ مجھے ضائع کر دیگا۔ کبھی نہیں ضائع کریگا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ ہوں گے اور خدا اپنے بندوں کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگر چہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔''

متلاشی حق: مولوی کہتے ہیں کہ امام مہدی خاندان سادات میں سے ہوگا اور مکہ میں پیدا ہوگا۔

احمدی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کئی مہدیوں کی پیشگوئی فرمائی مگر لوگوں نے ایک ہی مہدی سمجھ کر اس مسئلہ کو اختلافی بنا دیا۔

مہدی کے تعین میں اختلاف عظیم

(۱)مہدی کی قومیت اور ولدیت کے متعلق سخت اختلاف ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۸ میں لکھا ہے کہ تمام اہل مکہ جو کہ قریش ہیں ان میں سے کسی کی اولاد سے ہوگا اور پھر جلد ۸ میں لکھا ہے کہ تمام خلفاء راشدین ہی مہدی ہیں ان کی سنت کو مضبوط پکڑنا۔ جواہر الاسرار میں لکھا ہے کہ صرف علی کی اولاد سے ہوگا۔ فاطمی ہونا ضروری نہیں۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۳ پر لکھا ہے کہ حسن کی اولاد سے ہوگا۔ نجم الثاقب جلد ۲ میں لکھا ہے کہ حسین کی اولاد میں سے ہوگا اور مسند احمد بن حنبل جلد ۳ میں لکھا ہے کہ اہل بیت سے ہوگا۔ کسی کی تخصیص نہیں۔

بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ آل بمعنی تابعداران اور مومن ہیں اور آثار القیامہ صفحہ ۳۶۱ پر لکھا ہے کہ صرف اُمّت محمدیہ میں سے ہوگا۔ کسی شخص کی تخصیص نہیں۔ اسی طرح جواہر الاسرار میں لکھا ہے کہ مہدی.... ایک شخص نہیں بلکہ متعدد اصحاب کا نام مہدی ہے۔ نجم الثاقب جلد ۲ میں لکھا ہے کہ وہ امتی ہوگا اور مشکوٰۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حارث حراث یعنی ایک بڑا زمیندار ہوگا۔ یہی منصبِ امامت میں لکھا ہے۔

(۲)اس سے بھی بڑھ کر آپ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۱،۶۶ پر لکھا ہے کہ مہدی کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوگا۔ کنز العمال جلد ۷ میں لکھا ہے کہ اس کا نام محمد بن عبدالعزیز ہوگا یا عبدالعزیز۔ نیز اس کا نام عمر ہوگا اور غایت المقصود صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ اس کا نام جعفر ہے۔ پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس کا نام اسمٰعیل ہے نیز عبدالعزیز لکھا ہے اور سیف المسلول میں عیسیٰ نام لکھا ہے اور ابن خلکان میں عسکری باپ کا نام حنفیہ لکھا ہے۔ غایت المقصود صفحہ ۳۸ پر باپ کا نام زین العابدین اور بعض نے آپ کی ولدیت حسن جعفر علی نقی، اسمٰعیل عمر لکھی ہیں اور اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۲ میں کنیت ابوعبداللہ ابوالقاسم لکھی ہے۔

(۳)مقام پیدائش کے متعلق بھی اختلاف عظیم ہے جواہر الاسرار صفحہ ۱۰۵ پر مقام پیدائش

تہامہ نیز کدعہ لکھا ہے اور ابوداؤد جلد ۴ میں لکھا ہے حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۸ پر خراساں لکھا ہے۔ ابونعیم ؒ اور امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قحطان میں پیدا ہوگا۔ نیز حجاز سے آنا لکھا ہے۔ اقتراب الساعۃ صفحہ ٦٦ پر لکھا ہے کہ بلاد مغرب میں پیدا ہوگا۔ نجم الثاقب جلد ا میں لکھا ہے کہ مشرق سے نکلیگا نیز شمال سے جنوب کو آئے گا پھر یہ کہ مدینہ میں پیدا ہوگا۔ بیت المقدس کو ہجرت کرے گا۔ جلد ۲ میں لکھا ہے کہ نہر کے پار سے آئے گا۔

(۴) عمر کے متعلق اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے۔ ہدیہ مہدویہ صفحہ ٦٩ پر لکھا ہے ۹۵ یا۹۹ یا ۲۰۰ یا ۲۰۴ ہجری میں پیدا ہوگا اور ابن خلدون جلد ۲ میں لکھا ہے کہ ٦٨٣ یا ۷۴۳ ھ میں پیدا ہوگا۔ سنوسیوں کا اعتقاد ہے ۱۴ ھ اور حسن نظامی کے رسالوں میں ۱۳۴۰ ھ اور رسالہ برھان کے صفحہ ۷۴ پر ۱۳۳۰ ھ۔ غرضیکہ ایک طوفان بےتمیزی برپا ہے کس کو سچ مانا جائے کس سے انکار کیا جائے ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ[1]

ان متضاد روایتوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ دراصل مہدی کا کیا نام ہوگا کیا ولدیت ہوگی اور کیا قومیت اور کب ہوگا اور یہ بھی پختہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس مقام میں ہوگا کہاں خروج کرے گا اور کہاں نزول ہوگا۔ وہ صلح کریگا یا جنگ۔ نہیں معلوم وہ فاطمی ہوگا یا علوی، امتی ہوگا یا امّی، قریش ہوگا یا عباسی، مشرق میں ہوگا یا مغرب میں، بچپن میں مرے گا یا جوانی میں۔ غرضیکہ مہدی کے متعلق کوئی پختہ اور ٹھکانے کی بات معلوم نہیں ہوتی روایات کا ایک طوفان چل رہا ہے۔

[1] ترجمہ : مجنوں کی جان دوگنی عذاب میں مبتلا ہے کبھی فرقت لیلیٰ میں اور کبھی صحبت لیلیٰ میں۔

مہدی اور مسیح ایک ہی مامور ہے

اگر مسیح کے سوا کوئی اور مہدی آنا تھا تو آنحضرت ﷺ نے لا مهدی الا عیسیٰ کیوں فرمایا کہ مہدی عیسیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ صحاح ستہ میں سے ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ تہذیب التہذیب صفحہ ۱۴۴ پر لکھا ہے کہ محدثین نے مہدی کے باب کی احادیث کو مجروح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا راوی محمد بن خالد الجندی ہے اور اس سے امام شافعیؒ جیسے نقاد نے روایت لی ہے اور ابن معین نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس کی روایت میں کیوں کر اشتباہ ہو سکتا ہے۔''

اور مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ اور ترمذی کی صحیح حدیث میں حضرت عیسیٰ کو ہی اماماً مهدیاً حکماً عدلاً بتایا گیا ہے۔ یعنی مسیح موعود و مہدی موعود ہی مہدی اور حکم عدل ہوگا اور مسیح موعود کا جو حلیہ بخاری میں ہے وہی نعیم بن جماد نے مہدی کا حلیہ بتایا ہے اور جو کام مسیح کا بخاری نے بیان کیا ہے وہی کام ابوداؤد نے مہدی کا لکھا ہے۔ جس سے یقیناً ثابت ہے کہ مسیح موعود کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے۔ اس لئے امام بخاری، مسلم، امام مالک، ابن خلدون اور وہب جیسے بڑے بڑے محقق بزرگ کیوں کہتے ہیں کہ مسیح کے بغیر کوئی مہدی نہیں۔ حالانکہ یہ مدینہ میں رہتے تھے اور کئی ایک صحابہؓ سے ان کو ملاقات کا شرف بھی حاصل تھا۔ اتنا بڑا معاملہ ان سے کیوں مخفی رہا۔ پھر امام اسمٰعیل بخاری اور امام مسلم جو کہ فن حدیث میں اعلیٰ درجہ کے نقاد ہیں جن کے ساتھ کا ایک بھی محدث نہیں انہوں نے اپنی صحاح میں مہدی کا کوئی باب نہیں باندھا۔ ابن خلدون جیسے محقق نے مہدی کی تمام روایات پر جرح کر کے لکھا ہے کہ یہ سب روایات بنی امیہ اور خلفائے ابن عباس نے خود ہی بنالی ہیں۔ چونکہ علویوں، عباسیوں اور بنی امیہ میں سخت نقار اور عداوت تھی اس لئے علویوں نے اپنا مہدی، عباسیوں نے اپنا مہدی، بنی امیہؔ نے اپنا مہدی تجویز کر کے ہر ایک نے ملک گیری

کی تمنا بٹھالی۔ پھر بعض شخص مہدی کے نام پر اس مقصد کی برابری کے لئے تلوار لیکر ملک میں نکلے اور مخلوق خدا کی خونریزی کی۔ لہٰذا یہ سب روایات بناوٹی ہیں۔ اگر یہ آنحضرت ﷺ کا کلام ہوتا تو اس قدر اختلاف کے غبار سے آلودہ نہ ہوتا۔ ان کی روایتوں میں نہ کوئی اصح ہے نہ کوئی صحیح لہٰذا ان کی تردید خود اسی بات سے ہو جاتی ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ایک روایت بھی مہدی کی موجود نہیں۔ ان متضاد روایتوں پر اتنے بڑے عقیدہ کی بناء سوائے مخبوط الحواس کے کوئی بھی نہیں رکھ سکتا۔ اگر ان سب روایات کو صحیح مانا جائے تو اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ یہ حدیثیں بہت سے مہدیوں کے متعلق سمجھی جائیں جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک صالح آدمی مہدی ہے اور نیز تمام خلفائے راشدین کو مہدیین فرمایا ہے۔ یعنی تمام خلفائے راشدین مہدی ہیں اس طرح لاکھوں مہدی ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے گے لیکن جس مہدی نے امام اور مامور ہو کر آنا تھا وہ مسیح موعود ہی ہے جس کو بخاری اور مسلم نے امتی لکھا ہے۔

امامکم منکم وامّکم منکم (مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۲)

یعنی جو مامور امام مہدی ہوگا وہی مسیح موعود ہوگا پس اسی مہدی کے لئے امام کا لفظ آیا ہے لہٰذا وہ سب مہدی جن کے متعلق روایات مذکور ہیں وہ سب کے سب غیر مامور ہیں لہٰذا ان روایات میں کوئی اختلاف اور تضاد نہ رہا۔

متلاشئ حق: کیا آنحضرت ﷺ اور بزرگانِ اہل کشف نے مہدی موعود کے متعلق کوئی صراحت سے خبر نہیں دی؟

احمدی: آنحضرت ﷺ اور بزرگانِ اہل کشف والہام نے نہایت وضاحت کے ساتھ مہدی کے نام، قوم، مقام وغیرہ کی خبر دی ہے

مہدی موعود کا نام،قوم اور مقام وغیرہ کے متعلق پیشگوئیوں میں صراحت

(۱)امام بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۃ جمعہ کی آیت آخَرِيْنَ مِنْهُمْ اُتری۔ پوچھا گیا یارسول اللہؐ! وہ کون ہیں مگر حضورؐ نے جواب نہ دیا حتیٰ کے تین بار عرض کیا گیا۔ اس وقت ہم میں سے سلمان فارسیؓ (مغل) موجود تھے۔ حضورؐ نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کرفرمایا اگر ایمان دنیا سے اٹھ کر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تب بھی وہ رجل فارسی (مغل) اتار کر لے آئے گا۔ گویا دنیا سے حقیقی ایمان بلکل اٹھ گیا ہوگا۔ وہی دوبارہ لائے گا۔
چنانچہ مکفّر مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے اخبار اشاعت السنہ جلد ۷ میں لکھا کہ:

''مؤلف براہین احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہیں۔''

(۲) حدیث ابوداؤد میں حارث حراث (یعنی ایک بڑا زمیندار) لکھا ہے۔ طبقات ابن سعد میں سلمان فارسیؓ کو بھی حارث ہی لکھا ہے جن کی نسل سے مسیح موعود ہوگا۔

(۳) حارث حراث کی تصدیق حضرت بابا نانکؒ نے کی اور فرمایا کہ وہ زمیندار تحصیل بٹالہ میں ہوگا چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا میں لکھا ہے :

''ایک دفعہ بھائی بالا نے بابا صاحب سے پوچھا کہ کبیر بھگت سے بھی کوئی بڑا بھگت ہو سی؟ فرمایا دیکھو صدی پیچھے (یعنی صدی کے سر پر) پرگنہ بٹالہ تحصیل بٹالہ میں ایک جٹیٹہ (زمیندار) ہوسی۔ جو کبیر بھگت سے بھی بڑا بھگت ہوگا۔ اور فرمایا وہ جگت کا عیسیٰ کہلائے گا :

سری اس کیت جگت کے عیسیٰ''

یعنی وہ تمام جہان کے لئے مامور ہوگا۔ اسی طرح کلگی پران اردو ترجمہ صفحہ ۴۸ پر آخری زمانہ کے اوتار کا نام صاف احمد لکھا ہے۔ ابوداؤد میں لکھا ہے **یسمّٰی باسم نبیّکم** یعنی اس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ حضرت نعمت اللہ ولیؒ نے اپنے کشف میں احمد بتایا ہے:

اح م و دال مے خوانم نامِ آں نامدار مے بینم

انجیل یوحنا باب ۱۴ میں عیسیٰ نام بتایا گیا ہے اقتراب الساعۃ صفحہ ٦٦ پر لکھا ہے:

فانہُ المھدی و اسمہ احمد یعنی اس مہدی کا نام احمد ہوگا۔پس وہ زمیندار مہدی احمد نام تحصیل بٹالہ میں ہوگا۔

(۴) خدائے تعالیٰ نے الہام اور کشف میں سرتاج الاولیاء محی الدین ابن عربیؒ کو مہدی کے متعلق نہایت واضح طور پر خبر دی ہے کہ وہ رئیس مہدی فارسی الاصل ہوگا یعنی عجمی ہوگا اور وہ خاتم الاولادو خاتم الولائت توام ہوگا۔یعنی جوڑا پیدا ہوگا۔عیسیٰ کہلائے گا چنانچہ اعتقائے مغرب میں لکھتے ہیں:

ھو الخاتم من العجم لامِنَ العرب (شرح فصوص الحکم صفحہ ۸۴)

اور اسی کے صفحہ ٦۴ پر لکھا ہے کہ:

''ولایت نیز بوے ختم شوددو یرا خاتم ولایت خوانندو آل عیسیٰ علیہ السلام است۔'' [۱]

صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ :

"**آخر مولود من ولد ھذاالنوع الانسان وھو حامل اسرارہ فھو خاتم الاولادو تولّد معہ اخت لہ**"

یعنی آخری مولود اس قسم کے بنی نوع انسان میں سے پیدا ہوگا۔اس کے بعد کوئی ایسا لڑکا نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔اُس کے ساتھ اُس کی بہن پیدا ہوگی۔

(۵) عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا حلیہ بھی وہی ہے جو آنحضرتؐ نے فرمایا۔چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۴۴۴ پر لکھا ہے:

''اس کا رنگ گندمی ہوگا۔کشادہ پیشانی اور اقنی الانف ہوگا یعنی اونچی ناک والا ہوگا''

اسی طرح آنے والے مسیح کا حلیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ پر لکھا ہے:

''کہ آنے والا مسیح خوش رنگ، گندمی اور سیدھے اور لمبے بالوں والا ہوگا۔اس کے

[۱] ترجمہ : ولایت بھی آپ پر ختم ہوجائیگی اور اس کو خاتم ولایت بھی کہا جائے گا۔اور وہ آل عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

خلاف مسیح ناصری کا حُلیہ بتایا کہ وہ سرخ رنگ چوڑا سینہ اور گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔"

چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام اس حلیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

این مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس
سیّد جدا کندز مسیحائے احمرم
رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است
زانسان کہ آمد است در اخبار سرورم[1]

۶۔ حضرت سید میر المعروف پیر صاحب کوٹھہ شریف

یہ بزرگ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں آپ کے دعویٰ سے پہلے ۱۲۹۴ء میں فوت ہوئے۔فرماتے تھے کہ اب ہم کسی اور کے زمانہ میں ہیں کہ خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے۔وہ پیدا ہوگیا ہے پوچھا گیا کہ اس کا نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتاؤں گا مگر اتنا بتلاتا ہوں کہ زبان اس کی پنجابی ہے۔ہماری باری چلی گئی ہے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ہم کسی اور کے زمانہ میں ہیں میرے بعض آشنا مہدی آخر زماں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اس کی باتین اپنے کانوں سے سنیں گے۔

(۷) حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جو حضرت پیر کوٹھے والے کے مرید تھے۔یہ بزرگ بھی صاحبِ کشف والہام تھے انہوں نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ایک پیشگوئی کی تھی کہ:

"ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس اس سے میری اولاد محروم رہ گئی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

---

[1] ترجمہ: میرے آنے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔میرا آقا مجھے سرخ رنگ والے مسیح سے الگ کر رہا ہے۔میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں میں نمایاں فرق ہے جیسا کہ میرے آقا کی حدیث میں وارد ہے۔

۸-موضع جمال پور ضلع لدھیانہ میں ایک مجذوب باخدا آدمی سائیں گلاب شاہ نام تھا۔وہ بھی صاحبِ کشف وکرامات تھا جس کے بہت سے خوارق لوگوں نے دیکھے۔اس نے ایک دفعہ کہا کہ عیسیٰ جوان ہو گیا ہے۔لدھیانہ میں آئے گا اور قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور فیصلہ قرآن کے ساتھ کرے گا۔پھر فرمایا یہ مولوی انکار کریں گے۔ان سے پوچھا کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیا اس میں بھی غلطیاں ہیں۔جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں بن گئیں۔عیسیٰ جب آئے گا تو ان غلطیوں کو نکالے گا اور فیصلہ قرآن سے کرے گا۔ان سے پوچھا گیا عیسیٰ جوان تو ہو گیا ہے مگر ہے کہاں؟ انہوں نے کہا کہ بیچ قادیان کے جو بٹالہ کے پاس ہے اسی جگہ عیسیٰ ہوگا۔پوچھا گیا عیسیٰ بیٹا مریم کا تو زندہ آسمان پر ہے اور خانہ کعبہ پر اترے گا تو فرمایا عیسیٰ بیٹا مریم کا جو نبی تھا وہ مر گیا ہے وہ پھر نہیں آئے گا۔اللہ نے مجھے بادشاہ کہا ہے میں سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا۔پھر انہوں نے تین مرتبہ خود بخود کہا کہ وہ عیسیٰ جو آنے والا ہے اس کا نام غلام احمد ہے۔

۹-صوفی حضرت پیر صاحب العلم المعروف پیر صاحب جھنڈے والے

یہ بزرگ بلاد سندھ میں مشاہیر مشائخ میں سے ہیں جن کے مرید ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جو علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کشف میں دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کہ یہ جو شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا کی طرف سے ہے۔یہ بزرگ حضرت مسیح موعودؑ کی تصدیق کر کے فوت ہوئے۔

۱۰-صوفی احمد جان لدھیانوی بہت باکمال انسان اور بہت بڑی جماعت کے پیر و مرشد تھے۔انہوں نے آپ کی بڑی زور سے تصدیق کی حتٰی کے اپنی وفات سے پہلے اپنی اولاد بیوی بچوں کو تاکید کر گئے کہ جب حضرت مرزا صاحب بیعت لیں تو تم سب ان کی بیعت میں داخل ہو جائیو۔چنانچہ ان کے فرمانے کے بموجب ان کے کل خاندان کے لوگ مشرف بہ بیعت

ہوئے۔انہوں نے فرمایا (مصنف) براہین احمدیہ اس چودہویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور کامل افراد امت محمدیہ سے ہیں۔

۱۱-ایک مجذوب فقیر محمد جو قریب بارہ سال کے سیالکوٹ میں برلب باغ بستی والا سکونت پذیر رہے، انہوں نے فرمایا کہ خدا کے فیض اور الہام سے روح جناب رسول مقبولؐ سے اور روح کل شہداء سے اور روح کل ابدال سے روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان کل روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں میں نے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جلشانہٗ نے بھیجا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔

۱۲- ایک بزرگ سائیں شیر مجذوب جو قریباً ۸۰ سال عمر کے تھے شہر جموں میں رہتے تھے اپنے مکاشفات اور الہامات اور پیشگوئیوں کی وجہ سے جموں میں بڑے مشہور تھے۔انہوں نے بار بار کہا کہ حضرت مرزا صاحب صادق اور خدا کی طرف سے ہیں۔قرآن مجید زمین کے نیچے دبا ہوا تھا اب اس شخص کے ذریعے نکل آیا ہے۔

۱۳- سید امیر علی شاہ ساکن بستی سیّداں ضلع سیالکوٹ اور ملہم ربانی مولوی غلام امام صاحب ساکن منی پور آسام اور پیر سراج الحق صاحب سرساوی جن کے مرید ایک لاکھ سے زیادہ تھے اور صوفی محمد علی ساکن جلالپور جٹاں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق کی۔

باب ششم

فرقہ ناجیہ کی شناخت اور حضرت مسیح کی جماعت کے کارنامے اور نبی کی شناخت کے پانچ معیار

❁

متلاشی حق: حضرت مسیح موعود کی صداقت کے لئے خدا اور رسولؐ اور ملہمین کی زبردست شہادات کے علاوہ بے شمار ارضی وسماعی آفاقی انفسی نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ فرماتے ہیں کہ:

''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ نہ جھاڑیوں سے انجیر توڑتے ہیں نہ بیری سے انگور۔'' (لوقا۶/ ۲۴)

''ہر اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور بُرا درخت برا پھل لاتا ہے۔'' (متی ۷/ ۱۷)

لہٰذا جماعت احمدیہ کی صداقت کا ثبوت ان کے عمل اور اعتقاد کی صداقت سے دیا جائے۔

احمدی: بلاشبہ نبی اپنے کام سے پہچانا جاتا ہے اور اس کے کام کا ثمرہ اس کی پیدا کردہ جماعت ہی ہوتی ہے لیکن نبی اس حصہ جماعت کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا جو اس نبی کی اصلی تعلیم سے منحرف ہو جائے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت کے انتشار اور افتراق کی پیشگوئیاں فرمائیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ ان متفرق فرقوں کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا وہ سب گمراہ ہیزم جہنم کا مصداق ہونگے۔ میری جماعت اور میرا فرقہ مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹) کا

مصداق ہوگا۔ اور وہ ۷۲ فرقے ہو چکے ہوں گے جن کا آنحضرت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ۔ نواب صدیق حسن خان حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۲ پر لکھتے ہیں:

''پس حقیقت دریں وقت منحصر است ومقلدین ائمہ اربعہ ظاہریہ واہلحدیث ایشانند'' [1]

یعنی حقیقت میں وہ فرقے پورے ہو چکے ہیں اور حنفی شافعی مالکی حنبلی وہابی سب انہیں میں سے ہیں ۔لیکن ایک متلاشی حق کیونکر دریافت کرے کہ فلاں فرقہ ان عقائد کا حامل ہے اوران اعمال کا پابند ہے جن پر آنحضرتؐ اورآپ کے صحابہؓ تھے اس فیصلہ کے لئے احادیث پیش کی جاسکتی ہیں مگر اس صورت میں گنجائش رہ جاتی ہے کہ احادیث اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی ۔اس لئے قرآن پاک سے ہی وہ علامات اوراوصاف بیان کئے جائیں گے جن پر سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی فیصلہ ہو جائے گا کہ موجودہ فرقہ ہائے اسلامیہ میں کون سی ایسی جماعت ہے جوحقیقتاً صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔

نبی کی شناخت کا پہلا معیاراور نبی کی جماعت فرقہ ناجیہ کی شناخت

چونکہ موجودہ زمانہ دجّالی اورصلیبی زمانہ ہے اس لئے مسیح موعودؑ کا کام یکسر الصلیب بتایا (بخاری) چنانچہ حجج الکرامہ ۳۴۴ پر لکھا ہے کہ نصاریٰ قرب قیامت کے قریب اکثر زمین کے حاکم ہوں گےاور پھر لکھتا ہے کہ:

''بمصداق ایں خبر از مدّت یکصد سال بلکہ زیادہ درعالم موجود ومشہور است'' [2]

نیز شاہ رفیع الدین نے رسالہ حشریہ میں لکھا ہے:

''چوں جملہ علامات ظاہر شوند وقوم نصاریٰ غلبہ کنند وبرملکہائے بسیار متصرف شوند۔'' [3]

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

---

[1] ترجمہ : پس حقیقت یہی ہے وہ وقت جس پر مقلدین اور چاروں اماموں ،ظاہریہ اوراہلِ حدیث کا بھی اسی پر انحصار ہے۔

[2] ترجمہ : اس خبر کے مطابق (امام مہدی کاظہور) کی مدت ایک سوسال دُنیامیں زیادہ موجود ومشہور ہے۔

[3] ترجمہ : جیسا کہ تمام علامات ظاہر ہوچکی ہیں اورعیسائی قوم کا غلبہ ہو چکا ہےاور وہ بے شمار ملکوں پر قابض ہو چکے ہیں۔

''موجودہ فساد اپنی جگہ پر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے آنا چاہیے۔عیسائیت نے وہ آزادی اور بے قیدی پھیلائی ہے کہ جسکی کوئی حد نہیں اور مسلمانوں کے بچوں پر جو اس کا اثر ہوا ہے اسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں .....میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے، جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔میرا انکار، میرا انکار نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کا انکار ہے''

(الحکم ۲۴/جنوری ۱۹۰۳ء)

وہ امت جس کے حق میں خیر الامت کہا گیا، جس کے ذمہ کل دنیا کو اسلام میں داخل کرنا لگایا گیا، آج اس میں سے ہزاروں آدمی توحید کا سہرا سر سے اتار کر تثلیث کا طوق گردنوں میں ڈال چکے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں حقیقی اسلام ہوتا تو ان میں تقویٰ اور طہارت ہوتی اور قرآن کریم کے احکام سے کماحقہٗ واقف ہوتے تو آج مولوی عبدالحق پادری عبدالحق نہ بنتا اور نہ ہی سلطان محمد سرورِ دو عالمؐ کی شان میں ناپاک بہتان لگا کر پادری سلطان کہلاتا۔سچے عقائد کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی ہے:

''**یظھر علی الدین کلہ**'' کہ سچے عقائد باطل عقائد پر غالب آجاتے ہیں۔

پس جو عقائد اسلامیہ غیر مذاہب پر غالب رہیں وہی حقیقتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد ہیں اس اصل کی روشنی میں احمدی اور دیگر فرقوں کے اختلافی عقائد حیات و ممات عیسیٰؑ و اجرائے نبوت وغیرہ وغیرہ پر نظر غائر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ سچے عقائد پر جماعت احمدیہ ہے کیونکہ اگر آپ کسی عیسائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت منوانا چاہیں تو کیا اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مس شیطان سے پاک اور معجزانہ طور پر پیدا ہونے والے پرندوں کے خالق مُردوں کو زندہ کرنیوالے بہروں کو کان اندھوں کو آنکھیں بخشنے والے پھر دشمنوں سے بچائے جا کر زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانیوالے اور تقریباً دو ہزار سال بغیر کھانے پینے کی حوائج بشریّہ کے خدا کی طرح الآن کما کان زندہ رہنے والے صرف حضرت عیسیٰؑ ہیں۔کیا مسلمان ان عقائد کو صحیح مانتے ہوئے

آنحضرت ﷺ کی فضیلت منوا کر اس کو داخل اسلام کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کیا یہ مسلمان اس قدر غلوّ کر کے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی نہیں کر رہے۔ یقیناً ان عقائد سے نصارٰی کی تائید ہوگی اور خود مغلوب ہوں گے۔ اسی طرح ان کے دیگر اعتقادات کی حالت ہے اگر کوئی عقیدہ صلیبی عقائد پر غالب آ سکتا ہے تو وہ حضرت عیسٰی کی موت کا عقیدہ ہے جو آج تجربہ سے مسلمان تسلیم کر چکے ہیں کہ عیسائیت اور ویدک دھرم کا صحیح مقابلہ اور پھر غلبہ احمدی ہاتھوں سے ہی ہوتا ہے۔

(۲) قرآن کریم جماعت مومنین کی تعریف میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ : ۲۵۸)

اللہ جماعت مومنین کا دوست ہوتا ہے۔ دوست کی یہ تعریف ہے کہ اپنی بات بھی دوست سے منوائے اور اس کی بھی مانے۔ ایسی جماعت کے متعلق فرمایا کہ وہ اللہ کی دوست ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا زیادہ حکم مانتی یعنی عامل بالشریعت ہوتی ہے کفر شرک بدعت وغیرہ تاریکیوں سے نکال کر نورِ شریعت کی طرف لائی جاتی ہے اور کثرت سے دعائیں کرنیوالی اور تائید یافتہ اور مستجاب الدعوات ہوتی ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(آل عمران:۲۹)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلۃ:۲۳)

اللہ تعالیٰ نے جماعت مومنین کی ایک مخصوص علامت بتائی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے کافروں اور نافرمانوں سے دوستی اور محبت نہیں رکھتے خواہ کتنے ہی ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، ماں باپ

ہوں، بھائی ہوں خواہ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ سب پر خدا کی محبت یعنی خدا کی فرمابرداری کو مقدم رکھتے ہیں یعنی دین کے کام اور دینی تعلقات کو دنیا کے سب تعلقات سے مقدم رکھتے ہیں۔لہٰذا خدا بھی اسی جماعت کو سب لوگوں سے اپنی محبت اور تائید میں دنیا کی سب جماعتوں سے مخصوص اور مقدم کر لیتا ہے۔اس کا نام جماعت حزب اللہ رکھتا ہے یعنی یہ فرقہ ناجیہ ہی فائز المرام اور کامیاب ہوتا ہے اور باطل پرستوں پر غالب آجاتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اب دیکھ لو باطل مذاہب کیساتھ مسلمان فرقہ میں سے کونسا فرقہ برسر پیکار ہے اور کون ان پر غالب ہے اور کون ہے جو دین کو دنیا کے تمام تعلقات پر مقدم رکھتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (آل عمران:۱۱۱)

چونکہ نبی عظیم الشان مبلغ ہوتا ہے اس لئے خدائے تعالیٰ نبوت کے اعلیٰ قرب سے اس کو مشرف فرماتا اور منتخب کر لیتا ہے پھر خدا کے دوست اور نبیوں کے سچے پیرو وہی ہوتے ہیں جو حزب اللہ ہوں جن کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے هُمُ الْغَالِبُوْنَ یعنی وہ مبلغین کا لشکر ہوتا ہے اور لشکر کا کام جنگ کرنا اور مقابلہ کرنا ہوتا ہے جب تک وہ نبی کی بیعت میں آ کر لشکر نہ بنیں اور پھر لشکری اور مبلغین بن کر مذاہب باطلہ سے برسر پیکار نہ ہوں تو غالب کیسے آئیں اور حزب اللہ نے جماعت حق کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ مقابلہ میں باطل پرستوں پر غالب آجاتے ہیں اب آپ اس معیار پر مسلمان فرقوں کو پرکھ لیں کہ کونسا فرقہ دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اسلام کی تائید و اشاعت کے لئے مذاہب باطلہ سے برسر جنگ ہے صحابہؓ کو کہا گیا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ کا مصداق کون سا فرقہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مبلغ ہے اور دنیا کے گوشے گوشے میں دین کی اشاعت کر رہا ہے اور کون تبلیغ دین جیسے فریضہ کی ادائیگی سے محروم اور بے نصیب ہے اگر یہ آیت قرآنی سچی ہے اور آپ مسلمانوں کی اس ذمہ داری کے قائل ہیں تو آپکو جماعت احمدیہ کے خیر اُمت اور مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ گروہ ماننے میں کیا عذر ہے جو بلاد بعیدہ جرمنی ،انگلینڈ، نائجیریا وغیرہ تک خدائے بلند و برتر کی توحید اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

عظمت منوا رہی ہے ایک تم ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی نافرمانی کر کے اپنے عمل سے دینِ حق کو جھٹلا رہے ہو اور شریعت اسلامیہ کو زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے اپنے گھروں سے رخصت کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگ ہنسائی کا موجب اور بدنام کنندہ اسلام بن رہے ہو۔ پھر باوجود اس قدر بُعد اسلام اور نافرمانیوں کے پکے مسلمان ہو اور جنہوں نے کفرستان اور کافروں کے گھروں میں اسلام داخل کر دیا وہ کافر اور جھوٹے یعنی جنہوں نے اسلام کو بیک بینی ودوگوش گھروں سے نکال دیا وہ مومن۔

۵۔ قرآن نے پانچویں صفت گروہ صحابہؓ کی یہ بیان فرمائی:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح : ۳۰)

یعنی صحابہ کی جماعت کفار پر اشد تھی اور آپس میں رحیم کریم۔ اشد کی یہ تعریف ہے کہ جس پر وہ گرے اس کو پیس دے اور جو اس پر گرے وہ چکنا چور ہو جائے۔ یعنی صحابہؓ اپنا اثر دوسروں پر ڈال لیتے تھے مگر کفار کا اثر کبھی قبول نہ کرتے تھے۔ اس وقت ہمارے مبلغ یورپ میں جاتے ہیں تو صحابہؓ کی طرح اپنا اثر اُن پر ڈال کر اپنے رنگ میں ان کو رنگین کر لیتے ہیں مگر دوسرے مسلمان بمبئی سے سوار ہوتے ہی اسلام کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں اور یورپ میں جا کر حلال حرام کی تمیز نہیں کر سکتے چہ جائیکہ وہ ارکانِ اسلام کو وہاں جا کر ادا کریں۔

(۶) چھٹی صفت صحابہؓ کی یہ بیان کی:

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(الصف:۱۳-۱۴)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جہاد فی سبیل اللہ میں جانوں اور مالوں کو قربان کرتے تھے اُن کی زندگی اور مومن بننے کا یہی بڑا مقصد تھا ایسے مومن گروہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی معیّت ہوتی ہے اور وہ اشاعت اسلام میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

(۷) ساتویں صفت یہ بیان فرمائی:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(توبہ : ۱۱۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (الفصلت:۳۱)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ

(یونس ۶۴-۶۵)

سید اسماعیل شہید منصب امامت صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:

''نوعے از ولائت برائے ہر مومن ازیں آیت کریمہ شفا گردید.....مثلاً از انجملہ الہام است کہ ملک ملہم خیر ہمراہ ہر مومن ملازم است وآں مومن در اکثر اقوال تابع الہام اوست۔''

یعنی صحابہ تائب تھے۔جن بدیوں سے توبہ کی پھر زندگی تک ان کے مرتکب نہ ہوئے۔عابد تھے، حامد تھے، تبلیغ کیلئے سیاحت کرتے تھے، تکمیل احکام کیلئے راکعون تھے۔آمر بالمعروف یعنی مبلغ تھے اور اوامر ونواہی (حلال حرام) کی حدود کو نگاہ رکھتے تھے۔جانی اور مالی جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد قرار دیتے تھے اور دین کے مقدم کرنے میں ماں باپ بھائی بیٹا برادری کوئی مانع نہیں تھے۔دینی تعلقات کو ان سب دنیاوی تعلقات پر مقدم رکھتے تھے۔پس اسی لیے یہ

لوگ حزب اللہ اور ولی اللہ خدا کے پیارے تھے اسی لیے مورد الہام وکلام تھے۔اب بتلاؤ کہ صحابہؓ کی ان صفات حسنہ سے متصف گروہ کون سا ہے جو ۷۳ فرقوں میں سے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والا مبلغ اور مورد وحی والہام گروہ ہے جو ان صفات کو اپنے اندر لئے ہوئے مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَ اَصۡحَابِیۡ کا مصداق تام ہو پس وہ ناجی فرقہ صرف ایک ہی احمد یہ فرقہ ہے جس کے ہزاروں پاک نفوس مورد وحی والہام ہیں۔ باقی ۷۲ فرقے اور ان کے پیشواؤں کا نقشہ مولانا حالی نے واضح طور پر کھینچ دیا ہے۔

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
کہ مُردوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
بہت لوگ پیروں کی اولاد بنکر
نہیں ذات والا میں کچھ جنکے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اسپر
کہ تھے ان کے اسلاف مقبولِ داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی کا نہیں کام باقی
رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوٰی
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ مُلّا
چلی ایسی اس بزم میں باد صرصر
بجھیں مشعلیں نور حق کی سراسر

نبی کی شناخت کا دوسرا معیار

ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے اسلامی کارنامے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہتر واں ناجی فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والا ہو یعنی جس طرح آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ کے مصداق تھے۔ وہ فرقہ مبلغ اسلام ہو گا۔

جماعت احمدیہ کے کارنامے مسلمانوں کی نظر میں

(۱) پیسہ اخبار ۱۱/نومبر ۱۹۲۲ء لکھتا ہے:

''اس وقت ملک میں ایک احمدیہ جماعت ہی اسلام کا باقاعدہ کام کر رہی ہے اور دیگر تمام مسلمانوں کی کوئی انجمن اشاعت اسلام نہیں ہے۔''

(۲) تنظیم ۲۸ / دسمبر ۲۶ء لکھتا ہے:

''ایک جماعت جس کے افراد میں ایثار اور استقلال ہو ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی ہے آج سے چند روز پہلے جماعت احمدیہ مذہبی جلسوں میں دل لگی اور مضحکہ اور تفریح سے زیادہ اہم نہ تھی لیکن اس وقت وہ عظیم الشان اُمت ہے اگرچہ اس کے افراد کی تعداد کم ہے لیکن اس کے عمل اور ایثار کی مقدار بہت زیادہ ہے جو پراگندہ حال مسلمانوں کے کروڑوں افراد نہیں کر سکتے اس پر یہ منظم جماعت بسہولیت قادر ہے ہم سلسلہ احمدیہ کے کمزور پہلوؤں سے ناواقف نہیں ہیں لیکن اس کے محاسن پر بھی اب بالکل پردہ نہیں ڈالا جاسکتا مذہبی میدان میں جس قدر جماعتیں احمدیوں کے مقابل آئیں ان کے پاس دلائل منطقی اور غیر مادی خیالات کے سوا کوئی ہتھیار موجود نہ تھا۔ جب سے دنیا بنی ہے یہاں جب کبھی الفاظ اور اعمال کا مقابلہ ہوا میدان ہمیشہ اعمال کے نام پر فتح ہوتے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی کامیابی اعمال کی صداقت کی وجہ سے ہے، اس وقت ہندوستان میں صرف مسیحی نظام تبلیغ احمدیہ نظامِ تبلیغ کے مقابل کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک ولولہ اور جوش اور ایثار اور فدائیت اور اطاعت و تنظیم کا تعلق ہے عیسائیوں کی جماعت۔ احمدیہ جماعت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی احمدی جماعت کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور اس کے ہر ایک شعبے میں اسی قدر با قاعدگی اور ضابطہ داری اور اصول پرستی موجود ہے جس قدر کسی منظم گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ہوا کرتی ہے ہم اس جماعت کی تنظیمی حیثیت کے متعلق چند تازہ ترین واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے احناف' اہلحدیث' اور شیعہ بزرگ سبق حاصل کریں ۔ بستی محمود آباد جرائم پیشہ اقوام کی ایک بستی ہے جس میں ۱۸۲ مرد عورتیں آباد ہیں ۔ گورنمنٹ نے ان لوگوں کو اس غرض کیلئے کہ وہ سرکاری زمینوں کی کاشت پر گزارہ کریں اور احمدیہ واعظوں کی نگرانی میں مجرمانہ عادات ترک کر کے شہری اور مہذب زندگی کے اصول سیکھیں اس بستی میں صدر انجمن احمدیہ کے واعظوں کی نگرانی میں تین معلم کام کر رہے ہیں دو مرد اور ایک عورت یہ معلم حکومت سے تنخواہ

پاتے ہیں۔ان کا تقرر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں ہے اسوقت اس بستی کے ۹ آدمی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

.... ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی حنفی اہلحدیث شیعہ انجمن بھی ایسی موجود ہے جس نے جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہو.... اس وقت ہندوستان میں ہزاروں مشن، ہسپتال موجود ہیں جہاں ہر سال لاکھوں ہندو مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے اور مفت علاج کے راستہ سے عیسائیت کے لیے کروڑوں غیر متعصب مصیبت زدہ انسانوں کی ہمدردی حاصل کی جاتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کسی مسلمان تبلیغی انجمن نے بھی اشاعتِ اسلام کیلئے علاقہ ارتداد میں کوئی قابل ذکر ہسپتال قائم کیا ہو جو ہر قسم کے جدید آلات و سامان سے آراستہ ہو اور جہاں دوستوں دشمنوں سے یکساں ہمدردی کی جاتی ہو۔اس قسم کے ہسپتال کا نمونہ قادیان میں موجود ہے۔کیا ہماری انجمنوں کے لیے اس واقعہ میں کوئی درسِ عبرت موجود نہیں؟

صدر انجمن احمدیہ نے اپنے منتشر اخبارات و رسائل کو ایک مرکز سے وابستہ کر کے صیغہ طبع و اشاعت کے نام سے ایک مستقل محکمہ قائم کر دیا ہے جو اس وقت سات اردو انگریزی اخبارات کی اشاعت و طباعت و دیگر ضروری امور کا انتظام کرتا ہے.... حال ہی میں اس محکمے کی طرف سے ایک عورتوں کا رسالہ شائع ہوا ہے جس کا مقصد عورتوں کی تنظیم اور عورتوں کے ذریعہ عورتوں میں بیداری پیدا کرنا ہے۔''ریویو آف ریلیجنز'' ایک انگریزی رسالہ لندن میں چھپتا ہے حال ہی میں شیخ یعقوب علی صاحب نے اس کے لئے ایک سو والنٹیر وں کے لئے اپیل کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک والنٹیر ہندوں، سکھ، عیسائی تاجروں ڈاکٹروں زمینداروں وکیلوں میں سے ایک ایک سو خریدار بہم پہنچائیں۔واقعہ ہے کہ عورتوں کی شمولیت کے بغیر مردوں کا کوئی کام مکمل نہیں ہوسکتا اگر سیاسی کاموں میں آپ عورتوں کی شمولیت کے قائل نہ بھی ہوں تو کم از کم تعمیر و اصلاح کے متعلق تو آپ کو ضرور تسلیم کرنا ہوگا اس کام کا اگر سو فیصدی نہیں تو ۹۵ فیصدی حصہ عورتوں کے متعلق آئیندہ نسلوں کی

اصلاحِ اخلاق مذہب جسمانیت اور تعلیم کا مسئلہ سو فیصدی عورتوں کی روشن خیالی پر منحصر ہے اگر بہتر اخلاق اور بہتر جسم کے انسان پیدا کرنے کی تحریک میں عورتوں مردوں کا ساتھ نہ دیں تو کوئی نتیجہ خیز کام نہیں ہوسکتا لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔اس انجمن نے عام احمدیہ خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے لجنہ اماء اللہ کی کارگذاریاں جس قدر اخبارات میں چھپ رہی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندنسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہوں گی اور احمدیہ عورتیں اس چمن کو ہمیشہ تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔کیا غیر احمدی مسلمانوں نے بھی اپنی خواتین کی تنظیم کے لئے کوئی ایسا قدم اٹھایا ہے؟

یہ تحریک (تحریک وصیت) روز بروز وسعت اور اہمیت حاصل کر رہی ہے اگر آئندہ سال میں پچاس ہزار یا ایک لاکھ آدمیوں نے اپنی جائیداد یا آمدنی کے آٹھویں دسویں حصے کی صدرانجمن احمدیہ کے نام وصیت کر دی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ صدرانجمن کی آمدنی کئی لاکھ تک ماہوار پہنچ جائے گی اس قدر وسیع وعظیم جائیداد سنبھالنا اگرچہ ایک نہایت مشکل امر ہے لیکن ناممکن نہیں نظام کی پختگی اور قواعد کی پابندی کے باعث انگریز سلطنتِ ہندوستان کا انتظام کر رہے ہیں اس وقت جس طریقہ پر احمدیہ جماعت اپنی تحریک کو آگے بڑھا رہی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس جائیداد کے تسلط وتصرف اور انتظام پر بھی قادر ہوگی احمدیہ جماعت کی استعداد عمل اور قوت وقابلیت کا اندازہ مسجد فضل لنڈن کی تعمیر وتکمیل کے کام سے لگایا جاسکتا ہے۔سرزمین انگلستان میں یہ پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے روپے سے تکمیل تک پہنچی ہے۔کیا واقعہ میں نظم ونسق، ہمت وایثار وفدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں؟ یہ صرف چند اشارے ہیں جماعت احمدیہ جو کچھ اس وقت کر رہی ہے یا

آئندہ کرے گی۔مسلمانوں نے قرون اولی میں جس قدر کارنامے سرانجام دیئے ان کی پشت پر تنظیم جماعت ہی کی الٰہی قوت کارفرماتھی عظمت ووقار کا حقیقی راز یَدُ اللہ فَوۡقَ الۡجَمَاعَۃِ کے فرمان نبوی میں مضمر تھا افسوس کہ آج حق پرست مسلمان اس درس عظیم کو فراموش کررہے ہیں۔ضرورت ہے کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت اندوز ہوں۔

(۳) یہی تنظیم ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک خطبہ کو جو طریق کار کے متعلق تھا درج کرکے لکھتا ہے:

''صاحبو! مرزا صاحب کی تقریر کا ایک ایک لفظ صحیح ہے ہم کتنے بڑے مقاصد اور پروگرام مرتب کرتے ہیں لیکن جب طریق کار کا سوال پیش آتا ہے تو پہلے ہی قدم پر اپنے ماضی وحال اور مستقبل تینوں کو برباد کردیتے ہیں اسی بنا پر جب بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور ذی اثر مسلمانوں کی حالت پر نظر جاتی ہے تو میری رُوح پاش پاش ہوجاتی ہے۔آہ کسی مسلمان کو شکایت ہوگی کہ مسلمان میں عمل و ایثار کا مادہ کم ہے لیکن میرے سامنے تو سب سے بڑا ماتم یہ ہے کہ طریق کار کی نادرستگی کے باعث ہم جسقدر عمل اور خدمت وقربانی کر رہے ہیں اسی قدر مسلمان اور اسلام کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ہماری انجمنیں اور اخبار جس قدر تیز دوڑ رہے ہیں اسی قدر قوم اپنے نصب العین سے دور جارہی ہے اس لئے کہ راستہ صحیح نہیں جماعت احمدیہ نے ہم سے بہت پیچھے سفر شروع کیا ہے لیکن آج ہم اس جماعت کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے دنیا کی ہر قوم وملت میں اس جماعت کے نام اور کام کی دھوم ہے،ہم بھی کام کے مدعی ہیں لیکن اے غافل مسلمانو! سوچو کہ ہم نے عملی طور پر کیا کیا؟ تم جس قدر دوڑ رہے ہو منزلِ مقصود سے دور جارہے ہو۔''

(۴) حضرت مسیح موعودؑ اکیلے تن تنہا اور بے یارومددگار تھے گھر والے اور رشتہ دار بھی تمام مخالف اور باہر والے بھی سب دشمن باوجود اس بے سروسامانی کے آپؑ حضرت نوحؑ کی طرح سب پر غالب

آئے حتیٰ کہ آپؑ کا دعویٰ چار وانگ عالم میں پھیل گیا جس کا مولوی ثناء اللہ کو بھی طوعاً وکرہاً ان الفاظ میں اپنے ۵/اگست کے اخبار میں ذکر کرنا پڑا:

''پنجاب میں اور پنجاب سے گزر کر ہندوستان میں اور ہندوستان سے گزر کر دنیائے اسلام میں آج سوال درپیش ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بابت کیا رائے رکھنی چاہیے۔ چنانچہ ایام ہوئے ملک البانیہ سے ایک استفسار اس مضمون کا آیا تھا اسی طرح مصر سے اسی طرح شام میں اور دیگر اسلامی مما لک میں سوال اٹھتا ہے کیونکہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف ان مما لک میں کثرت سے شائع ہوئی ہیں'' کسی نے خوب کہا ہے **وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ** خوبی اور فضیلت وہ ہے جسکا دشمن بھی اقرار کرے''۔

(۵) اخبار زمیندار دسمبر ۱۹۲۶ء نے لکھا:

''ہم مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے دین مقدس کو پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں ۷ کروڑ مسلمان آباد ہیں کیا ان کی طرف سے ایک بھی قابلِ ذکر تبلیغی مشن مغربی مما لک میں کام کر رہا ہے؟ گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین مما لک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء دیو بند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تبلیغ واشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں؟ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں؟ یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اُچھالنا آجکل کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے راہ قوم پر رحم کرے۔''

(۶) لکھنو کے اخبار پنچ نے ۲۳/ اگست سنہ ء کے پرچہ میں لکھا:

''سینٹ پال کے گرجا لنڈن کے مشہور و معروف ڈین انگ نے، جو کلیسا کے دائرہ سے باہر علمی اور فلسفی حلقوں میں شہرت رکھتے ہیں، ''مسیحیت اور ارضِ مشرق'' پر ایک دلچسپ لیکچر دیا تھا۔ جس نے اپنے تمدن کی خامیوں اور ناکامیوں کو تسلیم کرتے ہوئے اس لیکچر میں ایک جگہ مسلمانوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسیحؑ کے مصلوب ہونے کے قائل نہیں بلکہ ان کے ہاں تو یہاں تک لکھا ہے کہ مسیح نے فلسطین ترک کر کے کشمیر تک کا سفر اختیار کیا اور وہیں انتقال فرمایا اور کشمیر کے شمال میں حضرت عیسیٰؑ کا مزار ہے۔''

چونکہ یہ عقائد جماعت احمدیہ کے ہیں اس لئے پنچ نے اس سے حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے:

''اگر ہمارے گروہ اہل سنت کے پیشوا اور ہمارے سواد اعظم کے علماء اب بھی بیدار نہ ہوئے اور اسی طرح جزئیات کی بنا پر ایکدوسرے کو کافر بنانے اور ملعون ٹھہرانے میں لگے رہے تو احمدیت انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں پھیل کر رہے گی۔''

(۷) رسالہ صوفی اکتوبر ۱۹۲۱ء میں لکھا:

''اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ احمدی جماعت نے ہندوستان سے باہر وہ کام کر کے دکھلایا جو کسی ملک کے مسلمانوں نے اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ یہ جماعت کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مسلک کی تبلیغ کا کام جاری کر دیں۔ چنانچہ چین، افریقہ، اسٹریلیا وغیرہ میں ان کے مشنری کام کر رہے ہیں۔ اور امریکہ میں بھی ان کے مبلغ محنت سے کام سر انجام دے رہے ہیں۔ امریکہ میں انکو قدم رکھے ہوئے دوسرا سال ہے لیکن اس قلیل زمانہ میں انہوں نے وہاں کافی مقبولیت حاصل کر لی ہے انہوں نے وہاں سے ''شمس الاسلام'' رسالہ بھی جاری کیا ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں وہ کن کن مشکلات میں گھر گئے۔ لیکن چونکہ عزم مستقل تھا اور ہمت استوار اس لئے

مصیبتوں کا بادل چند دن میں ہٹ گیا اور کامیابی کی شعاعیں نمودار ہونے لگیں لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کی جماعتِ اسلام اس سے بالکل غافل ہے اور علماء کا گروہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتا۔ہم احمدی جماعت کی اس قوت عمل کو ایک نمونہ کی صورت میں ضرور پیش کرنا چاہتے ہیں جو غالباً بہترین درس عمل ہے شمس الاسلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں خالص احمدی معتقدات کی تبلیغ ہو رہی ہے وہاں کی آبادی جو اس وقت اسلام کی تعلیمات سے ہی ناواقف تھی نہایت سرعت کے ساتھ قادیانی ہوتی جارہی ہے ہر چند یہ بھی بساغنیمت ہے کہ ایک مسیحی ہی قادیانی ہو کر مسلمان ہو جائے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس جماعت سے خوش نہ ہوں کہ وہ بھی فی الجملہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں''۔

(۸) لکھنؤ کے مشہور اہلِ قلم عبدالحلیم شرؔر نے اپنے رسالہ دلگداز ماہ جون ۱۹۲۶ء میں لکھا:

''آجکل احمدیوں اور بہائیوں میں مقابلہ و مناظرہ ہو رہا ہے اور باہم ردّ وقدح کا سلسلہ جاری ہے مگر دونوں میں اصلی فرق یہ ہے کہ احمدی مسلک شریعت محمدیہ ؐ کو اسی قوت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے اور بہائی مذہب شریعتِ عرب کو ایک منسوخ شدہ غیر واجب الاتباع دین بتاتا ہے۔خلاصہ یہ کہ بہائیت اسلام کے مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کیلئے اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پر جوش خدمت ادا کرتے ہیں دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔''

اسی سلسلہ میں جناب شاہ محمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء شیخوپورہ نے الفضل ۲۳ مئی ۱۹۲۷ء میں اپنے مکتوب میں حسب ذیل سطور شائع کرائیں:

''میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ احمدیت کو ہرگز ہندوستان میں بہائی ازم سے الجھنا نہیں چاہیے اور اپنے قیمتی وقت اور انمول اخبارات کے صفحات کو بہائی ازم جیسے خرافات کے

لئے کبھی وقف نہیں کرنا چاہیے۔اس وقت جو خدمات اسلام، احمدیت کررہی ہے وہ اس قدر بیش قیمت اور گراں قدر ہیں کہ احاطۂ تحریر میں لانا ناممکنات میں سے ہے۔دشمن سے دشمن بھی تبلیغی خدماتِ سلسلہ کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔اپنے خلوص اور محبتِ اسلام کا خراجِ تحسین خادمانِ احمدیت کل اقلیمِ عالم سے وصول کر چکے ہیں۔گو مجھے سلسلہ سے شرفِ بیعت نہیں ہے مگر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل میں ادنی سے ادنی احمدی بھائی کے لیے کس قدر پیار اور محبت ہے اللہ تعالیٰ اس تحریک برحق کو ضرور کامیاب کریگا اور یہ دن بدن پھلے پھولے گی۔''

(۹) رسالہ حنیف نومبر ۱۹۲۵ء میں غازی محمود دھرم پال صاحب نے لکھا:

''مولانا ظفر علی کے وہ مضامین میری نظر سے گزرتے تھے جو احمدیوں کی تکفیر اور ارتداد میں زور وشور سے زمیندار کے کالموں میں شائع ہورہے تھے تو ان میں سے ہر ایک مضمون کا ایک لفظ دودھاری تلوار کی طرح میرے دل کو کاٹتا اور پارہ پارہ کرتا تھا میں اکثر یہ اعلان کر چکا ہوں کہ میں احمدی نہیں ہوں اور احمدیوں کے بعض عقائد کے ساتھ دیانت داری کے ساتھ اختلاف ہے مگر باوجود اختلاف کے مَیں ان کو مسلمان سمجھتا ہوں اور ہندوستان کے اندر اور باہر وہ غیر مسلموں کے حملوں سے اسلام کے تحفّظ کے متعلق جو بھی خدمات سر انجام دے رہے ہیں ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔''

(۱۰) اخبار کشمیر ۲۸ رنومبر ۱۹۲۴ء نے لکھا :

''احمدیہ جماعتوں میں ہزار عیب سہی وہ مذہب کی رُو سے سنگساری کے لائق سہی مسئلہ حیات مسیح اور بعض دیگر عقائد کو تسلیم کرنے کی وجہ سے مرتد اور کافر سہی لیکن جو تڑپ اور اولوالعزمی اور مذہبی جوش اور سرگرمی ان کے اندر موجود ہے اس کا عشرِعشیر بھی ہم تکفیر بازوں میں نہیں امریکہ افریقہ یورپ کے ممالک میں اگر کوئی مسلمان تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو یہی

احمدی اگر جرمنی یا لنڈن میں کوئی مسجد تعمیر کرتا ہے تو یہی مرتد لوگ اگر فتنہ ارتداد کے لئے مبلغوں کے باقاعدہ بھیجنے کا انتظام سب سے پہلے کوئی کرتا ہے تو یہی جماعت اگر لنڈن کانفرنس مذاہب میں اسلام پر کوئی لیکچر دیتا ہے تو یہی لوگ ہم احمدی نہیں ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ایک بات انکی سب لوگ اختیار کرلیں وہ یہ کہ سب لوگ ایک نظام کے ماتحت رہیں۔اور جس تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں اسی کا ہم کو پیرو ہونا چاہئے کیا مسلمان توجہ کریں گے؟''

(۱۱)انقلاب ۲رمئی ۱۹۳۰ء نے لکھا:

''تبلیغی مذہب والے کواُس چیز کی نشر و تبلیغ کی دھن ہوتی ہے جس کو وہ سچا سمجھتا ہے اُس کی اشاعت اور تمام عالم اُس کے قائل کرنے کی ایک عجیب فکر ہوتی ہے میرے نزدیک یہ ممکن نہیں کہ کسی کے پاس حق کا ایک شمہ برابر بھی ہو اور اسے اس کے تمام عالم میں نشر و اشاعت کی دُھن نہ ہو حق اور سچائی وہ غذا نہیں ہے کہ تنہا خواہاں ہو جس کے پاس حق ہو اور وہی نہیں بلکہ وہ بھی جو سمجھتا ہو کہ اس کے پاس حق ہے وُہ اس کا ذائقہ چکھتے ہی اور اپنے حلق میں اُس کا نوالہ اتارتے ہی چاہتا ہے کہ خود ہی اُس غذا کو نہ کھائے بلکہ ساری دنیا کو کھلائے۔

مسلمانوں کی موجودہ خوابیدہ حالت کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ اُن کے پاس حق ایک شمہ برابر نہیں ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ انہیں تمام عالم میں نشر و اشاعت کی دھن نہیں اُن کے مقابلہ میں ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے جس کے مخالف نہ صرف تمام دیگر مذاہب ہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اسی جماعت کے درپئے آزار رہتی ہیں لیکن باوجود اس کے **یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اٹھانے کے قابل بنادے۔''**

(۱۳) ایک غیر احمدی سجادہ نشین غلام دستگیر برقؔ قادری چشتی دائرۃ الصوفیہ کہروڑ ضلع ملتان نے اپنی مراسلت ۱۸ر نومبر ؟؟۱۹ء کے الفضل میں شائع کرائی لکھا کہ میرے ایک دوست نے مجھے حضرت مرزا صاحب کا فوٹو دکھلایا۔ بے اختیار منہ سے نکلا واللہ یہ منہ جھوٹا نہیں ہے۔ مَیں صوفی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں اور میرے پاس اس امر کے باور کرنے کے کافی وجوہ ہیں کہ مرزا صاحب ایک کامل بزرگ اور فاضل شخص تھے انکے باکمال ہونے میں شک نہیں مجھے حضرت مرزا صاحب کا ایک شعر نہیں بھولتا ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم گر کُفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مرزا صاحب کی کتب اور ملفوظات کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ **مرزا صاحب کے وجودِ مسعود سے اسلام کو جسقدر فوائد پہنچے ہیں انکی گنتی نہیں ہوسکتی** بعض متعصّب مسلمان اس پاک وجود کو تکالیف دینے میں غیر مذاہب کے آدمیوں سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ وہ لاکھوں اشخاص کے پیشوا کی شان میں اس قدر بُرے الفاظ استعمال کرنا اپنی زندگی کا فرض اعظم سمجھتے ہیں لاکھوں آدمیوں کے دلوں کو گالیوں کے تیروں سے چھیدنا کوئی تھوڑی بات نہیں ہے تم احمدیوں کو بُرا بھلا کہتے ہو ذرا اپنے گریبانوں پر بھی نظر کرو ؎

ہائے ظالم کیوں جلایا تُو نے مظلوموں کا دل ایسی گستاخی لگا دے آگ بیت اللہ میں

(۱۴) اخبار الفضلؔ ۱۸ر مارچ ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر عبداللہ سہروردی ایم اے پی ایچ ڈی ممبر اسمبلی کے حسب ذیل الفاظ شائع ہوئے فرمایا:

"جماعت احمدیہ کی تنظیم نہایت اچھی ہے احمدی اپنے امام کے احکام کی پوری فرمانبرداری کرتے ہیں جو کہ نہایت اچھی بات ہے اور اسی وجہ سے احمدی جماعت ہر میدان میں کامیاب ہو رہی ہے اسلام کے احکام پر بھی عمل ہے اسلام سے انہیں واقعی ہمدردی ہے عام لوگ تو احمدیوں کو کافر کہتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ کہنے والے خود کافر

ہیں۔ میں بھی سائمن کمیشن کے ساتھ لنڈن گیا احمدیہ مسجد کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی باوجود غریب جماعت ہونے کے بڑا ایثار اور قربانی کی ہے حضرت امامِ جماعت احمدیہ نے نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق خود کتاب لکھی ہے اب سر سنکرن نائر کی رپورٹ پر بھی تبصرہ لکھنا چاہئے۔''

اسی طرح آنریبل مسٹر محمود صاحب سہروردی ممبر پارلیمنٹ آف اسٹیٹ نے جو کہ ڈاکٹر سہروردی کے چھوٹے بھائی ہیں فرمایا:

''کہ جس طرح احمدی جماعت کام کر رہی ہے اگر سب مسلمان اسی طرح سرگرمی اور ہمّت سے کام کریں تو چند سال میں مسلمانوں کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں بھاری کامیابی ہوسکتی ہے۔''

(۱۵) مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی بیداری کا تذکرہ کرتے ہوئے لندن کا رسالہ 'دی افریقن ورلڈ' یوں رائے زن ہے:

''نائیجیریا میں احمدی جماعت آزادی حقوق کی جدو جہد میں سب سے پیش پیش ہے چند سال ہی کی بات ہے کہ وہاں احمدی وکیل اور احمدی ڈاکٹر پریکٹس کرتے نظر آئیں گے کیونکہ ان لوگوں کی رفتار نائیجیریا میں روز افزوں ترقی پر ہے...... یہ یقینی بات ہے کہ چند سال میں ہی افریقی مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں اس ملک کے عیسائیوں کے دوش بدوش نظر آئیں گے اور سیاست مدن کے ایک دانا مبصّر کو یہ بات نظر آرہی ہے۔''

(۱۶) مسلم آؤٹ لک جنوبی افریقہ لکھتا ہے:

''مغربی افریقہ کے اخباروں خصوصاً گولڈ کوسٹ ٹائمز اور سیرالیونہ جرائد میں اس امر کا وقتاً فوقتاً ذکر کیا جاتا ہے کہ دین اسلام مغربی افریقہ میں کسقدر زبردست ترقی کر رہا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں اسلامی قوتیں کس قدر سرگرمیاں دکھلا رہی ہیں۔ اس

وسیع براعظم کے مغرب میں جو روز افزوں ترقی دین القیمہ ہو رہی ہے اس سے پادری حلقوں میں چیخ و پکار مچ گئی ہے چنانچہ آپ مشہور مجلّہ (انٹرنیشنل ریویو آف مشنز کے پرچہ میں جو ماہ جولائی ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا ایک سرگرم رکن اور ممتاز مبلغ مسٹر ایف آر حکیم صاحب احمدی جو گولڈ کوسٹ میں رہتے ہیں) کے اقوال پڑھ سکتے ہیں...... وہاں مسیحیت کے نوزائیدہ بچہ کو کس قدر خطرات درپیش ہیں الغرض صداقتِ اسلامی خدائے برحق کی عبادت کیلئے مغربی افریقہ کو فتح کر کے چھوڑے گی یہ خواب و خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے...... مَیں خدا کے بھروسہ پر یقین دلا سکتا ہوں کہ انشاءاللہ افریقہ ہمارا ہے۔''

(۱۷) دمشق کے ایک عربی اور ہفتہ وار اخبار الناقد نے ۳/ جولائی ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں المذہب الاحمدی کے عنوان سے ایک مکالمہ درج کیا جو امیر جماعت احمدیہ دمشق سید منیر الحصنی کے ساتھ ہوا اس کے ساتھ ہی اخبار مذکور نے حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور امیرِ دمشق کے فوٹو بھی شائع کئے ہیں مضمون کی صرف چند ابتدائی سطور کا ترجمہ دیا جاتا ہے کہ ہم اکثر سنتے ہیں کہ احمدی مذہب مختلف ممالک مثلاً امریکہ، یورپ، مغربی افریقہ، جنوبی افریقہ، ہندوستان، جاوا اور سماٹرا وغیرہ میں پھیلتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ خاص ہمارے ملک اور ہمارے شہر میں کثرت سے اس مذہب کے ماننے والے موجود ہیں اس پر ہمیں خواہش پیدا ہوئی کہ اس مذہب کی خاص باتوں کے متعلق اطلاع حاصل کریں اس مقصد کیلئے ہم دمشق کی جماعت احمدیہ کے امیر سیّد منیر الحصنی کے پاس گئے۔ ہمارے اور ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی جو ہم قارئین کی ضیافت طبع کیلئے مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔''

(۱۸) جماعت احمدیہ سالٹ پانڈ گولڈ کوسٹ نے ہائی سکول کی عمارت تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کی اس کے متعلق اخبار گولڈ کوسٹ لیڈر نے اپنی ۱۳/فروری ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

''پچھلے سوموار ۸ ماہ حال کو جماعت احمدیہ کیلئے ہائی سکول کی بلڈنگ کا سنگ بنیاد مسٹر جی بی کرک ویسٹ افریقہ کے انگریزی بنک کے مینجر نے رکھا اور یہ رسم سالٹ پانڈ میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ادا کی گئی۔ ہم حکیم صاحب اور ان کی جماعت کیلئے ہر طرح کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔''

(۱۹) ایک عیدالاضحیٰ کی تقریب پر مسجد احمدیہ لنڈن میں جو اجتماع ہوا اسکی رپورٹ ولایت کے اخبار نے ۲۸/اگست ۱۹۲۴ء میں شائع کرتے ہوئے لکھا:

''پٹنی میں عید پڑھنے کیلئے تمام حصصِ عالم یعنی ہندوستان، افغانستان، روس، ایران، عرب، فلسطین، جنوبی افریقہ اور ریف وغیرہ کے مسلمانوں کا بڑا مجمع ہوا نماز عید کے بعد تمام حاضرین کو ماحضر پیش کیا گیا دن کے آخری حصّہ میں زیر صدارت پروفیسر ایچ ایم لیون ایک جلسہ ترتیب دیا گیا اور دیگر مقررین نے احمدی مشنریوں کے کام کی بہت تعریف کی ہز ایکسی لینسی سردار عبدالہادی افغان وزیر نے اپنی تقریر میں چند زوردار اور موثر ریمارک کئے انہوں نے فرمایا خواہ احمد آف قادیان کے دعویٰ کو تسلیم کریں یا نہ کریں مگر ان عظیم الشان خدمات کو جو اسلام کیلئے آپ کے پیرو مذہب کی مشعل کو لئے ہوئے دنیا کے دور دراز ملکوں میں ادا کر رہے ہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے نیز انہوں نے فرمایا کہ مَیں احمدی مبلغین کے کام کا بہت ہی مداح ہوں اور بہت خوش ہوں کہ یہاں پر اقطارِ عالم کے مسلمانوں کو اجتماع کا موقعہ باہم پہنچایا گیا ہے انہوں نے اپنی تقریر کو اسی بات پر ختم کیا کہ اگرچہ مذہب اس وقت اس بات کا مقتضی ہے کہ اسی طرف پوری توجہ کی جائے۔''

(۲۰) اخبار 'تہذیب نسواں' ۲/مئی ۱۹۲۵ء نے لکھا کہ :

''مَیں نے سنا ہے کہ میدانِ ارتداد میں ہر فرقۂ اسلام نے تبلیغ کیلئے اپنے اپنے نمائندے بھیجے ہیں مناسب جانا کے میں جس گروہ کے مبلغین کو سب سے زیادہ کامیاب

دیکھوں ان میں سے ایک اپنے لئے منتخب کرلوں تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ کامیابی احمدی مبلغوں کو ہوئی ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اگر تہذیبی بہنوں کو اعتراض نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں مگر اسی اثناء میں ہمارے علماء نے اعلان شائع کیا کہ احمدیہ فرقہ کے سب لوگ کافر ہیں اور ان کا کفر ملکانہ راجپوتوں کے کفر سے بھی زیادہ شدید ہے اس زمانہ میں علماء کا یہ کام مسلمان بنانا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہے مجھے یقین ہے کہ دنیا میں ایک بھی مسلمان ایسا نہ ہوگا جس کے متعلق سب علماء دین بالاتفاق یہ کہہ سکیں کہ واقعی یہ ٹھیک مسلمان ہے۔ ہمارے علماء سے جسے چاہو کافر بنوالو۔ وہابی کافر۔ بدعتی کافر۔ خارجی کافر لیکن اگر ان سے چاہو کہ چند کافروں کو مسلمان بنادو تو یہ کام ان سے نہیں ہوسکتا۔''

(۲۱) سیاست ۲۱ راگست نے لکھا کہ:

''جمعیۃ کے شعبہ تبلیغ نے فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں روپیہ جمع کرنے کیلئے اپیلیں کرنے کے علاوہ کوئی عملی خدمت سرانجام نہ دی ہے۔''

اخبار اہلسنت یکم جون ۱۹۲۵ء نے لکھا:

''جب فتنۂ ارتداد کی ابتدا تھی تو بہت سی انجمنیں وہاں کام کرنے کیلئے پہنچ گئیں مگر تھوڑے ہی دنوں میں وہ انجمنیں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں باوجود ان کے مقابل میں قادیانی بڑی سرگرمی سے کام کررہے ہیں سورج پور میں قادیانیوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ محمد اسمٰعیل صاحب کا آگرہ سے خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ شُدھی کا زور بہت کم ہے لیکن قادیانیوں کا زور زیادہ ہے تمام انجمنیں کنارہ کشی کرگئیں کوئی مدرسہ مسلمانوں کا نہیں رہا تمام گاؤں پر قادیانی قبضہ کررہے ہیں صالح نگر اور سادھن میں بھی قادیانی ہیں۔''

(۲۲) زمیندار ۲۲رفروری نے لکھا کہ:

''احمدی مبلغ جس جوش اور ولولے سے فتنہ ارتداد کے انسداد میں مصروف ہیں ان کی تعریف وتوصیف کرنے سے ہم باز نہیں رہ سکتے۔''

خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو آریوں کے مقابلہ میں بے نظیر کامیابی عطا فرمائی ہے ہزاروں نہیں لاکھوں انسان ارتداد سے بچ گئے۔آریوں کا مقابلہ کوئی آسان مقابلہ نہ تھا یہ لوگ کئی سال سے خفیہ خفیہ ایسے لوگوں کو جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہو چکے تھے اور دوسری طرف غربت اور فلاکت کی وجہ سے محض ہندوؤں کے رحم پر دن گزار رہے تھے وہ ان کو اس امر کیلئے تیار کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کی سی چند ایک رسوم جو ان میں پائی جاتی ہیں ترک کر کے ہندو بن جائیں اس غرض کیلئے انہوں نے کئی قسم کے لالچ دیئے جن کو جَو اور چنے کی روٹی پیٹ بھر کر میسّر نہ تھی انہیں ہر قسم کی مٹھائیاں اور حلوہ پوڑی سے سیر کرایا اور جن ملکانوں کا اثر اور رسوخ تھا انہیں بڑی بڑی رقوم دی گئیں تا کہ وہ زیر اثر لوگوں کو ارتداد پر مجبور کریں قرضخواہ مہاجنوں نے اپنی اسامیوں کو شدھ ہو جانے کی صورت میں کئی رعائتیں دینے کے وعدے کئے اور بصورت انکار انکو ہر طرح سے تنگ کیا گیا۔ ہندو سرکاری ملازموں نے اس کام میں ان کی مدد کی کثیر التعداد آریہ روپوں کی تھیلیاں بغلوں میں دبائے دیہاتوں میں پھیل گئے اس طرح انہوں نے ایک تہلکہ مچا دیا آریوں نے کس قدر روپیہ شدھی کیلئے پانی کی طرح بہایا اور کتنے آدمیوں نے اس میں حصّہ لیا۔ اس کا پتہ ارتداد کے بانی شردھانند کے ان الفاظ سے لگ سکتا ہے جو انہوں نے تحریک شدھی کے حسابات شائع کرتے ہوئے لکھے ہیں وہ یہ ہیں:

''۲۰رفروری کو مَیں نے مالی امداد کیلئے اپیل بنا کر پیش کی جو منظوری کے بعد اخبارات کو بھیج دی گئی اور مجھے تحریک مذکور کا صدر بنایا گیا اِدھر اپیل کی اُدھر ۲۳رفروری کے روز

رائبھا گاؤں کے چارسو ملکانے مناسب پرائشچت کے بعد اپنی ہندو برادری میں شامل کر لئے گئے اپیل پر بغیر کسی ڈیپوٹیشن بھیجے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ روپیہ آیا اور بہت سے مفت کام کرنے والے آدمی جمع ہو گئے۔''

(تیج ۱۶رفروری ۱۹۲۶ء)

جماعت احمدیہ آریوں کیلئے آتش فشاں پہاڑ ہے

پرکاش ۷رفروری ۱۹۲۶ء نے قادیانیوں کی اولوالعزمی کے عنوان سے لکھا کہ:

''وہ کہتے ہیں قادیان میں گذشتہ دنوں میں ایک جلسہ ہوا جس میں پچیس مقرروں نے پچیس مختلف زبانوں میں احمدی دعاوی کے حق میں تقریریں کیں گویا ۲۵ مختلف زبانوں کے جاننے والے لوگوں میں اپنا مشن بھیجنے پر قادر ہیں۔''

(۲) ملاپ ۲۰رفروری ۱۹۲۷ء میں ایک کارٹون شائع ہوا ہم اس سے اپنے لئے مبارک فال لیتے ہیں جو اس طرح بنایا گیا کہ ستیارتھ پرکاش کو ایک ٹمٹماتی ہوئی بتی کی شکل دی گئی اور ایک نوجوان کو جو ہاتھ میں سرپوش لئے اس بتی کو بجھا رہا ہے احمدیہ جماعت قرار دیا گیا ہے اور نیچے یہ الفاظ لکھے ہیں:

''احمدیہ جماعت کہہ رہی ہے مَیں تجھے بجھا کر ہی چھوڑوں گی۔''

(۳) پرتاپ ۲۱راکتوبر ۱۹۲۹ء میں لکھا کہ:

''مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہموطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے نتیجے کے طور پر آریہ جاتی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے وہ خطرہ ہے تنظیم وتبلیغ کا مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے جب کہ آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہے گا۔''

(۴) پرکاش ۹ رفروری ۱۹۳۰ء نے لکھا کہ:

''آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے دفتر کا مقابلہ قادیان کے محکموں سے نہیں کیا جا سکتا یہاں اڑھائی آدمی اور وہ بھی معمولی تنخواہ کے تو وہاں با قاعدہ گورنمنٹ قائم ہے۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں احمدی مشن نہ ہو احمدی مشن افریقہ کے ایک ایک ملک کے علاوہ انگلینڈ، فرانس، جرمنی وغیرہ تمام مغربی ممالک میں ہیں نیو یارک یا لندن میں ہمارا کوئی مشنری جائے تو اسے ستانے کو جگہ نہیں ملتی لیکن احمدیوں کی ایک چھوڑ دو مسجدیں لنڈن میں ہیں ایک مشن پر ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ آتا ہے جن کا انحصار غریب احمدیوں کی جیبوں پر ہے۔لیکن آریہ سماج اس وقت تک ایک بھی مشن غیر ممالک میں قائم نہیں کر سکا غیر ممالک میں کیا کریگا اپنے ملک میں ہی پرچار کا کام ڈھیلا ہو رہا ہے۔آریو! امریکہ ہی نہیں احمدیوں کی مٹھی بھر جماعت کے مبلغ دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچ کر بڑے ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنے مشن کا پرچار کر رہے ہیں کیا آریہ سماج سویا ہی رہے گا یا بھارت کی چہار دیواری تک ہی اپنے پریتنوں کو محدود رکھے گا۔''

(۵) آریہ گزٹ ۱۹ رمئی ۱۹۲۱ء نے لکھا کہ:

''قادیان ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے برابر اور جس سے بڑے اور بہت سے قصبے موجود ہیں مگر انہیں کوئی نہیں جانتا۔لیکن قادیان ایک اس قسم کا قصبہ ہے جو آج نہ صرف اپنے علاقہ میں نہ صرف پنجاب میں نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی مشہور ہو چکا ہے اور اس کی اہمیت اور فضیلت بہتر سے بہتر پُرشان اور بارونق شہروں اور دارالخلافوں سے بھی بڑھ کر چکی ہے اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سرگباشی مرزا غلام احمد نے اپنے پتوبل سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی اس کیلئے دکھ سہے مذہبوں کے طعنے برداشت کئے اور آخر آپ قادیان میں اپنی ایک جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو

گئے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قادیان جس کو آج سے پہلے پچاس سال کوئی نہ جانتا تھا آج مذہبی لوگوں کی خاص توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ قادیان میں احمدی گدی کو مضبوطی سے قائم رکھنے کے لئے جو ستون قائم کئے گئے ہیں وہ بھی بڑے زبردست ہیں چنانچہ اس وقت وہاں مندرجہ ذیل انسٹی ٹیوشن احمدی جماعت کی طرف سے چل رہے ہیں۔''

(۱) ایک ہائی سکول جس میں قریباً پانصد ودیارتھی ہیں اور سوا دوسو بورڈر ہیں ایک عربی کالج ہے ایک دینیات کا سکول ہے جس میں مذہبی پرچارک پیدا کئے جاتے ہیں ایک پتری پاٹ شالا جس میں کافی تعداد لڑکیوں کی پڑھتی ہے۔ ایک ہسپتال جس میں ہزارہا مریض ہر سال آتے ہیں کئی پرائمری سکول جو قادیان کے گردونواح میں جاری کئے گئے ہیں سات اخبار اردو تین رسالے جن میں الفضل احمدی گزٹ ہے اخبار نور سکھوں اور عیسائیوں کے برخلاف مضمون نکالتا ہے۔ اخبار الفاروق آریوں اور محمدی لوگوں کے خلاف لکھتا ہے الحکم بھی آریوں کے خلاف لکھتا ہے احمدیوں کو دنیوی فوائد پہنچانے کیلئے ایک کواپریٹو سٹور کھلا ہوا ہے احمدیوں کی اپنی ایک کورٹ ہے ان کا کوئی مقدمہ سرکاری عدالت میں جانے نہیں پاتا ان معرکۃ الآراء امور کے علاوہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیان میں کل زمین کے مالک احمدی گدی کے نیتا ہیں اور کسی غیر احمدی کی کوئی زمین نہیں ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اتنے انسٹی ٹیوشن اتنی ملکیت اتنا رسوخ ہوتے ہوئے خواہ مخواہ ایک سلطنت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ قادیان میں سب سے زیادہ آبادی احمدیوں کی ہے۔

(۶) اخبار تیج ۲۵/جولائی ۱۹۲۷ء لکھتا ہے کہ:

''قادیانی پارٹی کی تعداد کم از کم ۵ لاکھ ہے لاہوری پارٹی کی تعداد بہت کم ہے جہاں تک مجھے علم ہے صرف چند ہزار آدمی ہیں پہلے مَیں قادیانی پارٹی کو لیتا ہوں کیونکہ تعداد اور کام دونوں کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے یہ لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں ان میں

دنیا کے تمام قابل ذکر ممالک کے باشندے شامل ہیں ان کے تبلیغی نظام کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گذشتہ سال ان کے جلسہ سالانہ پر چالیس سے زیادہ زبانوں میں تقریر کرنے والے موجود تھے۔اس جماعت کی چند خصوصیات جو ان کو تمام ہندوستان کی مذہبی جماعتوں سے ممیز کرتی ہیں مفصلہ ذیل ہیں:۔

(۱) **تنظیم**: جس قدر یہ جماعت منظم ہے یقیناً ہندوستان کی اور کوئی قابل ذکر مذہبی جماعت منظم نہ ہوگی ان کا ہیڈ کواٹر قادیان ہے وہیں ان کی سب سے بڑی انجمن ہے جس کی کم وبیش ۳۰۰ شاخیں ہندوستان کے مختلف مقامات میں موجود ہیں ہر ایک انجمن مرکزی انجمن کو ہر قسم کی امداد اور اطلاعات بھیجتی رہتی ہیں اور اپنے امیر کے حکم کو بلا کسی قسم کے عذر کے تسلیم کرتی ہے انکا اطلاعات کا محکمہ بھی نہایت مکمل ہے۔عیسائیوں اور آریوں کی نقل وحرکت پر ان کا بچہ بچہ نظر رکھتا ہے اور مرکزی انجمن کو اطلاع دیتا رہتا ہے۔

(۲) **امیر کی اطاعت**: اس جماعت کے تمام آدمی ذاتی مذہبی اور سیاسی غرضیکہ ہر قسم کے معاملات میں پورے سولہ آنے امام کی اطاعت کرتے ہیں چند سال ہوئے اُن کے امام نے حکم دیا کہ کھانے پینے کی چیزیں ہندوؤں سے نہ خریدی جائیں جس روز یہ حکم دیا اُسی روز سے ہر ایک احمدی بچہ بوڑھا جوان مرد عورت اس حکم کو نہایت سختی سے پابندی کرتا ہے گذشتہ سال کونسلوں کے انتخاب کے موقع پر ہندوستان بھر میں ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا تقریباً ہر ایک مذہب اور فرقہ کے آدمی اپنے آپ کو اس طوفان کے سامنے ثابت قدم نہ رکھ سکے مگر احمدی جماعت نے اپنے زرّیں اصول یعنی امام کی اطاعت کو نہ چھوڑا۔میں نے ہوشیار پور میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بوڑھا احمدی جو کئی سال سے گنٹھیا کا مریض تھا اپنے لڑکے کی پیٹھ پر سوار ہو کر اپنے ایک دوست کے مخالف کے حق میں رائے دینے پولنگ سٹیشن پر آیا میں نے اس سے کہا کہ آپ نے ایسی حالت میں اتنی دور

آنے کی کیوں تکلیف گوارہ کی اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ حضرت صاحب کا حکم آ گیا تھا اس لئے مَیں مجبور ہوں۔''

(۳) **سوم آپس میں ہمدردی**: احمدیوں میں آپس میں بہت اچھے تعلقات ہیں ہر ایک احمدی دوسرے احمدی سے بالکل سگے بھائیوں اور عزیزوں کا سا برتاؤ کرتا ہے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے ہر ایک احمدی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے فرقے کے تمام آدمی ترقی کریں جماعت کی طرف سے بھی احمدیوں کو مدد دینے کیلئے کئی محکمے قائم ہیں۔

(۴) **پرچار کا سچّا جذبہ** : یہ ایک حقیقت ہے کہ احمدیوں کا ہر ایک فرد بچہ بوڑھا جوان مرد عورت مبلغ ہے اور وہ پرچار کو اپنی زندگی کا اوّلین اور محبوب ترین فرض سمجھتے ہیں اور میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ احمدیوں کے بچوں اور عورتوں میں اپنے مذہب کے پرچار کا شوق پایا جاتا ہے اور اس سے ہمارے بڑے بڑے پرچارک محروم ہیں احمدی طلباء کالجوں میں اپنے ہم جماعتوں اور استادوں کو تبلیغ کرتے ہیں احمدی استاد طلباء پر اپنا اثر ڈالتے ہیں ڈاکٹر مریضوں کو اپنے مذہب کے اصول بتلاتے ہیں غرضیکہ کوئی احمدی کسی وقت بھی اس فرض سے غافل نہیں رہتا، مَیں صاف صاف اپنے ہندو بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ جہاں بھی کوئی احمدی مرد یا عورت موجود ہو وہاں اپنے بچوں اور سادہ لوح بھائی بہنوں کو ان کے تبلیغی اثر سے محفوظ سمجھنا ایک غلطی ہے جس طرح ایک ساحل پر کھڑے ہوئے شخص کیلئے سمندر کی تہ کا حال معلوم کرنا مشکل ہے اسی طرح عام ہندوؤں کیلئے احمدیوں کے تبلیغی جوش اور جدوجہد کا اندازہ کرنا محال ہے یہ تو انفرادی طور پر جو کچھ ہوتا ہے اس کا حال ہے لیکن مجموعی طور پر احمدیوں کی طرف سے جو کوششیں ہوتی ہیں وہ بھی ہمارے لئے کم خطرناک اور عبرت انگیز نہیں۔ اس جماعت کے بانی کے قول کے مطابق اس جماعت کے وجود کا سب سے بڑا مقصد تبلیغ ہے یہ جماعت اپنے جنم کے دن سے اب تک نہایت کارگر تدبیریں اور

سرگرم کوششیں کررہی ہے اسی مقصد سے انہوں نے قادیان میں ایک زبردست تبلیغی کالج قائم کررکھا ہے جہاں مختلف ممالک کے باشندوں کو مختلف علوم اور زبانوں کی تعلیم دے کر تبلیغ اور مناظرے کے لئے تیار کیا جاتا ہے چنانچہ اس کالج سے آج تک سینکڑوں مبلغ اور مناظر فارغ التحصیل ہوکر نکل چکے ہیں بہت سے تبلیغی وفد دورہ کرتے رہتے ہیں جن کو مقامی انجمنیں اپنے ہاں مدعو کرکے مناظرے اور تقریریں کراتی ہیں اس کے علاوہ ہر قسم کے تبلیغی لٹریچر کی نشر و اشاعت کا انتظام نہایت اعلیٰ اور باقاعدہ ہے اسی غرض سے کئی کمیٹیاں قائم ہیں اور وہ اچھے سے اچھا لٹریچر نہایت سستے داموں مہیا کرتی ہیں۔

(۵)**احمدیہ اخبارات** : ویسے تو اخبارات ہر انجمن سبھا کی طرف سے شائع ہوتے ہیں لیکن احمدیوں کے اخبار میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں مضامین اور خبریں نہایت اچھی اور فائدہ مند ہوتی ہیں اور انکو اس سلیقہ سے مرتب کیا جاتا ہے کہ وہ ناظرین کیلئے نہایت مفید و دلچسپ ہوجاتے ہیں۔

(۱) اخبار نور ایک سکھ نومسلم کی ادارت میں شائع ہوتا ہے آریوں اور سکھوں میں تبلیغ کرنا اس کا مقصد ہے۔

(۲) اخبار الفضل میں ہر قسم کی مذہبی اور تبلیغی مضمون اور خبریں ہوتی ہیں۔

(۳) فاروق ویدک دھرم پر نکتہ چینی کرتا رہتا ہے نہایت شعور اور ہوشیاری سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اس قابل ہے کہ ہمارے اخبارات اس سے کچھ سیکھیں۔

(۴) سن رائز انگریزی اخبار ہے انگریزی دان نوجوانوں میں تبلیغ کرنا اس کا مقصد ہے۔

(۵) مصباح عورتوں کا اخبار ہے اس میں زیادہ تر عورتوں کے مضامین ہوتے ہیں میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ہر ایک آریہ سماجی اس کو دیکھے اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس واسطے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی۔ ان میں مذہبی احساس اور تبلیغی جوش کس قدر ہے احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں

ہیں اور جو کام وہ کررہی ہیں اس کے آگے ہمارے اِستری سماجوں کا کام بے حقیقت ہے۔مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی عورتیں ہندوستان ، افریقہ،عرب،مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔ چند سال ہوئے ان کے امام نے مسجد جرمنی کیلئے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندے سے ہی پوری کی جائے چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدّت میں ان عورتوں نے پچاس ہزار کی بجائے ۵۵ ہزار روپیہ جمع کردیا۔

(٦) **بیرونی ممالک میں اثر**: مَیں نے جو کچھ بیان کیا ہے اسی سے جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کا کسی قدر اندازہ ہوگیا ہوگا۔اس کے علاوہ ایک اہم بات باقی ہے جس کا سمجھنا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ احمدی جماعت کا اثر ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ہے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا،عرب، ایشیا کے تمام حصّے غرضیکہ دنیا کا کوئی قابل ذکر ملک نہیں ہے جہاں احمدیہ جماعت کی شاخ نہ ہو۔ یورپ کے تمام ممالک فرانس انگلستان جرمنی وغیرہ میں ان کے باقاعدہ مشن موجود ہیں۔امریکہ میں بھی تبلیغ ہورہی ہے۔افریقہ اورعرب کے تپتے ہوئے صحراؤں ،مصر اور ایران کے زرخیز اور متمدّن ممالک ترکستان شام، افغانستان کی خوشنما وادیوں میں غرضیکہ ہر جگہ ان کی کوششیں برابر جاری ہیں دن بدن ترقی کررہی ہیں اگر آج ہم نے ہندوستان میں ان کا مقابلہ نہ کیا اور ان کی طرف سے غافل رہے تو کل کو ہمارے لئے ممالک اسلامیہ، یورپ امریکہ میں شدھی کا کام کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ اگر ہم چند سال اس خوفناک جماعت کی طرف سے غافل رہے تو اس کے نتائج نہایت افسوسناک اور نقصان دہ ہوں گے۔آج تک احمدی جو کچھ کررہے ہیں وہ ان کی ذاتی کوششیں ہی تھیں دوسرے مسلمانوں نے کبھی بھی ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ ان کی مخالفت کی اور ان کے کاموں کو تباہ و برباد کرنے کی حد درجہ

جدوجہد کرتے رہے لیکن اب یہ حالت نہیں۔ آج کل سوائے پُرانے خیال کے مولویوں کے باقی تمام مسلمان ان کے مددگار اوران کے کام کے مداح ہیں یہ تبدیلی ایسی ہے جس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا بندوبست نہ کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ مَیں نے اسلام میں رہ کر اوراس کو ترک کرنے کے بعد مسلمانوں کے تبلیغی نظام کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ ٹھوس اور مؤثر اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت جماعت احمد یہ ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں اور آج تک ہم نے اس خوفناک طاقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اگر کی ہے تو فی الحال ہم سمجھ نہیں سکے...... بلا مبالغہ احمد یہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیّال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقعہ پا کر ہمیں جھلس دے گی۔ ہندوستان اور دوسرے ممالک کیلئے شدھی کی تحریک کیلئے سب سے بڑی روک احمد یہ جماعت ہے اس روک کو دُور کئے بغیر ہمارے لئے پوری کامیابی حاصل کرنا بالکل محال ہے آج شاید میری اس بات کو تسلیم کرنے میں تامل ہوگا لیکن زمانہ خود بتادے گا کہ میرا کہنا کس قدر صداقت پر مبنی ہے آج سے تیس چالیس سال پیچھے ہٹ جایئے جب یہ جماعت اپنی ابتدائی حالت میں تھی اور دیکھئے اُس زمانہ میں ہندو اور مسلمان دونوں اس جماعت کو کس قدر حقیر اور بے حقیقت سمجھتے تھے۔ ہندو تو ایک طرف رہے خود مسلمانوں نے ہمیشہ اس کا مذاق اُڑایا اور اس پر لعنت ملامت کے تیر برسائے۔ اس جماعت نے اپنی ابتدائی حالت میں جن کاموں کے کرنے کا بیڑا اُٹھایا آج ان میں سے اکثر کام انجام کو پہنچ چکے ہیں اس زمانہ میں جب احمدیوں نے ان کاموں کی ابتدا کی تھی ان کو پاگل سمجھا جاتا تھا اوران کی جماعت پر ہنسی اڑائی جاتی تھی مگر واقعات یہ کہہ رہے ہیں کہ ان پر ہنسی اُڑانے والے خود بے عقل اوراحمق تھے۔

جماعت احمدیہ کی طاقت مسیحیوں کی نظر میں

(۱)مشہور ومعروف عیسائی مشنری ڈاکٹر زویمر نے ایک مضمون بعنوان ''ہندوستان میں اسلام'' چرچ مشنری ریویولنڈن میں چھپوایا ہے۔جس میں اپنی آمد قادیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''ہمارا استقبال نہایت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا ہمیں گھنٹوں کی بجائے دنوں تک قادیان میں ٹھہرنے کی دعوت دی اور ہماری پوری خاطر ومدارت کی گئی اور ہم نے اس جگہ کے تمام مقامات کو دیکھا مثلاً چھاپہ خانہ،صیغہ ڈاک۔صیغہ ترسیل، مدرسہ احمدیہ،لڑکیوں اور لڑکوں کے مدارس۔اشاعت وتبلیغ میں یہ ایک سرگرم گروہ ہے۔یہاں سے نہ صرف ریویو آف ریلیجنز ہی شائع ہوتا ہے بلکہ تین اور میگزین بھی یہاں سے نکلتے ہیں اور لنڈن پریس برلن شکاگو سنگاپور اور تمام مشرق قریب کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔چھوٹے چھوٹے دفاتر۔ ہر قسم کے دستیاب ہونے والے سامان۔مختلف قسم کے انسائیکلو پیڈیا یا ڈکشنریوں اور عیسائیت کے خلاف لٹریچر سے بھرے ہوئے ہیں یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کیلئے تیار کیا گیا ہے۔اور ایک زبردست عقیدہ ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔''اسی ڈاکٹر زویمر ایڈیٹر آف دی مسلم ورلڈ نے جو کہ صدرانجمن احمدیہ کو دیکھنے قادیان آئے تھے ایک سرکلر خاکہ شائع کیا جس میں عیسائیوں کے آگے اپیل کرتے ہوئے اس بات پر خاص زور دیا کہ ہمیں انجمن احمدیہ کیلئے خاص تیاری کرنی چاہئے۔ اسلام جدید انجمن احمدیہ کے ذریعہ یورپ اور امریکہ میں ایک بے آرامی کی حالت میں مضبوط ہورہا ہے۔فرقہ نوسیہ کی حاضر الوقت حالت کے متعلق آندرے کا قول ہے کہ ویسٹ افریقہ میں دمِ واپسیں پر ہے لیکن فرقہ احمدیہ کے متعلق کہتا ہے کہ وہ فرنچ ویسٹ افریقہ کے طول وعرض میں پورے زور سے نمود اور ارتقاء کے ساتھ نشونما پارہا ہے جس کا مرکز اس ملک میں لیگوس ہے اس نئی تحریک احمدیہ سے جس کے کارپرداز ہندوستانی

ہیں آندرے کوخوف ہی دامن گیر ہو رہا ہے۔''

(۲)اخبار زمیندار ۱۳/مارچ ۱۹۲۶ء نے لکھا کہ:

''مسیحیت کی اشاعت کیلئے ہندوستان میں پادریوں کے علاوہ ایک اور گروہ سرگرمی سے کام کررہا ہے وہ مکتی فوج کے نام سے مشہور ہے یہ لوگ بھی ایک نہایت وسیع انتظام کے ساتھ کام کررہے ہیں اس وقت مکتی فوج ۸۸ ملکوں اور علاقوں میں اشاعت مسیحیت کا کام کررہی ہے۔ دنیا بھر میں اس کے کام کے ستر ہزار مرکز ہیں اور ۲۲۳۶۰ کارکن مستقل طور پر کام کرنے والے ہیں اس کے علاوہ دو لاکھ چوبیس ہزار مقامی افسر مکتی فوج کو مدد دیتے ہیں ہندوستان میں ان کے کام کا اندازہ ذیل کے اعدادوشمار سے ہوسکتا ہے۔

(۱) کام کے مرکز ۴۲۴۰ (۲) ہندوستانی کارکن ۱۰۴۶

(۳) مدرسے ۱۳۷ (۴) شفاخانے ۱۶

اس مقابلہ میں دیکھنا چاہئے کہ مسلمان اشاعتِ اسلام کیلئے کیا کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں کی حالت دیکھی جائے تو رونا آتا ہے۔''

مسلمان بیچاروں کو مسیحیوں کی طاقت دیکھ کر رونا نہ آئے تو اور کیا کیونکہ ان میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اثر نہیں کانپتے ہیں لرزتے ہیں دیکھئے وہی عیسائی احمدیوں سے کس قدر خائف ہیں اور ان کی طاقت کا لوہا مانتے ہیں۔ چنانچہ اخبار ٹائمز ۴/اکتوبر ۱۹۲۶ء میں مسجد لنڈن کے افتتاح کی تقریب کے متعلق لکھا۔''سلطنت کے پایہ تخت میں ایک مسجد کا افتتاح کرنا خواہ وہ مسجد مقابلۃً مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ہی قبضہ میں کیوں نہ ہو اسلام کیلئے باعث صد تہنیت اور مبارک ہے۔ احمدی جیسا کہ شنبہ کے ٹائمز میں شائع کیا گیا ہے بڑے وسیع القلب اور بلند خیال آدمی ہیں اور اپنی تعداد سے بڑھ کر دنیا پر اثر رکھتے ہیں اور بالخصوص صوبہ پنجاب پر ان کا اثر بہت حاوی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ آدمی ان کے سلسلہ میں داخل ہیں۔''

اخبار سٹیٹ مین نے لکھا:

''لنڈن میں مشنری نمائش کا اختتام کرتے ہوئے بشپ نے مشنری خدمات کی اہمیت پر زور دیکر کہا کہ اسلام کی تنظیم جدید ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم ہو رہی ہے کہ اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اسلام آئندہ سارے ایشیا و افریقہ کا واحد مذہب بن جائے گا۔ اگر ان برّاعظموں کے باشندوں کی اقتصادی حالت درست ہو گئی اور انہوں نے ہمارے عیسائی تخیل سوشل دلچسپیوں اور خوشنما تمدن سے بے نیاز ہو کر اور ہماری ان چیزوں سے منہ پھیر کر کام کرنا شروع کر دیا تو برطانوی ہنر مندیاں اور صنعت کاریاں کس طرح اس کا مقابلہ کریں گی۔''

حضرت مسیح موعودؑ کی قوّت قدسیہ کا اثر

کسی نفس قدسی کی صداقت معلوم کرنے کا یہی طریق ہوتا ہے کہ اس کے متبعین اور پیروؤں کو دیکھا جائے کہ وہ کیسے ہیں۔ ان میں دوسروں کی نسبت کوئی امتیازی نشان پایا جاتا ہے یا نہیں۔ جس آقا کے خدّام پاکباز علماء اور اتقیاء کے زمرے میں شامل ہوں اور دوسروں کی نسبت اپنے اعمال و افعال میں نمایاں نظر آتے ہوں ان کا امام اگر سچّا نہیں تو خدارا بتلایئے کہ کس منہ سے جھوٹا کہا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ نے ماننے والوں پر جو حیرت انگیز اثر کیا اس کا پہلا نشان یہ ہے کہ سلسلہ کا ہر فرد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے اور ہر احمدی یہ خواہش اور تڑپ رکھتا ہے کہ وہ اشاعت اسلام میں کوئی مفید کام سرانجام دے سکے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ تبلیغ اسلام کا ایک شاندار کام ہو رہا ہے جس کی نظیر صفحۂ دنیا پر نہیں ملتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ نہیں کیا کہ لوگوں کو چن چن کر داخل سلسلہ کیا ہو اور مختلف قسم کے عیوب میں مبتلا اور نقائص سے پُر لوگوں کو دھتکار دیا ہو بلکہ ہر ایک کو اپنے سایہ میں جگہ دی جتنی کسی میں زیادہ کمزوری دیکھی اتنی ہی زیادہ اس سے شفقت کی اپنی نمازوں سے غافل روزوں سے بے پرواہ، زکوٰۃ اور حج پر ہنسی اڑانے والے اور قرآن پاک کو

پراگندہ خیالات کا مجموعہ سمجھنے والوں کولیا اور انہیں عاشقِ قرآن اور پابند صوم وصلوٰۃ اور زکوۃ وحج کی معقولیت کا قائل کر دیا پھر یہ نہیں کہ آپ کے پیرو جاہل ہیں بلکہ علماء فضلاء ڈاکٹر وکیل، بیرسٹر، تاجر غرضیکہ ہر طبقے اور ہر درجہ کے لوگ ان میں پائے جاتے ہیں آپ اگر نفس قدسی نہ رکھتے تھے تو آپ کی آواز پر دین کے خادموں اور دین پر عمل کرنے والوں کا اجتماع کیونکر ہو گیا اگر آپ نعوذ باللہ مفتری تھے تو آپ کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کے عشاق کیونکر پیدا ہو گئے ۔ اے دنیا کے دانشمند وغور کرو اور مسیح ناصریؑ کے اس قول سے فائدہ اٹھاؤ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔

نبی کی پہچان کا تیسرا معیار۔ نبی کا دعویٰ سے پہلے پاک اور مقدّس زندگی

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ انبیاء کی پہلی زندگی بھی کچھ کم غیر معمولی نہیں ہوتی جس طرح طلوعِ شمس سے پیشتر اس کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور ہر صاحب بصارت ان آثار سے آفتاب کے نکلنے کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح انبیاء کے دعویٰ سے پہلے زندگی ان کی صداقت کی زبردست دلیل ہوتی ہے۔ چونکہ وہ قدوس ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے راست باز اور مقدس انسان ہوں ۔ ان کی عمر کی ہر گھڑی ان کے تقویٰ اور طہارت اور صداقت شعاری پر گواہ ہو۔ بالخصوص انکی پہلی زندگی مخالف وموافق کے تجربہ کی رو سے بےلوث ہونی چاہئے کیونکہ اس وقت ان کے معاندین کو دینی مخالفت اور مذہبی تعصب نے اندھا نہیں کیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یونس:۱۷)

اے لوگو مَیں تم میں اپنی عمر کا ایک عرصہ گزار چکا ہوں کیا تم عقل نہیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ ارتقاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کی پہلی پاکیزہ زندگی

کو آپکی صداقت کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ علامہ ابوسعودؒ اپنی تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴-۵ حاشیہ پر لکھتے ہیں **وَالمعنی قد بعثت فی مابین ظھر فیکم قبل الوحی**...... اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ مَیں تم میں نزولِ وحی سے پہلے رہ چکا ہوں کذب اور افترا تو بڑی بات ہے کوئی شبہ والی بات بھی نہیں کرتا تھا کیا تم ذرا نہیں سوچتے کہ جو اتنے لمبے عرصے تک اسی دستور پر قائم رہا ہو وہ کیونکر خدا پر افترا کر سکتا ہے۔''

یہ معیار چونکہ مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہ صداقت پرکھنے کا نہایت زبردست معیار ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسی معیار کے مطابق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے اور اسی معیار کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے دریافت فرمایا کہ میری بات پر کیا تم یقین کرو گے انہوں نے کہا ضرور کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ مشاہدہ نہیں کیا **مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا** (بخاری) تب آپؐ نے اپنا دعویٰ سنایا سنتے ہی تمام قوم برافروختہ ہوگئی کاذب کاذب کہنا شروع کر دیا اس واقعہ سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ منکرین گو دعویٰ سے پہلے مدّاح ہوں مگر دعویٰ سنتے ہی ہر قسم کی عیب چینی اور بدگوئی شروع کر دیتے ہیں اسی واسطے قرآن کریم نے دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو بطور دلیل پیش کیا ہے تمام انبیاء کا یہی حال ہے جب حضرت صالحؑ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو قوم نے جواب میں کہا:

يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (ہود: ۶۳)

اے صالح اس دعویٰ سے پیشتر تُو ہماری اُمّید گاہ تھا تُو نے یہ کیا کر دیا۔ اسی طرح مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مَیں خدا کی طرف سے آیا ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تو لوگوں نے از حد مخالفت کی آپؑ پر پتھر پھینکے قتل کے منصوبے کئے۔ مگر چونکہ آپ کی پشت و پناہ خدائے قادر تھا اس لئے دشمنوں کے منصوبے تو خاک میں مل گئے مگر پیشگوئی:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (صف: ۹)

کے مطابق انہوں نے آپؑ کے برخلاف ہر قسم کی زبان درازی کی ۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے مگر کون ہے جس نے آپ کی پہلی چالیس سالہ زندگی میں کوئی عیب ثابت کیا ہو آپ نے اس قرآنی معیار کے مطابق مخالفین کو چیلنج دیا اور لکھا:

''اب دیکھو خدا نے اپنی حجّت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزار ہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بُلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کیلئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

مولوی محمد حسین صاحب جو آپ کے دعویٰ کے بعد آپ کے اشد ترین دشمن ہو گئے انہوں نے بھی آپ کے متعلق نہایت تعریفی الفاظ اپنے رسالہ اشاعت السنہ جلد ۶ وجلد ۷ میں لکھے جو یہ ہیں:

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے کم واقف نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب۔ مؤلف براہین احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے شریعت محمدیہؐ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں اس کا مؤلف اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی وقالی نُصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔''

ثناءاللہ صاحب نے کہا:

''مرزا صاحب کی پہلی زندگی ہمارے اور تمہارے نزدیک بھلے اور بزرگ آدمیوں کی زندگی تھی۔اُس وقت کی بات ہم کو مان لینی چاہئے۔''

ان مکفّرین نے جہاں آپ کو پرہیزگار اور صداقت شعار وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے وہاں آپؑ کی خدمات اسلام کا بھی ہر لحاظ سے اقرار کیا ہے۔اس سے بڑھ کر صداقت کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ دشمن بھی اقرار کرنے کے بغیر نہ رہ سکے۔حضرت مسیح ناصریؑ نے بھی اپنے صداقت دعویٰ کیلئے یہی معیار یوحنا باب $\frac{1}{14}$ میں پیش کیا فرمایا:

''تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے اگر مَیں سچ بولتا ہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے۔''

پس جس طرح انبیاء سابقین نے اپنے دعویٰ کی صداقت میں اپنے دعویٰ سے پہلے پاکیزہ زندگی کو بطور دلیل پیش کیا اور مخالفین نے انکی سابقہ پاک اور مقدس زندگی کی تصدیق کی اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اور اشد ترین دشمنوں نے بھی تصدیق کی پس اس قرآنی معیار سے اگر پہلے نبی صادق ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ بھی صادق ہیں۔

نبی کی شناخت کا چوتھا معیار دعائے مباہلہ وتمنائے موت

(۱) خدا کے برگزیدہ انسانوں کو اپنی صداقت پر کامل اعتماد ہوتا ہے اور ماننے والوں کو بھی صداقتِ دعویٰ کا پورا پورا یقین ہوتا ہے مگر نبیوں کے منکروں کو اپنے عقیدے کی صداقت پر یقین واثق نہیں ہوا کرتا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں فرمایا:

قُلْ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا

یہودی لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے اے رسول تُو انہیں کہہ دے کہ اگر تم اپنے اس خیال میں سچّے ہو تو اپنے لئے بددُعا کرو موت کی تمنّا کرو مگر

یادرکھو وہ کبھی ایسی دعا نہ کریں گے کیونکہ ان کو اپنے اعتقادات کی صداقت پر یقین نہیں ہے **وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ** اور اللہ بھی ظالموں کو جانتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بُرے اعمال اور غلط عقائد والے ظالم اپنے مذہب اور عقائد کی صداقت کو حلف مؤکد بہ عذاب کے ساتھ کبھی بیان نہیں کریں گے۔اب یہ بات دل میں رکھ کر خدا کے اس برگزیدہ کا کلام سنو جو آپؑ نے پیارے خدا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے قدیر و خالق ارض و سما ۔۔۔ اے رحیم و مہرباں و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر ۔۔۔ اے کہ از تو نیست چیزے مُستتر
گر تو می بینی مرا پُر فسق و شر ۔۔۔ گر تو دیدا ستی کہ ہستم بد گُہر
پارہ پارہ کُن من بدکار را ۔۔۔ شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را
آتش افشاں بردرو دیوارِ من ۔۔۔ دشمنم باش و تبہ کُن کارِ من

بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
ہر مُرادِ شاں بفضل خود برار

بھائیو خدا کے لئے سوچو کیسی زبردست دعا ہے کہ ایک شخص خدا کے حضور کھڑا ہو کر نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہے کہ اے مولیٰ اگر میں سچّا نہیں ہوں اور یہ سب باتیں مَیں نے اپنے پاس سے بنائی ہیں اور تُو نے مجھے نہیں بھیجا تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور میرے در و دیوار پر آگ برسا اور میرے سلسلہ کو مٹا دے ایک طرف تو وہ یہ بد دعا کر رہا ہے دوسری طرف خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جھوٹا آدمی اپنے لئے بد دعا نہیں کر سکتا پھر باوجود ایسی خطرناک اور دل کو ہلا دینے والی بد دعا کے ہلاک نہیں ہوتا بلکہ دن بدن پھولتا پھلتا جا رہا ہے اُس کی اولاد بڑھتی ہے اُسکی جماعت ترقی کرتی ہے اور اس کی تعلیم دنیا میں پھیلتی چلی جاتی ہے اور اس کے دشمن کم ہوتے چلے جاتے ہیں اُن کو ذلت اور نکبت کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔پیارے بھائیو! سوچو اور غور کرو آخر کیا بات ہے خدا کی قسم اگر

خدا موجود ہے اور یقیناً موجود ہے تو ایسا کہنے والا شخص کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ہر میدان میں کامیاب ہو رہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ کہ میرے رسول ضرور غالب رہتے ہیں نیز اس کی جماعت بھی مخالفوں پر غالب آجاتی ہے اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ هُمُ الۡغَالِبُوۡن

(۲) جب نبی کے منکرین دعویٰ کے دلائل اور معجزات اور نشانات سے فائدہ نہ اٹھائیں اور نبی کی صداقت کسی طرح ان کی سمجھ میں نہ آئے تو ایسے لوگوں کے سمجھانے کا طریق خدا تعالیٰ نے طریق مباہلہ رکھا ہے یہ ایسا آسان اور سہل ترین طریق ہے کہ جس سے ہر کس و ناکس جاہل سے عالم تک یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ فیصلہ بالکل خدا کے ہاتھ میں ہے جس کے صدور میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا وہ آیتِ مباہلہ پارہ چہارم رکوع ۱۵ میں مذکور ہے جس کا ترجمہ اور مطلب وہی لکھا جاتا ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۴ پر بیان کیا ہے:

فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ (آل عمران:۶۲)

یعنی تُو ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں کسی علمی بات کو نہ سمجھیں ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے اور تمہارے بیٹے اپنی اور تمہاری بیٹیاں اپنے اور تمہارے بھائی بند بلالیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں خدا خود فیصلہ دنیا میں ہی کر دیگا جو فریق اس کے نزدیک جھوٹا ہوگا وہ دنیا میں ہی برباد اور موردِ غضب ہوگا۔'' پھر انہی مولوی صاحب نے رسالہ مرقع اکتوبر مباہلہ کی تعریف یہ لکھی:

''مباہلہ کے اصل معنی یہ ہیں کہ فریقین بالمقابل ایک دوسرے کے حق میں بد دعا کریں۔''

ایک دفعہ اخبار زمیندار ۱۲ر ستمبر ۱۹۲۶ء نے اپنے مخالف حسن نظامی کے سامنے یہی طریق فیصلہ جس سے خدا کی طرف سے سچے جھوٹے فریق میں تمیز ہوجائے بدیں الفاظ پیش کیا:

''ایک اور طریقہ بھی سیزدہ صد سالہ مقدّس روایات نے ہم کو بتا رکھا ہے اور وہ مسنون طریقہ مباہلہ کا ہے اگر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچّے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ خدا بزرگ و برتر نیتوں کا جاننے والا اور اپنے عدل گستر دربار سے انصاف طلب کرنے والوں کا دوٹوک فیصلہ کردینے والا ہے تو آئیں اور آزمائیں کہ اس کے قہر اور لعنت کی افترا سوز بجلیاں کس فریق کے سر پر گرتی ہیں ......قرآن کریم کے سکھائے ہوئے طریقہ امتحان پر عمل کرنے کیلئے وہ ہر وقت مستعد ہے اور اس کی طرف سے حسن نظامی اور اس کے خواجہ تاشوں کو صلائے عام دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوکر ہم سب گڑگڑائیں اور بالحاح عرض کریں کہ تُو احکم الحاکمین ہے کھوٹے اور کھرے کا پرکھنے والا ہے حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے ہم میں جو جھوٹا اور مفتری اور تیری آیات کاملہ کو ثمنِ قلیل کے عوض بیچ چکا ہے۔ اس پر ایسا خوفناک عذاب نازل کر کہ ایمان والوں کو ہمیشہ کیلئے عبرت حاصل ہو جائے کیا حسن نظامی اس جلتی ہوئی آزمائش میں کود پڑنے کیلئے تیار ہیں۔''

''مسلمانوں کی مذکورہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے کہ مباہلہ ایک یقینی طریق فیصلہ ہے اس میں فریقین حق کو باطل سے جدا کئے جانے کی التجا کرتے ہیں اور یہ سیزدہ صد سالہ طریقِ فیصلہ ہے اور عذاب کی تعیّین خلاف سنّت ہے فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آج سے تیرہ سو سال پیشتر جب یہ آواز وادیٔ مکّہ میں بلند ہوئی تو اس وقت پرستاران باطل کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی اصحابِ جبّہ و دستار چپ رہ گئے اور کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ ہلاکت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔ اپنے چاروں طرف خدا کے عذاب کی آگ بھڑکتی ہوئی محسوس کی اور یقین کرلیا کہ ادھر ہم نے منظوری دی ادھر عذاب لعنت کے مورد ہوئے

ٹھیک اسی طرح پرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ اکمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کو نام بنام پکارا کہ آؤ میرے ساتھ مباہلہ کر ولیکن سب خاموش رہ گئے جس طرح نجران کے نصاریٰ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ کی جرأت نہ کر سکا اسی طرح ان کو بھی حوصلہ نہ پڑا کہ میدان میں آئیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷رفروری ۱۹۰۵ء کو دنیا جہان کے تمام مولویوں پیروں گدی نشینوں صوفیوں کو مباہلہ کے لئے بلایا اور فرمایا کہ یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ مقرر ہونے کے بعد مَیں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے اور تُو جانتا ہے کہ مَیں نے ان کو اپنی طرف سے بنالیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے دے۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اُس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے تا میری ذلّت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصے تک نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر اور جب مَیں یہ دعا کر چکوں دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک شخص جو مباہلہ کیلئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے علیم و

خبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذّاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں پس اگر یہ شخص درحقیقت کذّاب اور مفتری اور کافر اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہامات تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس امّت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے......اور اس مباہلہ کے بعد اگر مَیں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری کے آثار نہ پائیں جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور مَیں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہئے اور پھر اس کے بعد مَیں دجّال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں......میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں میرے بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں اور اگر ایک بھی باقی رہا تو مَیں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر اُن کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور اگر مَیں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا......گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنیوالوں کی مجلسوں سے الگ ہو اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔''

خدا تعالیٰ نے نبیوں کے منکروں کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (الکہف:۵۷)

یعنی کفّار باطل سے حق کا مقابلہ کرتے ہیں جس طرح نبی کی شناخت اس کی تیار کردہ جماعت سے ہو سکتی ہے اسی طرح نبی کے منکروں کو دیکھ کر بھی نبی کی شناخت کی جاتی ہے یعنی وہ اپنے دلائل اور عقائد باطلہ سے حق والوں کا مقابلہ کرتے ہیں دوئم یہ کہ ان کو اپنے عقائد باطلہ پر بھی یقین واثق نہیں ہوتا اور یہ کہ نبی کے متعلق ان کے خیالات مذبذب ہوتے ہیں:

مُّذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ ٭ۖ لَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَآءِ ؕ
اسی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ان کے ؎
''دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار''

مَیں نے کئی معاندوں کو الگ طور پر حلف دیکر دریافت کیا کہ سچ سچ بتاؤ کہ تمہارا دل مرزا صاحب کے متعلق کیا کہتا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارا دل ان کو جھوٹا نہیں کہتا اور نہ ہی اپنے عقائد پر کلّی یقین ہے۔ میری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب مَیں منکرین کی اس حالت پر نظر کرتا ہوں کہ یہ لوگ باوجود اپنے اختیار کردہ عقائد کو غلط سمجھتے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کو دل سے سچّا مانتے ہوئے پھر آپ کے متعلق بیہودہ گوئی کرتے رہتے ہیں جب بھی منکروں کو اس کسوٹی پر پرکھا گیا قرآن کریم کے ان معیاروں کی تصدیق ہی ہوئی چنانچہ اسی آزمائش کیلئے آپ کو بڑے بڑے انعامات پیش کر کے بلایا اور آزمایا گیا ہر بار وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا کا نظارہ ہی دیکھنے میں آیا کبھی بھی انہوں نے اپنے عقائد کی حلف کے ساتھ تصدیق نہ کی اور نہ ہی حلف مؤکدہ بعذاب سے حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب کی چنانچہ ۱۹۲۱ء میں غیر احمدیوں نے قادیان میں اپنا جلسہ کیا اور تمام ہندوستان کے نامی علماء بُلائے گئے۔ اُس وقت ہماری طرف سے آزمائش کیلئے متعدد اشتہارات ان کے جلسوں میں تقسیم کئے گئے اور اخبارات میں انکی اشاعت کی گئی جن کے اقتباس حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلا اشتہار بعنوان ''مولوی ثناء اللہ کیلئے پچاس روپئے انعام'' لکھا کہ امرتسری اہلحدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ جس وقت یہودیوں نے مسیح اسرائیلی کو پکڑ کر صلیب دینا چاہا تو خدائے تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا وہ اٹھا کر آسمان پر لے گیا چنانچہ یہودنا مسعود نے یہودا اسکریوطی مسیح کے مرتد حواری کے ذریعہ مسیح کو ایک مکان کے اندر سے پکڑنا چاہا تو فوراً جبریل نازل ہوئے اور مسیح کو مکان کی چھت کے سوراخ سے نکال کر آسمان پر لے گیا اور خدا نے یہود کی خاطر کہ وہ خالی ہاتھ نہ جائیں ایک دوسرے شخص کا ہو بہو ہمشکل بنا کر پکڑا دیا۔ یہ فسانۂ عجائب امرتسری نے اپنی تفسیر ثنائی جلد ۲ حاشیہ نمبر ۴ میں بیان کیا ہے ہم اس تعجب خیز داستان پر امرتسری کو مبلغ ۵۰ روپئے سکّہ رائج الوقت انعام دیتے ہیں کہ اگر وہ

مسجد میں کھڑے ہو کر قسم کھا کر اس انوکھی حکایت کی تصدیق کریں تو ہم انعام موعود بلا کسی شرط کے قسم کھاتے ہی ان کو دیدیں گے۔ قسم کھانے سے پیشتر ایک شخص صرف قرآن مجید کی چند آیات مع ترجمہ مولوی صاحب کو پڑھ کر سنا دیگا جس کے بعد وہ یہ قسم کھائیں گے کہ مَیں خدائے تعالیٰ عزّوجل کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی آیت وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے یہ بات ثابت ہے کہ مسیح کی بجائے کوئی غیر مسیح عیسیٰؑ کا ہمشکل بنایا جا کر صلیب دیا گیا تھا اور مسیحؑ کو جبریل اٹھا کر آسمان پر لے گیا اگر مَیں اس ایمان میں اپنے دلی ایمان و ایقان کے برخلاف کہتا ہوں اور اصل حقیقت کو مخفی رکھتا ہوں تو خدائے تعالیٰ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن کے نیچے لا کر مورد عذاب کرے۔ آمین۔ اگر مولوی ثناء اللہ یہ قسم نہ کھائیں اور حیلہ و بہانہ کر کے ٹال جائیں تو دنیا گواہ رہے کہ ان کا یہ منافقانہ عقیدہ ہے جس کا یقین ان کے دلنشین نہیں محض لوگوں کو دھوکا دینے اور حق کو قبول کرنے سے روکنے کیلئے زبانی جمع خرچ ہے ان کے گریز کے بعد موجودہ مولوی صاحبان میں سے جو مذکورہ بالا قسم کھائے وہ بھی اپنی معاندانہ حیثیت اور مخالفانہ پوزیشن کے مطابق ۵، ۱۰، ۱۵ روپے تک انعام پا سکتا ہے۔ دیکھو ہم آپ کے مخالف عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے اعتقاد کو بغیر انعام کے بحلف بیان کرتے ہیں سنو ہمارا ایمان ہے کہ مسیح اسرائیلی کو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا مگر خدا نے اس کو صلیبی موت سے حسبِ وعدہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ بچا کر مرفوع کر دیا تھا کوئی غیر مسیح اس کا ہمشکل بنا کر صلیب پر نہیں چڑھایا گیا یہ جعلسازی کہ لوہے پر سونے کا ملمع کر کے لوگوں کو دھوکا دینا خدا کی شان اور اس کے تقدّس اور قرآن مجید کے خلاف ہے یہ بہروپیہ کا قصّہ صرف جھوٹ ہے اگر ہم اس بیان میں جھوٹے ہیں تو خدا تعالیٰ ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن کے ماتحت عذاب نازل کرے۔ آمین۔

یہ ہے ایمانی جرأت کیا کوئی مولوی اپنے اعتقاد پر ایسی ایمانی جرأت دکھا سکتا ہے۔ دیدہ باید

المشتہر

مسیح موعودؑ کا ادنیٰ خادم قاسم علی افسر تبلیغ حلقۂ قادیان ۲۱-۳-۱۵

(۲) دوسرا اشتہار بعنوان ''مولوی ثناء اللہ کیلئے دوسو روپیہ نقد انعام'' مولوی ثناء اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح ناصریؑ کو خدا نے بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھا لیا جواب تک آسمان پر بجسدِ خاکی زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں آسمان سے دنیا میں آئے گا اُس وقت تمام یہود اور نصاریٰ اسکو اللہ کا رسول مان لیں گے اور یہ سب کچھ ان کی تفسیر کے حاشیہ ۴ میں لکھا ہے اس لئے ہم مولوی صاحب کو دوسو روپیہ نقد انعام محض اتنی بات کا بلا کسی شرط کے دیتے ہیں کہ وہ مسجد میں کھڑے ہو کر ہمارے سامنے اپنے اس عقیدہ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں قسم کھالیں اور انعام پائیں۔

''میں خدائے تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اُس ذاتِ واحد کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا ایمان اور دلی یقین ہے کہ اسرائیلی رسول کو خدا نے آسمان پر اٹھا لیا تھا جہاں وہ اب تک زندہ موجود ہے۔ وہی آخری زمانہ میں دنیا میں نازل ہوگا اور یہ سب امور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اگر میرا یہ عقیدہ خلافِ قرآن ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب اور لعنت مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر نازل ہوتا دوسرے لوگوں کیلئے باعثِ عبرت ہو۔ اے خدا تو اپنے بندوں کو حق پر آگاہ کرنے کیلئے ایسا ہی کر۔ اللّٰھم آمین۔ دیکھو کتنی معمولی بات ہے کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہے اور اس پر اسے کہا جاتا ہے کہ اگر واقعی تیرا یہ ایمان ہے تو اس کی قسم کھا کر بیان کر دے اور دوسو روپیہ سکہ رائج الوقت انعام لے لے ...... اگر مولوی صاحب قسم نہ کھائیں اور ان دیگر نو وارد مولوی صاحبان میں سے ہی جو مندرجہ بالا قسم کھالیں ان کو بھی ۱۵، ۲۰، ۲۵ روپے تک ان کی عدوّانہ حیثیت کے مطابق مل سکتا ہے اور انعامی رقم وہ قسم کھانے سے پیشتر وہ اپنی تسلّی کیلئے کسی معتبر شخص کے پاس ہم سے جمع کروالیں۔ لیجئے ہم بلا کسی انعام کے اپنے عقیدہ پر پہلے حلف اٹھاتے ہیں۔ سنیے ہمارا عقیدہ ہے کہ مسیح اسرائیلی دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح آچکا

ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی تھا اور یہ سب کچھ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور خدائے تعالیٰ کی تازہ وحی سے ثابت ہو چکا ہے اور ہمارا یہی ایمان اور یقین ہے اگر ہم نے اس میں جھوٹ کہا ہے تو اصل حقیقت کو دل میں چھپایا ہے تو خدائے تعالیٰ ہم کو اور ہمارے بیوی بچّوں کو لَعۡنَةُ اللهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡن کے نیچے مورد عذاب کرے۔ آمین۔''

الدّاعی الی الخیر مسیح موعودؑ کا ادنیٰ غلام خاکسار قاسم علی

افسر تبلیغ قادیان ۲۱-۳-۱۹

(۳) تیسرا اشتہار سلسلہ احمدیہ کے ۲۵ بڑے بڑے بزرگ اصحاب کی طرف سے بعنوان ''کیا مولوی ثناء اللہ صاحب مباہلہ کیلئے تیار ہیں'' باین الفاظ شائع ہوا:۔

''اے قادر ذوالجلال ہم سب جو تیرے حضور کھڑے ہیں۔ تیری ذات وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تیرا برگزیدہ رسول اور مسیح موعود اور مامور من اللہ اور اس کی تمام پیشگوئیاں اور الہامات تیری طرف سے اور تیرا کلام ہیں اور ہم اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں مگر مولوی ثناء اللہ اس کو مفتری علی اللہ اور کاذب اور دجّال کہتا ہے پس اگر ہم ایسا کہنے میں جھوٹے ہیں تو ہم کو اور اگر مولوی ثناء اللہ اِس کہنے میں جھوٹا ہے تو اسکو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت لا کر مورد عذاب بنا آمین۔ اس دعا پر آپ سب لوگ کہیں آمین اور اس کے بعد آپ یہ دعا کریں ''اے ذوالجلال والاکرام عزیز ذوانتقام مَیں تیری ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مفتری علی اللہ کذّاب اور دجّال تھا اس کا دعویٰ مسیح موعود اور مامور من اللہ ہونے کا انسانی اور نفسانی افتراء تھا ان کی تمام پیشگوئیاں اور الہامات محض شیطانی وساوس اور تقوّل علی اللہ ہیں۔ نہ اس کو اے خدا تجھ پر ایمان تھا نہ اسلام سے تعلق اور مَیں اس پر علی وجہ البصیرت یقین رکھتا ہوں لیکن میرے مدّمقابل اسکو مامور من اللہ و رسول اللہ اور مسیح موعود مانتے ہیں پس اگر

مَیں یہ خلاف واقعہ کہہ کر حقیقت کو چھپاتا ہوں اور ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو مجھے اور اگر فریق مقابل جھوٹا ہے تو اس کو **لعنة اللہ علی الکاذبین** کی آیت کے ماتحت لا کر مورد عذاب بنا۔ آمین۔ اس پر ہم سب کہیں گے آمین اور مباہلہ ختم ہوگا آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اپنے بھائی بند موجودہ مولوی صاحبان کو اور دیگر جو شخص بھی اس کارِثواب میں ساتھ دینا چاہے اسکو بھی اپنے ساتھ ملا لیں اور یہ ہماری عین خواہش ہے کہ علماء جو یہاں آئے ہوئے ہیں اگر آیت مباہلہ پر ایمان اور مرزا صاحب کے کذب پر یقین رکھتے ہیں تو آپ کے شریکِ حال ہو کر اپنا ایمانی نمونہ دکھائیں اب ہم امید کرتے ہیں کہ ایسے مباہلہ کیلئے کوئی نیا حیلہ بنا کر گریز کی راہ اختیار نہ کریں گے اور فوراً میدانِ مباہلہ میں جو اسی جگہ اسی میدان میں ہوگا نکل آئیں گے اب آخر بار بھی فرار پر فرار کا بدنما داغ یہاں سے اپنی پیشانی پر لگوا کر نہ جائیں گے۔ پس گواہ رہ تو اے زمین اور سُن لے تو اے آسمان اور شاہد رہو تم اے یہاں کے رہنے والو ہندو اور مسلمانو! اور یاد رکھو تم اے باہر سے آئے ہوئے مخالف مولویو اور غیر مولویو! کہ جو شخص اب اس قرآنی مباہلہ سے انکار کرے اور تکذیب اور تکفیر سے بھی باز نہ آئے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اور ملائکہ اور کل جہان کے لوگوں کی لعنتیں ہوں۔ آمین۔''

(۴) چوتھا اشتہار میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق نے بعد مباحثہ مالیر کوٹلہ جو خان احسان علی خان شیعہ رئیس مالیر کوٹلہ نے ثناء اللہ کے ساتھ کرایا تھا بعنوان ''مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بلا شرط ایک ہزار روپیہ انعام باجازت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز شائع کیا کہ مباحثات تو کافی سے زیادہ آپ کے ساتھ ہر مسئلہ پر ہو چکے ہیں اب صرف وہی ایک طریق آپ کیلئے باقی ہے جس سے آپکو ہمیشہ انکار اور حیلہ کر کے فرار کرنا پڑتا ہے اس لئے ہم آپ کو نہایت آسان طریق سے جس میں نہ شرائط کا الجھیڑا نہ دنوں تک تُو تُو مَیں مَیں کا بکھیڑا بلا شرط آپ کا دامنِ حرص ایک ہزار روپے سے پُر

کردیتے ہیں اور وہ اس طرح کہ آپ بلا کسی حیلہ وحوالہ اور چون و چرا کے مندرجہ ذیل الفاظ میں حلف اُٹھائیں اور مبلغ ایک ہزارروپے انعام پائیں قسم سے پیشتر چند آیات بمعہ ترجمہ ہم پڑھ دیں گے اس کے بعد یہ حلف ہوگا۔

''مَیں ثناء اللہ خدائے قہار وجبّار عزیز ذوانتقام قادر توانا وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ مسیح ناصری کی بجائے ایک غیر شکل کو اس کا ہمشکل بنا کر صلیب پر چڑھا دیا تھا اور عیسیٰ ابن مریم کو جبریل آکر سوراخ سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا تھا جہاں وہ اب تک بجسد عنصری زندہ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں اسی خاکی جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوکر دجّال کو جو ایک آنکھ سے کانا ہوگا قتل کرے گا اور تمام یہود اور نصاریٰ اس پر ایمان لائیں گے اور یہ سب کچھ قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ وفات مسیح اور مسیح موعود اور مامور من اللہ ہونے کا سراسر افترا تھا۔ اس کی تمام پیشگوئیاں اور الہامات محض شیطانی وساوس اور افترا علی اللہ ہیں۔ اور اس کی وفات آخری فیصلے والے اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کے مطابق اس کے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ہوئی تھی اور مجھے اس کی تکذیب میں صادق قرار دینے کی غرض سے زندہ رکھا اور یہ فیصلہ اس کی تکذیب کے واسطے اے خدا تُو نے ہی کیا تھا اور تیرے نزدیک وہ جھوٹا ثابت ہوا جس پر مَیں علی وجہ البصیرت ایمان اور یقین رکھتا ہوں اور مالیر کوٹلہ والے مباحثہ کے بعد مَیں اسی یقین اور ایمان پر بروئے قرآن وحدیث وواقعات حقہ قائم ہوں اور تمام دلائل جو فریق مقابل نے مباحثہ مالیر کوٹلہ میں صداقت مرزا کے دیئے ہیں وہ سب غلط ہیں ان سے وہ دعویٰ مسیحیت و مہدویت و ماموریت میں صادق ثابت نہیں ہوتا اور مَیں نے جو تکذیب کے دلائل دیئے ہیں وہ بالکل ہی الٰہی قانون اور کلام ربّانی وآیات قرآنی کے مطابق ہیں جن سے وہ علیٰ وجہ الکمال کاذب اور مفتری علی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ پس اے قادر وتوانا تُو اصل حقیقت سے واقف ہے اگر میری یہ شہادت تیرے علم اور تیرے کلام اور تیرے رسولِ اکرم کے فرمان کے خلاف ہے یا میں اس اصل حقیقت کو دل میں چھپا کر کوئی امر اس کے خلاف کہتا ہوں اور مرزا واقعی تیرا ماموراور مسیح موعود ہے تو

مجھے اور میرے بیوی بچوں کولعنت اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اس جھوٹ کی سزا میں ایک سال کے اندر برباد اور مورد لعنت وعذاب بنا تا کہ دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوائے خدا تو ایسا ہی کر۔آمین۔ یہ حلف بلاکسی تغیر وتبدّل وترمیم کے بمقام مالیر کوٹلہ جامعہ مسجد میں کھڑے ہوکر تین بار اُٹھانا ہوگا جس کے آخر میں ہر بار ہم آمین کہیں گے۔اس کے بعد فوراً قبل اس کے کہ آپ مسجد سے باہر نکلیں ایک ہزار روپیہ نقد آپ کو دیا جائیگا جس کی واپسی کی کوئی شرط نہ ہوگی۔ یہ روپیہ قسم کھانے سے پیشتر آپ کی منظوری آنے پر خان احسان علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے پاس ہم امانت رکھا دیں گے جو حلف اٹھانے کے بعد آپ کو دیدیں گے۔ مَیں جناب خانصاحب احسان علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ کو خدا کا واسطہ اور سیّد الشہداءکربلا کا واسطہ دیکر توجہ دلاتا ہوں کہ آپ نے جس طرح مولوی ثناءاللہ صاحب کو مجبور کر کے مباحثہ کرایا تھا اسی طرح اب اس الٰہی فیصلہ کیلئے جس میں نہ زیادہ وقت صرف ہوگا نہ کس قسم کی الجھن ہے فقط ہماری پیش کردہ حلف مسجد میں کھڑے ہوکر تین مرتبہ بآواز بلند اپنی زبان سے بیان کردینی ہے جس کے معاوضہ میں ایک ہزار روپیہ ملتا ہے جو ہم آپ کے پاس یوم حلف سے قبل امانت رکھ دیں گے۔آپ مولوی ثناءاللہ کو آمادہ کر کے نشان صداقت حضرت مسیح موعود دیکھیں اس فعل سے آپ عنداللہ ماجور ہوں گے کہ آپ کے ذریعہ ایسا کھلا کھلا فیصلہ لوگوں کی ہدایت اور صادق وکاذب کی شناخت کا ہوجائے گا اور جس سے ہمیشہ مولوی صاحب پہلوتہی اور گریز کرتے رہے ہیں آخر میں دیگر اصحاب وارباب دانش وعلم ودیگر ہواخواہانِ امرت سری سے بالخصوص درخواست کرتا ہوں کہ فرداً فرداً یا مشترکاً جمع ہوکر اپنے ہیرو امرتسری کو اس قربان گاہ پر کھڑا کرنے کی مقدور بھر کوشش کریں اگر وہ نہ مانیں تو جان لیں کہ وہ دعویٰ تکذیب مسیح موعودؑ میں یقیناً جھوٹا ہے اور جانتا ہے کہ قسم کھائی اور موت آئی پس ایسے بزدل خبیث کا آئندہ ساتھ نہ دیں اور صادق مامور کے ساتھ ہوجائیں۔

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی

تو زبردست کا ساتھی بن جا تا تو بھی غالب بن جائے

اس خط کا جواب بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے ہمارے نام آنا چاہئے اور حلف سے پندرہ روز پیشتر تاریخ مقرر کر کے ہم کو اطلاع دینی چاہئے تا کہ ہم تاریخ مقرّرہ سے ایک دن پہلے ہزار روپیہ لے کر مالیرکوٹلہ پہنچ جائیں۔ **والسلام من اتبع الھدیٰ**

(قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان)

(۵) اشتہار پنجم ایک زمیندار ساکن موہلن کے تحصیل وزیرآباد نے غیر احمدیوں کو سات ایکڑ اراضی نہری دینے کا اعلان فاروق ۱۸/ مارچ ۱۹۱۷ء میں شائع کرایا۔ چار شرائط درج کر کے لکھا کہ اگر چند علماء مل کر اس مسئلہ متنازعہ شائع شدہ مندرجہ احمدیہ کتب کے دلائل کی تردید کرنا چاہیں تو بھی کر سکتے ہیں اگر کوئی اکیلا تردید کرنا چاہے تو بھی محلِ اعتراض نہ ہوگا یہ مسئلہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کی پہلی سیڑھی ہے لہٰذا جملہ علماء فضلاء و پیرزادگان کی خدمت میں التماس ہے کہ ضرور اس کی تردید پر قلم اُٹھائیں تو چونکہ علماءِ دین کو کسی انعام کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن شائد بلا اُجرت کسی صداقت کی تائید یا باطل کی تردید کرنا بعض خادمانِ دین کو شاق گزرے اس لئے بذریعہ تحریر ہٰذا ہر خاص و عام جو حضرت مسیح موعود کے اس وقت منکر ہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ حسب شرائط بالا حیات مسیح کا ثبوت اور وفات مسیح ناصری کے دلائل مندرجہ کتب احمدیہ کی تردید عرصہ ایک ماہ میں بشکل کتاب مطبوعہ شائع کر دیں اور اس پر حلفی شہادت بالفاظ ذیل مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا پیر مہر علی شاہ صاحبان بھی درج کرائی جائے کہ واقعی دلائل تردید وفات مسیح ناصری مندرجہ کتب ہٰذا مقابل دلائل وفات مسیح ناصری مندرجہ کتب سلسلہ احمدیہ کے مکمل اور درست اور قطعیۃ الدلالت نا قابل تردید ہیں اگر ہم جھوٹ فیصلہ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم پر اسی دنیا میں لعنت کرے اور ہم پر عبرتناک عذاب نازل ہو اور یہی بیان مصنّف یا مصنّفان کو بھی اپنی تصنیف کے متعلق کم از کم تین ہفتہ وار اخباروں میں شائع کرنا ہوگا تو

ایسے شخص یا اشخاص کو بطور انعام اراضی ۱۷ ایکڑ جس کو خریف ۱۹۱۶ء سے نہری آبپاشی شروع ہوچکی ہے عمل اور دخل دے دیا جائے گا اب یہ موقع ہے کہ منکرین اپنے علمی جوہر دکھائیں اور میدان میں تشریف لائیں اور انعام پائیں ورنہ حق سے شرمائیں اور مخلوق کو نہ بہکائیں۔ بصورت خاموشی یہ سمجھ لیا جائے گا کہ منکرین کے عقائد ریگ کی دیوار ہیں اس لئے امید نہیں کہ وہ اس میدان میں مقابلہ میں قدم رکھیں۔ نوٹ:۔ قبل از تحریر جواب راقم کو بذریعہ مطبوعہ اشتہار اطلاع دی جائے کہ حسب شرائط بالا تردیدی مضمون لکھنا شروع کر دیا گیا ہے۔

خاکسار غلام حسین ولد محمد خان ساکن موہلن کے اس چیلنج کے پورے تین سال کے بعد اسی گاؤں کے نو اور غیر احمدی اشخاص نے حسب ذیل کھلی چٹھی الفضل ۱۶ر فروری ۱۹۲۰ء میں شائع کرائی:

''بخدمت جناب مولوی محمد حسین بٹالوی و پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی و پیر جماعت علی شاہ صاحبان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا اس زمانہ میں کیا ہے اور لاکھوں انسانوں نے ان کو قبول کر لیا ہے اور آپ تا حال منکر ہیں احمدی جماعت آپ کو غلطی پر اور آپ ان کو غلطی پر یقین کرتے ہیں اس امر کا فیصلہ بذریعہ مناظرہ یا مباہلہ ہوسکتا ہے لہٰذا بڑے ادب سے التماس ہے کہ آپ بغرض مباہلہ بمقابل مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کے اشتہار مطبوعہ بغرض مباہلہ فوراً شائع کر دیں تا کہ بذریعہ مباہلہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور خلق خدا گمراہ نہ ہو۔ آپ کو خاکساران اس وقت تک رہبر دین خیال کرتے ہیں اور آپ کو اسی لئے تکلیف دیتے ہیں کہ ضرور آپ بذریعہ مقابلہ مباہلہ اس

متنازعہ امر کا فیصلہ کر کے دنیا پر حق و باطل واضح کر دیں۔

(۲) وفات مسیح ناصری میں جس قدر دلائل لٹریچر جماعت احمدیہ میں درج ہیں ان کی تردید بروئے قرآن مجید و احادیث صحیحہ ایک مطبوعہ رسالہ میں ایک ماہ میں شائع فرمایا جائے اور رسالہ مذکورہ پر تصدیق اس امر کی درج ہوگی۔ہم مولوی محمد حسین بٹالوی و پیر مہر علی شاہ و جماعت علی شاہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر یقین کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حیات مسیح ناصری کے دلائل پیش کردہ ہمارے روبرو قرآن مجید و حدیث شریف درست ہیں اور ہم نے وفات مسیح ناصری کی جملہ دلائل مندرجہ احمدیہ لٹریچر پر پورا غور کرلیا ہے اور وہ باطل غلط اور خلافِ قرآن مجید اور حدیث شریف ہیں۔دلائل مسیحیت و مہدویت مرزا صاحب مدعی کے بھی خلاف قرآن مجید و حدیث ہیں اگر ہم اس حلف میں غلطی پر ہیں تو عرصہ ایک سال میں اللہ تعالیٰ ہم کو عذاب الیم سے ہلاک کرے اور اگر ہم راستی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے۔اس حلفیہ بیان کو اخبار الفضل پیسہ اخبار اور اہل حدیث میں چھپوا کر شائع کیا جائے۔نوٹ:۔ان ہر دو طریق سے خاکساران کی تسلّی فرمائی جائے ورنہ ہم مرزا صاحب کو مہدی و مسیح تسلیم کرلیں گے۔اس وقت تک ہم نے بیعت نہیں کی ہے۔

العبد غلام رسول بقلم خود

عبداللہ۔احمد علی۔چوہدری خدابخش۔نادر شاہ۔احمد دین۔محمود شاہ علی گوہر۔

(۸) الفضل ۴ رنومبر ۱۹۱۹ء سیٹھ عبداللہ الہ دین سکنہ سکندرآباد دکن نے ایک اشتہار دس ہزار روپے انعام کا شائع کیا۔جس میں لکھا کہ:

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل : ۱۶)

جب تک ہم ایک رسول مبعوث نہ کرلیں دنیا میں عذاب نازل نہیں کرتے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا

یعنی ضرور اللہ تعالیٰ اس اُمّت کیلئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو تازہ کریگا۔

پھر فرمایا:

مَنۡ مَاتَ وَلَمۡ یَعۡرِفۡ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدۡ مَاتَ مِیۡتَۃً جَاھِلِیَّۃً

یعنی جو شخص مر گیا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور نہ مانا وہ بیشک جاہلیت کی موت مرا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے کلاموں کے مطابق حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی اس چودھویں صدی کے مجدّد اعظم ربانی امام زماں اور مرسل من اللہ ہیں اس لئے آپ کا انکار اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول کا انکار ہے آپ کے ہر ایک منکر کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپؑ اپنے دعووں میں نعوذ باللہ سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کلاموں کے مطابق سچّا مدعی ہے اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دسہزار روپیہ انعام حاصل کیا جائے۔

خاکسار عبداللہ الہ دین آکسفورڈ سٹریٹ سکندرآباد دکن

(۹) رحمت علی اہلسنت والجماعت رسول ضلع گجرات نے بعنوان 'مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث کے نام کھلی چٹھی (الفضل ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۹ء میں شائع کرائی اور لکھا:

''جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ان مذکورہ بالا ہر دو واقعات کے متعلق ایک صاحب سید عبدالحمید صاحب احمدی کمرشل ہاؤس کوہ منصوری نے ۱۳ر ستمبر ۱۹۲۹ء کے الفضل میں ایک مضمون شائع کرایا جس میں لکھا کہ:

''اگر آپ حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ اپنے اخبار اہلحدیث میں شائع کر دیں کہ

میرے ساتھ مرزا صاحب نے یہ مباہلہ کیا تھا کہ صادق کی زندگی میں کاذب ہلاک ہو اور یہ لدھیانہ والا مباحثہ جس کی علّت غائی یہی مباہلہ تھا اور اس کا فیصلہ جو غیر مسلم ثالث نے کیا وہ ہر طرح غلطی سے مبرّا تھا اگر مَیں اپنے بیان میں کاذب ہوں تو وہ علّام الغیوب خدا جسکی شان يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اپنی صفت قہاری کے ماتحت مجھ کو اور میرے اہل وعیال کو ایک سال کے اندر اندر ایسے عذاب الیم میں گرفتار کرے جس سے کہ نہ میں خود بلکہ میرے اہل وعیال اور ساری دنیا یہ سمجھ لے کہ بیشک یہ جھوٹے حلف کا بد انجام ہے جو ایک صادق اور راستباز انسان کو کاذب بنانے کیلئے شائع کیا تھا اور آپ نے میرا پیشکر دہ مضمون لفظ بلفظ اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیا اور ساتھ اس مضمون کی نقل جو حرف بہ حرف آپ کے قلم یعنی ہاتھ سے لکھی ہو جو میرے پاس بذریعہ رجسٹری بھیج دی تو میں خدائے تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو حاضر ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ بغیر اس بات کا انتظار کے کہ آپ اور آپ کے اہل وعیال کے اوپر ایک سال کے اندر عذاب آتا ہے یا نہیں وہی رقم جو مَیں نے لدھیانہ میں دی تھی یعنی ایک سو ایک روپیہ دوبارہ منی آرڈر یا ڈرافٹ پے ایبل امپیریل بنک آف انڈیا امرتسر آپ کے نام بھیج دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔'' اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ کو اگر اس پر کامل یقین ہے کہ واقعہ میں مرزا صاحب میرے ساتھ مباہلہ کر کے فوت ہو گئے ہیں اور وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہ تھے تو آپ کو سیّد صاحب کے پیشکر دہ مطالبہ پورا کرنے میں کیا فکر ہے آپ بیشک کھلے دل سے اطمینان کے ساتھ اپنے اخبار میں ان کا مطالبہ شائع کر دیں اور انعام جو کہ انہوں نے مقرّر کیا ہے حاصل کر لیں تا کہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے اور آپ کی فتح کا ڈنکا تمام دنیا میں بج جائے۔

راقم خاکسار

رحمت علی اہل سنت والجماعت رسول ضلع گجرات

واقعی دعائے مباہلہ اور دعائے تمنائے موت دوایسے فیصلہ کن طریق ہیں جس سے بقول رحمت علی اہلسنت والجماعت غیر احمدیوں کا ڈنکا تمام دنیا میں بج سکتا ہے مگر افسوس اس خدائی فیصلہ کی طرف آتے ہوئے انکی جان قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے اور ملک الموت آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے صرف غلام دستگیر قصوری کو جرأت ہوئی جس نے اپنی کتاب میں دعائے تمنائے موت شائع کی اور مر گیا اور اسی طرح پنڈت لیکھرام وغیرہ کوئی ۱۳۵ اشخاص نے وقتاً فوقتاً فرداً فرداً مختلف طریق سے مباہلے کئے اور ہلاک ہوگئے جن کے تفصیلی حالات حضرت مسیح موعود کی کتب میں مندرج ہیں پھر اس کے بعد کسی مولوی پیر پادری پنڈت لیڈر وغیرہ نے جرأت نہ کی حالانکہ یہ نہایت سہل اور آسان فیصلہ کا طریق ہے گھر بیٹھے ہی دعائے مباہلہ یا تمنائے موت اخبارات میں شائع کر کے بڑی بڑی انعامی رقومات بذریعہ منی آرڈر وصول کر سکتے ہیں راقم مضمون نے کئی بار نوٹ جیب سے نکال کر اور علماء کو دکھلا کر اس طریقِ فیصلہ پر آمادہ کرنا چاہا مگر کسی منکر کو حوصلہ نہ پڑا اب بھی میری طرف سے منکرین کے لئے کھلا چیلنج ہے جب چاہیں آئیں اور صداقت کو آزمائیں خصوصاً ان کے لئے جو کسی دلیل کو نہ مانیں اور کسی علمی بات کو نہ سمجھیں وہ اس خدائی طریق فیصلہ سے اپنا اطمینان کریں اور بقول ایڈیٹر زمیندار اسلام کی سیزدہ صد سالہ مقدس روایات نے ہم سب کو بتا رکھا ہے وہ مسنون طریق مباہلہ کا ہے جو اس عدل گستر دربار سے انصاف طلب کرنے والوں کا دوٹوک فیصلہ کر دینے والا ہے۔ بالآخر وہ اصحاب جن کو تحقیق حق کا شوق اور اپنی عاقبت کا فکر ہے۔ محض اس عُذر سے وہ رُکے ہوئے ہیں کہ وہ بقول مولوی ثناء اللہ کسی دلیل کو نہیں جانتے اور کسی علمی بات کو نہیں سمجھ سکتے ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے پیروں فقیروں، مولویوں، پیشواؤں کو اس قربان گاہ پر کھڑا کرنے کی مقدور بھر کوشش کریں ان کے لئے شناختِ حق کی یہی سہل تر راہ ہے اگر وہ اس قربان گاہ پر نہ آئیں اور نہ مانیں تو ان بزدل خبیثوں کو چھوڑ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو جائیں اور خدا کو راضی کریں۔

متلاشئ حق: صادق اور کاذب میں ما بہ الامتیاز کیا ہے۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ جھوٹے نبی بالکل سچے نبیوں کی طرح کامیاب ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کی پوری مدد اور نصرت کرتا ہے جیسے ابومنصور۔ محمد بن تومرت کی مدد کی۔

احمدی: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا گیا کہ یہ شاعر ہے۔ اپنی کلام کو خدا کی کلام قرار دے رہا ہے تو خدائے تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو بیان فرما کر اسی رکوع ۶ پارہ ۲۹ میں فرمایا:

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۵﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۶﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۸﴾

(الحاقّہ : ۴۴۔۴۸)

اگر یہ مدعی الہام بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے اس کو کوئی بچا نہ سکتا۔

پانچواں معیار:

جھوٹا مدعی الہام و نبوّت ہلاک ہو جاتا ہے۔ لمبی مہلت اور کامیابی نہیں پا سکتا

چنانچہ اس آیت کی تفسیر علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ پر حسب ذیل لکھی ہے:

> ''اس آیت میں مفتری کی حالت تمثیلاً بیان کی ہے کہ اس سے وہی سلوک ہوگا جو بادشاہ اس شخص سے کرتے ہیں جو ان پر جھوٹ باندھتا ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ایسا ہونا ضروری اور واجب ہے تاکہ صادق اور کاذب کے حالات مشتبہ نہ ہو جائیں گویا جس طرح آیت اس معیار کی مؤید ہے عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔''

(۲) امام ابوجعفر طبری تفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۲۹، ۳۹ پر لکھتے ہیں:

(ترجمہ) اگر آنحضرت ﷺ نے ہم پر افتراء باندھا ہوتا تو ہم اسے سخت گرفت کرتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جلد سزا دیتا اور اتنی مہلت نہ دیتا۔

(۳) علامہ زمخشری تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲۴ پر لکھتے ہیں (ترجمہ):

''اگر یہ مدعی ہم پر افترا کرتا تو ہم جلد اس سے انتقام لیتے اور اس کو قتل کر دیتے جیسا کہ بادشاہ ان کے ساتھ کرتے ہیں جو ان پر جھوٹ باندھتے ہیں۔''

(۴) علامہ شیخ احمد صادق تفسیر صادق علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں۔ (ترجمہ)

''اگر ہم پر جھوٹ باندھتا تو ہم اسکو فوراً مروا دیتے''۔

(۵) ابن کثیر جلد ۱۰ صفحہ ۷۱ پر لکھتا ہے (ترجمہ:)

''اگر یہ رسول اپنے پاس سے ایک بات بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اس کو جلد سزا دیتے''

اس آیت کی تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۳۶ و علامہ سیوطی نے جلالین صفحہ ۴۷۱ پر اور فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۷ پر اور شہاب البیضاوی جلد ۸ صفحہ ۲۴۱ پر علامہ الخطیب نے السراج المنیر جلد ۵ صفحہ ۳۶۳ پر قریباً قریباً یہی تفسیر کی ہے۔

بہرحال مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں مفتری کی جلد بربادی اور ہلاکت کا معیار مذکور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کاذب مدّعی الہام کو ۲۳ برس تک پہنچنے کا موقعہ نہیں دیتا اس آیت کی تائید اور تشریح قرآن کریم کی متعدد آیات میں مذکور ہے کہ مفتری جلد ہلاک ہو جاتا ہے اور امّت بنانے اور نبوّت منوانے میں ناکام رہ کر مر جاتا ہے چنانچہ سورہ طٰہٰ رکوع ۳ میں فرمایا:

(۱) قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰہٰ : ۶۲)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل : ۱۱۷)

(۳) قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ (ہود : ۳۶)

(۴) سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ (الاعراف : ۱۵۳)

(۵) إِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ (المؤمن : ۳۹)

(۶) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ...... اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ (الانعام : ۹۴)

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر افترا کرتا ہے یعنی جھوٹی وحی خدا کی طرف منسوب کرے یا پھر وہ بڑا ظالم ہے جو خدا کے نشانوں یعنی نبیوں کی نبوّتوں کا انکار کرے بیشک جو ان میں سے بڑا ظالم ہوگا اس کی یہی علامت ہوگی کہ وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوگا چنانچہ اس وقت کافر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا سمجھتے ہوئے آپ کی ہلاکت کے منتظر تھے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (الطور : ۳۱)

کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کی ہلاکت کے منتظر ہیں یہ آیات اس بات میں قطیعۃ الدلالت ہیں کہ مفتری ہلاک کیا جاتا ہے اپنے مقصد میں ناکام رہ کر جلد مورد عذاب ہو کر تباہ ہو جاتا ہے تورات اور انجیل میں بھی مفتری کیلئے یہی قتل و ناکامی درج ہے:

(۱) یرمیاہ $\frac{۱۴}{۱۵}$ میں لکھا ہے "خداوند یوں کہتا ہے ان نبیوں کی بابت جو میرا نام لے کر نبوّت کرتے ہیں جنہیں میں نے نہیں بھیجا...... یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جاتے ہیں"

(۲) استثناء $\frac{۱۸}{۲۰}$ میں لکھا ہے "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا مَیں نے اسے حکم نہیں دیا یا وہ اَور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا"

(۳) حزقیل $\frac{۱۳}{۸}$ میرا ہاتھ ان نبیوں پر جو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلے گا۔

(۴) اعمال $\frac{۵}{۲۸}$ میں لکھا ہے ''کہ یہ تدبیر یا کام اگر اور آدمیوں کی طرف سے ہوا تو آپ برباد ہوجائے گا لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم اس کو مغلوب نہ کر سکو گے''

(۵) حضرت مسیح ناصریؑ یوحنا $\frac{۱۶}{۳۳}$ میں فرماتے ہیں ''میں دنیا پر غالب آیا ہوں و $\frac{۱۰}{۲۵}$ جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں۔''

(۶) قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر یہی معیار پیش کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومن : ۵۳)

ضرور ضرور ہم اپنے رسولوں اور ماننے والوں کی اسی دنیا میں مدد کرتے ہیں۔

(۷) كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ : ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے لکھ چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔

(۸) اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر)

جب خدا کی فتح اور نصرت آئیگی تو لوگوں کو دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھے گا۔

(۹) وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۱۷۲-۱۷۴)

ہمارے رسولوں کے متعلق پہلے سے ہمارا یہی فیصلہ ہے کہ وہی مظفر و منصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔

علماء اہلسنّت و اہلحدیث کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ مفتری جلد ہلاک ہو جاتا ہے صادق نبیوں کی طرح مظفر و منصور نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید و تورات انجیل کی تصریحات کے پیش نظر اس عنوان کی ضرورت نہ تھی لیکن اتمامِ حجّت کی خاطر اس ضمن میں بھی چند اقتباس درج ذیل ہیں

(۱)عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ(ترجمہ)

''عقل اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ یہ امور(معجزات، اخلاق عالیہ وغیرہ) غیر نبی میں نہیں پائے جاتے نیز یہ بھی کہ خدا یہ باتیں کسی مفتری میں جمع نہیں کرتا اور یہ بھی کہ اس کو تیئیس برس مہلت نہیں ملتی۔''

(۲)امام ابن القیمؒ ایک عیسائی مناظر کے سامنے بطورِ دلیل صداقت زاد المعاد جلد ا صفحہ ۵۰۰ پر فرماتے ہیں:

''یہ کس طرح ممکن ہے کہ جس کو تم مفتری قرار دیتے ہو وہ مسلسل ۲۳ برس تک اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بایں ہمہ اس کو ہلاک کرنے کی بجائے اس کی تائید کرے۔''

(۳)شرح العقائد کی شرح النبر اس کے صفحہ ۴۴۴ پر لکھا ہے:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ۶۳ سال کی عمر میں آپؐ کا وصال ہو گیا گویا حضور بعد دعویٰ وحی ۲۳ برس زندہ رہے اور یہ صداقت کا کامل معیار ہے یعنی جو مدعی الہام اتنا عرصہ مہلت پالے وہ یقیناً سچا ہے۔''

(۴)مولوی ثناء اللہ نے تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے:

''نظامِ عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدّعی نبوّت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے(ب) دعویٰ نبوّت کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔''

(۵)تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۲۲ پر لکھا ہے:

''جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں یہ سزا بتلائی حالانکہ حضور بارگاہِ ایزدی میں سب سے محبوب ہیں تو پھر دوسرا مفتری کیونکہ سزا سے بچ سکتا ہے۔''

حضرت مسیح موعودؑ کا انعامی چیلنج در بارہ مفتری علی اللہ اور اس کی قطع وتین

آیات قرآنی وحوالہ جات بائیبل اور مسلمات اہلسنت واہل حدیث کے بعد ضروری ہے کہ ہم بتا دیں کہ از روئے واقعات یہ تئیس سالہ معیار نا قابل تردید صداقت اور ہر زمانہ میں مضبوط چٹان ثابت ہوا ہے اس کیلئے سب سے پہلے حضرت مسیح موعود کا وہ چیلنج درج کرتے ہیں جو حضور نے اپنے مخالفوں کے سامنے پانسو (۵۰۰) روپے کی انعامی رقم کے ساتھ پیش فرمایا:

''اگر یہ بات صحیح ہے کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باجود مفتری ہونے کے برابر ۲۳ سال تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنیوالے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو (۵۰۰) روپیہ نقد دے دوں گا۔'' (اربعین جلد ۳ صفحہ ۱۵)

کیا کوئی ہے جس نے ایسی نظیر پیش کی ہو۔تمام مخالفین کا ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہنا اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ ایسی نظیر کی تلاش سعی لا حاصل ہے۔

تاریخی شواہد در بارہ ۲۳ سالہ معیار و مفتری علی اللہ کی ہلاکت وقطع وتین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لاجواب چیلنج بجائے خود اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی مفتری نے افترا پردازی کرنے کے بعد ۲۳ سال مہلت پائی ہو اور صادق نبیوں کی طرح نبوت منوانے اور امّت بنانے میں کامیاب ہوا ہو۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز نے نبراس صفحہ ۴۴۴ پر لکھا کہ بیشک بعض لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کئے جیسا کہ مسیلمہ کذّاب اسود عنسی اور سجاح ہیں لیکن بعض ان میں سے قتل کئے گئے بعض نے توبہ کر لی بہرحال جھوٹے مدعی کی بات چند دن سے زیادہ نہیں رہی۔

(۲) امام ابن القیمؒ نے زاد المعاد جلد ا صفحہ ۵۰۰ پر لکھا کہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ

بہت سے کذّاب اور جھوٹے نبی پیدا ہوئے اور ان کی ابتداءً شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن وہ اپنے مقصد کو نہ پا سکے اور نہ ان کی مدّت لمبی ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے اتباع نے ان کی بیخ کنی کر کے اُن کو بے نام ونشان کر دیا اور ان کی گردن توڑ دی ابتداءِ دنیا سے اللہ کے بندوں میں یہی سنّت رہی اور تا قیامت رہے گی۔

(۳) مولوی ثناء اللہ نے تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷ پر لکھا واقعات گذشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امّت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ مسیلمہ کذّاب اور عبید اللہ عنسی کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ کس طرح ان دونوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ وجلال دیکھ کر دعویٰ نبوّت کئے اور کیسے کیسے خدا پر افترا باندھے لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آ کر کُچلے گئے اور کس ذلّت اور رسوائی سے مارے گئے اور کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا۔

(۴) محمد یعقوب پٹیالوی نے ایک جگہ نہیں بلکہ دو جگہ لکھا ہے:

''ایسے لوگ داؤ پیچ اور ہوشیاری اور چالاکی، دھوکے اور دمسازی، تصنع اور سخن سازی سے ہی کچھ فائدہ اٹھا لیا کرتے ہیں اور وہ بھی تھوڑے دن۔ بالآخر حق حق ہو کر رہتا ہے اور باطل باطل (تحقیق لاثانی صفحہ ۶۴) پھر اس نے عشرہ کاملہ کے صفحہ ۵۲ پر لکھا کہ ''اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایسے بہت لوگ گذرے ہیں جنہوں نے جھوٹے دعوے کئے اور جھوٹے الہام بنائے لیکن سنّتِ الٰہی کے مطابق بعض جلد بعض کچھ عارضی فروغ کے بعد انجام کار خائب وخاسر اس جہان سے رخصت ہوئے۔''

لَو تَقَوَّلَ کے شرائط اور قطع وتین کی زد سے بچ رہنے والے کذّاب، مدعی وحی و الہام نہ تھے

خدا کا نبی صرف خدا کی نازل کردہ کلام اور الہام کو ہی خدا کی وحی والہام کہتا ہے اپنے الفاظ کا نام وحی نہیں رکھتا۔ مگر جو شخص جعلسازی کرے اور اپنے کلام کو خدائے تعالیٰ کا کلام ظاہر کر کے انذاری تبشیری کلامِ نبوّت کا مدعی ہو وہ جعلی نبی آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا کی زد میں آ کر ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نبی کی پوزیشن لباس اور وردی میں ہو کر نبوّت کا مدعی ہوتا ہے جس سے صادق نبیوں کی نبوّت مشتبہ ہو سکتی ہے اور صادق اور کاذب میں کوئی تمیز نہیں رہ سکتی اس لئے ایسے مدّعی الہام کی سزا قطع وتین رکھی گئی ہے کیونکہ جو شخص دیدہ دانستہ خدا پر افترا کرتا ہے وہ لوگوں کو لوٹنے کے لئے ایسا کرتا ہے اور لوگوں کو بھی ایسے جعلسازوں سے دھوکا لگ سکتا ہے مگر جو شخص بوجہ دماغ کی خرابی کے مجنوں اور دیوانہ ہو یا بوجہ خرابی ہاضمہ ابخرہ وغیرہ کی شدّت سے اپنے پریشان خوابوں خیالوں کو خدا کی وحی اور الہام قرار دیتا ہے تو وہ شخص معذور ہوگا کیونکہ نہ وہ جعلساز ہے نہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے نہ لوگ اس دیوانے کے دھوکا میں آ سکتے ہیں کیونکہ وہ بیچارہ خود معذور ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم کے صفحہ ۶۳ پر فرمایا کہ:

> ''کوئی شخص عمداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعوے کرے کہ یہ باتیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اُس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی''

پھر حضورؑ نے تتمۂ اربعین کے صفحہ ۱۱ پر لکھا:

> ''اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں (اکبر وغیرہ) نے نبوّت کے دعوے کئے اور ۲۳ برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہئے اور وہ

الہام پیش کرنا چاہیئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ مَیں خدا کا رسول ہوں اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحیِ نبوّت میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔''

بعض نادانی سے یہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ اگر مفتری کو مہلت نہ ملتی تو مدعیانِ الوہیت فرعون و بہاء اللہ وغیرہ کو کیوں مہلت ملی اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ چونکہ خدائے تعالیٰ کا قانون ہر دو قسم کے کاذبوں کے لئے الگ الگ ہے نبوّت کرنے والے کیلئے اسی دنیا میں قطعِ وتین کی وعید فرمائی کیونکہ نبی انسانوں سے ہوتے ہیں اس لئے نبوّت مشتبہ ہو سکتی ہے اس لئے صادق اور کاذب کی تمیز ہونی اس دنیا میں ضروری تھی لہٰذا اس کی سزا بھی اسی دنیا میں رکھ دی اور مدعی الوہیت کے متعلق اپنا یہ بیان فرمایا:

وَمَنۡ يَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّىۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ ؕ (انبیاء:30)

یعنی مدعی الوہیّت کی اگلے جہان میں سزا رکھی چونکہ دعویٰ الوہیت سے الوہیت مشتبہ نہیں ہو سکتی تھی اور خدائی کا اِدّعا بہمہ حوائج بشریہ اہل عقل کیلئے موجب فتنہ و گمراہی نہیں ہو سکتا لہٰذا دونوں کی سزاؤں میں فرق ظاہر ہے بعض اس سے بڑھ کر ایک نہایت بیہودہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں اور بہتیرے جھوٹے فرقے ہیں اسی طرح کا یہ بھی ہوگا۔ وہ نادان قرآن شریف کے اس معیار کو بھول جاتے ہیں۔ خدا نے جھوٹے مدعی کی سزا ہلاکت اور قطعِ وتین اسی دنیا میں رکھی ہے تا کہ سچے نبیوں کی نبوّت مشتبہ نہ ہو جائے۔ دیگر خواہ لاکھوں گمراہ فرقے ہوں اُن سے نبوّت مشتبہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ان گمراہ فرقوں کے بانیوں کے نبوّت کے دعوے نہیں ہوتے بلکہ ایسے کثرت سے گمراہ فرقوں کی موجودگی تو ثابت کرتی ہے کہ کوئی خدا کی طرف سے مامور آنا چاہیئے جو اس فتنہ عظیم کو دور

کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دو شخصوں نے نبوت کے دعوے کئے ایک اسود عنسی جس کو فیروز دیلمی نے یمن میں قتل کیا دوسرا مسیلمہ تھا جو بڑا شعبدہ باز تھا اس کو ایک حبشی نے قتل کیا (بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۱۱۵) اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت بھی دو مشہور شخصوں نے دعویٰ کیا ایک الیگزینڈر ڈوئی شکاگو ملک امریکہ کا رہنے والا تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں الیاس نبی ہوں اور خدا نے مجھے اسلام کے تباہ کرنے کیلئے مامور کیا ہے دوسرا پنڈت لیکھرام پشاوری تھا جس نے اپنے الہام کلیات آریہ مسافر میں شائع کئے یہ آریہ مذہب کی اشاعت کیلئے کھڑا ہوا تھا جو تناسخ اور نیوگ کا قائل تھا حضرت مسیح موعود کی دعائے مباہلہ کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو گیا۔ پس جس طرح کوئی شریر آدمی دنیاوی گورنمنٹ میں جعلی حاکم بن بیٹھے اور لوگوں کا مال لوٹتا پھرے تو کیا دنیاوی حکومت اس سے کبھی درگذر کر سکتی ہے؟ اگر ایسا کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے اصلی حاکموں میں کوئی امتیاز نہ رہے گا اور سارا انتظام درہم برہم ہو کر امن و امان تباہ ہو جائے گا پس جب بادشاہ وقت ایسے مصنوعی افسروں کو جلدی پکڑ اور قرار واقعی سزا دیکر رعایا کو اس کے فتنہ اور بد اثر سے محفوظ کر لیتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خدائی حکومت میں اس کا کوئی ذلیل بندہ جعلی نبی اور مصنوعی پیغمبر بن کر اس کی مخلوق کو گمراہ کرتا پھرے اور وہ خاموش بیٹھا دیکھا کرے اور کچھ فکر نہ کرے اب ایک طرف آپ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات رکھئے اور دیکھئے کہ خدا پر افترا کرنے والے لوگ ہلاک کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی الگزنڈر ڈوئی لیکھرام پشاوری وغیرہ ہیچو قسم کے جھوٹے مدعی الہام اور نبوت کو رکھئے پھر ان کا انجام دیکھئے اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ خدا پر افترا باندھنے والے اس قہار کی قہری گرفت سے چھٹکارا نہیں پا سکتے اور بعد ہلاکت کے ان کا سلسلہ بھی قائم نہیں رہ سکتا اور ان کی اولاد اور مریدوں سے کوئی ان کا نام لیوا نہیں رہ جاتا پس یہ ہے صادق اور کاذب میں امتیازی فرق۔

حضرت مسیح موعودؑ قرآنی قانون کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی کے مطابق صادق انبیاء کی طرح کامیاب وکامگار ہوئے

تقریر حضرت مسیح موعودؑ جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی کو مامور کرتا ہے جو واقعی خدا کی طرف سے ہوتا ہے تو وہ دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کی ترقی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ روکنے والے ناکام اور نامراد رہتے ہیں اور ذلیل ہو جاتے ہیں ان کی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں کوششیں رائیگاں جاتی ہیں درحقیقت جو اس کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ وہ خدا کے ارادے کے مطابق کام کرتا ہے پس خدا کے ارادے کو اگر کوئی روکے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ خدا پر غالب آیا مگر خوب یاد رکھو کہ اللہ پر کوئی غالب نہیں آسکا............ بلا خدا کے ارادے کے ایسا کون شخص ہے جو کہے کہ ہزار ہا آدمی آئیں گے اور کہے بھی اپنی گمنامی کے زمانہ میں جتنے انبیاء پہلے گزرے ان کے کچھ بہت معجزے نہیں ہوتے تھے یہ معجزہ ہر پہلو سے ثابت ہے کوئی بڑا ہی ہٹ دھرم ہو اور جس میں ایمان نہ ہو تو وہ اس سے انکار کر سکتا ہے مذہبی مخالفت میں لوگ جھوٹ بولنا بھی ثواب سمجھتے ہیں مگر کوئی ہندو آکر قسم کھائے کہ اس زمانہ میں جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی کبھی کوئی آدمی آتا تھا اور کیا لاکھوں روپیہ اس وقت بھی آتا تھا ہرگز نہیں پس کیا یہ خدا کا کام نہیں اگر کوئی کہے کہ یہ اتفاقی بات ہے تو کوئی اور ایسا اتفاقی واقعہ پیش کیا جائے۔ دیکھو جب ہم نے پیشگوئی کی تو سب مخالف ہو گئے۔ مولوی ہندو سب یک زبان ہو کر مخالفت کرنے لگے فتوے جاری کئے گئے کہ جو ان سے السلام علیکم کرے وہ بھی کافر جو خوش خلقی سے کوئی بات کرے وہ بھی کافر پھر باوجود اس قدر جدوجہد کے راہوں پر بیٹھ کر لوگوں کو روکتے تھے......اب خود سوچکر دیکھو کہ کیا یہ انسان کے بس میں ہے کہ تن تنہا اپنی مشکلات پر غالب آئے ہم کسی کو بالجبر نہیں منواتے...... یاد رکھو کہ

جو مکّار اور مفتری ہوتے ہیں ان کا کام نہیں چلتا اگر اللہ تعالیٰ فرق کر کے نہ دکھلائے کہ فلاں میرے ساتھ ہے اور فلاں کا مَیں مخالف تو اندھیر پڑ جائے جو سچّے ہوتے ہیں خدا اُن کی مدد کرتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی عادت اللہ جس طرح مسافر کے گرد کتّے ہوتے ہیں اسی طرح جو اللہ سے آتا ہے اُس کے پیچھے یہ لوگ کتوں کی طرح پڑ جاتے ہیں حالانکہ اس میں وہ مادہ فساد نہیں ہوتا جو ان کے دل میں ہے آخرکار یہی کتے ہلاک ہوجاتے ہیں۔''

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳؍ستمبر ۱۹۰۴ء کے جلسہ میں فرمایا:

''بالآخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری نسبت جو مخالف لوگ مخالفت کرتے ہیں اور میرا انکار کرتے ہیں اگر وہ دعائیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے میری نسبت کشفِ حقائق چاہتے تو اُن کی آنکھیں کھل جاتیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے مخالفت میں حد سے زیادہ حصّہ لیا ہے اور میرے دعاوی پر غور نہ کی اور نہ میری کتابوں کو پڑھا اور نہ میری باتوں کو تعصّب سے خالی ہوکر سُنا وہ مجھے دجّال اور مفتری تو کہتے ہیں مگر وہ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ دجّال اور مفتری بھی اس قسم کی کامیابی حاصل کرتے ہیں یاد رکھو کہ اگر یہ انسان کا اپنا سلسلہ ہوتا تو کبھی کا تباہ ہوجاتا کیونکہ اس کے تباہ کرنے میں ہر طرف سے مخالفانہ کوشش ہو رہی ہے اور جب خدائے تعالیٰ کے بھی خلاف ہوتا تو وہ بھی اس کا دشمن تھا پھر کیا وجہ ہے کہ بجائے تباہ ہونے کے یہ ترقی کر رہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے انسانی کاروبار نہیں ہے تم جانتے ہو کہ میرا یہ دعویٰ آج سے نہیں بلکہ چوبیس سال سے مَیں دعویٰ کر رہا ہوں کہ خدائے تعالیٰ میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور اس نے مجھے مامور کیا ہے ......اس گمنامی کے زمانے میں علیم وخبیر خدا نے مجھے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جب لوگ فوج درفوج تیرے پاس آئیں گے مَیں لوگوں کو

کھینچ کر لاؤں گا...... پھر براہین احمدیہ میں یہ بھی موجود ہے کہ علماء مخالفت کریں گے اور حارج ہوں گے کہ تیری ترقی نہ ہولیکن مَیں ترقی دوں گا یقیناً یادرکھو کہ کسی مفتری یا کذّاب سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا اور نہ اس قدر مہلت اور فرصت اسے دی جاتی ہے اگر کوئی ایسا مفتری یا کذّاب پیش کیا جائے تو ہم قبول کریں گے۔ پھر ایسی مخالفت کے متعلق خبر بھی دی گئی ہو کہ ہر مخالفت کرنے والا اپنے منصوبوں اور تجویزوں میں ناکام اور نامراد رہے گا خواہ مولوی ہو یا فقیر امیر ہو یا کوئی اور ہوا بتک واقعات نے اس امر کو سچّا ثابت کر دکھایا ہے۔''

ان آیات مبارکہ میں خدائے تعالیٰ نے جھوٹے مدعی نبوت والہام کے انجام کو بیان کر دیا ہے کہ وہ مخذول و نامراد اور مورد عذاب اور راندہ درگاہِ ایزدی ہوتے ہیں دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ وحی والہامات فرمایا اہل دنیا علماء وفقراء وامراء ومشائخ اپنے بیگانے غرض ہر طبقہ کے لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گئے اور دنیا میں ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا کفر و الحاد کے فتوے پتھر اینٹوں کی بارش آپؑ پر ہونے لگی ہر رنگ ہر طریق سے لوگوں کو آپ سے ورغلایا گیا کوئی گروہ ایسا نہ تھا جس نے کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اٹھا رکھا ہو آپ کی تکفیر وتکذیب زوروں پر تھی دشمن چاروں طرف سے آپکی عزّت آبرو اور جان پر حملہ آور تھے آپؑ کے پاس کوئی حکومت طاقت جتھا نہ تھا کیونکہ آپ محض غربت اور درویشی کے لباس میں آئے تھے لیکن آپ پر یاس ناامیدی بھی طاری نہ ہوئی کیونکہ آپ اپنی صداقت پر مطمئن تھے اور جانتے تھے ؎

صادقاں رانورِ حق تابد مدام

کاذباں مُردند شُد تُر کی تمام

ترجمہ: سچّوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا نور ہمیشہ چمکتا رہتا ہے۔ جھوٹے مر گئے اُن کی ترکی تمام ہوئی۔

اس وقت ظاہری سامانوں میں سے ایک بھی آپ کے ساتھ نہ تھا آپ نے باآواز بلند دنیا کو خدا کا یہ الہام سنایا:

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول

کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی ظاہر کر دیگا''

نہ معلوم اس الہامی آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا کشش کہ یکایک دنیا کی کایا پلٹ گئی آنکھیں بدل گئیں ارادے تبدیل ہو گئے پھر کیا تھا ایک عالم آپ کے قدموں پر جھک پڑا آپ کا لگایا ہوا پودا پروان چڑھا بڑھا پھولا پھلا حتّٰی کہ آج ایک عظیم الشان درخت نظر آ رہا ہے جس کے نیچے لکھوکھا انسان بسیرا کرتے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب دنیا کے فرزند بے دل ہوں گے اور اس مصلحِ دوران کی حلقہ بگوشی کو قابلِ فخر یقین کریں گے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اُن حالات کا اندازہ کرو جن میں آپ نے دعویٰ کیا اور ان رکاوٹوں کو زیرِ نظر رکھو جن کا آپ کو مقابلہ کرنا پڑا اور پھر کامیابی پر غور کرو اور ﷲ بتاؤ کہ یہ کس کاذب کے منصوبے کا نتیجہ ہے اگر یہ انسانی ہاتھوں کا کام تھا تو کیا وجہ ہے کہ کروڑوں ہاتھ ایک ضعیف تر کسمپرس انسان کے سامنے شکست کھا گئے کیا یہ نمایاں طور پر نصرت خداوندی کا نمونہ نہیں؟ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ ثابت کرے کہ کوئی شخص نبی یا رسول مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر برابر ۲۳ سال تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نصرت ایزدی اس کے شامل حال رہی ہو اور وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوا ہو اور بعد وفات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کا سلسلہ جسمانی اور روحانی برابر جاری رہا ہو اگر ثابت نہ کر سکو تو پھر تم کو حضرت مسیح موعود کے ماننے میں کیا عذر باقی رہ جاتا ہے اے بھائیو! موت سر پر کھڑی ہے اعمال کا محاسبہ کر لو صادق کی تکذیب مہلک زہر ہے اس سے بچو اور خدا کے برگزیدہ پر ایمان لاؤ۔

❁

بابِ ہفتم

نبی کی تعریف اور حضرت مسیح موعودؑ اور انبیاء کے انذاری وتبشیری معجزات ونشانات

متلاشی حق: نبی کی مخصوص تعریف کیا ہے۔ نبی میں کون سے ذاتی اوصاف پائے جاتے ہیں جو غیر نبی میں نہ ہوں تا کہ نبی اور غیر نبی میں بیّن فرق ہو؟

احمدی: ہر ایک شخص کے دل میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ مَیں خدا کے ہاں سے آیا ہوں۔ ضروری ہے کہ وہ وہاں کی کوئی چیز بتائے یا دکھائے سو خدائے تعالیٰ کے ہاں کی عمدہ چیزوں میں سے ایک علم غیب ہے جس کا خزانہ صرف اُسی کے پاس ہے جس چیز کی مارکیٹ اور خزانہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کے پاس نہ ہو۔

نبی کی مخصوص تعریف اور انذار اور تبشیر میں کثرتِ وحی والہام

اسی کے متعلق کوئی کہہ ہی کس طرح سکتا ہے کہ یہ وہاں کی چیز نہیں۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ غیب کا علم اور اس خزانہ کی چابیاں خاص اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ (سورۃ الانعام : ۶۰)

فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَيۡبُ لِلّٰهِ (یونس : ۲۱)

یہ خزانہ ایسا مقفل ہے کہ اس کی چابیاں بھی سوائے خدا کے ہاتھ اور کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ پس اگر کوئی خدا کے ہاں سے آنے کا اور اُس کی طرف سے مبعوث ہونے کا دعویٰ کرے تو ہم پوچھیں گے

کہ اگر خدا کے ہاں سے کچھ لائے ہوتو واقعی تم خدا کی طرف سے آئے ہو۔ اگر اس کے خزانہ سے کچھ لائے نہیں تو تم اس کی طرف سے آئے بھی نہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ نے اپنے خزانہ غیب سے دی جانے والی چیزیں بھی مخصوص کر دی ہیں یعنی وہ صرف دو ہی مخصوص چیزیں ہیں جو کہ خدا کے موافق اور مخالف بندوں کے لئے بصورت تبشیر اور انذار لاتا ہے۔ یعنی اپنے لئے اور خدا کے دوستوں کے لئے قیامت تک کے واسطے تبشیری پروگرام بنا لاتا ہے اور لَسْتَ مُرْسَلًا کہنے والے کفار اور منکرین کے لئے ہمیشہ کے لئے انذاری پروگرام مرتب ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (انعام : ۴۹)

اب یہ انذاری اور تبشیری پروگرام آئندہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ آئندہ کی اخبار کو غیب کہتے ہیں یعنی پیشگوئیاں جس کا مطلب یہ ہے کہ امرِ واقعہ سے پہلے اُس کے متعلق بتا دینا کہ یہ اس طرح ہو گا۔ اب یہ ایک ایسی بات ہے جسے تاریخ مشاہدہ، قیاس وغیرہ کوئی شئے مطلقاً بتا نہیں سکتی بلکہ فرشتے بھی اس بات تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔ اگر اس کے متعلق کوئی اطلاع پاتا ہے تو وہ صرف انبیاء کا گروہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ
(الجن : ۴۷)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ
(آل عمران : ۱۸۰)

پہلی دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ غیب کا خزانہ صرف خدا کے پاس ہے اور پچھلی دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ اس غیب کے خزانے کا منہ صرف برگزیدہ رسولوں پر کھولا جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے پہلے انبیاء کو بھی نبوّت کی یہی تعریف بتلائی۔ چنانچہ تورات استثناء ۱۸/۲۲ میں فرمایا :

''تو جان رکھ کہ جب نبی خدا کے نام سے کچھ کہے اور جو کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے

واقعہ نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کی۔''

اگر احادیث پر غور کیا جائے تو ان سے بھی نبوّت کی یہی تعریف مستنبط ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کے جس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی پیشگوئیاں بطور معجزات لکھی گئی ہیں اس باب کا نام ہی باب علامت النبوّت فی الاسلام رکھا گیا ہے۔ اسی باب میں شق القمر کی پیشگوئی کے متعلق تفسیری نوٹ لکھا ہے کہ شق القمر کی پہلے پیشگوئی کرنی ہی بڑا معجزہ ہے۔ فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۲۹ صفحہ ۱۵ پر ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

''کہا ابن بطال نے کہ یہ حدیث پیغمبری کی نشانیوں سے ہے اس واسطے کہ حضرت نے پہلے سے خبر دی ساتھ تغیر ہونے احوال کے اور یہ غیب کے علم سے ہے جو رائے سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صرف وحی سے معلوم ہوسکتا ہے۔''

پھر اسی فتح الباریؔ کے پارہ ۲۰ صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں غیب نہیں جانتا مگر جو اللہ مجھ کو بتا دے اور یہ مطابق ہے خدا کے اِس قول کے فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ۔ یعنی نہیں اطلاع دیتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جس کو چاہے رسول سے۔''

(۳) یہی نبوّت کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ پر لکھی ہے:

''خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرتِ مکالمات ومخاطبات کا نام اُس نے نبوّت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔''

(۴) اور رسالہ الوصیت میں لکھا کہ:

''جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوّت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔''

(۵) ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں شائع کرایا کہ:

''عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئیاں کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے۔''

(۶) حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ نے اپنے مکتوبات میں یہی لکھا ہے:

''کہ اگرچہ اس اُمّت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص ہوں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔''

(۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ نبوّت کی شرائط ضرور یہ یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ اور کثرت امور غیبیہ صرف مجھ میں پائی جاتی ہیں اس لئے ان تیرہ سو سال میں صرف میں ہی نبی کہلانے کا مستحق ہوں دوسرے تمام اولیا وابدال اس نام کے مستحق نہ تھے۔ چنانچہ حضورؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۱ پر فرمایا:

''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمّت سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔''

متلاشی حق کا اعتراض: بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں امور غیبیہ کے بتلانے والے دُنیا میں کئی فرقے پائے جاتے ہیں جو کبھی کبھی اور کچھ کچھ بتلا دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی قدر ان کی باتیں سچ بھی ہو رہتی ہیں جیسے منجّم، طبیب، قیافہ دان، کاہن رمّال، جفری، فال بین، مسمرائیز روغیرہ تو پھر امور غیبیہ الہام کی حقانیت پر کیونکر حجّت صحیح ہوں گے۔ پس آپ الہامی غیب اور انسانی قیاسات میں فرق بیّن ثابت کریں اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں سابقہ

انبیاء کی پیشگوئیوں کے بالکل مطابق اور موافق ہیں۔

احمدی: یہ دھوکا ان لوگوں کو لگتا ہے جو انسانی اور ربّانی پیشگوئیوں میں تمیز نہیں کر سکتے وہ صرف پیشگوئی کے نام سے دھوکا کھا جاتے ہیں وہ یہ نہیں غور کرتے کہ انسانی پیشگوئی انسانی علم تک محدود رہتی ہے اور انسانی پیشگوئی کے حالات پیدا شدہ ہوتے ہیں اور جن اشیاء کے تغیّرات کی نسبت پیشگوئی کرتے ہیں ان کا وجود دُنیا میں موجود ہوتا ہے۔ اسباب پیدا شدہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ علم غیب کی پیشگوئی نہیں کہلا سکتی بلکہ واقعاتِ حاضرہ کے تغیر کے متعلق وہ قبل از وقت بات ہوگی۔ وہ واقعات حاضرہ علم موجودہ اور اشیاء مشہودہ کے متعلق انسانی علم اور انسانی قیاس کے ماتحت پیشگوئی ہوگی۔ پس وہ حالات موجودہ کی پیشگوئی ہوگی نہ کہ علم غیب کی اگر پیشگوئی انسانی علم سے بالاتر ہو اور انسانی علم وقیاس سے وراء الوراء ہو انسانی علم کی وہاں تک رسائی نہ ہو اور الٰہی غیب پر مشتمل ہو تو وہ علم غیب کی یعنی نبی کی پیشگوئی کہلائے گی۔ نباء بمعنی خبر اور نبی خبر دینے والا اور وہ خبریں جو خدا کے علم غیب سے لائے یہی پیشگوئیاں نبی کے مخصوص معجزات اور اعجازی نشانات ہوتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ معجزہ جو کسی نبی کے زمانہ میں دکھلایا گیا ہو دوسرے نبی کے وقت میں بھی وہی دکھلایا جائے۔ معجزہ کی حقیقت یہی ہوُا کرتی ہے کہ وہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو اور ایسے سامانوں کی موجودگی میں ظاہر ہو جو اس کے ظہور کے خلاف ہوں جس کی قبل از وقت خبر دی گئی ہو تا کہ اتفاق پر اسے محمول نہ کیا جائے۔ یدِ بیضاء اور ثعبان کا معجزہ وقتی تھا اور اس وقت کے لئے خاص تھا جب کہ اس کی ضرورت تھی اس وقت حضرت موسیٰ کو عاجز اور جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ساحروں نے رسیوں کے سانپ بنائے تا کہ حضرت موسیٰ کی عاجزی ثابت ہو اور وہ شرمندہ ہوں ورنہ آپ سے پہلے کبھی کسی نبی کو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ پس خدا نے اس آڑے وقت میں موسیٰ کی مدد کی اور آپ کے سونٹے کو **ثعبان مبین** بنا دیا۔ جس سے تمام دشمن عاجز آ گئے پس معجزہ وہ ہوتا ہے جس کے سامنے تمام دنیا کے لوگ عاجز آ جائیں پس بعض معجزات وقتی اور بعض انبیاء سے خاص تھے ضروری نہیں ہوتا کہ ان معجزات کا اعادہ بار بار ہو مگر ایک

یہی مخصوص معجزہ ہے جو سب نبیوں میں مشترک ہے جس کے بغیر کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور وہ نبی کے نام سے ہی ظاہر ہے اور خدا سے علم غیب کی خبریں پانے والا جس کی چابیاں بھی صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جتنی یہ تعریف کسی نبی میں زیادہ پائی جائے گی اس لحاظ سے وہ نبی شان میں بزرگ تر ہوگا۔ چونکہ آخری زمانہ میں علم ہیئت، علم طبّ، علم سائنس وغیرہ کی انتہائی ترقی مقدّر تھی اور ان علوم کی روشنی میں پچھلی نبوتیں مشتبہ اور مشکوک ہونے والی تھیں۔ اس لئے خدائے علیم وخبیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے علم غیب پر وسیع خبریں دیں اور حضور نے قیامت تک آنے والے واقعات کے ظہور کی پیشگوئیاں کیں۔ اور کُتب احادیث میں بڑے بڑے ابواب میں لکھی گئیں اور ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہیں اور باقی پیشگوئیاں قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی اور یہ ایسے معجزات ہیں جن تک ان علوم مروجہ کی رسائی نہیں اور ان کے ماہر عاجز ہیں لہٰذا یہ عظیم الشان معجزات ہیں جن کے آگے تمام دنیا عاجز ہے پھر نبی کی پیشگوئیاں وسیع الاثر اور بوقلمون ہوتی ہیں۔ مثلاً اپنی نسبت اپنی اور جماعت مومنین کی کامیابی اور دشمنوں کی ہمیشہ کے لئے ناکامی کی نسبت بیماروں کی موت اور شفا کی نسبت خاص بیماریوں اور عام عذابوں کی نسبت قبولیت دعا کی نسبت قوموں اور ملکوں کے انقلاب اور جنگوں کی نسبت اپنے مستقبل اور خلفاء کی نسبت، غرض نبیوں کی پیشگوئیاں موجودہ اور آئندہ آنے والے تغیرات اور واقعات اور آئندہ کے وسیع پروگرام پر مشتمل ہوتی ہیں وہ نبی اپنے دائرہ تبلیغ میں کسی کو نہیں چھوڑتے برخلاف اس کے دوسرے پیشگوئی کرنے والے ہمیشہ تیلی کے بیل کی طرح ایک ہی چال اور چکر میں محدود رہتے ہیں اور وہ بھی محض قیاسات کی حد کے اندر مثلاً رمّال صرف شخصی پیشگوئیاں کرتے ہیں علمی لوگ صرف اپنے علم کی لائن میں رہتے ہیں مگر ہمہ گیر اور محیط الکل وسیع علوم کے غیب کبھی غیر نبی سے صادر نہیں ہوسکتے۔ قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان میں صریح اقتدار اور جلال جوش مارتا ہؤا نظر آتا ہے۔ اس میں تمام پیشگوئیوں کا یہی طرز وطریق ہے۔ چونکہ نبی اپنے لئے بشیر اور مخالف کے لئے نذیر ہوتا ہے اس لئے

قرآن کریم میں اپنی عزت دشمن کی ذلّت اپنا اقبال، دشمن کا ادبار، اپنی کامیابی، دشمن کی ناکامی، اپنی فتح، دشمن کی شکست، اپنی ہمیشہ کے لئے سرسبزی اور شادابی اور دشمن کی ہمیشہ کے لئے تباہی اور بربادی ظاہر کی گئی ہے۔کیا اس قسم کی انذاری اور تبشیری پیشگوئیاں کوئی نجومی یا رمّال اور قیافہ دان بھی کرتا ہے ہرگز نہیں ہمیشہ اپنی خیر ظاہر کرنا اور مخالف کا ہمیشہ کے لئے زوال و ادبار جتلانا اور جو بات مخالف آدمی منہ پر لائے اس کو توڑنا اور جو بات اپنے مطلب کی ہو اور مبشر ہو اس کی پیشگوئی کرنا یہ صریح خدائی غیب ہے ہرگز یہ انسان کا کام نہیں۔ مذکورہ بالا مبشر اور منذر اعجازی پیشگوئیاں اور معجزات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ہر قسم اور ہر نوع کے ظہور میں آئے جن کی مثالیں آگے لکھی جاتی ہیں۔

انبیاء کے سیاسی معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیاسی پیشگوئیاں اور معجزات

چونکہ نبی کے لئے دُنیا کے ہر طبقہ کے لوگوں میں اپنی تبلیغ پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔اس لئے انبیاء سیاسی ملکی انقلابات وتغیرات اور بادشاہوں ،حکمرانوں کی قضا وقدر کے متعلق نشانات دکھلا کر سیاسی طبقہ کے لوگوں پر حجّت تمام کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی پیشگوئیاں بخاری شریف میں معجزات کے ذیل میں لکھی گئی ہیں۔حضور نے شاہانِ روم اور ایران اور قیصر وکسریٰ کی ہلاکت کے متعلق پیشگوئیاں فرمائیں جو کہ بخاری پارہ چار صفحہ ۴۸، ۴۹ وحاشیہ صفحہ ۵۸، ۱۶، ۶۷ پر لکھی ہیں حضرت عمر کے عہد میں دونوں ملک تسخیر ہو کر قیصر وکسریٰ ہلاک ہوئے اس کے متعلق مشکوٰۃ جلد ۷ ربع چار حاشیہ صفحہ ۶۲ پر تفسیری نوٹ لکھا ہے کہ یہ عمدہ معجزہ ہے کہ آئندہ کی خبر مطابق پڑی۔

(۲) بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۶۹ پر تسخیر خیبر کے متعلق خربت خیبر کی پیشگوئی لکھی ہے۔

(۳) مشکوٰۃ صفحہ ۶۲ پر عربوں اور رومیوں کی باہمی جنگ کے متعلق پیشگوئی لکھی ہے یہ جنگ حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئی اس کے متعلق تفسیری نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بھی معجزہ ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

(۴) بخاری پارہ ۱۶ صفحہ ۸۳ پر جنگِ خندق کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ اس جنگ کے بعد کفّار ہم پر پھر کبھی حملہ نہ کریں گے اس کے متعلق بھی تفسیری نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ آپ کا معجزہ ہے آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

(۵) بخاری پارہ ۷ صفحہ ۱۰ پر تسخیر خیبر کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ:

''حضرت علیؓ کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔''

اسی طرح سیاسی انقلاب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار پیشگوئیاں فرمائیں جن کے وقوع کے متعلق مفسرین نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ:

یہ عظیم الشان معجزات ہیں اور بخاری شریف میں باب نبوّت اور معجزات کے ذیل میں لکھی گئی ہیں کوئی قیافہ دان یا منجم ایسے گہرے غیب پر اطلاع نہیں پا سکتا۔ مثلاً اسی زمانہ میں بڑے بڑے پولیٹکل تجربہ کار قیافہ دانوں نے بھی لمبی مدّت جنگ یورپ کی دیکھ کر پیشگوئی کی تھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ قیصر ہلاک ہوگا بلکہ اس پر مقدمہ بنا کر اس کو مجرم ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی تھی مگر خدا کے نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زارِ روس کے ہلاک ہونے کے متعلق اس وقت پیشگوئی کی جب کہ ابھی جنگ کا نام ونشان بھی نہ تھا پھر جب جنگ شروع ہوئی تو زار فاتح فریق دولت برطانیہ کا طرفدار تھا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فاتح فریق کا طرفدار ہو کر اس کی یہ گت بنے گی اور پھر روس دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی مگر جب خدا کے نبی نے خدا سے علم غیب پا کر جنگ یورپ کا سارا نقشہ کھینچتے ہوئے زارِ روس کے متعلق لکھا ؎

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اَے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچّائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متّقی اور بُردبار

یعنی وہ اس وقت شدید آفت ہوگی کہ اس خوف سے عام لوگوں کا تو کہنا ہی کیا زار جیسا پُرشوکت اور پُرسطوت شہنشاہ جو اپنے جبر اور سختی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر بہت اثر رکھتا ہے وہ بھی اس وقت باحالِ زار ہو جائے گا۔ اس کا اس قدر رُعب اور دبدبہ تھا کہ اس کے نام سے روس تھراتا اور کانپتا تھا اور کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ اس کا اسی دُنیا میں حال زار ہو جائے گا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھ کر بہت عرصہ پہلے جو بات کہی تھی اور اس وقت کہی تھی جبکہ زارِ روس کا طوطی ساری دنیا میں بول رہا تھا اور دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہ اس سے دوستی رکھنا اپنے لئے فخر اور اپنے ملک کے لئے مفید سمجھتے تھے اور جبکہ وہ دُنیا کے سب سے بڑے ملک پر خودمختارانہ حکومت کر رہا تھا اور کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی کسی بات کو ردّ کر دے ان حالات میں کون کہہ سکتا تھا کہ اس پر ایسی گھڑی بھی آسکتی ہے جن ایّام حکومت میں بڑے بڑے امراء اور لارڈوں کو زار کے درِ دولت تک رسائی مشکل ہوتی تھی اور وہ اس کی باریابی کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے تھے اس شہنشاہ نکولس دوم کی آخری زندگی کے حالات زار جبکہ وہ ایک قیدی کی حیثیت میں رہتا تھا اس کے ان ایّام کے جیلر نے ماسکو کے ایک سرکاری رسالہ میں شائع کئے اور اس کے حوالہ سے اخبار سٹیٹس مین ۱۶ رستمبر و اخبار ٹائمز میں چھپے ہیں اس مضمون سے چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ جیلر مذکور اپنے ایک معمولی خادم یوکونامی کو ہمراہ لے کر شہنشاہ زار کے کمرہ میں گیا۔ لکھتا ہے:

''ہم نے مسرت اور استعجاب سے دیکھا کہ ہمارا خادم یوکو نکولس دوم شہنشاہ روس سے اکڑ کر ہاتھ ملاتا ہے اور مساویانہ سلام کرتا ہے چاروں لڑکیاں یک دم بیٹھ گئیں گویا جنگی پریڈ پر افسر کا حکم بجا لا رہی ہیں۔ ایک معمولی خادم سے زار روس کا مساویانہ سلام کرنا اور زار کی لڑکیوں کا اس کی تعظیم کے لئے اس طرح جھکنا نہایت ہی عبرت انگیز امر ہے۔ ایک اور موقعہ پر جب زار کو ایک دوسرے مقام پر منتقل کیا جا رہا تھا اور سفر کی تیاری کا حکم دیا گیا تھا۔

اُس وقت اُس کا ولی عہد بیٹا سخت بیمار تھا زار نے سفر پر روانہ ہونے سے انکار کر دیا تو ہم نے اسی خادم سے کہا کہ جا کر زار سے صاف صاف کہہ دو کہ اگر بخوشی سفر کے لئے آمادہ نہیں ہو تو زبردستی ہم لے جائیں گے اور اس صورت میں اپنے خاندان کا ایک آدمی بھی ساتھ نہیں لے جانے پائے گا۔ چنانچہ اس شہنشاہ کو جس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کچھ دن قبل ایسا اٹل حکم سمجھے جاتے تھے جن سے انکار کی سزا موت سے کم نہ تھی آج ان معمولی نوکروں کے حکم سے مجبور ہو کر اپنے لختِ جگر کو بستر مرگ پر چھوڑ کر مشین گنوں کے پہرے میں دوسرے جیل خانہ میں منتقل ہونے پر مجبور ہو گیا۔ جب یہ خاندان دوسرے جیلخانہ اکاٹرن برگ میں پہنچ گیا تو یہاں تمام القابات موقوف کر دیئے گئے اور معمولی قیدیوں کی طرح ان کے اصلی ناموں سے پکارے جانے لگے۔ ایک دفعہ جب اس کی غلطی کی وجہ سے بجائے اس کے کمرے میں جا کر استفسار کرنے کے اسے اپنے دفتر میں طلب کیا اور سخت باز پُرس کی جس کے جواب میں شہنشاہ زار نے بایں الفاظ کہا کہ:

''مَیں شرمندہ ہوں۔ مَیں پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا''

اس خاندان کی پُوری حفاظت کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کھڑکیوں تک آنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ جب ایک دفعہ شہزادی تاتیانہ نے کھڑکی کے باہر دیکھا تو سنتری نے گولی چلا دی۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کو جرأت نہ ہوئی کہ کھڑکیوں سے جھانک سکیں۔ آخر ۱۱ر جون ۱۹۱۸ء کی آدھی رات کو شاہی خاندان سے کہا گیا کہ وہ کپڑے پہن کر نیچے اُتر آئیں کیونکہ اس مکان پر گولہ باری کرنا چاہتے ہیں۔ شاہی خاندان میں کسی کو یہ خیال نہ ہوا کہ یہ صریح دھوکا ہے جب نیچے آئے تو حکومت سویٹ کا حکم پڑھ کر سُنایا گیا۔ سب کے سب سُن کر ششدر رہ گئے۔ سوائے زار کے اور کوئی کچھ نہ بولا زار نے کہا کہ:

''اچھا تم ہمیں کہیں اَور نہیں لے جا رہے ہو۔''

اس کے بعد گولیوں نے پھر کچھ کہنے کا موقعہ نہ دیا اور بعد ازاں لاشوں کو بھی بالکل تباہ کر دیا گیا۔‘‘

سارے کا سارا واقعہ سرتا پا انتہائی بے کسی اور بے بسی کی نہایت عبرتناک تصویر ہے۔ اس واقعہ کو خدائے تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے نبی کے ذریعہ ظاہر کیا تھا اگرچہ جنگ عظیم میں اَور بھی بڑے بڑے درد انگیز اور عبرت ناک واقعات رونما ہوئے لیکن باوجود جنگ کے ہمہ گیر اور عالمگیر اثر کے یہ کہنا بے جا نہیں کہ ساری دُنیا میں کوئی اَور واقعہ ایسا نہیں ہؤا جو اپنی شان اور انجام کے اعتبار سے زارروس کے واقعہ سے بڑھ کر ہو بیشک کئی خاندان اس جنگ میں تباہ اور برباد ہوئے لیکن ان میں سے کسی کو بھی زارروس کے خاندان جیسی شہرت اور سطوت اور حکومت حاصل نہ تھی نہ اس جیسا وسیع ملک حکمرانی کے لئے تھا پھر اس جنگ کے نتیجے میں کئی بادشاہ بے تاج وتخت ہو گئے حتّٰی کہ قیصر جرمنی جیسا زبردست بادشاہ نہ رہا لیکن ان میں سے کسی کو بھی وہ حالات اور واقعات پیش نہ آئے جو زارِروس کو پیش آئے یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُسکے متعلق خاص طور پر خدا نے علم دیا تا کہ اتنا عظیم الشان او بے نظیر واقعہ اس بات کی صاف اور نمایاں علامت ہو کہ آپ خدا کے فرستادہ اور مرسل ہیں اسی طرح اَور بڑے بڑے سیاسی تغیرات کی خبریں بہت عرصہ قبل آپ کو دی گئیں۔ چنانچہ جب روس اور جاپان کی جنگ چھڑی تو خدا کے مرسل کو خبر دی گئی۔ ’’ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت‘‘ اس جنگ کے نتیجے میں بھی وہی ہؤا جو خدا کے نبی نے فرمایا تھا۔

(۳) پھر ۱۵؍جون ۱۹۰۶ء کی کجکلاہ شاہِ ایران کے متعلق حضور کو بایں الفاظ خبر دی۔

’’تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد‘‘

جس زمانہ میں یہ الہام ہوا اس وقت کسی قیافہ دان کے قیافہ میں یہ نہیں آ سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا شاہی محل میں تہلکہ مچ گیا۔ شاہ کجکلاہ اپنی بیگمات سمیت دفعۃً اپنے محل اور سلطنت کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہؤا۔

(۴) جب تقسیم بنگالہ ہوئی تو حضور کو ۱۱ رفروری ۱۹۰۶ء کو خدا کی طرف سے اطلاع ہوئی:

''پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب اس میں ان کی دلجوئی ہوگی۔''

جب بنگالہ کی تقسیم ہوئی اور اس پر بڑا شور پڑا۔ میموریل بھیجے گئے سٹرائیکیں ہوئیں فساد ہوئے مگر گورنمنٹ نے ایک نہ مانی صاف جواب دیدیا گیا کہ یہ حکم بدلا نہیں جا سکتا۔ ایسے وقت میں جب کہ بنگالیوں کو جواب مل چکا تھا وہ مایوس ہو چکے تھے جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو بنگالی اخباروں نے اس پر ہنسی اڑائی اور لکھا کہ ہمیں تو جواب مل گیا ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ دلجوئی ہوگی اسی طرح پنجاب کے اخباروں نے ہنسی اُڑائی اور لکھا کہ مرزا صاحب پہلے تو نبوّت کا دعویٰ کرتے تھے اب سیاست دان بھی بننے لگے ہیں مگر لوگوں کی یہی ہنسی اور مخالفت ثبوت تھا اس بات کا کہ کسی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ایسا ہوگا اور انسان کے نزدیک اس حکم کا بدلنا ناممکن تھا۔ لیکن ہمارے ملک معظم ولائت سے چل کر یہاں ہندوستان میں آئے اور ان کے ہاتھوں سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور خدائی الفاظ میں پوری ہوئی یعنی نہ تو بنگالیوں کی خواہش کو ان کی مرضی کے مطابق پورا کیا اور نہ ہی انہیں مایوس رکھا گیا۔ بلکہ دلجوئی کر دی گئی اور وہ اس طرح کہ مشرقی بنگال کو تو ساتھ ملا دیا گیا مگر صوبہ بہار کو جدا کر لیا گیا۔

(۵) ۱۸۹۷ء میں سلطنت ترکی کا سفیر حسین کامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان آیا حضور سے ملاقات کی اور نیز یہ بھی چاہا کہ آئندہ کے لئے کچھ قضاء وقدر آسمانی سے آنے والا ہے اس سے اطلاع پائے اس پر حضرت نے اسے فرمایا:

''سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور مَیں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔''

(اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء)

پھر حضورؑ نے دوسرے اشتہار میں تحریر فرمایا:

''میرے خدا نے مجھ کو القا کیا کہ رومی سلطنت انہی لوگوں کی شامت اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ جو علیٰ قدر مراتب قرب سلطان سے کچھ حصّہ رکھتے ہیں اور اس کی سلطنت کی نازک خدمات پر مامور ہیں یہ اپنی خدمت کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچّے خیر خواہ نہیں ہیں۔''

ان خدائی اخبار کو سُنکر مسلمانوں میں ایک شور پڑ گیا اور کوتاہ بین اور نادان ہوا خواہاں سلطنت ترکی نے آپ پر گندی سے گندی گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہا اس بے جا شورش انگیزی پر حضور نے ۲۵ رجنوری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں پھر خبر دی:

''جو کچھ میں نے رومی گورنمنٹ کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہے اور ترکی سلطنت کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں۔''

انجام کار خدائی باتیں جس طرح حرف بحرف پوری ہوئیں وہ نہایت دردناک مگر بالکل واضح حقیقت ہے۔ سلطنت ترکی کے بڑے بڑے ذمہ دار ارکان کو غدّاری اور قوم فروشی کے الزام میں سخت سے سخت سزائیں دی گئیں اور حد یہ کہ ٹرکی کے آخری سلطان کو بھی برطرف ہونا پڑا اور نئے رنگ میں حکومت کا نظام ہوا اب جبکہ ٹرکی کا نظام ہی بدل گیا نہ سلطان رہا نہ اس کی سلطنت رہی اور بخیال عوام ترقی یافتہ روشن خیال قوم کے ہاتھوں میں آ گئی لیکن پھر بھی پچھلے دنوں صدر جمہوریہ ترکیہ کے خلاف جس سازش کا پتہ چلا اور جس میں مُلک کے بڑے بڑے ارکان اور سرکردہ لوگ ملوّث ہوئے اس سازش کے جرم میں ۱۳ مقتدر ترک ہستیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور بعض گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ ان لوگوں میں رؤف بے کمانڈر حمیدیہ، نورالدین پاشا فاتح سمرنا، کاظم پاشا سپہ سالار افواج ارض روم، جنرل علی فواد پاشا، رافت پاشا اور جنرل احسان پاشا وغیرہ شامل ہیں جن کے متعلق

کہا جا رہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک ٹرکی کو از سرِ نو آزاد کرانے میں نمایاں حصہ لے چکا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کمال پاشا کے دوش بدوش لڑکر ان کو اس درجہ کمال تک پہنچایا تھا۔ اگر چہ ترکی کی یہ حالت ہر ایک مسلمان کے لئے افسوسناک اور رنج دہ ہے لیکن خدائی نوشتوں کو کون مٹا سکتا ہے۔ اس نئی سازش نے جہاں یہ ثابت کر دیا کہ ابھی تک اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں اور وہ ترکی کے شیرازے میں ٹوٹنے والے دھاگے موجود ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سال ہا سال قبل ترکی کے متعلق جو خبر خدا سے پائی تھی وہ بالکل درست ہے اور اس کا ظہور اَب بھی ہو رہا ہے جبکہ پہلی حکومت ٹرکی کی خاک تک اکھیڑ کر پھینک دی جا چکی ہے جس کی بربادی کی پیشگوئی سن کر مسلمانوں نے نہ صرف غم وغصہ کا ہی اظہار کیا تھا بلکہ انسانی اخلاق اور آداب کو بالائے طاق رکھ کر بے حد بدزبانی اور بیہودگی کی مگر الٰہی خبر پوری ہو کر رہی۔

(۶) جنگ بلقان کی نسبت قبل از وقت ۴؍جنوری ۱۹۰۴ء کو خدا سے اطلاع ملی:

''روم والوں کو قریب کی زمیں میں شکست ملے گی بعد شکست کے غالب ہو جائیں گے۔''

چنانچہ مطابق پیشگوئی تھریسن کی زمین میں جو قسطنطنیہ کے نزدیک شکست ہونے کے بعد ایڈریانوپل کی فتح عظیم سے پوری ہوئی۔ پس جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کی قضاء وقدر اور ملکوں کے سیاسی انقلاب کے متعلق پیشگوئیاں فرمائیں اور پُوری ہو کر آپ کے صادق نبی ہونے پر عظیم الشان معجزات تصور ہوئیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ کے نائب اور شاگرد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسی قسم کے سیاسی معجزات آپ کی صداقت اور نبوّت پر شاہد ناطق نہ ہوں اور ایسے جلالی معجزات میں جنہوں نے سلطنتوں کے تختے الٹ پلٹ کر رکھ دیئے کیا انسانی قیاسات سے بادشاہوں کی قضاء وقدر اور عظیم انقلابات کے پروگرام سیاسی مرتّب کئے جا سکتے ہیں! یہ صرف انبیاء کی خصوصیات ہیں۔

انبیاء کے انذاری معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشدترین دشمنوں کے متعلق انذاری معجزات اور پیشگوئیاں

یہ صرف انبیاء کی خصوصیات ہیں کہ جب وہ آتے ہیں تو وہ اپنے حلقۂ تبلیغ سے بادشاہوں کو بھی باہر نہیں رہنے دیتے اور اپنی نبوتیں جلالی شان میں ان تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کو بتا دیتے کہ تم زمینی بادشاہوں کی ہم آسمانی بادشاہوں کے سامنے کیا ہستی ہے پھر ان سچے روحانی بادشاہوں کے مقابل باغیانہ رنگ میں نبوّت کے مدعی کھڑے ہو کر نبی کی نبوّت کو مشتبہ اور نبی کے کام کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے وقت دو باغی مسیلمہ اور اسود عنسی نبوت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے (بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۵۶) پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بد دعا کی پھر بخاری پارہ ۱۸ صفحہ ۱۱۵ پر لکھا ہے کہ عنسی کو فیروز ویلمی نے یمن میں قتل کر دیا اور مسیلمہ جو کہ بڑا شعبدہ باز تھا ایک حبشی نے قتل کیا۔'' اسی طرح آپ کے نائب مسیح نبی اللہ کے مقابل تین کذاب مولوی چراغ الدین جمونی۔ الگزنڈر ڈوئی شکاگو اور پنڈت لیکھرام پشاوری کھڑے ہو گئے جس طرح آنحضرت کے وقت کے کذاب آپ کی دُعا اور پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو گئے اسی طرح آپ کے نائب مسیح موعودؑ کو چراغ الدین جمونی کی نسبت الہام ہوا۔

اِنِّیْ اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ (دافع البلاء صفحہ ۲۳-۲۴ حاشیہ نمبر ۲)

یعنی مَیں فنا کر دوں گا۔ مَیں غارت کروں گا۔ مَیں غضب نازل کروں گا اگر اُس نے شک کیا اور اس پر ایمان نہ لایا اور رسالت اور مامور ہونے کے دعویٰ سے توبہ نہ کی۔''

(دافع البلاء صفحہ ۲۳-۲۴ حاشیہ نمبر ۲)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ اپنے عیال واطفال سمیت طاعون سے جلد برباد ہو گیا۔

(۲) الگزنڈر ڈوئی نے الیاس نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ اسلام کی بابت کہتا تھا کہ خدا نے مجھے اسلام کے تباہ کرنے کے لئے مامور کیا ہے۔ وہ حضرت مہدیؑ کے دُعا مباہلہ سے نہایت ذلّت کی موت سے ہلاک ہو گیا۔ اُس کی بیوی اور اس کے مرید اس کے برخلاف ہو گئے۔ انہوں نے اس کو حرام زادہ ثابت کیا پھر اُس پر فالج گرا اور وہ نہایت ذلّت سے ہلاک ہو گیا۔

(۳) لیکھرام بھی مدعی الہام تھا اُس نے اپنے الہام کلیاتِ آریہ مسافر صفحہ ۴۴۵ پر شائع کئے آریہ مذہب کی اشاعت کے لئے کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تکذیب کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر اِتّہام لگائے اور بدزبانی میں حد سے بڑھا ہوا تھا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ آپ میرے متعلق نشان دکھلائیں اور میری قضا وقدر بتلائیں اس طرح یہ شخص بالآخر مباہلہ کی زد میں آ کر مطابق پیشگوئی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کو پہلے بتلا دیا گیا تھا ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ — بترس از تیغ برّانِ محمد

کرامت گرچہ بے نام ونشان است — بیا بنگر ز غلمانِ محمد

تیرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے نام ونشان ہیں تو آپؐ کی تیغِ بُرّاں سے ڈر جس سے تُو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا یہ معجزہ تُو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے دیکھے گا پھر حضرت اقدسؑ کو متعدد بار لیکھرام کے قتل کے متعلق وضاحت سے خبر دی گئی جسے آپ نے بذریعہ اشتہارات شائع فرمایا:

''آج کی تاریخ سے جو ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص (لیکھرام) اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذابِ شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔''

(اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

پھر لیکھرام کے بارہ میں ایک یہ الہام آپ کو ہوا:

''یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ''

یعنی چھ میں اُس کا کام تمام ہوجائے گا۔

(استفتاء اُردو صفحہ ۱۷ حاشیہ)

چنانچہ ایسا ہی ہوا چھ مارچ ۱۸۹۶ء کو چھٹے گھنٹے میں چھ سال کے اندر بمقام لاہور قتل ہوگیا۔ حضور نے اپنی کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۱۷۳ پر مزید تشریح فرمائی کہ وہ عید کے دوسرے دن شنبہ کے دن قتل ہوگا اور تاکیداً اسی اشتہار میں لکھا گیا کہ:

اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس عذاب پر راضی ہوں گا کہ میرے گلے میں رسّہ ڈال کر مجھے پھانسی دی جائے۔''

جب یہ پیشگوئی پُوری ہوئی تو آریوں نے بہت شور مچایا اور حضرت اقدسؑ کے قتل کرنے یا گرفتار کرانے کے لئے سازشیں کیں اور ہندو اخباروں میں ان باتوں کو لکھ دیا گیا تو حضور کو یہ الہام ہوا:

''سلامت برتو اے مردِ سلامت'' (سراج منیر صفحہ ۷۲ حاشیہ و اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء)

آریہ لوگ لیکھرام کے قتل اور سازش کا الزام لگانے سے باز نہ آئے اور برابر اخبارات میں شائع کرتے رہے۔ تب حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ان کی تسلّی اور رفع شک کے لئے ایک اور معجزہ دکھلانے کی بنیاد رکھی اور فرمایا کہ:

''اگر اب بھی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہوتا تو مَیں ایک نیک صلاح دیتا ہوں جس سے یہ سارا قصّہ ہی فیصلہ ہوجائے وہ یہ کہ ایک ایسا شخص میرے سامنے ان الفاظ میں قسم کھائے کہ یہ شخص یقیناً سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک ہو پس اس کے بعد اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددُعا سے بچ گیا تو مَیں مجرم ہوں اور اس

سزا کے لائق ہوں جو قاتل کے لئے ہونی چاہئے۔اگر اب کوئی بہادر کلیجے والا آریہ ہے جو اس طور پر تمام دنیا کو چھوڑ آوے تو اس طریقہ کو اختیار کرے شائد اس طریقہ سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ ایسی آزمائش کرنے والا قادیان آوے اس کا کرایہ میرے ذمے ہوگا اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے بچایا تو مَیں کاذب ٹھہروں گا اور تمام دُنیا گواہ رہے کہ اس صورت میں اسی سزا کے لائق ٹھہروں گا جو مجرم قتل کی ہونی چاہئے۔ مقابلہ کرنے والا ایسا شخص ہو جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مضبوط ہو اب بعد اس کے بے حیائی ہوگی کہ کوئی غائبانہ میرے پر ناپاک شبہات کرے۔''

حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کے بعد جس نے آمادگی ظاہر کی اس کا نام گنگا بشن تھا اس نے تین شرطیں اخبار پنجاب سماچار ۱۳/اپریل ۱۸۹۷ء میں شائع کیں:

اوّل: اگر پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو پیشگوئی کرنے والے کو پھانسی دی جائے۔

دوئم: دس ہزار روپیہ گورنمنٹ یا ایسے بنک میں جمع کرایا جائے جس میں تسلّی ہو سکے کہ اگر میں بددعا سے نہ مَروں تو یہ روپیہ مجھے مل جائے۔

سوم: یہ کہ جب مَیں قادیان آؤں تو مَیں لیکھرام کی طرح قتل نہ کیا جاؤں۔''

ان شرائط کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۵/اپریل ۱۸۹۷ء کو لکھا کہ:

''مجھے تینوں شرطیں انکی بسر و چشم منظور ہیں اور اس میں کسی طرح کا عذر نہیں جس عدالت میں چاہیں مَیں صاف صاف اقرار کر دوں گا کہ اگر لالہ گنگا بشن صاحب میری بددُعا سے ایک سال تک بچ گئے تو مجھے منظور ہے کہ مَیں مجرم کی طرح پھانسی دیا جاؤں اور گورنمنٹ سخت بے انصافی کرے گی اگر اس وقت مجھے پھانسی نہ دیوے......غرض مَیں تیار ہوں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کر سکتا ہوں کہ جب مَیں آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھہر جاؤں تو مجھ کو پھانسی دیا جائے مَیں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی کو پوری کر کے دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کیلئے اپنے ہاتھ سے یہ فیصلہ کیا

ہے پس ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ مَیں پھانسی پاؤں یا ایک خرمہرہ بھی کسی تکذیب کرنے والے کو دوں بلکہ وہ خدا جس کے حکم سے ہر ایک جنبش وسکون ہے اُس وقت کوئی اور ایسا نشان دکھائے گا جس کے آگے گردنیں جُھک جائیں۔''

اس کے بعد اخبار ہمدردِ ہند ۱۳ ؍اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن نے ایک اور شرط زیادہ کی وہ یہ کہ جب مَیں حسب قرارداد جھوٹ نکلنے کے پھانسی سے مارا جاؤں تو میری لاش گنگا بشن کو مل جائے پھر اُس لاش سے جو چاہیں کریں جلائیں یا دریا بُرد کریں یا اَور کاروائی کریں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''سو واضح رہے کہ یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلّت کے لائق ہے اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ صاحب کو عین وقت پر یاد آ گئی۔لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن صاحب حسبِ منشاء پیشگوئی مرجائیں تو بطور فتح اُن کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے اور ہم اُس لاش کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ بطورِ نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر کسی عام منظر یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھائیں گے۔''

اب چونکہ گنگا بشن کے لئے شرط وغیرہ میں ایچ پیچ کر کے پیچھے ہٹنے کی کوئی راہ نہ رہی اس لئے اُس نے اپنے آریہ ہونے سے ہی انکار کر دیا اور اُس نے اِس طرح جان چھڑائی پس اس کے بعد سب مولوی، آریہ اور عیسائی خاموش ہو گئے اور اس جلالی معجزہ کو تسلیم کر لیا گیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعا سے مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کا قتل ہونا اور ہلاک ہونا عظیم الشان معجزہ ہے تو پھر آپ کے نائب مہدی نبی اللہ کی بددعا سے چراغ دینی جمونی، الگزنڈر رولنگٹن ڈوئی اور لیکھرام کا ہلاک ہونا کیوں نبوّت کا عظیم الشان معجزہ نہیں۔ جبکہ ایسے معجزات کی نظیر انبیاء کے سوا کسی غیر نبی سے ہرگز ممکن ہی نہیں۔

انبیاء کے انذاری معجزات

عام دشمنوں کے متعلق انذاری پیشگوئیاں

(۱) بخاری پارہ ۱۶ صفحہ ۸۴ پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگِ خندق کے متعلق جبرائیل فرشتہ ہتھیار بند متمثّل نظر آیا۔

(۲) بخاری صفحہ ۱۴، ۱۶ ۶۳/۳ پر امیّہ کافر کے قتل ہونے کے متعلق پیشگوئی فرمائی اور پارہ ۱۶ صفحہ ۲ کے حاشیہ پر پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگِ بدر میں مرنے والے بعض کفار کے نام بتلا دیئے گئے۔ سورۃ لہب اور سورۃ کوثر میں ابولہب کی ہلاکت اور ابتر کہنے والوں کے ابتر ہونے کے متعلق پیشگوئی مذکور ہیں بعینہٖ حضرت مہدی نبی اللہؑ کو خدائے تعالیٰ نے بعض دشمنوں کی قضا وقدر کے متعلق قبل از وقت اطلاع دی۔ چنانچہ پگٹ نامی ایک انگریز باشندہ انگلستان نے الوہیت کا دعویٰ کیا تو اُس کے متعلق حضرتؑ کو بایں الفاظ الہام ہوا:

وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (البدر ۲۱ رنومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۵)

یعنی اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ چنانچہ مطابق پیشگوئی جلد ہلاک ہوگیا۔

(۳) مکذّب رسل بابا امرتسری طاعون سے پکڑا گیا اُس کے متعلق حضرتؑ کو جمعہ کے دن ۵ ر دسمبر ۱۹۰۲ء کو الہام ہوا:

''یَمُوْتُ قَبْلَ یَوْمِیْ ھٰذَا یعنی آئندہ جمعہ سے پہلے مرجائے گا۔

چنانچہ وہ آئندہ جمعہ سے پہلے ۸ ر دسمبر ۱۹۰۲ء کو ½ ۵ بجے صبح کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۹-۳۰۰)

(۳) پنڈت دیانند کی موت کی خبر تین ماہ قبل لالہ شرم پت وغیرہ قادیان کے آریوں کو سُنا دی۔

چنانچہ وہ مطابق الہام ۳۰/اکتوبر ۱۸۸۳ء کو مر گیا۔ (نزول المسیح صفحہ ۱۵۸)

(۴) سر سیّد احمد کے سی ایس آئی کی موت کی خبر ۲/مارچ ۱۸۹۷ء کو الہام ہوئی ۔ کہ اب اس کی موت کا وقت قریب ہے۔'' چنانچہ ۲۵/مارچ ۱۸۹۷ء کو مر گیا۔

(۵) ڈپٹی آتھم نصرانی امرتسری کے ساتھ حضرت مہدی علیہ السلام کا مباحثہ ۲۲/مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں متواتر ۱۵ یوم عیسائیت اور اسلام کے مقابلہ پر ہؤا آخری دن حضور نے ۱۰½ بجے دن کے عین سٹیج پر یہ الہام سُنایا:

''(آتھم) پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔'' (جنگ مقدس)

یہ جلالی الہام سُنکر اسی وقت اس نے کانوں پر ہاتھ لگا کر کہا کہ وہ نبی کریم کو دجّال اور مفتری نہیں سمجھتا فوراً سٹیج پر ہی رجوع کر لیا۔ پھر پندرہ ماہ تک خائف اور ہراساں رہا ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا اور ایک لفظ بھی اسلام کے خلاف مُنہ سے نہ نکالا تو خدائے تعالیٰ نے حسب شرط پیشگوئی اس رجوع کا فائدہ دیا اور عذاب سے ۱۵ ماہ علیٰحدہ رکھا۔ مگر جب عیسائیوں نے شور مچا کر پیشگوئی پر پردہ ڈالنا چاہا تو حضرت اقدسؑ نے پہلے ایک ہزار پھر دو ہزار پھر تین ہزار پھر چار ہزار تک انعامی اشتہار دیا کہ آتھم قسم اُٹھا کر کہہ دے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔ اسلام کی صداقت اس کے دل نے قبول نہیں کی تو مذکورہ بالا انعام لے مگر باوجود عیسائیوں کے برانگیختہ کرنے کے قسم پر آمادہ نہ ہوا تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہؤا:

''اگر آتھم دعویٰ میں سچّا ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا تو وہ عمر پائے گا اور جھوٹا ہے تو مر جائے گا''۔

چنانچہ اس کے بعد وہ سال کے اندر ہی ہاویہ میں جا گرا۔

(۶) جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب وغیرہ جدی رشتہ دار دُکھ دیتے تھے جن کے

متعلق ان کی ہلاکت اور ابتر ہونے کی پیشگوئیاں سورہ لہب اور کوثر میں نازل ہوئیں اسی طرح حضرت مہدیؑ کے جدّی بھائی آپ کو بہت تکالیف پہنچاتے تھے ان کے متعلق یہ منذر الہام ہوُا:

''تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیری جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔'' (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء۔ تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۶۰-۶۲)

چنانچہ دیکھنے والے جا کر دیکھیں کہ مرزا امام الدین وغیرہ جدّی بھائیوں کے گھروں میں بیوائیں بھری پڑی ہیں کیا یہ ابولہب وغیرہ کی طرح عبرت ناک نشان ہے۔

(۷) مرزا عبدالحق غزنوی کے متعلق الہام ہوُا:

''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ''

چنانچہ وہ ابتر ہی ہلاک ہوُا۔ ایسے ہی بدبخت انسانوں میں مولوی سعد اللہ لدھیانوی تھا۔ اس نے حضرت مہدی علیہ السلام کے خلاف تحریر اور تقریر میں بدزبانی اور فحش گوئی اپنا دن رات کا شغل بنالیا جس کے متعلق آپ نے تتمۂ حقیقت الوحی صفحہ ۵ پر لکھا:

''میں باور نہیں کر سکتا کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اور مرسل کو دی ہوں جیسا کہ اس نے مجھے دیں۔''

ایک طرف تو اُس نے متواتر بدزبانی اور گندہ دہنی کا سلسلہ جاری رکھا دوسری طرف اپنی کتاب شہابِ ثاقب میں یہ لکھا۔

اخذ یمین و قطع وتین است بہرِ تو ۔۔۔ بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری

اکنوں باصلاح نام ابتلا است ۔۔۔ آخر بروزِ حشر و بایں دار خاسری

یعنی خدا کی طرف سے آپ کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ خدا آپ کو پکڑے اور رگِ جان کاٹ

دے اس پر آپ کا سلسلہ جھوٹا ثابت ہو جائے گا اور تباہ ہو جائے گا اور اس دنیا میں ہی آپ کو ناکامی اور نامرادی ہوگی۔''

جب اس طرح اس خبیث کی شوخیوں اور شرارتوں کا جام چھلک گیا تو حضرت مہدی علیہ السلام نے اس کے ناپاک فتنہ سے مخلوق کو بچانے کے لئے جنابِ الٰہی میں دُعا کی کہ وہ میری زندگی میں ہی نامراد ہلاک ہو اور ذلّت کی موت مرے اِس دعا کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے خدا سے الہام پاکر اشتہار ۵ر اکتوبر ۱۸۹۴ء میں لکھا کہ:

''حق سے لڑتا رہ آخر اے مردار! تو دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا اَے عَدُوُّ اللہ! تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے بخدا اسی وقت ۲۹ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ'' کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اور اولاد اور دوسری برکات منقطع ہو جائیں گی۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔''

(اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ۔مندرجہ انوار الاسلام صفحہ ۱۲)

پھر حضورؑ نے انجام آتھم میں عربی اشعار میں سعد اللہ کی بدزبانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو ناز اور تکبّر کے ساتھ چلتا ہے تجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب تو طاعون زخم کرنے والے کے ساتھ ہلاک ہوگا۔تُو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دُکھ دیا ہے بس مَیں سچا نہیں ہونگا اگر ذلّت کے ساتھ تیری موت نہ ہو اور خدا مجھے عزّت دے گا یہاں تک کہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔''

اس کے بعد سعد اللہ ۱۲ برس تک زندہ رہا اس کے ہاں کوئی لڑکا نہ ہوا لیکن پیشگوئی سے پہلے کا لڑکا ابھی تک زندہ تھا اس لئے کج رو لوگوں نے کہا کہ اس سے سعد اللہ کا نام زندہ رکھنے والی نسل ہوگی تب حضورؑ کو اس لڑکے کے ابتر ہونے کے متعلق الہام ہوا جو تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۷، ۸ پر لکھا گیا:

''خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے یہی معنے کھولے ہیں کہ یہ لڑکا کالعدم ہے......اس کے

بعد سعد اللہ کی نسل نہیں چلے گی اور اسی پر سعد اللہ کی نسل کا خاتمہ ہو جائے گا......ابتر سے مراد خدائے تعالیٰ کی یہی ہے کہ آئندہ اولاد کا سلسلہ اس پر بند ہوگا اور اس کا بیٹا بھی ابتر ہی مرے گا۔''

یہ تمام عبارت اس بات پر شاہد ہے کہ یہ پیشگوئی کہ جس طرح سعد اللہ ناکام اور ابتر مرا تھا۔ ویسا ہی اس کا لڑکا بھی بے اولاد مرے گا۔ اس کا لڑکا سعد اللہ کی موت کے بعد ۲۰ برس تک زندہ رہا۔ اس کی شادی ہوئی اس کی بیوی آج تک زندہ موجود ہے لیکن وہ فرمودہ الٰہی کے مطابق ۴۸ سال عمر پا کر ۱۲ر جولائی ۱۹۲۶ء کو بمقام کام کلاں ضلع لدھیانہ میں ابتر مر گیا۔ یہ پیشگوئی اپنی ذات میں بہت زبردست دلیل ہے لیکن اگر اس کے ساتھ یہ بھی مدّنظر رکھا جائے کہ حضرت اقدسؑ نے جہاں سعد اللہ اور اس کے لڑکے کے مقطوع النسل ہونے کی پیشگوئی فرمائی وہاں اپنے متعلق اللہ کا یہ کلام بیان کیا:

تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا ''کہ تُو ایک دُور کی نسل دیکھے گا۔'' (اربعین صفحہ ۳)

اللہ اللہ خدا تعالیٰ پر کیسا یقین اور کیسا ایمان ہے کہ حق کے ایک مخالف کو اس کے عبرت ناک انجام کی خبر دیتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اگر میری زندگی میں تیری موت ذلّت اور رسوائی کی موت نہ ہوا ور تُو طاعون کی سب سے سخت قسم کے ذریعہ ہلاک نہ ہو تو مَیں سچا نہیں ہونگا۔ پھر یہی نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے عزت اور شہرت دے گا اور مَیں دُور کی نسل دیکھوں گا اور مَیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہونگا۔ اور لوگ میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے کیا کسی مفتری اور کاذب میں یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ ایک طرف اپنے دشمن کی تباہی اور ہلاکت کی خبر دے اور دوسری طرف اپنی کامیابی اور بامرادی کا دعویٰ کرے۔ یہ انذار اور تبشیر صرف انبیاء سے خاص ہے۔ قیافہ دانوں کو یہ بات کہاں حاصل ہو سکتی ہے یہ لوگ صرف تخمینہ اور ظن اور وہم پرستی سے باتیں کرتے ہیں یقینی اور قطعی علم ان کو ہرگز نہیں ہوتا نہ ان کا ایسا دعویٰ ہوتا ہے اس لئے اُن کی خبریں سراسر بے اصل اور دروغ نکلتی ہیں نہ ہی ان کو اپنی پیشگوئی پر تحدی ہوتی ہے۔ مگر خدا کے غیب

میں پیشگوئی اٹل ہونے پر تحدی ہوتی ہے۔ دعویٰ کے ساتھ کی جاتی ہے اور نبی کو اپنی پیشگوئی پر کامل ایمان اور یقین ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔

زلزلوں اور عام عذابوں اور آفاقی تغیّرات کے متعلق انبیاء کی انذاری پیشگوئیاں اور اپنی حفاظت اور جماعت کی ترقی کے نشانات

(۱) حضرت نوح نے کفّار کے لئے بددُعا کی :

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح : ۲۷)

پھر آپ کو اس دُعا کی قبولیّت کے متعلق وحی ہوئی :

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ

(ہود : ۵۰)

(۲) حضرت موسیٰ کو فرعون کے عذاب کے متعلق الہام ہوا:

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (یونس : ۹۰)

(۳) حضرت ابراہیم کو قوم لُوط پر عذاب لانے والے فرشتے متمثل دکھلائے گئے :

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (ہود : ۷۰)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال قحط کی بددُعا فرمائی (بخاری پارہ ۲۰ صفحہ ۲۰) حضورؐ نے طاعون کی پیشگوئی فرمائی جو حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت پھوٹ پڑی۔ مشکوٰۃ جلد ۷ صفحہ ۶۲ حاشیہ پھر آگے صفحہ ۷۰ پر زلزلہ کے آنے کے متعلق پیشگوئی فرمائی اس کے متعلق حاشیہ میں تفسیری نوٹ لکھا ہے کہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا یہ حضرت کا معجزہ ہے اس قسم کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات انذاری پیشگوئیوں کے رنگ میں بکثرت ہیں۔

(۱) جب آپ کی تکذیب میں لوگ نہایت حد سے بڑھ گئے تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طاعون کی بددُعا کی پھر آپ کو طاعون کے متعلق کئی دفعہ خبر دی گئی چنانچہ ۲۶ / مارچ

۱۹۰۳ء کو الہام ہوا:

''طاعون کا دروازہ کھولا گیا۔'' (البدر ۲۷؍مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

پھر ۲۹؍اپریل کو اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ طاعون بکلّی بند نہیں ہوگی جب تک وہ ارادہ بکمال وتمام پُورا نہ ہوجائے جو آسمان پر قرار پایا ہے ضرور ہے کہ زمین اپنے مواد نکالتی رہے جب تک کہ خدا کا ارادہ اپنے کمال کو نہ پہنچ جائے۔

حضور کو اپنی حفاظت کے متعلق الہام ہوا:

اُحَافِظُكَ خَآصَّةً (نزول المسیح صفحہ ۲۴)

پھر حفاظت دار کے متعلق الہام ہوا:

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ مِنْ هٰذِهِ الْمَرَضِ الَّذِیْ هُوَ سَارِی

(بدر ۲۳؍اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۸)

یعنی مَیں آپ کی خاص طور پر حفاظت کروں گا اور آپ کے تمام گھر والوں کو اس بیماری سے بچاؤں گا۔ ایسی بیماری سے بھی جو متعدی ہے یہ کیسا عظیم الشان معجزہ ہے آپ نے اسی طرح بددُعا کی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط کی اور حضرت نوحؑ نے طوفان کی جس طرح حضرت نوح کی حفاظت کا وعدہ کشتی کے ذریعہ فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ قیامت تک تیرا گھر کشتی نوح کی طرح ہے وہ وقتی معجزہ تھا اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے جو اس کشتی میں بیٹھنے والا ہے قیامت تک طاعون اور متعدی امراض سے محفوظ رہے گا۔ یہ معجزہ کوئی وقتی معجزہ نہیں ہے بلکہ قیامت تک اس کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اس پیشگوئی کے بعد چار دفعہ قادیان میں طاعون پڑی آپ کے گھروں کے اردگرد آریوں وغیرہ کے گھروں میں داخل ہو کر کئی گھروں کو برباد کر گئی اور آج تک پنجاب اور ہندوستان کے شہروں اور دیہات میں گشت لگا رہی ہے اور تیس لاکھ سے زیادہ انسانوں کو اپنا شکار بنا چکی ہے۔ مگر آج تک آپ کے گھر میں ایک چوہا تک نہیں مَرا۔ علماء اشرار نے اس معجزہ کو

معمولی قرار دیا تب آپ نے اربعین میں اس امر کا اشتہار دیا کہ اَے مخالفو اگر تم میں سے کسی ایک کا بھی میری طرح خدا سے تعلق ہے تو میری طرح طاعون سے بچے رہنے کا اعلان کرے تو وہ ضرور ضرور اس اعلان کے بعد طاعون کا شکار ہوگا۔ پھر اس کے بعد کسی شریر مولوی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اس چمکتے ہوئے نشان کے آگے سب کی گردنیں جھک گئیں اور یہ معجزہ اہلِ بصیرت کے لئے قیامت تک جلوہ گر رہے گا۔

(۲) دوسرا معجزہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زلزلہ کے متعلق پیشگوئی فرمائی اسی طرح آپ کے نائب مہدی نبی اللہ کو دسمبر ۱۹۰۳ء میں الہام ہوا ''زلزلہ کا ایک دھکہ''

(البدر یکم جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۶)

پھر یکم جون ۱۹۰۴ء کو الہام ہوا:

عَفَتِ الدِّيَارُ مَحِلُّهَا وَ مُقَامُهَا (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۹)

اِنِّیْٓ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِى الدَّارِ اَعْطَيْتُكَ كُلَّ النَّعِيْمِ ۔ (الحکم ۱۰/۱۷ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰)

یعنی عارضی اور رہائشی مکان زلزلہ سے ناپید ہو جائیں گے مگر جو تیرے گھر میں ہیں ان سب کی حفاظت کروں گا اور ہر ایک قسم کی نعمت دُوں گا۔

جب ۴/اپریل ۱۹۰۵ء میں کانگڑہ میں زلزلہ آیا تو آن کی آن میں پچیس ہزار جانوں کا نقصان ہو گیا مگر خدا کی شان کسی ایک احمدی کی جان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بعض کو خدا نے بروقت رؤیا دکھا کر بچا لیا (ریویو دسمبر ۱۹۱۸ء) یہ زلزلہ ایسے مقام پر آیا جس کی نسبت تمام ماہرین طبقات الارض یہ خیال کر چکے تھے کہ یہاں اَب زلزلہ نہیں آ سکتا۔ مگر خدا کے اقتدار کے آگے بندوں کے علم اور ان کی عقلیں کیا کام دے سکتی ہیں پھر نشان کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس زلزلہ کے بعد جاپان کے مشہور عالمِ طبقات الارض نے یہ خبر دی کہ اب سو سال تک کوئی دھکے والا زلزلہ یہاں نہیں آ سکتا۔ پھر دھرمسالہ اور اس کے گردونواح میں ماہرینِ فن کے اطمینان پر گورنمنٹ

نے چھاؤنی کی عمارتیں بنانی شروع کردیں تواس وقت خدائے تعالیٰ نے حضورؑ کوخبر دی کہ:

''پھر زلزلہ آئے گا۔اور آئے گا بھی موسمِ بہار میں۔''

چنانچہ فروری ۱۹۰۶ء میں ایک سخت زلزلہ آیا گو جانوں کا نقصان کم ہوُا کیونکہ لوگ ابھی چھپروں میں رہتے تھے اور جو مکانات دوبارہ تعمیر ہورہے تھے گر گئے اور گورنمنٹ کو کئی سرکاری مکانات کا بنوانا ملتوی کرنا پڑا۔اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں زلزلوں کے متعلق آپ کوخبر دی گئی فرمایا:

''پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوُا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔اور اکثر مقامات زیروزبر ہوجائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ ہی اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہوجائیں گی اور ہئیت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہوجائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دُنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دُنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہوجاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے......کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن

میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو ہرگز نہیں۔انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شائد اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔اَے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔اور اَے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶،۲۵۷)

پھر فرمایا:

اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ

امراض پھیلائے جائیں گے اور جانیں ضائع کی جائیں گی۔

''اور مجھے بتایا گیا ہے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نئی وبا بھی اس ملک میں پھیل جائے گی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں۔انسان حیرت میں پڑیں گے کہ کیا ہونا چاہتا ہے۔''

یہ انفلوئنزا تھا جس سے دو کروڑ کے قریب آدمی مر گئے۔بعض جگہ تیسرے حصّے سے زیادہ ڈاکٹر ہی بیمار ہوتے رہے ہیں۔آپ نے رسالہ الوصیّت شائع کرتے ہوئے فرمایا:

''حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دُنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہوجائے گی۔''

چنانچہ اس کے بعد بڑے بڑے ہیبتناک زلزلے آئے۔ زمیندار اخبار نے ۲۱ ستمبر ۱۹۲۳ء میں لکھا کہ:

''مالٹا کا پیغام مظہر ہے کہ آج یہاں اتنا شدید زلزلہ آیا جس کی مثال قوّت حافظہ پیش کرنے سے عاجز ہے کیلیفورنیا میں سخت آگ لگ رہی ہے صدہا مکانات جل کر خاک سیاہ ہوگئے۔ دو ہزار چار سو گھرانے بے خانماں پھر رہے ہیں نقصان کا اندازہ ایک کروڑ کیا جاتا ہے۔ زمیندارہ گزٹ ماہ نومبر ۱۹۳۰ء نے بعنوان 'خدائی قہر کے عبرتناک نظارے' لکھا کہ شیلانگ میں تین منٹ میں کیا سے کیا ہوگیا۔ پچھلے ۳ ماہ میں ۷۳ زلزلے بپا ہوئے مگر جو زلزلہ ۴ ستمبر کی صبح کو آیا وہ بالکل قیامت کا نمونہ تھا۔ متعدد مقامات پر زمین پھٹ کر پانی نکل آیا۔ جہاں پر تالاب تھے وہاں پر زمین برابر ہوگئی اور جہاں زمین تھی وہاں تالاب ہو گئے۔ کئی بڑے بڑے پہاڑ پھٹ کر ان کے بھاری پتھر دو دو فرلانگ پر جا گرے۔ دریا برہم پتر میں جا بجا ٹیلے نکل آئے۔ کچہریاں، سٹیشن، ڈاک بنگلہ، مسجدیں، مندر، پوسٹ آفس وغیرہ مکانات بالکل زمین میں دھنس گئے۔ غضب یہ ہے کہ سب کچھ تین منٹ کے اندر ہوگیا۔ راجہ گوری پور کے محلات زمین میں دھنس گئے۔ مقام حیرت ہے انسان کا دماغ جوں جوں کائنات کی الجھنوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اسی قدر خالقِ کائنات کی قدرت کاملہ سے انکار کرتا چلا جارہا ہے۔ گویا سائنس نے انسانی دماغوں میں دہریّت کا تسلّط جما کر انسان کو مختار کل بنا دیا ہے۔ اس نے اس علم اور عقل کے ذریعہ آگ، ہوا، پانی متضاد عناصر پر قبضہ کر کے ان کی سرکشی کو مات کر دیا ہے اور وہ اپنی مجموعی قوتوں کے ذریعہ زمین پر پرند کی صورت سمندر میں مچھلیوں کی صورت اڑتے اور تیرتے نظر آتے ہیں کرّۂ

ہوائی کو اپنے قبضہ میں کر کے ایک منٹ کے اندر دُنیا کے اس سرے سے دوسرے سرے پر بیٹھے ہوئے بے تار برقی کے ذریعہ گفتگو کرتے ہوئے اور معاملات حکومت کو سرانجام دیتے ہیں ان کے نزدیک اب افریقہ کا صحرائے اعظم اور کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیاں دریا اور سمندر کو چند گھنٹوں میں عبور کرنا قطعاً مشکل محسوس نہیں ہوتا۔قوت برقی پر قبضہ کر کے ہَوا اور روشنی اور تمام دوسری ضروریاتِ زندگی اسی کی مدد سے سرانجام پاتے ہیں گویا زمانہ حال کی سائنس نے دماغوں میں اس قدر روشنی پیدا کر دیا ہے کہ وہ کائنات عالم کے رازسربستہ کو کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں ساتھ ہی اس ترقی نے خدا کی قدرت کاملہ سے سرکشی اور انکار کا جنون بھی پیدا کر دیا ہے اور وہ اس خدا کی اس طاقت سے غافل ہیں جو آن واحد میں تمام کارخانہ عقل کو درہم برہم کرسکتا ہے۔عزّت کو ذلّت سے بدل دیتا ہے شاہ کو گدا اور گدا کو بادشاہ بنا دیتا ہے گذشتہ اقوام عالم کے عروج و زوال شاہی و تباہی عزّت و ذلّت کے لئے تاریخ عالم شاہد ہے لیکن خدا سے بھولے ہوئے ان مادّہ پرست انسانوں کے لئے جاپان کی تباہی کم عبرتناک نہیں وہ قوت برقی جوان کے اشارے پر کام کرتی تھی پانی، ہوا، روشنی، آواز بہم پہنچانے کا فرض سرانجام دیتی تھی جس کے ذریعہ وہ اپنی حفاظت جان کا کام لیتا تھا جب اس کے ایک وزیر نے خدا کے متعلق یہ کہا کہ اگر خدا ہمارے ملک میں آجائے تو اسے ایک ٹانگ سے پکڑ کر باہر نکال پھینکیں۔خدا کا غضب جوش میں آیا پہاڑوں نے خدا کے خوف سے کانپ کر اپنے منہ کھول دیئے زمین کی اندرونی حرارت نے شعلوں کی صورت اختیار کر لی جس کے ذریعہ پتھر، لوہا، پانی کی طرح بہ نکلے بجلی کے قمقموں میں سے آگ برسنے لگی، سمندر اُبلنے لگا، زمین نے جوش اور غیرت سے جاپانیوں کے لئے قیامت برپا کر دی، شاہی محلّات گر پڑے۔ ہزارہا کارخانے ملیا میٹ ہو گئے۔ دخانی جہازوں نے ندامت سے تہِ سمندر میں منہ چھپا لیا وہی برق جوان کی فرمانبردار تھی محلوں، مکانوں اور کارخانوں میں آگ برسانے لگی اور آن واحد میں لاکھوں انسانوں اور کروڑوں روپوں

کے سامانوں کوخاک میں ملا دیا۔کیا امریکہ کے ٹائی ٹینک جہاز کی تباہی کم عبرتناک ہے جس کے لئے وہاں کے انجینئروں نے اپنے دماغ کل صرف کر کے کل دُنیا کے جہازوں سے بہتر بنانے کی کوشش کی تھی۔اس کے اندر باغ، سیر گاہیں، گھوڑ دوڑیں، سینما تھیٹر اور آرام گاہیں بنا کر سمندر میں بہشت بنا دیا تھا۔جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ وہ سمندر کے تھپیڑوں اور بحری حوادث کا ہرگز شکار نہیں ہوسکتا اور یہ کہ وہ دُنیا بھر کی پائیدار اور بہترین ایجاد ہے۔جو دُنیا بھر کے بڑے بڑے امیروں اور سرداروں کے تفریح طبع کے لئے بنایا گیا تھا۔مگر خدا کو ان کا تکبّر منظور نہ تھا جب وہی ماہرینِ فن امراء الملک اس عجیبہ روزگار کو لے کر سیر کے لئے روانہ ہوئے تو قدرت نے برف کے ایک تودے کو حکم دیا کہ ان کی تمام شیخی ۵ منٹ میں کرکری کردو اور بتادو کہ خدا کی طاقت تمہاری سب طاقتوں سے بالاتر ہے چنانچہ پانچ ہی منٹ میں اسے پارہ پارہ کرکے تہہ سمندر میں پہنچا دیا اور ماہر انجینئر اور سائنسدان اپنے تمام علم و ہنر کے کل ساز وسامان سمیت مچھلیوں کے شکم میں چل بسے۔برطانیہ کا آرٹوم ہوائی جہاز دنیا میں سب سے بڑا اور مکمّل سمجھا جاتا تھا اس میں حوادث سے بچنے کی تمام صورتیں پیدا کر لی گئی تھیں جب پہلی ہی پرواز میں ہندوستان آرہا تھا جس میں برطانیہ کے مایۂ ناز دماغ اور سرکردہ ہستیاں سوار تھیں۔راستہ میں پہاڑ کی ایک سر بلند چوٹی کی ٹکر نے اسے وہیں تباہ کر دیا۔ساتھ ہی بے شمار جانیں تباہ ہوگئیں۔یہ نظارے کم عبرتناک نہیں ان کے اندر انسانوں کے لئے سبق ہیں کہ ان کا علم قطعاً نامکمل ہے اس کی بصیرت ایک منٹ بعد ہونے والے حوادث سے ناآشنا ہے۔خدا مکمّل علم اور مکمّل قدرت والا ہے۔وہی اس کا راز دان ہے۔انسانی خودی اور تکبّر اس کی کم عقلی اور کورچشمی کی دلیل ہے۔''

سنّت اللہ سے ناواقف اور خدا کی قہری تجلّیات سے بے پرواہ انسان ان باتوں کو سُن کر ہنس دیتا ہے اور منہ پھیر کر ان انذاری نشانات پر سے گذر جاتا ہے۔مگر دانشمند اور خدا ترس دل خدا کے

غضب کے آثار دیکھ کر ڈر جاتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے۔ اور صلح کا عہد باندھ لیتا ہے اور پیشگوئی کرنے والے الٰہی مامور کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ معجزات جو قبولیت دُعا کے نتیجے میں ظاہر ہوئے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے بے شمار لوگوں کو شفا ہوئی چنانچہ بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۶۲/۸۳ پر لکھا ہے:

کہ حضور کی دُعا سے سائب تندرست ہوا اور سعد بن ابی وقاص کی صحت یابی کی

حضور نے پیشگوئی فرمائی اور بخاری پارہ ۱۶ حاشیہ پر لکھا ہے کہ عبداللہ بن عتیق کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی آپ نے دعا کی اور ہاتھ پھیرا وہ درست ہوگئی اور بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی آنکھیں دُکھتی تھیں حضور نے ان کو اپنے پاس بلایا اور اپنا تھوک ان کی آنکھوں پر لگایا اور دعا کی وہ ایسی تندرست ہوگئیں کَاَنۡ لَّمۡ یَکُنۡ بِہٖ گویا کہ وہ کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔

(۲) جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے سعد بن ابی وقاص قریب المرگ ہو کر زندہ ہو گئے تھے اسی طرح آپ کے نائب حضرت مہدی نبی اللہ کے ایک مرید نواب محمد علی خان کے چھوٹے لڑکے عبدالرحیم تپ محرقہ میں سخت بیمار ہوئے۔ نواب صاحب ابھی تازہ تازہ قادیان آئے تھے لڑکے کو ۱۴ دن ایک ہی تپ لازم حال رہا۔ حواس میں فتور اور سخت بیہوشی ہوگئی۔ مایوسی کے آثار پیدا ہو گئے۔ حکیم اور ڈاکٹر بھی سپر انداز ہو گئے۔ تب حضرت اقدسؑ کو دُعا کے لئے توجہ دلائی حضور نے دُعا کی اسی وقت لڑکا روبصحت ہوا گویا کہ وہ قبر سے نکلا۔

(۲) ایک لڑکا عبدالکریم نام سکندر آباد دکن مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا اس کو ایک سگ دیوانہ نے کاٹا اور اس کو علاج کے لئے کسولی بھیجا بعد علاج وہ قادیان آیا چند روز بعد اس کے آثار دیوانگی ظاہر ہوئے اور دیوانہ ہوگیا تب کسولی کے ڈاکٹروں کو علاج کے لئے تار دی گئی وہاں سے تار کا جواب آیا

کہ اب عبدالرحیم کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا تب حضرت نے اس کے لئے دُعا کی اور وہ بالکل صحت یاب ہوگیا۔

(۳) چوہدری عمر بخش نمبردار مونگ ضلع گجرات نے ۱۵/اپریل ۱۹۲۰ء کے الفضل میں شائع کرایا لکھا کہ:

''مَیں مدت سے مرض تلی میں مبتلا تھا تلی بڑھی ہوئی تھی جب میں بیعت کے لئے قادیان گیا تو بعد بیعت مَیں نے عرض کیا کہ حضور میرے شکم میں طحال مدّت سے بڑھی ہوئی ہے۔ مَیں نے کرتا اٹھا کر اپنا پیٹ بھی دکھلایا حضور نے میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا میں نے عرض کیا کہ حضور دُعا فرمائیں حضرت نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ میرا مرض بالکل جاتا رہا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوُا کہ گویا میرے پیٹ سے کوئی تلی نکال کر لے گیا ہے۔ اس دن سے آج تک پھر مجھے یہ مرض نہیں ہوُا۔''

(۴) ڈاکٹر نُور محمد ہمدم صحت لاہور کا لڑکا سخت بیمار ہوگیا اس کی والدہ بہت بے تاب تھی تب حضرت کو اُس کی حالت پر رحم آیا اور دُعا کی تب یہ الہام ہوُا:

''اچھا ہو جائے گا''

(۵) حضور کے فرزند حضرت میرزا بشیر احمد کی آنکھیں بہت خراب ہوگئیں۔ پلکیں گر گئیں، پانی بہتا رہتا تھا۔ کئی سال انگریزی یونانی علاج ہوتا رہا مگر صحت نہ ہوئی۔ آخر حضرت نے دُعا کی تو یہ الہام ہوُا:

''برق طفلی بشیر'' (نزول المسیح صفحہ ۲۳)

(۶) جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب قادیانی نے چند چشم دید معجزات متعلق قبولیت دعا اخبار الحکم میں شائع کرائے وہ لکھتے ہیں کہ:

''میں ۱۸۹۸ء میں ہندوستان میں تھا کہ مجھے تپ محرقہ ہوگیا۔ حضرت اقدسؑ کو تار دیا

گیا حضور نے قادیان سے دوآدمی روانہ کئے مجھے قادیان لایا گیا حالت بہت خراب تھی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو علاج کے لئے تاکید فرمائی چند روز بعد میری حالت نازک ہوگئی۔ سرسام ہوگیا ایک روز بعد نمازِ عشا مولوی صاحب مجھے دیکھنے آئے اور جاتے وقت ڈیوڑھی میں کھڑے ہوکر مولوی قطب الدین صاحب سے کہہ رہے تھے کہ آج حالت خراب ہے امید نہیں کہ صبح تک زندہ رہ سکے۔ میری بیوی دروازے کے پاس یہ باتیں سُن رہی تھی۔ مولوی صاحب تو دوسرے گھر میں تشریف لے گئے تو میری بیوی اسی وقت برقعہ اوڑھ حضرت کے حضور جا پہنچی اور جو کچھ مولوی صاحب سے سُنا تھا حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور کوئی کتاب لکھنے میں مصروف تھے۔ سنکر فوراً کاغذات کو چھوڑ دیا اور فرمایا تم جاؤ مَیں دُعا کرتا ہوں سر اُس وقت اُٹھاؤں گا جب وہ صحت یاب ہو جائے گا رات کے ۱۲ بجے ایک خونی دست آیا پھر دوسرا پھر تیسرا دست آنے پر میری آنکھیں کھل گئیں۔ نماز صبح کے بعد ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب میرے گھر آئے کہا کہ مجھے حضرت صاحب نے بھیجا ہے۔ حضرت صاحب مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمارہے تھے کہ مَیں رات کوئی مضمون نہ لکھ سکا بارہ بجے کے بعد معلوم ہوُا کہ صحت ہوگئی ہے۔'' جب میرا لڑکا عبدالحفیظ پیدا ہوُا۔ اس کے پندرہ دن بعد میری بیوی بیمار ہوگئی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب سے عرض کی گئی آپ نے حبّ شفا کھلانے کو دیں۔ مغرب کے بعد میری بیوی نے کہا کہ حضرت صاحب سے جا کر عرض کریں۔ مَیں نے جا کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کزاز کا ابتدا ہے جلدی اس کی تجویز کرو۔ فرمایا کہ ابھی جا کر ایک رتی کونین کھلا دو اور ایک گھنٹہ کے بعد اطلاع دو پھر مَیں نے جا کر عرض کیا کہ حالت بدستور ہے۔ بلکہ کشش زیادہ لگتی ہے۔ فرمایا ایک رتی ہینگ کھلا دو پھر اطلاع دو پھر گھنٹہ بھر کے بعد جا کر حالت بدستور عرض کی تو فرمایا کہ ایک رتی مشک دے دو چنانچہ مشک اپنے پاس سے ہی مرحمت فرمایا۔

مَیں نے ایک گھنٹہ کے بعد جا کر پھر عرض کی کہ مرض بڑھتا ہی جاتا ہے فرمایا کہ ایک تولہ کسٹرائیل پلا دو۔ کسٹرائیل دینے کے بعد مریضہ کو سخت قے ہوئی گردن بہت کھچ گئی آنکھیں پتھرا گئیں۔ سانس میں دقت ہوگئی۔ مُردنی کے تمام آثار ظاہر ہو گئے تو مَیں بھاگا ہؤا آپ کے پاس آیا مَیں سیڑھیوں میں زور سے جا رہا تھا کہ آپ نے اُوپر سے دروازہ کھولا اور فرمایا کہ کیوں میاں خیر ہے مَیں نے عرض کی کہ حالت نازک ہوگئی ہے۔ فرمایا کہ دُنیا میں جس قدر ہتھیار ہمارے پاس تھے وہ تو ہم سب چلا چکے ہیں۔ اَب صرف ایک ہتھیار باقی ہے جو دعا کا ہتھیار ہے تم جاؤ مَیں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ سَر اس وقت اُٹھاؤں گا جس وقت وہ اچھی ہو جائے گی اس تسلّی بخش لفظ کو سُن کر خوش خوش گھر آیا اور اندر کے کمرے میں چارپائی بچھا کر سو گیا۔ کیونکہ خدا کے برگزیدہ نے اَب اُس کی صحت کا ذمہ لیا ہے چونکہ مَیں قریب ایک بجے کے سویا تھا اس لئے صبح ہی جا کر آنکھ کھلی تو اٹھتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی چارپائی کے قریب کچھ برتن درست کر رہی ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ کیا حال ہے بتلایا کہ تمہارے آنے کے دو گھنٹہ بعد مجھے افاقہ شروع ہو گیا اب بالکل آرام ہے۔

میرا پہلا لڑکا عبدالرحمٰن ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گیا۔ مَیں نے حضور کو دُعا کے واسطے رُقعہ لکھا حضور ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور جایا کرتے تھے مَیں ہمیشہ حضرت کا ہمرکاب رہتا تھا۔ جب حضرت اقدسؑ جانے لگے تو چلتے وقت مَیں آپ کو گھر لے آیا کہ بچّہ کو دکھلاؤں آپ نے فرمایا آج آپ میرے ہمراہ نہ جائیں۔ مَیں ٹھہر گیا۔ بچّہ رات کو فوت ہو گیا۔ تیسرے دن حضرت اقدسؑ تشریف لے آئے لڑکی میری گود میں تھی۔ مَیں آب دیدہ ہو کر حضور سے ملا۔ آپ نے فرمایا تم کو بچّہ سے اس قدر محبت تھی کہ مَیں دیکھتا تھا کہ شرک کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ نہ رہے گا۔ اس کے

مرنے کا بھی مجھے رنج ہے۔ تیرے لئے دعا کی ہے خدائے تعالیٰ تم کو نعم البدل دے گا وہ سننے والا، بولنے والا ہوگا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور میرے گھر میں دو لڑکیوں کے بعد دو لڑکے ہوئے ہیں اگر اس گود کی لڑکی کے بعد لڑکی ہی ہوئی تو کوئی نعم البدل نہ ملا اگر لڑکا ہوا تو وہ نعم البدل سمجھا جائے گا۔ حضور ہنس پڑے اور فرمایا کہ میاں ہمارا خدا تو ایسا قادر ہے کہ آئندہ لڑکیوں کا پیدا ہونا ہی تیرے گھر میں روک دے چنانچہ آپ کی دُعا ایسی قبول ہوئی کہ میری بیوی کو اس کے بعد سات بچے ہوئے اور ان میں ایک بھی لڑکی نہ تھی۔ ۱۹۰۵ء میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ میری بیوی کے ساتھ بغل گیر ہوکر کوئی غیر مرد سویا ہوا ہے جس کو مَیں نہیں پہچانتا تھا۔ مَیں صبح اُٹھ کر بغیر کسی سے بات کئے حضرت صاحب کی ڈیوڑھی پر جا کر کھڑا ہوا۔ حضرت کو آواز دی آپ پابرہنہ ہی تشریف لائے اور فرمایا کہ فضل الرحمٰن کیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں نے رات ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ وہ بیان کر دیا۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ کیا تمہاری بیوی کو حمل ہے مَیں نے عرض کیا کہ ہے فرمایا یہ وہی لڑکا ہوگا اور عنایت الرحمٰن کا نعم البدل ہوگا۔ اور اس میں یہ بھی بشارت ہے کہ تم اس کو جوان دیکھو گے چنانچہ وہ بچہ ۱۷/ مارچ کو پیدا ہوا۔ اس کا نام حضور نے فضل کریم رکھا۔“

(۷) مولوی نورالدین صاحب کا لڑکا محمد احمد جب فوت ہوا تو مخالفوں نے اس پر ہنسی اڑائی۔ اس وقت حضرت اقدس نے خدا سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی کہ مولوی صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے گا۔ غلام کا لفظ اس کے لئے فرمایا پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار اور نیم جان سا تھا مگر وہ پیدا ہونے والا لڑکا رنگ میں شکل میں طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہوگا جسم میں موٹا ہوگا۔ آنکھیں موٹی موٹی خوش رنگ اور قوی ہیکل ہوگا۔ اور اس کی ٹانگوں پر پھوڑوں کے نشان ہوں گے اس وقت مولوی صاحب کی عمر ساٹھ سال کی تھی ایک تو اس میں مولوی صاحب کی عمر کی پیشگوئی

فرمائی دوسرے بچے نہیں بچتے تھے کمزور اور مریل سے ہوتے تھے۔اس کے خلاف بتایا کہ وہ زندہ رہے گا۔مضبوط قوی ہیکل ہوگا۔چنانچہ مولوی عبدالحئی صاحب ایسے ہی تھے۔

(۸) حضرت مہدی کے مخلص مرید سیٹھ عبدالرحمٰن تاجر مدراس کسی تشویش میں حضور سے دُعا کے خواستگار ہوئے۔جب دُعا کی تو آپ کو بذریعہ الہام اطلاع ہوئی۔چند ہفتے بعد ہی سیٹھ صاحب کو پیش آمدہ غم سے رہائی ہوئی۔ (نزول المسیح صفحہ ۲۳۲)

(۹) محمد حسن صاحب وزیر اعظم پٹیالہ کسی ابتلاء میں مبتلا تھے۔انہوں نے حضرت کے حضور درخواست کی حضور نے دُعا فرمائی۔قبولیت دُعا کے متعلق ان کو بذریعہ خط اطلاع دی گئی۔ابتلا سے رہائی پائی اور بذریعہ خط انہیں اپنی رہائی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع دی۔

(۱۰) خواجہ جمال الدین جب امتحان منصفی میں فیل ہوئے تو اُن کو سخت غم ہوا۔اس کے متعلق حضرت مہدیؑ کو یہ الہام ہوا۔''سَیُغْفَرُ ''یعنی خدائے تعالیٰ اس کے غم کا تدارک کرے گا چنانچہ جلدی ہی وہ تمام جموں اور کشمیر کے انسپکٹر مدارس ہو گئے یہ عہدہ منصفی کے عہدہ سے بہتر مل گیا۔''

(۱۱) نواب صدیق حسن خان والئ بھوپال جب گورنمنٹ کے زیر عتاب آ گئے اور نوابی سے معطّل کئے گئے تو انہوں نے بڑی انکساری سے حضرت اقدسؑ کی طرف خط لکھا۔حضرت نے دعا کی جس پر یہ الہام ہوا۔''سرکوبی سے اس کی عزّت بچائی گئی۔''(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷)

(۱۲) ۱۸۸۲ء میں شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور ایک ایسے الزام میں پھنس گئے کہ انہیں پھانسی کا حکم دیا گیا۔ایسے نازک وقت میں اس کے بیٹے کی دعا کی درخواست آئی۔دُعا کی گئی چنانچہ وہ بری ہو گیا۔(ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام)

(۱۳) ریاست جھجر کے نواب محمد علی خان کے ایک کام میں نقصان اور ناکامی کی صورت پیدا ہو گئی تو اس نے حضور سے دُعا کی درخواست کی۔دُعا کی تو یہ الہام ہوا۔''کچھ عرصہ کے لئے یہ روک اُٹھا دی جاوے گی''۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۴) خان بہادر مرزا سلطان احمد نے امتحان تحصیلداری میں پاس ہونے کے لئے دُعا کی درخواست کی۔اس کے متعلق حضور کو الہام ہوا۔ ''پاس ہوجاوے گا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۵) قادیان کا سرگرم آریہ ملاوامل تپ دق میں مبتلا ہو گیا۔آثار ناامیدی ظاہر ہو گئے۔ایک دن حضرت کے حضور آ کر اپنی زندگی سے ناامید ہو کر بے قراری سے رویا تب حضور نے اس کے لئے دُعا کی اور یہ الہام ہوا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا چنانچہ اسی ہفتہ کے اندر تندرست ہو گیا۔(نزول المسیح صفحہ ۱۶۰)

(۱۶) حضرت نے پادری لیفرائے کو مخاطب کر کے لکھا:

''آپ عیسائیت کی طرف سے کھڑے ہوں اور میں اسلام کی طرف سے کھڑا ہوتا ہوں اور دُعا کرتے ہیں کہ جو سچا مذہب ہے خدا اس کی تائید میں نشان دکھلائے اور وہ اس طرح کہ فریقین کچھ کچھ مریض لے لیں پھر ان کی صحت کے لئے دُعا کریں جس فریق کے مریض صحتیاب ہو جائیں گے۔اس کے مذہب کو سچا سمجھا جائے گا۔''

مگر اس مقابلہ میں کوئی نہ نکلا۔اسی طرح لیکھرام وغیرہ آریوں کو لکھا:

''کہ اگر آپ طالب صادق ہیں تو آپ کو آپ کے پرمیشر کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرا کوتاہی نہ کریں آسمانی نشان کو دیکھنے کے لئے قادیان میں آ کر ایک سال تک ٹھہریں...... پھر اگر مغلوب رہے تو کس قدر فتح کی بات ہے۔آپ کو چوبیس صد روپیہ بحساب دوصد روپیہ ماہوار نقد مل جائے گا۔اور اپنی قوم میں آپ بڑی نیک نامی حاصل کریں گے۔لیکن اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے تو آپ کو اسی جگہ قادیان میں مشرف باسلام ہونا پڑے گا۔''

(تبلیغ رسالت ۱/۴۸)

پھر آپ نے صرف چالیس دن کی آزمائش کے لئے آریوں کو بلایا فرمایا:

''پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا نہ ہو۔مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلائیں تو مبلغ پانصد روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلاتوقف ان کو دیا جائے گا۔لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بپایۂ صداقت پہنچ گئی تو صاحبِ مقابل کو شرفِ اسلام سے مشرّف ہونا پڑے گا......اسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹوا کر اور رشتۂ بے سود زُنار کے توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی توحید اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی کامل رہبری سے گُم گشتگان بادیہ شرک و بدعت کو صراط المستقیم کی شاہ راہ پر لاتے جاتے ہیں......لیکن اگر کوئی پیشگوئی چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس دن کے ہرجانہ میں سو روپیہ یا کوئی ماہواری تنخواہ جو سرکار انگریزی میں پا چکا ہو۔اس کا دو چند ہم سے لے اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرادے کہ آزمائش کے بعد مَیں نے اس کو جھوٹا اور فریبی پایا۔افسوس کے آریوں میں سے بھی کوئی آزمائش کے لئے نہ نکلا۔اسی طرح حضور نے مسلمانوں کے سامنے بھی یہی صورت فیصلہ پیش کی کہ اگر تم میں سے بھی کوئی مومن ہے تو وہ ایمانی نشانات میں میرا مقابلہ کرے کہ کون خدا کی جناب میں مومن اور مقبول اور کون مردود ہے۔''

چنانچہ حضورؑ نے کتاب نشانِ آسمانی کے صفحہ ۳۰ پر لکھا:

''اگر ان میں سچّی طلب ہے اور جہنّم کا خوف ہے تو ایک سال کیا دُور ہے اور نیز اس جگہ ایک سال سے مراد یہ نہیں کہ سال کے تمام دن پورے ہو جائیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس میعاد کے اندر ہی فیصلہ کر دے گا۔اور قادر ہے کہ ابھی دو ہفتے بھی نہ گذریں اور نشان ظاہر ہو۔مَیں نے مقابلہ کے لئے لکھا تھا کہ یہ لوگ نذیر حسین اور بٹالوی وغیرہ اس

عاجز کو کھلے کھلے طور پر کافر اور مردود اور ملعون اور دجّال اور ضال لکھتے ہیں.....تو پھر اس صورت میں ضرور تھا کہ ایمانی نشانوں کی آزمائش ہو اس میں کچھ شک نہیں.....کہ مومنوں کو خدا تعالیٰ خاص نشانوں سے ممتاز کر دیتا ہے.....سو اسی کی طرف ان لوگوں کو بلایا گیا تھا تا معلوم ہو جاوے کہ عنداللہ کون مومن اور کون مورد سخط و غضبِ الٰہی ہے اگر ان حضرات کو اپنے ایمان پر بھروسہ ہوتا تو مقابلہ سے فرار نہ کرتے۔لیکن آج تک کسی نے میدان میں آ کر مقابلہ کا نام بھی نہیں لیا۔''

پھر حضورؑ نے کتاب شحنۂ حق میں ایک اعلان شائع کیا لکھا :

''کہ ہم نے سرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار بھی جاری کر کے دیکھ لیا کسی ہندو نے کان تک نہیں ہلایا۔خیال کرنا چاہئے کہ جو شخص تمام دُنیا میں اپنے الہامی دعوے کو اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمائش کے لئے بلاتا ہے۔اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بناء پر ہو سکتی ہے جو نرا فریب ہے۔کیا جس کی دعوت اسلام اور دعوئے الہام کے خطوں نے امریکہ اور یورپ کے دور دور ملکوں تک ہل چل مچا دی ہے کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف و گزاف کا خس و خاشاک ہے۔کیا تمام جہان کے مقابل پر ایسا دعویٰ وہ مکار بھی کر سکتا ہے جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ مَیں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں.....اللہ جل شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے سو آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے جس کی صد ہا رُوحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور تا دم مرگ رحمت اور برکت ان کو شامل حال ہوتی ہے۔سنو یہ خاکسار اسی آفتابِ حقیقت سے فیض یافتہ ہے اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔''

پس جس طرح انبیاء اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبولیتِ دعا کے معجزات بکثرت عطا

فرمائے گئے اسی طرح آپ کے نائب مہدی نبی اللہ کو کثرت سے قبولیتِ دعا کے معجزات عطا ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (الرعد : ۱۵)

یعنی کفار کی دُعا مومنین کے مقابل کبھی قبول نہیں ہوتی۔ ادھر دُنیا کے نام کے مسلمان پادری آریہ وغیرہ وغیرہ حضرت مہدی کے مقابل قبولیتِ دُعا کے نشانات دکھانے سے عاجز اور درماندہ ہیں۔

❁

باب ہشتم

حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی بناء پر نادان دوستوں اور غیر احمدیوں اور پیغامیوں کے اعتراضات کے جوابات اور آپ کے دعویٰ نبوت کا اثبات

متلاشی حق:

یہ صحیح ہے کہ نبی بشیر اور نذیر ہوتے ہیں اور اس کے مطابق حضرت مہدی علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ سے کثرت سے مکالمہ مخاطبہ اور انذاری تبشیری الہامات اور معجزات جو کہ انبیاء سے مخصوص ہیں اور تمام ارضی سماوی نشانات اور شہادات کا پورا ہونا آپ کو واقعی نبی ثابت کرتا ہے اور قرآن اور حدیث اور تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مسیح نبی اللہ ہوگا لیکن مسیح موعود خود فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

کہ میں رسول نہیں ہوں یہ کیا بات ہے؟

اوائل میں نبوت کی رسمی تعریف جو حضرت مسیح موعود نے کی وہ رسمی عقائد سے لحاظ سے تھی

احمدی: پیشتر اس کے مَیں مفصل عرض کر چکا ہوں کہ نبی اپنے اوائل دعوے میں اپنی قوم کے سابقہ عقائد پر قائم رہتے ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی عقیدہ شرک نہ ہو پھر خدائے تعالیٰ کی وحی کے مطابق رسمی عقائد میں تبدیلی کرتے ہیں۔ چنانچہ اوائل میں حضرت اقدسؑ کا حیات مسیح کے متعلق بھی

وہی رسمی عقیدہ تھا پھر خدا کی وحی سے اطلاع پا کر اس عقیدہ میں نہ صرف تبدیلی بلکہ زبردست دلائل سے وفاتِ مسیح کو ثابت کیا۔ اسی طرح نبوّت کے رسمی عقیدہ کا اظہار آپؑ نے الحکم میں ان الفاظ میں کیا:

''نبی اور رسول کے معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمّت نہیں کہلاتے۔ اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔''

یعنی نبی وہ ہوتا ہے جو کامل شریعت لائے یا سابقہ شریعت کو منسوخ کرے اور براہِ راست بغیر کسی نبی کی اطاعت کے نبی ہو۔

نبوت کی وہ تعریف جو حضور نے خدا کی وحی کے ماتحت کی اسے کلام میں تضاد نہیں کہا جاتا

چونکہ عام طور پر لوگوں میں نبوّت کے متعلق یہی خیال پھیلا ہوا تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے یا مستقل حیثیت رکھے۔ یہی عام عقیدہ حضرت اقدسؑ نے بھی اپنی تحریروں، تقریروں میں بیان کر دیا لیکن جب خدا کی وحی سے آپؑ کو صحیح انکشاف ہوا تو آپؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ 148 تا 150 پر اس امر کو وضاحت سے بیان فرما دیا کہ مَیں نے نبوّت کے بارے میں خدا کی وحی کے ماتحت اسی طرح تبدیلی کی ہے جس طرح حیات و وفاتِ عیسیٰ کے عقیدہ میں کی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :

''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا...... مَیں تو خدا کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک کہ مجھے اُس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا

جو اوائل میں مَیں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا ۔میں انسان ہوں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں ۔''

پھر خدا کی وحی کے ماتحت حضورؑ نے متعدد بار نبی کی تعریف حسبِ ذیل الفاظ میں فرمائی ۔

براہین احمدیہ کے حصہ پنجم کے صفحہ 138 پر فرمایا :

''نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔''

(2) خدا کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے۔(تقریر حجۃ اللہ صفحہ 2)

(3) خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اس نے نبوّت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔(چشمہ معرفت صفحہ 325)

(4) آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اسی کی کثرت کا نام بموجب حکمِ الٰہی نبوّت رکھتا ہوں۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 65)

(5) جبکہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کمی اور کثافت باقی نہ رہے اور کھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو وہی دوسرے لفظوں میں نبوّت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر سب نبیوں کا اتفاق ہے۔(الوصیت صفحہ 13)

(6) جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔(ایک غلطی کا ازالہ)

(7) میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔

(8) ہمارے مخاطب مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو کثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوّت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔(چشمہ معرفت صفحہ 181)

حضرت مسیح موعود کا دعویٔ نبوّت

بعض لوگ نادانی سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اوائل میں اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھے اور نبوّت سے انکار کرتے رہے۔ یہ اعتراض غلط ہے۔شروع سے ہی آپ کا دعویٰ نبوّت کا تھا۔خدائے تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں آپ کو نبی اور رسول سے خطاب کیا اور آنحضرت کی وحی میں آپ کے لئے ایک ہی حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ کا خطاب آیا۔جس طرح باوجود الہام میں آپ کو عیسیٰ کہے جانے کے آپ نے حضرت عیسیٰ کو رسمی عقیدے کی رُو سے زندہ لکھا اور ان الہامات کی تاویل فرماتے رہے اِسی طرح باوجود آپ کو خدا کی وحی میں نبی خطاب کئے جانے کے آپ ان الہامات کی تاویل فرماتے رہے۔چنانچہ انجام آتھم صفحہ 28 پر آپ نے لکھا کہ :

''آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رُو سے ہے۔''

گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں اور آپ پر تازہ نازل ہونے والی وحی میں خدا نے صاف آپؑ کو نبی اللہ کہا مگر آپ نے نبوّت کی اوائل کی تعریف کے مطابق کہ نبی شریعت والا یا شریعت کو منسوخ کرنے والا یا براہِ راست ہوتا ہے اپنی نبوّت کا نام مجازی نبوّت یا محدثیت یا جزئی نبوت یا ناقص نبوّت رکھتے رہے۔چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ 150 پر فرماتے ہیں کہ :

''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے مقربین میں سے ہے۔اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا''

متلاشی حق : کس عقیدے پر آپ کو قائم نہ رہنے دیا؟

احمدی : اس عقیدے پر جس کی رُو سے آپؑ اپنی اس چیز (نبوّت) کو جو خدا کی طرف سے ملی ہوئی تھی مجازی نبوّت اور ناقص نبوّت یا محدثیت کہتے تھے۔ بلکہ صاف اور صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا گویا پہلا قول مسیح موعود کا تھا دوسرا خدا کا۔

متلاشی حق : کیا تاویل اور توجیہ کے معنی انکار کے ہیں جو آپؑ اس نبوّت کی تاویل کرتے رہے؟

احمدی : تاویل اور توجیہ سے اس اصل چیز کا انکار نہیں ہوا کرتا بلکہ اس چیز کی تعریف اور مطلب اور ہو جاتا ہے۔

متلاشی حق : پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی نبوّت کا دعویٰ کیا ہی نہیں ہمیشہ نبی کہلانے سے انکار کرتے رہے اور یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ آپؑ کی کلام میں تضاد پیدا ہو گیا ہے۔

احمدی : ایسا کہنے والے بعض تو ناواقف ہیں اور بعض دھوکا دہی کی غرض سے ایسا کہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے مطلق نبوّت اور نفس نبوّت سے کبھی انکار نہیں کیا صرف پہلی تعریف کے مطابق اس نبوّت کو جزئی اور ناقص نبوّت کہتے تھے پھر وحی الٰہی کی صحیح بتائی ہوئی تعریف کے مطابق وہ تاویل ترک کر کے ناقص، مجازی، جزئی، محدثیت وغیرہ الفاظ کا استعمال آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں صریح طور پر نبی اور رسول لکھتے اور بیان کرتے رہے۔ تضاد ایک ہی کلام میں ہوتا ہے۔ مگر یہاں دو کلام ہیں۔ پہلی کلام حضرت مہدی کی اپنی ہے دوسری کلام وحی الٰہی کے ماتحت خدا کی کلام ہے۔ پس خدا کی کلام نے پہلی کلام کی جگہ لے لی یہ تضاد نہیں ہے۔

متلاشی حق : حضرت مسیح موعود نے کہاں لکھا کہ میں نے مطلق نبوّت اور نفس نبوّت سے کبھی انکار نہیں کیا۔

احمدی : آپ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4 پر فرماتے ہیں : ''جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا

رسالت کا انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ مَیں اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔''

متلاشی حق : بعض لوگ حضرت مسیح موعود کی نبوّت کو اولیاء کی نبوّت کی طرح سمجھتے ہیں اور آپ کو اولیاء قطب اور ابدال اور مجدّدین کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔

متلاشی حق : مجدّد کے معنی ہیں دین کو تازہ کرنے اور رونق دینے والا اس تعریف کے لحاظ سے تمام نبی مجدّد ہوتے ہیں جو پچھلے دین حنیف کی تجدید کرتے چلے آئے ہیں اور نبی کی تعریف چشمہ معرفت صفحہ 325 پر یہ لکھی ہے : ''خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اس نے نبوّت رکھا ہے۔'' پس یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مجدّد میں یہ تعریف پائی جائے اور ہر مجدّد نبی بھی ہو مگر ہر نبی مجدّد ہوسکتا ہے۔ پس حضرت اقدسؑ تمام انبیاء کی طرح نبی بھی ہیں اور مجدّد بھی ہیں۔ مجدّد اس لئے کہ آپ نے دین اسلام کی تجدید کی اور نبی اس لئے کہ نبوّت کے تمام کمالات جملہ انبیاء کی طرح آپ کو حاصل تھے۔ خود فرماتے ہیں ؎

آنچہ دادست ہر نبی را جام ......☆...... داد آں جام را مرا بتمام[1]

اس لئے آپ نے اپنے تئیں انبیاء میں شمار کیا نہ کہ اولیاء میں۔ چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ 391 میں فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود انبیاء کے زمرے میں

''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ کثیر حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص

[1] ہر نبی کو خدا تعالیٰ نے جو جام دیا ہے اس نے وہی جام مکمل طور پر مجھے بھی عطا کیا ہے۔

کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں ہوئے کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔''

متلاشی حق : جس طرح حضرت مسیح موعود اپنے تئیں اولیاء اور اقطاب کے زمرے میں شامل نہیں کرتے اِسی طرح اپنے تئیں انبیاء سابقین کے زمرے میں بھی شمار نہیں کرتے نہ ہی نبوّت کا کھلا کھلا دعویٰ کرتے ہیں پھر ہم آپ کو کیا مانیں؟

احمدی : آپ اپنے تئیں انبیاء کے زمرے میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو تورات میں مذکور ہیں ۔ مَیں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں جنہیں تم سچا مانتے ہو۔''

(بدر 9/اپریل 1908ء)

پھر ایک جگہ حضور فرماتے ہیں:

''میرے نشانات اس کثرت سے ہیں کہ جس سے ہزاروں نبیوں کی نبوّت ثابت ہوسکتی ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت پر قسم کھانا

(1) دافع البلا صفحہ 11 پر فرماتے ہیں: ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(2) بدر 5 مارچ 1908ء میں لکھتے ہیں : ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔''

(3) حقیقۃ الوحی صفحہ 65 پر فرماتے ہیں:

''آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ وہی مسیح موعود ہے۔''

دافع البلاء میں حضور نے لکھا:

''خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے اس لئے زمین اور آسمان دونوں کو اس کی سچائی کا گواہ بنا دیا......ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کردوں گا جو میرے رسول کو

گالیاں دیتے ہیں۔''

(4) میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔صفحہ 18۔اور آپؐ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوّت کے مقام تک پہنچایا۔صفحہ 150

(5) مَیں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سردار انبیاء نے نبی اللہ رکھا۔(نزول المسیح صفحہ 48)

متلاشی حق : ایک اخبار میں اعتراض چھپا ہے کہ قادیانی تحریک نے ایک ہی مذہب میں رخنے ڈالے اور ایک ہی مذہب رکھنے والے بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا بخلاف اس کے انبیاء نے ہمیشہ باطل سے حق کو اور ضلالت سے روشنی کو جدا کیا۔کافروں اور ملحدوں سے موحدوں اور خدا پرستوں کو الگ کیا۔

احمدی : اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں گذرا کہ جس مذہب کا وہ خود پیرو ہو پھر اسی مذہب رکھنے والوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے تو یہ آپ کا اعتراض ہی سراسر غلط ہے۔دُور جانے کی ضرورت نہیں۔حضرت عیسیٰ کی مثال ہی کافی ہے۔وہ موسوی شریعت کے ہی مجدد تھے جس مذہب کے دعویدار بنی اسرائیل تھے۔آپ نے انہیں میں سے الگ جماعت بنائی اور ماننے والوں کو صاف صاف حکم دیا:

''اگر کوئی میرے پاس آئے اور باپ اور ماں اور بیوی بچوں اور بھائیوں بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔''لوقا 14/26۔

جس قدر یہ اعتراض غلط ہے اسی قدر قابل اعتراض بھی ہے۔ پھر کیا آنحضرتؐ نے ایک جماعت نہیں بنائی۔ چنانچہ اسی اخبار وکیل 4رفروری نے ایک جلسہ کی روئداد شائع کرتے ہوئے لکھا:

''تمہارے اسلاف نے جب اس ندا کو سنا تو دل وجان سے لبّیک کہا۔اتباع شریعت

میں باپ نے بیٹے کی بیٹے نے باپ کی پروانہ کی۔اعلاءِ کلمۃ الصدق میں جانیں لڑادیں۔"

انبیاء اپنی علیحدہ جماعت بنانے میں تفرقہ انداز نہیں کہلا سکتے

اخبار وکیل کی یہ بات کس قدر صداقت سے دُور ہے اس کے لئے پیسہ اخبار 19 مارچ 1922ء کا لیڈنگ آرٹیکل پیش کیا جاتا ہے:

> ''ضلع کانگڑہ کے مسلمانوں کی دینی حالت نہایت ابتر ہے۔وہ جہالت کی وجہ سے شریعت کی باتوں سے قطعی ناواقف ہیں۔ہندو ہمسایوں کی صحبت کے اثر سے ان میں بت پرستوں کی تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔اپنے گھروں میں بت رکھتے ہیں۔انہیں غسل دیتے ہیں اور پہلے ان کے سامنے کھانا پیش کرتے ہیں۔دیویوں کی مورتوں کے آگے بکروں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔مارگزیدہ لوگوں کو فرضی ناگوں کے آستانوں میں لے جاتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ دیوی دیوتا لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ۔ یہ لوگ وضو تک بھی نہیں جانتے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مہدی مسلمانوں سے مسلمانوں کو علیحدہ نہیں کررہے بلکہ مشرکوں اور کافروں سے مسلمانوں کو علیحدہ کررہے ہیں۔کیا جو لوگ احمدی کہلاتے ہیں پہلے بت پرست اور مشرک نہ تھے۔اگر وہ احمدی نہ ہوتے تو ان کی بھی وہی حالت ہوتی۔پس حضرت مہدی علیہ السلام نے نام کے مسلمانوں سے حقیقی مسلمانوں کو علیحدہ کیا ہے۔یہی وہ کام ہے جو ہر نبی وقت پر کرتا رہا ہے جبکہ نہایت صفائی کے ساتھ اعتراف کیا جارہا ہے کہ مسلمانوں میں اسلام نہیں رہا۔پھر کیا حضرت مہدی کی آمد سے قبل مسلمان ایک مٹھی کی طرح بندے ہوئے تھے؟ کیا انکی آواز ایک آواز تھی؟ کیا ان میں فرقہ بندی اور کفر پاشی اور کفر بیزی کا دور دورہ نہیں تھا؟ کیا ان میں مخالفوں سے زیادہ تفرقہ نہیں تھا؟ کیا ان تفرقوں کے باعث ان کے گھر بار عزت و ناموس سلطنت اور حکومت غیروں کے ہاتھ میں نہیں چلی گئی تھی؟ کیا علماء کے فتوے لعنتوں کی طرح ایک دوسرے پر روزانہ

نہیں برس رہے تھے؟ اگر یہ سب کچھ تھا اور فی الواقعہ تھا تو پھر وہ کون سا اسلام تھا جس میں اتحاد بتاتے ہیں۔ وہ کون سا اسلام تھا جو ایک سطح پر تھا جس میں آ کر حضرت مہدی نے تفرقہ ڈال دیا۔ جب کہیں ایسا اسلام تھا ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا تفرقہ اور فساد ہی باعث تھا کہ کوئی خدا کی طرف سے آئے۔ جب وہ خدا کا فرستادہ آیا اور اس نے اسی طرح پر جس طرح کفار عرب میں سے آنحضرت نے اور بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰ نے ایک ایک جماعت تیار کی، اسی طرح حضرت مہدی نے ایک کارکن حقیقی اسلامی نمونہ کی جماعت بنائی۔ جس طرح آنحضرت کے وقت ان ظالموں نے جو خود پریشان اور خانہ جنگیوں میں مبتلا اور منتشر تھے کہنے لگے کہ محمدؐ نے آ کر ہماری قوم میں فتنہ ڈال دیا اسی طرح آج لوگ خانہ جنگیوں سے مٹ رہے تھے جب ان کو جمع کرنے والا ایک مردِ خدا آیا تو ان مٹنے والوں نے کہہ دیا کہ آنے والے نے تفرقہ ڈال دیا۔ ہمیشہ یہ لوگ تفرقہ مٹانے والوں کا نام تفرقہ انداز رکھتے ہیں اور اپنے تئیں مصلح کہتے ہیں۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ یعنی خدا کے نبی کو فسادی کہنے والے خود فسادی ہوتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ نبی نے ہماری اصلاح نہیں کی۔ سب فرقوں اور مذہبوں میں تفرقہ مٹا کر اتحاد پیدا نہیں کیا۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جو مریض ڈاکٹر سے دُور بھاگیں اُن کو صحت کیسے حاصل ہو۔ ہاں دیکھنا یہ چاہئے کہ جن منتشر اور متفرق لوگوں نے صلح کی آواز سُنی اور سمجھی وہ سب تفرقہ مٹا کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور ان میں محبت اور مودّت پیدا ہو گئی۔ ایک برہمن، ایک خاکروب، ایک سُنّی اور ایک شیعہ جن میں بُعد المشرقین تھا آج تمام تفرقہ مٹا کر دو قالب اور ایک جان نظر آ رہے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد باوجود منکرین کبھی اچھی رائے نبی کی نسبت نہیں رکھتے۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کو خدا اپنا رسول اور اولوالعزم نبی، ہدایت اور نور کا سرچشمہ بناتا ہے، ان کی نسبت نہ ماننے والوں کی یہ رائے قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا کیا ہم نے تم کو پرورش نہیں کیا۔ اس سے فرعون کی یہ مراد تھی کہ ہمارا کھا کر آج ہمارا مقابلہ کرتا ہے۔ یعنی ہماری نمک حرامی کرتا ہے الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ یہ تو مجنوں ہے۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ

دِيْنَكُمْ میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے دین کو ہی نہ بدل دے اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں فساد برپا کرے۔ یہ جادوگر ہے دھوکے باز ہے۔ واجب القتل ہے۔ مفتری جھوٹے الہام بنانے والا بھائی سے بھائی کو جدا کرنے والا ہے۔ کیا عیسیٰ کے منکروں کا یہ ایمان نہیں ہے کہ وہ گروہ گروہ کرنے والا دین کو بدلنے والا ہے۔ کیا منکرین آنحضرتؐ کے اقوال اور افعال پر یہ رائے نہیں رکھتے کہ وہ نعوذ باللہ شہوت پرست، شاعر، مجنوں، مفتری وغیرہ تھے۔ سارا قرآن پڑھ جاؤ۔ جس طرح انبیاء اپنے افعال و اعمال، اخلاق و اغراض میں متحد ہوتے ہیں ویسے ہی کفار اور منکرین بھی اپنی خباثتوں اور شرارتوں اور اعتراضات کرنے میں تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ کی بیّن تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کے اعتراضات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا منبع اور مصدر اور مخرج ایک ہی ہے۔ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اے رسول تجھے وہی کچھ کہا جاتا ہے جو پہلے رسولوں کو کہا گیا۔ اس کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں ؏

''ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار''

پس اگر یہ لوگ موسیٰؑ کے وقت ہوتے تب بھی یہی اعتراض کرتے۔ عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتے تب بھی یہ لوگ یہی اعتراض کرتے اور سخت انکار کرتے۔ نبی کے آنے سے تو ان منکروں کا اور سعید فطرت لوگوں کا امتحان ہو جاتا ہے۔ پتہ لگ جاتا ہے کہ کون سعید ہے اور کون خبیث۔ نبی کے آنے سے ان کے انکار کی وجہ سے شناخت ہو جاتی ہے ورنہ یہ لوگ کافر پہلے ہی سے ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ (رعد:44) یعنی وہ کافر ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ تُو رسول نہیں ہے۔ یہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ جیسے کسی شخص نے بادشاہ وقت کی خوب تابعداری کی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اسے نواب کا خطاب دیا اور کچھ جاگیر دی۔ ساتھ ہی یہ عہد لیا کہ جب تک فرمانبرداری اور خدمت گزاری ہوگی یہ

تمہارا ہے اور اس کے علاوہ بھی ملے گا مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ نواب باغی اور نافرمان ہو کر خدمات سرکاری سے دست کش ہو گیا تو سرکار نے اس سے خطاب نوابی واپس لے لیا۔ جاگیر ضبط کر لی اور مستحق سزاؤں سے اسے معذّب کیا اگر بعض جاہل اس کو اب بھی ویسا ہی نواب خیال کر رہے ہوں تو کیا اب وہ درحقیقت ہے یا نام کا نواب ہے۔ پس یہی حالت موجودہ مسلمانوں کی ہے جو صرف نام کے مسلمان ہیں اور اُلٹا اصلاح کرنے والے کو تفرقہ انداز کہہ رہے ہیں۔

متلاشی حق : حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت کے متعلق شک پیدا ہوجاتا ہے کہ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لاہوری پیغامی پارٹی احمدی نبوّت کے منکر ہیں۔ وہ پیغام نمبر 42 سن 1914 میں لکھتے ہیں کہ ہم نبی کہنا جائز نہیں سمجھتے۔

احمدی : حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت میں شک لانا گناہ اور کفر ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں :

حضرت مسیح موعودؑ کے دعوائے نبوّت میں شک لانا کفر ہے

(1) چشمہ معرفت صفحہ 180 پر فرماتے ہیں : ''نبی اسی کو کہتے ہیں خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔

(2) تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 68 پر فرماتے ہیں : ''آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کثرت کا نام بموجب حکمِ الٰہی نبوّت رکھتا ہوں۔''

(3) یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے...... نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 25،26)

نبی اور رسول کے نام پر ناراض ہونے والا احمق ہے

اور حضورؑ کے 'من نیستم رسول' کہنے سے مراد

(4) ایک غلطی کے ازالہ میں فرمایا : ''خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے......میرا یہ قول کہ

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحبِ شریعت رسول نہیں ہوں ...... رسول بھی ہوں نبی بھی ہوں۔ بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی ......اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا تو یہ اس کی حماقت ہے...... مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا......ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا۔''

(5) خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کمیّت و کیفیت میں دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ (بدر 5 مارچ 1905)

(6) حقیقۃ الوحی صفحہ 391 پر فرمایا :

> ''اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ بھی نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے......جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہوجائے۔''

نبوّت سے انکار گناہ ہے

(7) ’’جس بنا پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ مَیں صرف خدائے تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو دنیا سے گذر جاؤں..... عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے۔ بلکہ اس کو خاص نام کے ساتھ پکارا جائے تا اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کیلئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا۔

(بدر 11 جون 1908ء)

حضرت مسیح موعودؑ کے مقام نبوت کے اظہار کیلئے ’نبی‘ کے سوا اور کوئی امتیازی لفظ نہیں

(8) ’’بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی گزرے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت اور صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ کا ہے۔ بھلا ہم اگر نبی نہ کہلائیں تو اس کیلئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔ دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں.... یہ اس لئے تا ان پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دئے گئے۔ پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں..... ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ جس دین میں نبوت کا

سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔.... اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم قصہ گو ٹھہرتے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں۔ یہ تو چوہڑوں اور چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت اور کیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہوں۔ ایک مصرع سے تو کوئی شاعر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کو پہچاننے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہئے۔''

(بدر 15 مارچ 1908ء)

(9) ''اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی.....اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں۔''

(نزول المسیح صفحہ 82)

(10) پگٹ کے مقابلہ میں جو اشتہار دیا تھا اس کے آخر میں جہاں مشتہر کا نام لکھا جاتا ہے حضور کے یہ الفاظ تھے : ''النّبی مرزا غلام احمد'' اسی طرح دافع البلاء میں قادیان کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ رسول کا تخت گاہ ہے۔

متلاشی حق : حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت پر یہ دلیل ہونی چاہئے کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ کو نبی کہہ کر پکارا ہے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی قرآنی وحی، گذشتہ رسولوں کی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور خود حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تازہ وحی میں آپؑ کو لفظ نبی سے پکارا گیا ہو۔

احمدی : بے شک حضرت مسیح موعودؑ کو ہمیشہ کے لئے نبی کہہ کر پکارا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت کا ثبوت بذریعہ وحی الٰہی

(1) هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ اس آیت کی نسبت سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعودؑ کے لئے ہے اور اس کے زمانہ میں پوری ہوگی۔ دوسری آیت جس میں مسیح موعود کو رسول قرار دیا گیا ہے وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ کی آیت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں بتائی گئی ہیں۔ پس ضرور ہے کہ دوسری بعثت بھی رسالت کے ساتھ ہو۔ اس کے علاوہ وہ آیات جن میں قرآن کریم میں نبیوں کے متعلق جو انعامات اور ان کی نبوتوں کے معیار بتائے گئے ہیں وہ بھی آپ کے متعلق پورے ہوئے۔ پس وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ نبیوں کے متعلق فرماتا ہے جب سب کی سب آپ میں پائی جاتی ہیں تو کس طرح آپؑ نبی نہ ہوں۔

(2) حقیقۃ الوحی صفحہ 330 پر فرمایا : ''بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے نام کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے۔'' پھر صفحہ 391 پر فرمایا : ''احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ 16 پر فرمایا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی بولا گیا ہے۔ پھر تذکرۃ الشہادتین میں فرمایا کہ : ''دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا۔'' پھر الوصیّت میں فرمایا : ''نَبِیُّ اللهِ وَاِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی۔'' پھر خط بنام اخبار عام میں لکھا کہ میرے سیّد و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی۔'' پھر بدر 6 جون 1907 میں ایک سائل کے سوال پر کہ اسلام میں اس قسم کا نبی بھی ہو سکتا ہے تو آپ سے پہلے کوئی نبی ہوا؟ فرمایا : ''یہ سوال مجھ پر نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے انہوں نے صرف ایک کا نام نبی رکھا ہے۔''

(3) تیسری شہادت حضورؑ کی نبوّت کے متعلق خود آپ کی وحی اور الہامات ہیں جن میں سینکڑوں دفعہ آپؑ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی + کَتَبَ اللهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ + جَرِیُ اللهِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ + اِنِّیۡ مَعَ الرَّسُوۡلِ + صَدَقَ اللهُ وَرَسُوۡلُهٗ +

وَقَالُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا + یَا نَبِیَّ اللہِ کنت لا اعرفك + قُلْ اِنِّیْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ + یَا اَحْمَدُ جعلت مُرْسَلًا + قُلْ یَآیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا جَاءنی آئل + حقیقۃ الوحی صفحہ 103 پر لکھا : ''اس جگہ آئل خدا تعالیٰ نے جبریل کا نام رکھا ہے۔''

اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قدر الہامات کی موجودگی میں ہم حضرت مسیح موعود کو غیر نبی قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ تو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بیسیوں اور سینکڑوں دفعہ آپؑ کو نبی کے نام سے یاد فرماتا ہے......کیا اس کی نظیر دنیا میں کسی اور انسان میں بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بار بار نبی کہہ کر پکارتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتا......دنیا میں وہ کون سا نبی گذرا ہے جس کے نبی قرار دینے کے لئے کوئی اور وجہ قرار دی جاتی ہے۔ کیا سب نبیوں کو ہم اسی لئے نبی نہیں مانتے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو نبی کہا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہی خدا کہ جس نے موسیٰؑ سے کہا تُو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا اور عیسیٰؑ سے کہا کہ تُو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا لیکن آج مسیح موعود سے کہتا ہے کہ تُو نبی ہے تو وہ نبی نہیں ہوتا ......جو شخص انکار کرتا ہے اسے ضرور پہلے نبیوں کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیح کی نبوّت جن دلائل سے اور جن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے ان سے بڑھ کر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود کی نبوّت کے متعلق موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے اگر مسیح موعود نبی نہیں تو دنیا میں آج تک کوئی نبی ہوا ہی نہیں۔ اگر وہ دلائل حضرت مسیح موعود کی نبوّت ثابت نہیں کرتے تو ہمارے سامنے وہ دلائل پیش کرو جن کی رُو سے کسی نبی کی نبوّت ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ضد اور تعصّب کو چھوڑ دیا جائے تو اس سے زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے متواتر تیس سال تک نبی اور رسول کے نام سے یاد کیا ہے......اتنا سوچیں کہ نبی بنانا خدا کا کام ہے نہ انسان کا......جو انعام خدائے تعالیٰ نے مسیح موعود کو دیا ہے اسے کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ اب کسی انسان کی طاقت نہیں کہ اس چادر کو حضرت مسیح موعودؑ کے کندھوں پر سے اُتارے۔ (حقیقۃ النبوّت)

متلاشی حق : ہمیں تو لاہوری پیامی پارٹی والے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مجازی نبی ہیں، صرف استعارہ کے طور پر جیسا کہ ایک بہادر انسان کو شیر کہہ دیتے ہیں، آپ کو نبی کہا گیا۔

احمدی : حضرت مسیح موعود نے مختلف اصطلاحات نبوّت کے متعلق قرار دی ہیں ۔ مثلاً حقیقی نبوّت ۔ مستقل نبوت ۔ مستقل نبی ۔ ظلی یا بروزی نبی ۔ اُمّتی نبی ۔ نبوّت تامہ ۔ جزوی نبوت ۔ مجازی نبوت ۔ حضور نے لوگوں کو نبوّت کے الہام سمجھانے کے لئے وضع فرمائی ہیں ۔ چونکہ آپؑ نے خود ان اصطلاحات کو وضع فرمایا ہے اس لئے ان کے وہی معنی کرنے درست ہوں گے جو آپؑ نے خود فرمائے ہیں نہ کہ کوئی اور مثلاً قرآن کریم میں صلوٰۃ کے معنی نماز کے ہیں ۔ یہ اصطلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اس سے پہلے تو تھی نہیں ۔ صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں لیکن جب شریعت اسلام میں بغیر کسی اور قرینہ کے صلوٰۃ کا لفظ آئے گا تو اسکے معنی نماز کے ہوں گے نہ کہ دعا کے ۔ پس اسی طرح حضرت مسیح موعود نے جو اصطلاح تجویز کی ہے اور پہلے وہ ان معنوں میں لغت میں استعمال نہیں ہوئی تو ہمیں اس اصطلاح کے وہی معنی کرنے ہوں گے جو خود حضرت مسیح موعود نے کر دیئے ہیں مثلاً حقیقی نبوت کے متعلق انجام آتھم حاشیہ صفحہ 27 میں فرمایا:

''جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی بننا چاہے تو وہ ملحد اور بے دین ہے ۔''

ظلی نبوت کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ 28 پر فرمایا :

''ظلی نبوت کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا ۔''

پھر صفحہ 97 پر مستقل نبوت کے متعلق فرمایا :

''بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰؑ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا...... وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے ۔''

اُمّتی نبی کے متعلق تجلیات الٰہیہ حاشیہ صفحہ 9 پر فرمایا : ''جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ کہ براہ راست'' نبوت تامہ کے متعلق توضیح مرام صفحہ 19 پر فرمایا : ''نبوت تامہ جو وحی تشریعی والی ہوتی ہے بند ہو چکی ہے ۔''

جب ہم آپؑ کی تحریرات پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب آپؑ کے سامنے دو وجود ہوں ایک وہ ذات جو کسی چیز کا اصل منبع ہو دوسرے وہ جو بذات خود اصل سرچشمہ نہیں تو ایسی صورت میں آپ ہمیشہ مقدم الذکر کے لئے حقیقی اور مؤخر الذکر کے لئے ظلی یا بروزی یا مجازی کا لفظ استعمال فرماتے تھے مثلاً آپ حقیقی الہام کے متعلق براہین احمدیہ کے صفحہ 276 کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''الہام حقیقی سے معنی قرآن شریف سے عقل کو سراسر فائدہ اور نفع پہنچتا ہے نہ زیان اور نقصان اور عقل بذریعہ الہام حقیقی خطرات سے بچ جاتی ہے۔''

حضرت اقدسؑ کا قرآن کریم کو الہام حقیقی کے نام سے یاد کرنا اس بات پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتا ہے کہ آپ نے حقیقی کا لفظ کن معنوں میں استعمال کیا۔ کیا اس سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کریم کے علاوہ انبیاء پر جو الہام نازل ہوا وہ فی الواقع الہام نہیں اور خدا کا کلام نہیں بلکہ کچھ اور چیز تھا۔ جس طرح بہادر انسان کو شیر کہہ دیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں شیر نہیں ہوتا مگر حضرت اقدس کا یقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام اور پہلے انبیاء کے کلام اور اپنے الہامات کے متعلق یکساں تھا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

آں چہ من بِشنوم ، زِ وَحیِ خُدا	بخُدا پاک دَانَمش ، زِ خطا
جو کچھ خدا کی وحی سے میں سُنتا ہوں	خُدا کی قسم میں اُسے غلطی سے پاک سمجھتا ہوں
ہمچو قرآن، منزّہ اَش دانَم	اَز خطاہا ، ہمیں ست ایمانم
میں اُسے قرآن کی طرح غلطیوں سے پاک جانتا ہوں	اَور یہی میرا ایمان ہے
بخدا، ہست ایں کلامِ مجید	از دہانِ خدائے پاک و وحید
خدا کی قسم یہ خدا کا کلام ہے	اَور وہ خدائے قدّوس اَور واحد کے منہ سے نکلا ہوا ہے
آں یقینے کہ بود عیسیٰ را	بر کلامے، کہ شُد برو القا

وہ یقین جو عیسیٰ کو اُس کلام پر تھا	جو اُس پر نازل ہوا
واں یقینِ کلیم بر تورات	واں یقیں ہائے سَیّدُ السَّادات ؐ
اَور وہ یقین جو موسیٰؑ کو توَرات پر تھا	اَور وہ یقین جو سیّدالمرسلین کو حاصل تھا
کم نَیم، زاں ہمہ برُوئے یقیں	ہر کہ گویَد دروغ ، ہست لعیں
مَیں یقین کے معاملہ میں اُن میں سے کسی سے کم نہیں ہوں	جو جھوٹ بولتا ہے وہ لعنتی ہے

پھر اس امر کو اور بھی واضح کرنے کے لئے کہ حقیقی کا لفظ آپ کی اصطلاح میں کیا معنی رکھتا ہے براہین احمدیہ صفحہ 451 کا حاشیہ نمبر 11 پڑھا جائے فرمایا : ''یوں سمجھو کہ حقیقی طور پر بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں تمام اخلاق فاضلہ اور تمام نیکیاں اسی کے لئے مسلم ہیں ......اخلاق فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کا کامل اتباع کرتے ہیں۔'' اس جگہ بھی حضورؑ نے حقیقی کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ پھر سرمہ چشم آریہ کے صفحہ 168 پر حاشیہ میں فرماتے ہیں : ''اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ سو یہ نہایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدائے تعالیٰ کے شان کے لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ۔'' اس جگہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ حقیقی محمدؐ اللہ تعالیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی محمدؐ نہیں بلکہ ظلی محمدؐ ہیں۔ پس ان اصطلاحات کے سمجھنے کے بعد یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت ایک بے حقیقت چیز ہے ایک کھلی سچائی کا انکار ہے۔ کیا حضرت مہدی نے یہ نہیں لکھا کہ حقیقی محمدؐ اللہ تعالیٰ ہے۔ پس کیا تم اس سے یہ نتیجہ نکالو گے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں محمدؐ نہ تھے۔ پھر کیا حضرت اقدس نے یہ نہیں لکھا کہ حقیقی نیک خدا ہے تو پھر کیا تم اس سے یہ نتیجہ نکالو گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ فی الواقعہ نیک نہ تھے تو پھر کیا تم حقیقی کی اصطلاح کی بناء باوجود اس امر کے واضح ہونے

کے کہ آپ نے حقیقی کی اصطلاح کن معنوں میں استعمال کی ہے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا کبھی انکار کر سکتے ہو؟

ایک غلطی کے ازالہ میں آپؑ فرماتے ہیں مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام بار بار نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا ہے۔ بروزی تصویر پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو......

یہ کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا نام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے ؎

من تُو شُدم تُو مَن شُدی من تن شُدم تو جاں شُدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں مَن دیگرم تُو دیگری

ترجمہ: مَیں تُو بن گیا تُو مَیں بن گیا، مَیں تن بن گیا تو جان بن گیا۔ تا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مَیں کوئی اَور ہوں تُو کوئی اَور ہے۔ (حضرت امیر خسروؒ)

اس کی روح کا روپ ہوگا......وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث ایسا ہی اسکا نبی لقب بھی لے گا۔ اس زمانہ میں بروزی طور پر یہودی بھی پیدا ہوگئے ہیں اور بروزی طور پر مسیح ابن مریم بھی پیدا ہوا۔ (تحفہ گولڑویہ)

مردمِ نااہل گویندم کہ چوں عیسیٰ شُدی	بِشنُو اَز مَن ایں جوابِ شاں کہ اے قَومِ حَسُود
نالائق لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو عیسیٰ کیونکر ہوگیا	مُجھ سے اُن کا جواب سُن جو یہ ہے کہ اے حاسد قَوم
چوں شُمارا شُد، یَہُود اندر کتابِ پاک نام	پس خُدا، عیسیٰ مرا کرد است اَز بہرِ یَہُود
چونکہ قرآن میں تمہارا نام یہودی رکھا گیا ہے	اس لئے خُدا نے مُجھے یہودیوں کے لئے عیسیٰ بنا دیا ہے

نبوت کی جامع تعریف جس سے کوئی سچا نبی باہر نہیں رہ سکتا اور جھوٹا نبی اس تعریف میں شامل نہیں ہوسکتا

(1) **کثرتِ مکالمات ومخاطبات کا پایا جانا** جس کی تشریح حضرت مسیح موعود نے خود فرمادی کہ اس سے مراد وہ مکالمات ہیں جن میں کثرت سے غیب کی خبریں پائی جائیں۔

(2) **ان اخبار غیبیہ کا انذار وتبشیر کا رنگ رکھنا** جسے حضرت مسیح موعودؑ نے خوارق کے نام سے موسوم فرمایا ہے اور اس طرح ان لوگوں کی خوابوں یا الہاموں کو الگ کردیا ہے جنہیں بعض غیب کی خبریں تو بتائی جاتی ہیں لیکن وہ خوارق نہیں کہلاسکتیں۔

(3) **خدائے تعالیٰ کا نبی کے نام سے پکارنا** حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ نبی اس شخص کو کہتے ہیں نہ کسی اور کو جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ تعریف میں نے خدا کے حکم کے ماتحت سمجھی ہے اور خدا کی اصطلاح کے مطابق نبی اسی کو کہتے ہیں اور سب نبیوں کا اس پر اتفاق ہے۔ اسلام کی اصطلاح اور لغت کو بھی اس تعریف سے متفق بتاتے ہیں۔ نبوت کی یہ جامع اور مانع تعریف ہے جس کی بناء پر کسی نبی کی نبوت سے انکار نہیں کرنا پڑتا اور سب نبی اس تعریف میں جمع ہوجاتے ہیں اسی طرح یہ تعریف ایسی ہے کہ کوئی غیر نبی اس تعریف کے ہوتے ہوئے نبیوں کے گروہ میں ناجائز طور سے شریک نہیں ہوسکتا۔ اب اس تعریف کے قبول کرنے میں کسی کو کیا تردّد ہوسکتا ہے۔ جاہل اور نادان انسان نبی کی جو چاہے تعریف کرے اور اپنے پاس سے انبیاء کی بعض تعریفیں قرار دے اور وہ کام جو خدائے تعالیٰ کا ہے اپنے ہاتھ میں لے لے لیکن وہ شخص جس کا دل نورِ ایمان سے بکلی محروم نہیں ہوا جس کی سعادت اور رشد پر موت نہیں آ گئی اُسے اس تعریف کے قبول کرنے میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ جو شخص بلا دلیل کسی دینی بات پر اڑتا ہے وہ اللہ کی گرفت کے نیچے ہے۔ اس تعریف کے صادق آنے کے باوجود بھی جو شخص حضرت مسیح موعود کی نبوت کا انکار کرتا ہے وہ نادانی کے انتہائی ...... نقطے کو پہنچا ہوا ہے۔ پس جن میں یہ تینوں باتیں پائی

جائیں وہ نبی ہوں گے۔ ہاں انبیاء مختلف خصوصیتیں رکھتے ہیں ۔بعض شریعت لاتے ہیں بعض نہیں لاتے۔بعض ایک قوم کی طرف بعض سب ملکوں کی طرف مبعوث ہوکرآتے ہیں۔لیکن شرائط نبوت وہی تین ہیں۔جن میں وہ تین باتیں پائی جائیں نبوت کے لحاظ سے وہ ایک ہوں گے جس طرح سب انسان انسان ہونے کے لحاظ سے ایک ہیں ۔جس طرح انسانوں کے مدارج میں فرق ہوتا ہے اسی طرح نبیوں کے درجوں میں فرق ہوتا ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ غرض نبیوں میں جوفرق ہے وہ نبوت کے لحاظ سے نہیں بلکہ بعض خصوصیات کی وجہ سے ہے۔نفس نبوت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعوداورسب نبی یکساں ہیں۔صرف حصول نبوت میں فرق ہے۔ پہلے نبی بغیرافاضہ کسی نبی کے براہِ راست نبی بنتے رہے مگرآپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ثابت کرنے کے لئے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا ہے اب اگراس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کا نام نبی رکھ دیا گیا ہے تو اس سے افاضہ کا کیا ثبوت ملا ایک استاد کا فیضان یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد کو لائق بنائے نہ یہ کہ اس کے شاگرد کا نام لائق رکھا جائے ۔کالجوں کے پروفیسروں کی لیاقت اس طرح ثابت ہوا کرتی ہے کہ ان کے شاگرد بی اے،ایم اے میں واقعی طور پر کامیاب ہوجائیں یا اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ ان کے انٹرنس طالب علم کا نام بی اے یا ایم اے رکھ دیا جائے۔اس قسم کا افاضہ تو بچوں کی کھیل میں بھی ہوتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کا کمال اسی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شاگردی میں واقعہ میں کوئی شخص نبیوں کے کمالات حاصل کرے ۔غرضیکہ حضرت مسیح موعود کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام نبوت پر پہنچایا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کو واقعہ میں نبی بنادیا گیا ورنہ آنحضرت کے افاضہ کا کمال ثابت نہ ہوگا۔اورآپ کا حضرت مسیح سے افضل ہونے کا اعلان کرنا ثابت کرتا ہے کہ آپ واقعہ میں نبی تھے نہ کہ آپ کا نام نبی تھا کیونکہ مسیح سے افضل ہیں اورغیر نبی نبی پرمن کل الوجوہ افضل نہیں ہوسکتا پس آپ فی الواقعہ نبی ہیں۔(حقیقۃ النبوۃ)

متلاشی حق : بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے اور قرآن کریم کے فیصلہ کے ماتحت آپ کو نبی ماننا پڑتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ان کا دعویٰ تدریجاً بڑھتا رہا ہے کیا اس کی نظیر پہلے انبیاء میں مل سکتی ہے اور یہ کہ آپ اپنے تئیں مجدّد کیوں کہتے رہے۔

احمدی : اوّل تو یہ غلط ہے کہ آپؑ تدریجاً نبی بنے ہیں۔ آپؑ اپنے دعویٰ کی تفصیل شروع دعویٰ مسیحیت سے کرتے رہے ہیں...... تدریج منع نہیں ہے اور اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی کہا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن کریم آہستہ آہستہ اُترا ہے اور یہ پہلے انبیاء کے منہاج کے خلاف ہے۔ حضرت موسیٰؑ پر یکدم کتاب نازل ہوئی تھی اس وقت حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا اظہار بھی آہستہ آہستہ ہوا...... کمزور انسانوں میں جس قدر استعداد پیدا ہوتی گئی ان پر اظہار کیا جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بھی اسی طرح ہوا۔ سب سے پہلے آپ پر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ نازل ہوئی۔ اس میں دیکھ لو کہ نبی کریم کے نام سے آپ کو نہیں پکارا گیا۔ پھر سورہ مزمّل کی ابتدائی چند آیات نازل ہوئیں اور آپ کو مامور مقرر کیا گیا۔ لیکن ان میں بھی نبی اور رسول کا لفظ نہیں۔ ہاں چند ماہ کے اندر آپ کو رسول کے لفظ سے یاد کیا گیا جیسا کہ سورہ مزمّل کی آخری آیات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح کل دنیا کی طرف ہونے کا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بعد میں کیا۔ پھر خاتم النبیّین کا اعلان بھی مدینہ میں ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح ناصری کا دعویٰ بھی آہستہ آہستہ ہوا ہے اور کلیسیا کی تاریخ کے واقفوں نے اس امر پر کتابیں لکھی ہیں کہ حضرت مسیح نے آہستہ آہستہ اپنے دعویٰ کو ظاہر کیا اور اناجیل کو جو شخص غور سے پڑھے گا وہ بھی یہ بات معلوم کرلے گا کہ حضرت مسیح کا دعویٰ بھی بتدریج ہوا ہے...... ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اسی وقت خاتم النبیّین تھے لیکن ظاہر الفاظ میں بعد میں اعلان کیا گیا کہ اب یہ شخص خاتم النبیّین ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی نزول المسیح صفحہ 438 پر یہی لکھا ہے :

”محققین کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معارف بھی ایک دفعہ

آپ کونہیں ملے بلکہ تدریجی طور پر اپنے علمی ترقیات کا دائرہ پورا کیا ہے۔ ایسا ہی میں ہوں جو بروزی طور پر آپ کی ذات کا مظہر اور اسی قدم پر مسیح موعود ہے جو اس وقت تم میں ظاہر ہوا۔'' (حقیقۃ النبوّت)

(2) ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود محدث نہ تھے۔ آپؑ بھی اسی طرح محدث تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محدّث تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حضرت مسیح موعود نے مجدّد اعظم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ شاید کوئی نادان یہ نتیجہ نکالے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مجدّد تھے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں بھی مجدد کہا ہے۔ مگر کیا کوئی دانا ایسا کہہ سکتا ہے اگر نہیں تو کیوں؟ صرف اسی لئے کہ بڑے درجے میں چھوٹا خود شامل ہوتا ہے۔ پس جو نبی ہو اوہ ضرور ہے کہ محدّث بھی ہو اور جو محدّث ہو ضرور ہے کہ وہ محسن اور صالح بھی ہو اور جو صالح ہے وہ مسلمان بھی ہو۔ اگر محدّث کو مسلمان کہہ دیں تو ضروری نہیں کہ اس کا آخری رتبہ یہی ہو۔ یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں آتا ہے وَاَنَا اوّلُ الْمُؤمِنِین تو اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بس آپ صرف ایک مومن تھے اس سے اوپر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایسا خیال رکھنے والا جاہل ہوگا کیونکہ وہ دوسری جگہ دیکھے کہ آپ کو نبی کہا گیا ہے۔ نبی کے لفظ نے بتادیا ہے کہ آپ کو دوسرے مومنوں سے ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ آپ نبی بھی ہیں...... اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود کبھی اپنے آپ کو دوسرے مجددین میں شامل کردیں تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بس آپ مجدد ہی ہیں ایسی ہی حماقت ہے جیسے کوئی شخص کو اَنَا اوّلُ الْمُؤمِنِین کو دیکھ کر کہہ دے کہ بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مومن کا خطاب دیا گیا ہے...... اسی طرح بعض جگہ نبیوں کی نسبت آتا ہے وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْن ہم محسنوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ اب کوئی شخص کہہ دے کہ اللہ نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یوسف کے انعامات کو محسن ہونے کے ماتحت رکھا ہے اور باقی سب محسنوں کے ساتھ شامل کیا ہے، معلوم ہوا کہ آپ کا محسن ہونا اللہ تعالیٰ ثابت کرنا چاہتا ہے

نہ کہ نبی مگر وہ نادان نہیں جانتا کہ لوگ موسیٰ کو محسن کی جگہ ظالم خیال کرتے تھے پس ان کو سمجھانے کے لئے محسنوں کی مثال دی۔ پس چھوٹے درجہ والوں کی مشابہت بتانے سے ہمیشہ یہ مراد نہیں ہوتی کہ بڑا درجہ حاصل نہیں۔ بلکہ دوسری جگہ عموم کی تخصیص کر دی گئی ہو تو تخصیص زیادہ معتبر ہوگی۔اور یہ ایسا قاعدہ ہے جس سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہوسکتا......رسالہ مہدی میں مرزا یعقوب بیگ پیامی لکھتے ہیں : ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور پہلے نبیوں کی نبوت میں بلحاظ نبوت کوئی فرق نہ تھا۔'' اور سمجھ لے کہ بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں اور بلحاظ درجہ کے آنحضرتؐ کو آقا اور حضرت مسیح موعود کو خادم مانتے ہیں۔'' (حقیقۃ النبوّت)

متلاشی حق : اب میں قادیانی اور پیغامی اختلافات کے متعلق سمجھنا چاہتا ہوں۔ پیغامی جماعت غیر احمدیوں سے مل رہی ہے۔ چنانچہ انگلستان میں انہوں نے الگ جماعت ہی نہیں بنائی اکٹھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہاں مسیح موعود کا نام لینا سم قاتل سمجھتے ہیں۔ کیا واقعی مسیح موعود کا ماننا ضروری نہیں ہے؟

احمدی : حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد جب پیغامی لوگ الگ ہوئے اور خلافت ثانیہ کے انکار کے ساتھ نبوت حضرت مسیح موعود سے انکار کر دیا تو غیر احمدیوں نے کہا کہ نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام کا اصولی فرق تھا کیونکہ الگ جماعت رسول ہی بناتے ہیں۔ رسول کا انکار کفر اور انجام جہنم ہوتا ہے نجات ہو نہیں سکتی اب جبکہ اصولی فرق ہی نہ رہا تو پھر مہدی اور مسیح کا ماننا ناحق سر دردی ہے اور احمدی غیر احمدیوں کا سوال فضول ہے آیئے گلے مل جایئے۔ چنانچہ اخبار وطن نے اپریل 1914ء کی اشاعت میں پیغامیوں کو لکھا:

''اگر بغیر احمدی ہوئے یا بانی سلسلہ احمدیہ کو مسیح و مہدی موعود یقین کئے بغیر بھی ایک مسلمان اسلام سے بہرہ اندوز ہوسکتا ہے اور جنت کا وارث ہوسکتا ہے تو پھر احمدی سلسلہ میں داخل ہونے سے اور مسیح و مہدی قادیانی پر ایمان لانے کی ضرورت ہی کیا باقی رہتی ہے بلکہ اس مفت کی سر دردی سے حاصل ہی کیا ہے۔ اب اگر احمدی اپنے آپ کو صراط مستقیم پر

سمجھتے ہیں تو ضرور ہے کہ غیر احمدی مسلمان احمدیوں کی طرح صراط مستقیم پر نہ ہوں کیونکہ یہ محال قطعی ہے کہ دونوں صراط مستقیم پر ہوں تو پھر احمدی اور غیر احمدی کیسا۔''

اخبار وطن کا پیغامیوں کو یہ مشورہ دینا نہایت بجا اور مناسب تھا مگر انہوں نے کوئی صاف اور سیدھا جواب نہیں دیا اور نہایت عیارانہ اور منافقانہ چال چلے جو احمدی کے ہم خیال تھے ان کو کہتے رہے کہ ہم احمدی ہیں اور غیر احمدیوں کو کہہ دیا کہ ہم کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ہیں۔تم چندہ دو ہم ولایت میں احمدیت کا نام ہی نہ لیں گے۔اب ان کا یہ حال ہے کہ ہندوستان کے اندر تو وہ احمدی ہیں اور اپنے ہم خیال احمدیوں سے چندہ لیتے ہیں اور ہندوستان سے باہر غیر احمدی ہیں اور غیر احمدیوں سے چندہ لیتے ہیں۔ان کے ساتھ بالکل ملے جلے ہیں۔اکٹھے نمازیں پڑھتے ہیں۔کوئی احمدی اور غیر احمدی کی تمیز نہیں۔حالانکہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز قطعاً حرام فرمائی ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت کے منکر اور کافر ہیں چنانچہ آپ نے تحفہ گولڑویہ ضمیمہ صفحہ 18 پر فرمایا :

نبی کی جماعت نمازوں رشتوں دینی تعلقات میں ہمیشہ الگ ہوا کرتی ہے

''کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔''پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر یا مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو۔بلکہ چاہئے کہ تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔''

(2) فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 19 پر فرمایا:

''جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا کرو اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں۔اکیلے پڑھ لو۔خدا تعالیٰ اِس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے الگ کرنا چاہتا ہے منشاءِ الٰہی کی مخالفت ہے۔ ......ایسا

ہی جو احمدی اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔''

(3) ''یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کرلیا ہے اوّل تو یہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ جو ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کو ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں اسی وجہ سے ہماری جماعت ان سے کسی طرح تعلق نہیں رکھ سکتی نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔''

رسالہ تشحیذ جلد 8 صفحہ 9، 10 میں فرمایا :

''ان غیر احمدی مسلمانوں سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔''

(4) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

(5) ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ (خط بنام عبدالحکیم)

(6) جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ (حقیقۃ الوحی)

(7) جو مجھے قبول نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی قائم نہیں رہے گا۔ (نزول المسیح صفحہ 84)

(8) جو ہمیں کافر سمجھتے ہیں ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں اور ساتھ نام بنام یہ نہ لکھیں کہ ہم مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔

(9) خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہو دیکھے جس کے کان ہوں سُنے۔(اربعین)

(10) خدا نے اس سلسلہ کو قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے اور تُو اس طوفان کے وقت یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا۔اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت در پیش ہے۔(فتح اسلام)

(11) جو شخص میری پیروی نہیں کرے گا اور بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔(اشتہار معیار الاخیار)

(12) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک وہ غلط عقائد چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے واسطے خدا نے مجھے مامور کیا ہے اور میں ان سب غلطیوں کو دُور کر کے اصل اسلام پھر دنیا پر قائم کر دوں۔(تقریر 26/نومبر 1905)

(13) ''مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔''

(14) ڈاکٹر عبدالحکیم نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں لکھا کہ:

''آپ کا وجود خادمِ اسلام ہے نہ کہ وجودِ اسلام۔ پس اپنے وجود کی خاطر اشاعت اسلام کو روکنا حکمت اور دانائی کے خلاف ہے اور یہ کہ تیرہ کروڑ غیر احمدی مسلمانوں میں کوئی بھی راستباز نہیں اور یہ کہ نجات ایمان باللہ اور عمل صالح پر ہے۔آنحضرت توحید منوانے آئے تھے نہ کہ اپنا آپ منوانے جو نیک نیتی سے ان کا انکار کرتے ہیں وہ بھی نجات پائیں گے۔''

حضورؑ نے اسے سمجھایا کہ فطرتی ایمان لعنت ہے اور توحید بغیر نبوت کے کامل ہو ہی نہیں سکتی۔

اور اسلام میں ہر نبی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ہر ایک نبی اپنی وفات سے پہلے اپنی دعوت پہنچا تا ہے ورنہ اس کی موت ناکامی کی موت کہلائے۔ پس خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اب میں ایسے شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں اور اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کر دوں تا وہ لوگ جو میری دعوت کے ردّ کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں ان کو راستباز قرار دینا اس شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔

(خط 3 بنام عبدالحکیم)

(15) اگر پچھلے قصے پیش کریں تو سناتن دھرم والے بھی کر سکتے ہیں۔ اسلام تو اس پھل کی طرح ہے جو تازہ بتازہ ہو جس کے کھانے سے لذت اور خوشی محسوس ہوتی ہو مگر اب ان لوگوں نے وہ حالت کر دینی چاہی ہے جیسے ایک سڑا ہوا پھل ہو جس کی عفونت دماغ کو خراب کرے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اسلام کو تازہ ہی رکھا اس لئے بجز ہمارے کوئی دوسرا اس کو پیش نہیں کر سکتا ہے۔

پیغامیوں کی پہلی لغزش در بارہ نبوت وخلافت

(1) حضرت مسیح موعود اور پہلی خلافت کے وقت پیغامی لوگ حضرت مسیح موعود کو بڑے زور کے ساتھ نبی مانتے اور منواتے اور دنیا کا نجات دہندہ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب پورے زور قلم کے ساتھ ریویو آف ریلیجنز جلد 7 صفحہ 29 پر تحریر فرماتے ہیں:

'' جھوٹے مدعی کو نصرت نہیں دی جاتی بلکہ اس کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدائے تعالیٰ اپنی

کتاب کے مقرر کردہ قوانین کے رُو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا بلکہ صادقوں اور سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے اس کی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے اور اس کے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے ۔ اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہوسکتا۔اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکے گی۔''

(2) حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے بعد پہلی خلافت کے وقت انہوں نے لاہور میں پیغام صلح اخبار نکالا اور اس سے ان کے منافقانہ عقائد کا اظہار ہونے لگا تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اس اخبار کا نام پیغام جنگ رکھ دیا۔جب حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان کو ڈانٹ بتائی تو 7ر ستمبر 1913 کے پیغام میں حسبِ ذیل اعلان شائع کر کے اپنی بریّت کی۔لکھا :

''ہم حضرت مسیح موعود کے خادمین اوّلین میں سے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچّے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپؑ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔''

پھر اگلے ہی ماہ 16ر اکتوبر 1913 کے پرچہ میں لکھا کہ:

''مسیح موعود و مہدی موعود کو اس زمانے کا نبی اور رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔''

پیغامیوں کا عقیدہ نبوت سے خطرناک طور پر انکار اور اس پر اصرار

جونہی خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی اور ان کی مراد در بارہ حصولِ خلافت بر نہ آئی تو سخت مخالفت شروع کر دی اور خلافت کو ہی ناجائز بتانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی نبوت سے انکار کرنا پڑا۔ چنانچہ ایک رسالہ المہدی میں مولوی محمد علی کے ایک صدیق نام مخلص نے مولوی صاحب کی ایک چٹھی کے جواب میں لکھا کہ : ''آپ کا مکرمت نامہ مطبوعہ 6ر فروری 1915ء پہنچا۔جواباً عرض ہے کہ بندہ

نے عدوان محمد سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ان سے ملنا جلنا، بات چیت سب حرام سمجھتا ہوں...... یہ حملہ دجال، پادریوں، عیسائیوں، آریوں، یہودیوں وغیرہ کے حملے سے سخت تر ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان میں یعنی مرزا صاحب میں بھی بے شک اتنی شخصیت ضرور تھی کہ ان کو نبی ورسول کہلانے کا شوق ضرور تھا......شخصیت نہ ہوتی تو صرف یہ کافی تھا کہ مَیں مجدّ دہوں، مسیح ہوں، ملہم ہوں۔''

پھر پیغام صلح 6/اپریل 1915ء میں لکھا کہ : ''مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخ کنی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے۔''

(3) پیغام صلح 3/ستمبر 1929ء میں کہ : ''مسلمانوں میں سے وہ گروہ جو دائرہ اسلام سے خارج کہلا سکتا ہے وہ یہی قادیانی جماعت ہے۔باقی تو فروعات میں اختلاف رکھتے ہیں اور فرع کا اختلاف کسی کو کافر نہیں بناتا۔

(4) جنوری 1931ء کے پیغام میں لکھا کہ : ''مسلمانوں کی تکفیر اور آنحضرت کے بعد نبوت کا دروازہ کھولنا جماعت کی ترقی میں سخت روک ہے......مجدد مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں کے اس وقت دو فریق ہیں۔ایک فرقہ جو جماعت احمدیہ لاہور کے نام سے موسوم ہے انہیں عقائد پر قائم ہے جن کی تعلیم بانی سلسلہ اسلام نے دی تھی۔دوسرا فریق قادیانی ہے جنہوں نے غلو کر کے بانی سلسلہ کو نبی کا مرتبہ دیا ہے اور اس نئی نبوت کے قائم کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ دنیا کے تمام کلمہ گو مسلمانوں کو جو ان کے ساتھ نہیں کافر کہتے ہیں۔''ان کا موجودہ عقیدہ دیکھئے اور ان کا یہ کہنا کہ ہم اسی عقیدہ پر قائم ہیں کس قدر دُور از حقیقت بات ہے۔

بدر 24 مئی 1906 میں کسی معترض کے اسی قسم کے سوال کے جواب میں خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا الله ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آ جاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جائے ۔ اب سارے

ماموروں کا ماننا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے مضمون میں داخل ہے۔ حضرت آدم، حضرت ابرہیم، حضرت موسیٰ، حضرت مسیح علیہ السلام ان سب کا ماننا اسی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ماتحت جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم وہی ہے ایک وہ جو اللہ پر افتراء کرے دوم جو حق کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا کہ مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا، گویا نور اور ظلمت کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔''

(4) حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک الگ جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ایسے لوگوں میں گھسنا جن سے الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کے مخالف ہے۔'' (حقیقت نماز صفحہ 81)

(5) ہر ایک سعید فطرت اس فرقہ کی طرف کھچا چلا آئے گا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ میں بھر دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔'' (براہین حصہ پنجم صفحہ 72)

(6) فرمایا: ''تم اگر ان سے ملے رہو تو خدائے تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ ہرگز نہ رکھے گا۔ پاک جماعت الگ ہو تو اس کی ترقی ہوتی ہے۔'' (فتاویٰ صفحہ 18)

(7) فرمایا: ''بجز ایک جماعت کے سب عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک سرچشمہ کے ہیں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں زمین سے نابود ہو کر ایک فرقہ رہ جائے گا جو صحابہ کے رنگ پر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ صفحہ 81)

پس اگر حضرت مسیح نبی اللہ نے الگ جماعت بنائی ہے تو اللہ کے حکم سے بنائی ہے اور خدا نے فرمایا ہے کہ اسی میں ترقی کا راز ہے۔ حضرت اقدس نے ان کو کافر نہیں بنایا بلکہ وہ پہلے ہی سے کافر اور مشرک ہو چکے تھے۔ حضور پر الزام لگانا سراسر ظلم ہے۔ آپ تو نام کے مسلمانوں کو مسلمان بنانے

آئے تھے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو پاک وحی میں ارشاد فرمایا ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند......☆......مسلماں رامسلمان باز کردن

ترجمہ : جب ہمارا بادشاہی کا زمانہ شروع ہوا تو مسلمانوں کو دوبارہ مسلمان کیا گیا۔

اور آپ کی پاک وحی میں منکروں کو متعدد بار کافر اور مشرک کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ نزول المسیح صفحہ 4 پر فرمایا :

''جو میرے مخالف تھے ان کے نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔''

پس پیغامیوں کا غیر احمدیوں کو کلمہ گو اور مسلمان کہنا سراسر منافقت ہے اور حضرت مسیح موعود اور خدائے تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس بات کو غیر احمدی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو غیر احمدی کبھی سچے مسلمان اور صراطِ مستقیم پر نہیں ہوسکتے۔ اس کو قطعی محال سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نبی کا منکر کافر ضرور ہوتا ہے۔ پھر مسلمان اور کلمہ گو کیسا؟ پس حضرت اقدس کے نبی ثابت ہوجانے سے مسئلہ کفر خود بخود حل ہوجاتا ہے اور تمام مسلمانوں کا مسلّمہ ہے یہ جو غیر احمدیوں کو مسلمان کہتے ہیں محض شرارت کی راہ سے ہمارے برخلاف ان کو اشتعال دلانے کے لئے ورنہ عملاً اور اعتقاداً ہندوستان کے اندر ان کو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ فاسق سمجھتے ہیں جو کہ کافر سے بھی بدتر ہیں۔ چنانچہ رسالہ ردّ تکفیر اہل قبلہ میں لکھتے ہیں کہ ''ایک شخص باوجود لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کے نماز اور روزہ کی پابندی کے باوجود منہ سے قرآن کی حکومت تسلیم کرنے کے مسلم نہیں رہتا بلکہ کافر ہوجاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے بھائی کو کافر کہا۔'' اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مجدد کا منکر فاسق ہے۔ ان کی اس منافقت کو غیر احمدی بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اہلحدیث اپریل 1914 کے ایک پرچہ میں لکھتا ہے :

''رہا مسئلہ تکفیر مسلمانان، سو یہ بھی کوئی معقول وجہ نہیں۔ مولوی نورالدین صاحب کا فتویٰ 28 فروری 1914ء کے الحکم میں چھپا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ مرزا صاحب کا انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ سابقہ نبی کا انکار کرنا۔ اس دعویٰ پر آیت قرآنی لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

مِّنۡ رُّسُلِہٖ لکھی تھی۔اس وقت کسی نے بھی اس فتویٰ کا مقابلہ نہ کیا نہ اس کو غلط کہا۔مگر اب اس عذر میں کہ میاں محمود کی خلافت کا انکار کیا جاتا ہے تو تعجب سے خالی نہیں۔''

پھر اسی اخبار نے اپنی 25/جون کی اشاعت میں لکھا کہ:

''اوّل تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ موجودہ حالت میں کسی امام کی ضرورت ہے یا نہیں۔لاہوری جماعت کہتی ہے نہیں۔قادیانی پارٹی کہتی ہے مثل خلیفہ اوّل کے اب بھی ایک امام کی ضرورت ہے۔دوسرا اختلاف یہ ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں۔قادیانی پارٹی مرزا جی کی نبوت کی دعویدار ہے اور لاہوری جماعت منکر ہے۔تیسرا اختلاف جو دراصل اس دوسرے اختلاف کا نتیجہ ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ قادیانی جماعت کافر کہتی ہے اور لاہوری اس سے منکر ہے۔یہ ہے وہ اصول جس پر دونوں جماعتوں کا اختلاف ہے۔ان کے علاوہ بہت سے امور ہیں جو دراصل انہیں اصول کے نتائج ہیں۔ہمارے خیال میں یہ جتنے مسائل ہیں بلحاظ پابندی مرزائی اقوال کے قادیانی جماعت حق پر ہے کیونکہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا اور یقیناً کیا تھا۔ایسا ہی انہوں نے اپنے منکروں کو کافر کہا تھا اور ضرور کہا تھا۔ہم نے جہاں تک فریقین کے مباحث دیکھے ہیں بپابندی اقوال مرزا قادیانی پارٹی کو حق پر پایا گیا۔''

ایسا ہی قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اپنی کتاب مخزن رحمت کے صفحہ 1 پر لکھا کہ:

''لاہوری پارٹی قادیانی پارٹی سے زیادہ خطرناک ہے۔کیونکہ قادیانی پارٹی علی الاعلان مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول اور مہدی بڑے زور سے کہہ رہی ہے۔ان کا دعویٰ بھی بڑے زور کا تھا۔وہ فرماتے تھے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔جس سے مسلمانوں کو دھوکا نہیں ہوسکتا لیکن لاہوری پارٹی مسلمانوں کو ان سے چندہ لینے کے لئے یہ چکمہ دے رہی ہے۔ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے حالانکہ مدّت تک نبی اور

رسول مانتے رہے ہیں۔“ (بدر 5مارچ 1908ء)

ایک دفعہ پیغامیوں کے ساتھ ختم نبوت پر مباحثہ تھا اور ایک غیر احمدی صدر تھے انہوں نے پیغامی مناظر سے ختم نبوت کے متعلق ان معنوں کی تشریح چاہی جو حضرت مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ صفحہ 35 پر لکھے ہیں۔ فرمایا کہ میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سیّد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں اور میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔“

غرضیکہ مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر اسلام میں ان کی لغزش بالکل واضح حقیقت ہے جس کو احمدی وغیر احمدی اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔

پیغامیوں کی دوسری لغزش در بارہ خلافت

خلافت کی ضرورت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ الحکم 4/اپریل 1908 میں فرماتے ہیں :

”جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے تو پھر گویا از سر نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح اور استحکام ہوتا ہے۔“

پھر حضورؑ نے الوصیت میں اپنے تئیں قدرت اوّل خلفاء کو قدرت ثانی سے موسوم فرماتے ہوئے خلفاء کی آمد کے متعلق حسبِ ذیل الفاظ میں لکھا کہ :

”تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی...... اور میرے بعد اور وجود

ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔''

اور پھر حضور نے شہادت القرآن کے صفحہ 57، 58 پر قدرت ثانی یا خلافت کے متعلق لکھا کہ:

''خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدائے تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہے ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدائے تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔''

صفحہ 48 پر لکھا کہ :

''بعد اس کے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔''

دیکھئے حضرت مسیح موعودؑ نے کیسے واضح الفاظ میں اپنے بعد ہمیشہ کے لئے خلافت کے قیام کی پیشگوئی فرمائی وہاں یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا کہ ان کا انکار نہ کرنا ورنہ فاسق ہو جاؤ گے۔

خلافتِ اولیٰ کے قیام کے وقت منکرین خلافت، متکبرین کے وجود کی جھلک اور دربارِ خلافت سے اُن کے لئے تادیب اور گوشمالی

جب حسبِ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد پہلی خلافت کا قیام ہوا اور جو پہلا جلسہ ہوا اس میں جو تقریر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ضرورت خلافت پر فرمائی اس کے بعض فقرات یہ ہیں :

''اب یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ تم ملہم نہیں تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں اُن کی اسّی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سوال بدبخت لوگوں کا سوال ہے جو خدا تعالیٰ کی سنّت کا علم نہیں رکھتے۔ اس قسم کے سوال کے تمام سے انبیاء کا سلسلہ باطل ہوتا جاتا ہے...... جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتادیا تو اب نُوح اور ابراہیم کیا لائے جو ماننا ضروری ہے...... پھر دم نقد

واقعہ موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے کہ وہ خاتم الرسول خاتم الحکام خاتم النبیین خاتم الاولیاء خاتم الانسان ہیں اب ان کے بعد اگر کوئی ابوبکر کو نہیں مانتا تو فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ......غرض یہ سوال پہلے آدم پر پڑتا ہے پھر جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ابوبکر پھر علی پر پھر مہدی پر۔ جب سارے علوم رسالت مآب سنا گئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجماع کی اور شیرازہ اجماع قائم کرسکتا ہے ایک امام کے ذریعے ۔ پھر یہ اجماع کسی ایک وقت میں کافی نہیں ...... اس اجماع میں بھی تکرار ضروری ہے۔ یہ مَیں اس لئے بیان کرتا ہوں تا تم سمجھ لو کہ ہمارے امام پہلے گئے تو پھر بھی اسی وحدت، اتفاق، اجماع اور پر جوش رُوح کی ضرورت ہے۔''

یہ اعتراض کرنے والے یہی لوگ تھے اس کے بعد کئی بار خواجہ کمال الدین وغیرہ نے بیعت فسخ کی اور سخت ڈانٹ کے بعد آپ سے بیعت لی گئی۔ یہی حال ان منافقین کا رہا۔ سوال ہوسکتا ہے کہ دنیا میں لاکھوں نبی اور مامور گزرے ہیں کیا ان میں سے ایک بھی ایسا ہوا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی ساری امت گمراہ ہوجائے اور ضلالت پر اجماع ہو یہ ناممکن ہے۔ مسئلہ خلافت ایسا اہم مسئلہ بطور ریڑھ کی ہڈی کے ہے جس پر تنظیم جماعت، قومی وحدت اور زندگی سلسلہ کا انحصار ہے اور جس میں ذراسی لغزش بربادی جماعت کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے بعض طبائع میں اندرونی طور پر مسئلہ خلافت کے خلاف فاسد خیالات پکتے دیکھ کر جس سختی کے ساتھ اس مسئلہ پر زور دیا ہے اس کے لئے ان کی زندگی کے آخری سالوں کا لٹریچر بالخصوص شاہد ہے۔ بطور مثال اس لیکچر کا کچھ اقتباس لکھتا ہوں جو حضرت خلیفہ اوّل نے پیغامی بلڈنگ لاہور کی مسجد میں ہی انہیں کو مخاطب کرتے ہوئے دیا۔ فرمایا :

''تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعود کے ذریعے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک کیا۔ پھر اس کی وفات کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ علمی بحثوں میں نہ پڑو۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنا دیا۔ تمہاری گردنیں اس کے آگے جھکا دیں۔ خدائے تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو تو سخت حماقت ہے۔ میں نے تم کو بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھلایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے ...... پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے اور اگر وہ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادتمند فطرت اسے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو وہ دربار سے نکل جائے ...... پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر، عمر کو خلیفہ بنایا رافضی اب تک اس خلافت پر ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے...... اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں...... خلافت کی بحث جو تم چھیڑتے ہو یہ رفض کا شبہ ہے جس کی بنیاد رافضیوں نے رکھی ہے۔ یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہو گیا۔ یہ لوگ ایسے ہیں جیسے رافضی ہیں جو ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں...... تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ہیں...... یہی میرا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا...... پھر اپنی

سرکار کے خلیفہ ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے۔ٹھیک اسی طرح پر خدا نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ بنایا...... مَیں تم کو سمجھا تا ہوں کہ خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں ہے۔تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی بن سکتا ہے۔مَیں جب مر جاؤں گا تو وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا...... مَیں تمہارے کہنے سے معزول نہیں ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو کہ میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ اوّل نے خلافت سلسلہ احمدیہ کو بعینہٖ مطابق منہاج خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی خلافت کو مثل خلافت حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ قرار دیا ہے۔خلیفہ اوّل لاہوری بزرگوں کا امام اور مطاع تھا اور اپنے لاہوری مرکز کی مسجد میں کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔مسئلہ خلافت کے بارے میں پیغامیوں کی تبدیلی مذہب یا گونہ ارتداد اظہر من الشّمس ہے۔اس تقریر سے بالکل عیاں ہے کہ یہ لوگ جن کو خلیفہ اوّل نے رافضی کہا ہے آخر یہ رافضی یعنی شیعہ ہی ثابت ہوئے۔ان کی غرض یہ تھی کہ اگر خلیفہ ہو تو ہم میں سے ہو۔پھر تو خلافت برحق تھی۔اور ایسی ہی خلافت تھی جیسی کہ پہلی خلافتیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی۔اور حضرت مسیح موعود ایسے نبی ہیں جیسے پہلے نبی۔چنانچہ اس وقت کے انکے اعلانات متعلق نبوت شاہد ناطق ہیں۔اگر خلیفہ اوّل معزول نہ ہوں اور ان میں سے خلیفہ منتخب نہ ہو تو پھر نہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں اور نہ کوئی خلافت ہے۔چنانچہ تقریر میں آپ نے فرمایا :

''مجھے یہ لفظ بھی دُکھ دیتا ہے جو کسی نے کہا ہے کہ یہ دستوری اور پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے ایک حاکم کا نہیں...... اس نے اس قسم کے الفاظ بول کر جھوٹ بولا اور بے ادبی کی۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ وہ اب بھی توبہ کرلے۔مسیح موعود اور مہدی آچکے جس کا خدا نے مجھے

اپنے فضل سے خلیفہ بنایا۔''

چنانچہ اس وقت یہ لوگ خلیفہ اوّل کے ڈانٹنے سے دب جاتے تھے اور توبہ کر لیتے تھے اور تجدید بیعت کر لیتے تھے اور یہ بھی ڈر رکھتے تھے کہ کہیں ان کی بددعا سے وہ تباہ ہی نہ ہوجائیں۔ بہر حال ان ریچھوں کو خلیفہ اوّل نے دبائے اور سمجھائے رکھا۔ مگر منافقت کا مواد ان کے اندر کھولتا رہا۔ کبھی اس کے کھولنے کی اطلاع پاکر حکیم الامت اس پر پٹی لگادیتے۔ بہرکیف یہ لوگ پارلیمنٹ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ مگر خلافت کے تباہ کرنے میں سازشیں برابر کرتے رہے۔ چنانچہ جب حضرت خلیفہ اوّل مرض الموت میں لمبا عرصہ بیمار رہے تو ان منافقین نے ان کی زندگی میں ہی ایک ٹریکٹ چھپوا کر تیار رکھا تھا۔ جونہی آپ کی وفات ہوئی فی الفور وہ ٹریکٹ احمدی جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا جس کے لئے انہوں نے پہلے سے اہتمام کر رکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ اب خلیفہ اوّل کی طرح واجب الاطاعت امام اور مطاع نہ ہو بلکہ پارلیمنٹ اور دستور اساسی ہو۔ متعدد خلفاء بطور گورنر ہوں اور ان کا تقرر صدر انجمن کی طرف سے ہو۔ چنانچہ جب یہ گروہ اشرار حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد خلافت منصوصہ کو مٹانے میں کامیاب نہ ہوا اور خلافت ثانیہ قائم ہوگئی تو انہوں نے پیغام صلح 24 مارچ 1914ء کو مجلس شوریٰ کے ریزولیوشن نمبر 3 میں خلفاء کے تقرر کا اعلان کر دیا۔ سیّد حامد شاہ، مولوی غلام حسن صاحب اور خواجہ صاحب کو غیر احمدیوں سے بیعت لینے کے واسطے خلیفہ نامزد کیا۔ پھر اگلے ماہ 4/اپریل کے پیغام صلح کے صفحہ 3 پر موٹا لکھا گیا ''مجدد دین حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب'' مگر اس کے بعد حامد شاہ صاحب نے تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کی عطا کردہ خلافت سے دستبردار ہو کر توبہ کی اور خلیفہ ثانی کی بیعت کر لی۔ اس طرح ان کی اختراع کردہ مصنوعی مجددیت اور خلافت نہ چل سکی اور اپنے منشاء کے خلاف کوئی خلافت یہ چاہتے نہ تھے۔ اس لئے سرے سے خلافت سے ہی انکار کر دیا اور ساتھ ہی نبوت مسیح موعود کا انکار کرنا پڑ گیا کیونکہ نبوت کے انکار کے بغیر خلافت کا انکار محال تھا۔ پس اس سے یہ بدبخت پیغام گڑھ کے اتھاہ گڑھے میں گر کر تباہ

ہو گئے۔ جس طرح مسئلہ نبوت کے متعلق غیر احمدی اخبارات نے پیغامیوں کو غلطی پر بتلایا اسی طرح مسئلہ خلافت میں بھی انہیں غلط کار اور تیشہ بر پائے خود زدن کا مصداق ظاہر کیا۔ چنانچہ اخبار سرمۂ روزگار آگرہ نے 14/اپریل 1914 میں لکھا کہ جب خلافت راشدہ کی ابتدائی تاریخ اسلام میں اسی طرح ظاہر کی جاتی ہے لہٰذا باتباع خلافت خلفاء راشدین صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ گو یا سنت خلافت خلفاء راشدین کا تقلید کرنا ہوگا۔ پس بوجوہ مندرجہ بالا ماسٹر محمد علی صاحب ایم اے کا صاحبزادہ صاحب کی اس بیعت گروہ احمدی سے مخالفت کرنا بقول شخصے تیشہ بر پائے خود زدن کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اب مخالفت بے سُود ہے۔

انبیاء کی حفاظت اور الٰہی مدد و نصرت اور ترقی معجزانہ طور پر ہوتی ہے اور کھلے طور پر دعویٰ نبوت کرنے سے پیشتر ہی ترقی کا تبشیری پروگرام دنیا کو سنا دیتے ہیں

انبیاء سابق اور مسیح موعود کے انذاری پیشگوئیوں کے مختلف پروگرام ملکی اور سیاسی آفاقی تغیرات و خاص دشمنوں عام دشمنوں خاص عذابوں عام عذابوں اور قبولیت دعا کے خاص نشان اور عام نشانات آپ معلوم کر چکے اور پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ کے سامنے انبیاء اور مسیح موعود کی اپنی حفاظت اور کامیابی اور نصرت اور ترقی جماعت کا مبشر پروگرام رکھا جاتا ہے۔ اور وہ معجزات لکھے جاتے ہیں جو صرف انبیاء سے مخصوص ہیں اور غیر نبیوں میں وہ نہیں پائے جاسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے متعلق فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ آیت 68) اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

چنانچہ آپ کو ایسے ملک میں بچایا گیا جہاں حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی جیسے باوجود بادشاہ ہونے کے قتل ہو گئے بعینہ یہی وعدہ اسی الہ العالمین نے حضرت مسیح موعود سے فرمایا:

يظل ربّك عليك ويغشيك ويرحمك وان لم يعصمك النّاس فيعصمك الله

خدا اپنی رحمت کا سایہ تجھ پر کرے گا۔ تیرا فریادرس ہوگا۔ اگر تمام لوگ تیرے بچانے سے

دریغ کریں مگر خدا تیری حفاظت کرے گا اور خدا کی کلام میں جہاں حضرت اقدس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا وہاں یہ بھی ساتھ ہی بتلادیا کہ لوگ تیرے ہلاک کرنے کے درپے ہوں گے مگر میں تیری حفاظت کروں گا۔ چنانچہ آپ کے دعویٰ نبوت کرنے پر ہر جانب سے ہر قوم کی طرف سے آپ کی سخت مخالفت ہوئی آپ کے قتل کے لئے سازشیں ہوئیں بلکہ لیکھرام کے قتل ہونے پر آریوں نے کھلے طور پر آپ کے قتل کر دینے کا اعلان کر دیا اور صاف لکھ دیا کہ : ''مرزا قادیانی خبردار بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔'' مسلمانوں نے شملہ میں اسی قسم کی سازش کی جس میں مولوی محمد حسین نے کہا کہ ایسی کوشش ہم کر چکے ہیں۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تب ان میں سے ان کا ایک پرجوش ممبر قادیان آکر حضرت کی بیعت کر گیا اس کے علاوہ آپ کو قید کرانے پھانسی دلانے کے لئے اقدام قتل وغیرہ اقسام کے آٹھ سنگین مقدمے بنائے مگر خدائے تعالیٰ نے آپؑ کی حفاظت ایسے ملک میں ایسے حالات میں ایسی جگہ کی جہاں آپ کے پاس کوئی بھی حفاظت کا انتظام نہ تھا اور نہ ہی آپ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی کی طرح بادشاہ تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے بشارت دی کہ:

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (الانبیاء آیت 45) یعنی ہر طرف سے ماننے والے تیرے پاس آئیں گے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا تیرے پاس خدا کی مدد اور نصرت آئے گی اور لوگ کثرت سے تیرے دین میں داخل ہوں گے اور تیرے دشمن اس ترقی میں روک ڈالنے والے سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ○(القمر آیت 46) جلدی شکست کھا کر پیٹھ پھیر لیں گے۔

جس خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ایسی بشارتیں دیں اس احکم الحاکمین نے آپ کے سامنے ان بشارتوں کا پروگرام رکھا فرمایا:

''فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ وقت آ گیا ہے جو تیری مدد کی جائے اور تجھے لوگوں میں معروف کیا جائے ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى زَادَ مَجْدَكَ يَنْقَطِعُ آبَاءُكَ وَيُبْدَءُ مِنْكَ سب پاکیاں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں جونہایت برکت والی عالی ذات ہے ۔اس نے تیری مجد کو زیادہ کیا تیرے آباء کا نام منقطع ہوجائے گا ۔تُو صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا ہے ۔خدا تجھ سے شرف مجد کا کرے گا ۔اِنِّیْ نَاصِرُكَ اِنِّیْ حَافِظُكَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تیری مدد کروں گا ۔ تیری حفاظت کروں گا اور تجھ کولوگوں کے لئے امام بناؤں گا ۔اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ○......اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَكَ......حَمَاكَ اللّٰهُ وَيَنْصُرُكَ اللّٰهُ میں تیرے ساتھ ہوں تیری حمایت کروں گا تیری مدد کروں گا (البشریٰ) مخالف ارادہ کریں گے تا خدا کے نُور کو بجھائیں ۔خدا اس نور کا آپ محافظ ہے ۔عنایتِ الٰہی تیری نگہبان ہے...... تجھ کو اور چیزوں سے ڈرائیں گے یہی پیشوایاں کفر ہیں مت خوف کر تجھ کو ہی غلبہ ہے......خدا لکھ چکا ہے کہ غلبہ مجھ کو اور میرے رسولوں کو ہے کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال دے ۔ یہ خدا کے کام دین کی سچائی کے لئے ہیں...... میں زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا ۔ تیرا ذکر بلند کروں گا ۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا ۔ اور تو دُور کی نسل دیکھے گا...... مَیں تیری تبلیغ کو زمین کو کنارے تک پہنچاؤں گا......اُرِيْكَ بَرَكَاتٍ مِنْ كُلِّ طَرْفٍ ہر ایک طرف سے تجھے برکتیں دکھاؤں گا......تا بدیر ترا خواہد دہشت...... تجھ پر کوئی خسارہ کا دن نہ آئے گا ......يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَيَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ تیرے پاس بہت دُور کے رستوں سے لوگ آئیں گے اور رستے گہرے ہوجائیں گے ۔ وَاُعْطِيْكَ مَا يَدُوْمُ تجھے وہ کچھ عطا کروں گا جو ہمیشہ رہنے والا ہے...... تجھے راحت دوں گا ۔ تجھے نہ مٹاؤں گا اور تجھ سے ایک بڑی قوم نکالوں گا ...... جولوگ تیرے پاس آئیں گے تجھے چاہئے کہ ان کی کثرت دیکھ کر تھک نہ جائے ۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعجازی اور بے مثل کلام دی اور آج تک اس کی مثل کوئی نہ لا سکا اسی طرح حضرت مسیح نبی اللہ نے اپنی الہامی کلام نہایت تحدی سے پیش کی ۔ باوجود ہندی الوطن ہونے

کے اور کسی اُستاد سے باقاعدہ تعلیم نہ پانے کے آپ نے عربی زبان میں بڑی تحدی کے ساتھ کتابیں شائع کیں اور عرب اور عجم کے فصحاء، علماء وفضلاء کو چیلنج دیا اور ہزاروں روپیوں کا چیلنج دیا اور کتاب اعجاز المسیح کی تصنیف کے وقت دعا کی کہ یا الٰہی اس کتاب کو معجزہ بنادے جس پر آپ کو یہ الہام ہوا۔ مَنَعَهُ مَانِعٌ مِنَ السَّمَاءِ اور یہ بھی الہام ہوا مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ فَسَوْفَ يَرٰى اَنَّهُ تندم و تدمر یعنی جو شخص اس کتاب کے لکھنے کے لئے تیار ہوگا وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔ چنانچہ محمد حسین ساکن بھیں مدرس مدرسہ نعمانیہ شاہی مسجد لاہور نے اس کے جواب کے لئے نوٹ تیار کرنے شروع کئے اور کتاب کی بعض صداقتوں پر لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ لکھا تو ایک ہفتے کے اندر ہی لعنتی موت سے ہلاک ہوگیا۔ (نزول المسیح صفحہ 94) اور اس کے بعد آج تک کسی کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہوبھی کیسے جب کہ جواب لکھنے والے کے لئے موت کی پیشگوئی پہلے صفحہ ٹائٹل پر موت کا پیغام لکھا ہوا نظر آ رہا ہے۔ براہین احمدیہ کی نسبت الہام ہوا ''کتاب الولی ذوالفقار علی''، مثل لانے سے مطلب ہوتا ہے کہ اس مضمون کی اس جیسی یا اس سے بڑھ کر لائی جائے۔ چونکہ الہامی کتابوں میں ملہم کی انذاری و تبشیری نشانات ہوتے ہیں اسی لئے غیر نبی اس کی مثل کیسے لاسکتا ہے۔ صرف عبارت اور زبان دانی کے لئے مثل لانے کی تحدی نہیں ہوتی اور نہ ہی نبیوں کو زبان دانی کا دعویٰ ہوتا ہے۔ وہ تو آسمانی کلام پیش کرتے ہیں جس میں خدائی علوم غیب کے اسرار ہوتے ہیں۔ پس ان خدائی علوم کے متعلق مقابلہ کا چیلنج ہوتا ہے۔ ورنہ اس کلام میں الفاظ تو وہی ہوتے ہیں جو قوم کی زبان میں روزانہ استعمال ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ترقی اور نصرت کے جتنے الہام ہیں وہ سب مکی سورتوں میں درج ہیں۔ انبیاء کی ترقی کا پروگرام پہلے تیار ہوجاتا ہے جس کے متعلق وہ پڑھتا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ درویشانہ صورت میں اپنے چند درویشوں میں ایسے حجرے میں جن پر چند تنکے کھجور کے پڑے ہیں جن میں سے چند قطرے بارش کے بھی نیچے آ رہتے ہیں وہاں بیٹھے

ہوئے آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں آپ کو دی گئیں اور آپؐ کو بار بار یہی الہام ہوتا رہا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ فتح یاب ہوں گے۔ دنیا کو فتح کرلیں گے۔ اس کی اصلاح کریں گے۔ اس وقت کے لوگوں کا قیاس یہ نہیں کہتا تھا کہ آپؐ کامیاب ہوں گے۔ تیرہ برس تک اس قسم کی پیشگوئیاں کرتے رہے حالانکہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کبھی گھر سے بھی نہ نکلے تھے لیکن آواز ہمیشہ یہی آتی رہی کہ آپ کی فتح ہوگی۔ اور اس تیرہ سالہ عرصہ میں آپؐ کو قتل کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی لیکن الہامی آواز کہتی رہی کہ آپؐ محفوظ رہیں گے۔ مدینہ میں جا کر بھی یہی حفاظت اور نصرت کے وعدے ہوتے رہے۔ اٹھارہ سال گذرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ سارا ملک آپؐ کے مقابلہ پر کھڑا ہے۔ دس ہزار کا لشکر آپؐ پر باہر سے حملہ کرتا ہے اور مدینہ کی دیواروں کے اندر بھی دشمن موجود ہیں۔ بعض لوگ آپؐ پر اور آپؐ کی پیشگوئیوں پر اعتراض بھی کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں محمدؐ تو اپنے آپ کو فاتح اور مصلح کہا کرتا تھا، اب اتنی بھی ہمت نہیں کہ مورچوں سے باہر نکلے۔ اس تکلیف کے وقت آپ مریدوں کو خندق کھودنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس وقت کھودنے والوں کے راستہ میں ایک بڑا پتھر آتا ہے۔ صحابہ آپ کو امداد کے لئے بلاتے ہیں۔ آپ کلہاڑی لیکر اس پتھر پر مارتے ہیں تو پتھر سے شعلہ نکلتا ہے اس پر آپؐ اور آپؐ کے صحابہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہیں۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوتا ہے اور پتھر ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد صحابہ پوچھتے ہیں کہ حضورؐ اس اللہ اکبر کے کیا معنی ہیں۔ آپؐ کہتے ہیں کہ مَیں ان شعلوں میں قیصر و کسریٰ اور یمن کی سلطنتیں تباہ ہوتی دیکھتا ہوں۔ سو جلدی ہی واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ دماغ کی پریشان حالت نہ تھی بلکہ قسام ازل کی طرف سے سچے پیغام الہام تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی اپنی حفاظت اور نصرت اور کامیابی کے اکثر الہام دعوے سے پہلے کے ہیں جو براہین احمدیہ میں لکھے جا چکے ہیں۔ جس طرح آنحضرتؐ کو اپنی نصرت اور کامیابی کے الہام بے کسی اور بے سروسامانی کے زمانہ میں ہوئے، پہلے تو لوگ ان خدائی وعدوں کو پریشان خیالات ہی کہتے ہوں گے مگر واقعات نے ظہور میں آکر صاف کر دیا کہ وہ

بے شک خدائی وعدے تھے۔ اسی طرح مسیح موعود کو بے کسی اور کسمپرسی اور بے سروسامانی کے زمانہ میں خدا نے نصرت اور کامیابی اور ترقی کے وعدے دیئے جو بعد میں واقعات نے ظہور میں لاکر صاف ثابت کر دیا کہ وہ بے شک خدائی پیغام الہام تھے۔ ورنہ جھوٹا مدعی نبوت یا غیر نبی ملہم نبیوں کی طرح اپنی کامیابی اور نصرت اور ترقی کا تبشیری پروگرام کب پیش کرسکتا ہے۔ خدارا ذرا غور کریں اور تکذیب سے شرمائیں۔

انبیاء کی اولاد بھی ان کی قبولیت کے نتیجے میں الٰہی بشارتوں کے ماتحت معجزانہ ہوتی ہے اور ان کی صداقت کا نشان ٹھہرتی ہے

پیغام 9رجون 1914 میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا کہ:

''اہلبیت کا وجود جیسے کہ پہلے قوم کے لئے موجب ابتلا اور تفرقہ اہل اسلام ہوا ایسا ہی اب بھی''

مولوی صاحب مانا کہ آپ کو اہلبیت مسیح موعودؑ سے ذاتی عناد ہے مگر آپ یہ کیا غضب کرتے ہیں کہ انبیاء کی اہلبیت کا وجود موجب تفرقہ قرار دے رہے ہیں۔ کیا آپ کے دل سے ایمان اور خدا کا خوف بالکل ہی نکل چکا ہے۔ سنئے صحیح حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اہلبیت کا وجود ہمیشہ خیر و برکات کا ہی موجب ہوا۔ خود اللہ تعالیٰ دعا سکھلاتا ہے:

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا○

اور حضرت ابراہیم خدائے تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ وَهَبَ لِىۡ عَلَى الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ لَسَمِيۡعُ الدُّعَآءِ○

یعنی رحیم کریم ہے وہ مہربان خدا جس نے مجھے اسماعیل اور اسحٰق جیسے صالح اہلبیت عطا فرمائے۔ اور خدائے تعالیٰ اپنا احسان بیان کرتا ہے کہ ہم ابراہیم کو نیک اہلبیت اور پاک ذریت عطا کی اور ان کے خاندان کو بڑی خوبیوں کا وارث بنایا۔ سوچئے مولوی صاحب اللہ تعالیٰ تو پاک اولاد، نیک اہلبیت کو ایک نعمت ٹھہراتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ابتدا سے ہی سب نبیوں کے اہلبیت مفسد

اور تفرقہ انداز ہوئے۔ گویا سب نبی اس نعمت سے محروم ہی گئے۔ پھر سنئے اسباط بمعنی اہلبیت اور اولاد کے ہیں۔قرآن مجید میں یہ لفظ چار دفعہ آیا ہے اور چاروں موقعوں پر خدا نے نبیوں کا ذکر فرما کر ان کے اسباط کا ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم کے اہلبیت کا پہلا رکن اسماعیل ہے جو فنا فی اللہ ہو کر کہتا ہے يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ پھر دوسرا رکن اسحاق ہے۔ پھر اسحٰق کے اہلبیت کا رکن اعلیٰ یعقوب تھا۔ پھر یعقوب کی گدی پر یوسف بیٹھتا ہے۔ پھر حضرت ذکریا کو یحییٰ کی بشارت ہوتی ہے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو اس کے بھائی وزیر کے طور پر ملتا ہے۔کیا مولوی صاحب یہ سب اہلبیت فتنہ پرداز آدمی ہی تھے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت کو لیجئے۔ ان کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○

پھر اہلبیت نبوی میں سب سے اقرب حضرت فاطمہؓ تھیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَيِّدَةُ النِّساءِ اَهْلَ الْجَنَّةِ (بخاری) آپؓ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی۔ فَاطِمَةُ بضعة مِنِّيْ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ آپؐ کی ازواج مطہرات کے متعلق فرماتا ہے يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اے نبی کی بیویوں تم تمام عورتوں سے افضل ہو۔ پھر آپ فرماتے ہیں خَدِيْجَةُ خَيْرُ النِّسَاءِ خدیجہ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ پھر عائشہؓ کے متعلق فرمایا فضّل عائشة على النساء پھر ازواج مطہرات کے بعد اہلبیت میں امام حسن ہیں ان کے متعلق فرمایا اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ یہ میرا بیٹا سیّد ہے۔ پھر حضرت امام حسن و حسین کے متعلق فرمایا هُمَا رَيحانَتَا یَ (بخاری حدیث نمبر ۵۹۹۴) یعنی امام حسن اور امام حسین میری خوشبو ہیں۔ یعنی جس طرح کسی چیز کی حقیقت سونگھ کر معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح میرے اخلاق، عادات اور صفات کا یہ نمونہ ہوں گے۔ کیا مولوی صاحب اہلبیت نبویؐ کے یہ سب ارکان فتنہ پرداز ہی تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے اہل بیت کو لیجئے۔ سب سے اوّل اس نام کے مصداق حضرت اُمّ المومنین ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اُشْكُرْ نِعْمَتِيْ رَاَيْتُ

خَدِیْجَتِیْ ''خدائے تعالیٰ اپنے مسیح کو کہتا ہے کہ تُو خدا کا شکر کر جس نے تُجھے ایسی پاک اور اعلیٰ عورت خدیجہ کے نمونہ پر عطا کی۔ تُو بڑا خوش نصیب ہے۔ اور تریاق القلوب میں حضرت مسیح موعود اپنا ایک الہام تحریر فرماتے ہیں:

''اس الہام سے ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔''

پھر حضرت اقدسؑ کے اہلبیت کے دوسرے رکن حضرت محمود احمدؓ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

''اے فخر رسل قرب تو معلومم شد''

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَاقَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ...... یعنی ان کو قمر الانبیاء اور اپنا نور قرار دیا۔ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق خدا نے بشارت دی ''اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ'' پھر سُنئے جس طرح حضرت ابراہیم اپنی اہلبیت اور ذریت کے لئے دعا فرماتے ہیں اور قبولیت کی اطلاع ملتی ہے تو آپ اپنے نیک بیٹوں کی پیدائش پر خدا کے حضور شکر کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ اپنی اولاد اور اہلبیت کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ پھر ان دعاؤں کی قبولیت کی پہلی بشارتیں آتی ہیں پھر ان بشارتوں کے مطابق اولاد ہوتی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم کی طرح انہیں الفاظ میں حضرت اقدس کو بھی الہام ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَى الْكِبَرِ رَأْفَةُ مِنَ النَّبِیِّیْنَ مولوی صاحب اگر آپ کے بیٹے قوم کو تباہ کرنے والے تھے کہ شکر یہ کا خاک موقع تھا۔ یہ تو ماتم کا مقام تھا۔ اوآنحضرت نے مسیح موعود کے متعلق یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ کی خبر دے کر اس کی اولاد کو مطہر اور مقدس ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ محض اولاد ہونا کوئی ایسی بات نہ تھی جو قابل ذکر ہوتی جس کے متعلق جیسے عظیم الشان رسول کو پیش از وقت خبر دینے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ مگر

جیسا احادیث میں آنحضرت نے خبر دی ہے تو لازماً اسی لئے کہ آپ کے نزدیک حضرت مہدی کی اولاد خدائے پاک کے نزدیک نہایت بلند درجہ رکھنے والی تھی اور اس قابل تھی کے ان کے متعلق پیش از وقت بشارت دی جاتی۔حضرت مسیح پاک کی اہلبیت کا تقدس خدائی شہادتوں سے ایسے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دنیائے احمدیت میں ان شہادتوں کے بعد ہرگز کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر احمدی جو آپؑ کو خدا کا نبی یا کم از کم خدا کا ولی ماننا جزوِ ایمان قرار دیتا ہے اس کے لئے ان بشارت الٰہیہ کے ماتحت ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ کی ذریت طیبہ کو صالحین کے زمرے میں شمار کرے۔چنانچہ حضرت اقدس نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 597 میں تحریر فرمایا ہے ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُبَشِّرُ الْاَنْبِیَاءَ وَلَا الْاَوْلِیاء بذرّیّۃ اِلَّا اَنْ قدر تولید الصّالحین۔خدا انبیاء اور اولیاء کو اولاد کو تبھی بشارت دیتا ہے جب کہ صالحین کی بشارت اس کے حضور مقدر ہوتی ہے۔گویا انبیاء اور اولیاء کی اولاد جو بشارات کے ماتحت ہو ضرور ضرور صالح اور قائم علی الحق اور داعی الی الحق ہوتی ہے۔ کیونکہ الٰہی بارگاہ میں زمرہ صالحین میں شمار کی جاتی ہے۔اب ایک طرف اس اصول کو رکھو اور دوسری طرف حضورؑ کا یہ شعر پڑھو ؎

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر ایک تیری بشارت سے ہوا ہے

پھر سوچو اور غور کرو کہ جب ساری اولاد بشارت الٰہیہ کے ماتحت پیدا ہوئی ہے تو یقیناً آپؑ کی ساری اولاد صالح اور قائم علی الحق ہے۔اور یقیناً پیغامی وغیرہ آپ کی ذریت کو گمراہ کہنے والے اس رسول کے دشمن بلکہ الٰہی قہر وغضب کے مورد ہیں۔حضرت اقدس کے اہلبیت کی وہ شان ہے کہ خدا کے پاک رسول نے تمام جماعت کے مومنین اور مخلصین کے لئے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہونے کے لئے مختلف شرائط لگائی ہی۔مگر اہلبیت کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ لکھا :

''میری نسبت اور میری اہلبیت کی نسبت خدا نے استثناء کیا ہے۔باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت

ہوان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔'' (الوصیت صفحہ 26)

گویا وہ خدا جس کی پاتال تک نظر ہے اس کے حضور اہلبیت یقینی طور پر متقی، مطہر اور بہشتی ہیں۔ پھر حضرت اقدس فرماتے ہیں ؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جس طرح باغوں میں شمشاد
خبر تُو نے مجھ کو یہ بارہا دی

پھر فرمایا کہ :

''خدائے کریم جل شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکتوں سے بھر دوں گا اور اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کردوں گا اور خواتین مبارک سے جن میں سے تُو بعض کو اس کے بعد پائے گا بہت نسل ہوگی اور مَیں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔''

(تبلیغ رسالت جلد 1 صفحہ 60)

ان سطور سے ظاہر ہے کہ حضور کو جو خدا نے اولاد بخشی ہے اس کی نسبت یہ بشارتِ الٰہیہ موجود بھی ہے کہ وہ ہرگز برباد نہیں ہوں گے۔ اور بادِ صرصر کے جھونکے اور عداوت کی زہر بار ہوائیں ان کی ترقی میں حائل نہ ہوں گی۔ وہ بڑھیں گے اور پھلیں گے لیکن اس پاک اہلبیت کو مٹانے کا تہیہ کرنے والے بدبخت پیامی وغیرہ ناپاک لوگ خوب یاد رکھیں کہ جن کا خدا حافظ ہو انہیں کوئی ضرر نہیں دے سکتا۔ کون ہے جو ان کی طرف ہاتھ بڑھا سکے۔ جو بھی مقابل پر اُٹھے گا کاٹا جائے گا۔ خدا کی باتیں کبھی نہیں ٹلتیں اور صداقت دنیا سے کبھی فنا نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے مدّتوں پہلے الہاماً فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا○

(3 مارچ 1907ء)

اے اہل بیت خدا نے تم سے رجس اور ناپاکی کو دُور کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ وہ تمہیں پاک کرے گا۔'' پھر اہلِ بیت کا تقدس اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ خدا نے بار ہا یہ الہام نازل فرمایا:

''اِنِّیْ مَعَكَ وَ مَعَ اَهْلِكَ '' اے مسیح میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے بھی ساتھ ہوں۔''

اب بتاؤ کہ خدا کی معیت اور اس کی تائید و نصرت کبھی گندوں کے بھی شاملِ حال ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح آپؑ کو یہ الہام ہوا کہ:

''اے میرے اہلبیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔'' (2/مارچ 1907)

یہ الہام جہاں اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اہل بیت کے خلاف جہاں ایک بڑا پیامیوں وغیرہ کا شر پیدا ہونا مقدر تھا وہاں اہل بیت کی حفاظت اور ترقی کی پیشگوئیاں اور بشارتیں بھی نازل فرمائیں۔

مولوی صاحب! اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ آپ کی بات کو سچا جانیں یا خدا کی بشارتوں پر ایمان لائیں۔ پھر غور کیجئے کہ حضرت خلیفہ اوّل فوت ہوتے ہیں اور جماعت احمدیہ پھر ایک امام کے جھنڈے تلے جمع ہوتی ہے لیکن کچھ پراگندہ اشخاص الگ رہتے ہیں تو بتایئے کہ تفرقہ کس نے ڈالا اس نے کہ جسے لوگوں نے اپنا خلیفہ مانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی یا انہوں نے جنہوں نے بیعت نہ کی اور جماعت کے 98 فیصدی حصے کے ساتھ شمولیت نہ کی اور امام کے سلک میں منسلک نہ ہوئے اور قادیان جیسے بابرکت مرکز کو چھوڑ کر اور اپنے چھ سالہ عہد و پیمان سے منہ موڑا اور کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا کے مطابق لاہور میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنائی کیا جب خلیفہ اوّل کا انتخاب ہوا اس وقت بھی آپ جیسے چند ایک آزادی پسندوں نے بیعت نہ کی تو کیا خلیفہ اوّل تفرقہ انداز تھے یا وہ جنہوں نے بیعت نہ کی؟ اور جماعت سے الگ رہ کر یَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ کے فیضان سے محروم رہے۔ اسی طرح اب بھی دنیا جانتی ہے کہ تفرقہ انداز کون ہے

۔دیکھوحضرت خلیفہ ثانی تو چاہتے ہیں کہ جماعت ایک شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تفرقہ سے بچے لیکن آپ لوگوں کا منشاء ہے کہ لاکھوں احمدی بالکل جدا جدا رہیں اور کسی بھی رشتہ میں منسلک نہ ہوں تو پھر خدارا انصاف کیجئے کہ تفرقہ کے بانی حضرت اقدس ہیں یا آپ لوگ ۔اگر آپ یہ کہیں کہ خلیفہ ثانی کے خلیفہ ہونے سے یہ اختلاف پڑا تو صاحبِ من اس طرح تو تمام انبیاء ہی تفرقہ انداز قرار دیئے جائیں گے کیونکہ ان کے مبعوث ہونے پر کچھ مانتے ہیں کچھ انکار کرتے ہیں ۔اس طرح تفرقہ ضرور پڑتا ہے۔ بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے اور بیٹی ماں سے جدا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ کہ نبیوں کی بعثت سے پہلے تمام لوگ (بسبب دینی بے غیرتی کے) ایک بنے ہوتے ہیں ۔جب ان میں نبی آتے ہیں تو انذار وتبشیر سے کام لیتے ہیں تو ان کے دو گروہ بن جاتے ہیں اور ان میں تفرقہ پڑ جاتا ہے لیکن اس تفرقہ کا الزام نبیوں پر عائد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تفرقہ تو نہ ماننے والے ڈالتے ہیں۔اگر سب لوگ مان لیں تو تفرقہ کیوں پڑے۔خلافت اوّل کے وقت آپ نے شریفانہ طریق اختیار کیا۔سب نے اتفاق سے بیعت کر لی۔ بہت اچھا کیا۔مخالفوں نے بھی آپ کے اس فعل پر تحسین کی ۔اب آپ نے تفرقہ ڈالا۔سلسلہ سے الگ ہوئے ۔سخت سے سخت معاند اخبارات نے بھی آپ کے اس فعل پر لعنت اور پھٹکار کی بوچھاڑ کی ۔پس جو بیعت سے الگ رہا وہی تفرقہ کا بانی ہے۔کج طبع لوگ قرآن شریف کو ہی تفرقہ کا موجب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی گول مول عبارتوں سے اختلاف پیدا ہوکر مسلمان فرقہ فرقہ ہوگئے ہیں۔حالانکہ قرآن مجید ایک محض خیر کتاب ہے۔اسی طرح اہل بیت خود فتنہ کے موجب اور تفرقہ کے بانی نہیں۔اگر کوئی کج طبع ان کی وجہ سے ٹھوکر کھائے یا جماعت سے الگ ہوجائے تو اس میں اہلبیت کا کوئی قصور نہیں کیونکہ ایسی ٹھوکریں تو نبیوں اور رسولوں اور قرآن جیسی کتاب سے بھی لوگوں کو لگیں اور لگتی ہیں اور قیامت تک لگیں گی۔ مولوی صاحب آپ کی غلطی تو صاف ظاہر ہے۔دیکھو حضرت اقدس تریاق القلوب صفحہ 60 پر لکھتے

ہیں کہ:

''ہر شخص جو قادیان نہیں آتا یا کم از کم ہجرت کی خواہش نہیں رکھتا اس کی نسبت شبہ ہے کہ اس کا ایمان درست ہو''

عبدالحکیم کی نسبت یہی فرمایا کرتے تھے کہ وہ قادیان نہ آتا تھا۔ قادیان کی نسبت اللہ تعالیٰ اِنَّهُ اٰوَی الْقَرْیَةَ فرمایا۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔

زمینِ قادیان اب محترم ہے......☆......ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

جب خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو جہاں وہ پیدا ہوا جس زمین پر چلتا پھرتا رہا اور آخر دفن ہوا کیا وہاں برکت نہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ تو اپنے مرسلوں اور خلفاء کو اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ دنیا کو پاک کریں۔ اس لئے کبھی انبیاء کی جماعت ضلالت پر جمع نہیں ہوتی۔ اگر بقول آپ کے مسیح موعود نے ایسی گندی جماعت پیدا کی جو ضلالت پر اکٹھی ہوگئی تو کیا آپ اُن کو اپنے منہ سے جھوٹا قرار نہیں دے رہے؟

حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کا خود اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم، محمود، فضل عمر، مصلح موعود نام رکھا ہے

حضرت مسیح موعودؑ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 578 پر تحریر فرماتے ہیں :

''قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ فَفِيْ هٰذِهِ الاشَارَةُ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ يُعْطِيْهِ وَلَدًا صَالِحًا يُشَابِهُ اَبَاهُ وَلَا يَأْبَاهُ وَيَكُوْنُ مِنْ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُكْرَمِيْنَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کو اولاد دی جائے گی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ولد صالح دے گا۔ وہ لڑکا اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اس کے خلاف نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے بزرگ مکرمین میں سے ہوگا۔ مولوی صاحب خدارا اس پیشگوئی کو دیکھئے اور ستم ظریفیوں پر نظر کیجئے۔ پھر حضور نے حقیقۃ الوحی صفحہ 312 پر فرمایا

''یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کے اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اودینِ اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری پیشگوئی میں خبر آچکی ہے۔'' پھر خدا تعالیٰ اس موعود کے متعلق فرماتا ہے کہ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ نوراللہ ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ (بشیر ثانی) جو اس کے (بشیر اوّل کے) آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا...... جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنے رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔ ہم اسمیں اپنی روح ڈال دیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ اور وہ جلد جلد بڑھے گا (یعنی چھوٹی عمر میں ہی بڑی عمر والوں کے کمال حاصل کرلے گا)...... اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ (تبلیغ رسالت جلد 1 صفحہ 60) یہ وہ خدا کا کلام ہے جو اس کے پیارے مسیح موعود پر نازل ہوا۔ اس میں خدائے قدوس تو اس موعود کو رجس سے پاک ٹھہراتا ہے اور اسے کلمۃ اللہ کہتا ہے اور اپنی رضامندی کے عطر سے اسے ممسوح قرار دیتا ہے اور اپنی روح اس میں ڈالتا ہے۔ مولوی صاحب! کیا ممکن ہے کہ خدا جسے ایسا کہہ رہا ہے وہ غالی اور گمراہ ہو۔

پھر حضورؑ تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ محمود'' حضرت یحییٰ بن عقب ولی ایک ملہم اور صاحبِ کشف چوتھی صدی ہجری میں گزرے ہیں۔ آپ کتاب شمس المعارف جلد سوم صفحہ 3 پر عربی اشعار میں لکھتے ہیں کہ مہدی کی کتاب کا نام براہین ہوگا۔ اس کا ایک خلیفہ عربی نسل سے ہوگا۔ پھر محمود ہوگا۔ پھر درّثمین میں آپ فرماتے ہیں:

بشارت دی کہ ایک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

ان پاکیزہ اشعار میں اس موعود بیٹے کو خدا کا محبوب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اس کے ذریعے اندھیرا دُور ہوگا اور اعلائے کلمۃ اللہ اکناف عالم میں ہوجائے گا۔ چنانچہ خلیفہ ثانی نے بھی فرمایا:

ظلمتیں کافور ہوجائیں گی اک دن دیکھنا
مَیں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں

پھر حضرت مسیح موعود تریاق القلوب صفحہ 26 پر فرماتے ہیں:

''الہام یہ بھی بتاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے اور ایک کو ان میں مردِ خدا اور مسیح صفت انسان بیان کیا ہے پھر حضرت مہدی بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے، پُرنُور ہو سویرا

حضرت نعمت اللہ ولی نے فرمایا کہ مسیح کا جانشین اس کا بیٹا ہوگا۔

دورِ اُو چوں شود تمام بکام پسرش یادگار مے بینم

اور خدائے پاک نے اس مردِ خدا کا نام فضلِ عمر رکھا۔ عمر کا مثیل اور مسیح کا مثیل۔ اور حسن اور احسان میں اس کا نظیر قرار دیا۔ اور اپنے الہام میں اس کی رفعت شان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ؎

مقام او مبیں از راہِ تحقیر بدورانش رسولاں ناز کردند

پس چاہئے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے مقام کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ اپنی عاقبت کی فکر کرے۔ اور قادر ذوانتقام خدا سے ڈر کر اس کا حلقہ بگوش بنے۔ پھر حضورؑ نے تریاق القلوب صفحہ 140 پر فرمایا کہ:

''چونکہ خدا کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے

گااور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا...... جو ان نوروں کو جن کی میری ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے گا۔''

مولوی صاحب آپ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مصلح موعود شاید کب ہو دو ہزار سال بعد ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی ٹالنے کا طریقہ ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خدا کا اپنے نبی سے وعدہ تھا کہ وہ مصلح موعود نو سال کے اندر پیدا ہوگا۔ (اشتہار 22 مارچ 1886) پھر تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی میں حضور نے لکھ دیا ہے کہ وہ موعود پیدا ہو چکا ہے۔ آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ 360 پر فرمایا ''اور تب خدائے تعالیٰ نے مجھے دوسرے لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے'' کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے...... جس کے مطابق جنوری 1889ء میں وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترہویں سال میں ہے۔ پھر سبز اشتہار کے صفحہ 17 پر لکھا'' دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و خلفاء ہے...... اور (یہ) دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی (ارسال خلفاء) تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888 کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے اور اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔''

پھر صفحہ 21 پر فرمایا:

''اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے اور جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ نیز دوسرا اسی کا نام محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''

حضرت فضل عمرؓ کی خلافت اور خلیفہ اوّل کی شہادت

(1) سب سے پہلے شہادت آپ کی اس تقریر میں پائی جاتی ہے جو آپ نے خلافت کی خلعت پہنتے وقت فرمائی تھی۔اس میں آپ نے فرمایا کہ:

''مَیں اس غرض کے لئے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد میاں محمود جانشین ہو اس کی تعلیم کے لئے بہت کوشش کرتا رہا۔''

دیکھئے آپ کو میاں صاحب سے کس قدر محبت تھی۔اور کس قدر عظمت سے انہیں دیکھتے تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہو گئے۔اور اپنی خلافت کے زمانہ میں وفات سے بہت عرصہ پہلے ان کے تعلیمی کورس کو پورا کر دیا۔اور فرمایا:

''جو کچھ میں نے پڑھانا تھا پڑھا چکا اب خدا اسے پڑھائے گا۔''

پھر آپ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رُک نہیں سکا۔وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔78 برس تک انہوں نے خلافت کی۔ 22 برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔یہ بات یاد رکھو کہ مَیں نے کسی مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔''

(بدر 27 جولائی 1910)

آپ نے اس میں اپنے بعد بننے والے خلیفہ کی 22 برس عمر کے متعلق صراحت سے بتلا دیا اور خاص مصلحت اور خالص بھلائی کی بات بتلا دی۔پھر جو بات دل میں ہوتی ہے بعض اوقات زبان پر آجاتی ہے۔ایک دفعہ حضرت سیّد سرو شاہ صاحب کو ایک امر کے متعلق فرمایا کہ:

''یہ کام میاں صاحب کے وقت میں کیا جائے۔''

پھر آپ نے ان دنوں جبکہ شیخ عبدالرحمٰن مصری مصر میں تھے لکھا کہ:

''تمہیں وہاں کسی سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں جب تم قادیان واپس آؤ گے تو اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔''

اسی طرح آپ نے میاں بشیر احمد صاحب کو فرمایا:

''میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہوا تو بعد ازاں میاں صاحب سے پڑھ لینا۔''

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور آپ سے کچھ سوال کیا آپ نے اس کو فرمایا کہ پھر آنا۔ اور جب اس نے عرض کیا کہ اگر میں آؤں اور آپ نہ ہوں یعنی آپ فوت ہو چکے ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تُو مجھے نہ پاوے تو ابو بکر سے کہیو۔ اس سے ثابت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کو حضرت میاں صاحب کے خلیفہ ہونے کا یقین کامل تھا۔ پھر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دنوں میں حضرت ابوبکرؓ کو مسجدِ نبوی میں اپنی جگہ نماز کا امام بنایا اسی طرح حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی بیماری کے ایام میں مسجدِ مبارک میں حضرت میاں صاحب کو امامِ نماز بنائے رکھا۔

(2) قادیان میں پیر منظور محمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات کی بنا پر ایک مضمون حضرت میاں صاحب کے بارہ میں لکھ کر حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ مضمون پڑھ کر فرمایا کہ:

''ہمیں اس امر کا پہلے سے علم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں میاں صاحب کی کیسی عزت اور ادب کرتا ہوں۔''

پیر صاحب نے آپ کے یہ الفاظ اسی مضمون کے آخر میں لکھ کر تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ اور آپ نے اپنے قلم سے اس پر تصدیق فرمائی کہ یہ الفاظ میں نے کہے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اختلاف کے وقت اس تحریر کو پیش کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم تھا کہ اس

خلیفہ کے جانشین ہونے کے وقت اختلاف بھی ہوگا۔ پھر آپ نے وصیت لکھی جس میں لکھا کہ میرا جانشین پرانے اور نئے دوستوں سے سلوک کرے اور اپنے بال بچوں کے متعلق بھی وصیت فرمائی۔ مگر حضرت مسیح موعود کی اولاد کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اصل مخاطب اہل بیت کا ہی ایک ممبر تھا۔ سنن الٰہیہ کا آپ کو علم تھا کہ جس وجود کے متعلق خدا تعالیٰ کے الہامات ہوں ضرور ہے کہ اس کے متعلق اختلاف ہو۔ پہلی ہی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''اس وقت مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اور ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ اور جس قوم کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی۔''

پھر خلافت ثانیہ کے بارے میں اس کثرت سے لوگوں کو رؤیا اور الہام ہوئے اور اس طرح بارش کی طرح برسی تھیں کہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرا خلیفہ کوئی معمولی انسان نہ ہوگا بلکہ واقعہ میں یہ ان بشارات کا مصداق ہوگا جو اس کی ولادت کے الہامات میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت خلیفہ ثانی فضل عمر کے دل میں بچپن سے ہی دین کی خدمت کی تڑپ اور بے حد جوش تھا خود مولوی محمد علی نے آپ کا وجود مسیح موعود کی صداقت میں بطور دلیل پیش کیا

حضرت خلیفہ ثانی نے 1906 میں سترہ سال کی عمر میں رسالہ تشحیذ الاذہان اپنی ایڈیٹری میں نکالا جن کے پہلے نمبر پر مولوی محمد علی نے اپنے رسالہ ریویو 11 مارچ 1906 میں حسبِ ذیل تحریر سپرد قلم کی:

اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور بین دلیل پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ وہ اس مضمون کا آخری حصہ ہے جس کو میں نے صاحبزادہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ فرمایا:

''اے میرے احمدی بھائیو! اگر ہم نے خدائے تعالیٰ کے ایک فرستادہ کو مانا ہے تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہوگئے ہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بارِگراں رکھ لیا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ کہ زبان سے کہہ دینے پر اس سے خلاصی ہوجائے نہیں۔ بلکہ اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کو دینِ اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں تو بخدا ہم نہایت ہی سخت ٹوٹا پانے والوں میں سے ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے جس میں اسلام کی محبت نہ ہو اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے اور ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں۔ رونے کا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ اے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر ہم تیرے مسیح کے ساتھ شرک توڑنے میں لگے رہیں۔''

اس وقت صاحبزادہ کی عمر 18، 19 سال کی ہے۔ اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں...... دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقع پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر دلی جوش ان کا ظاہر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادمِ دین بنا۔ برخوردار عبدالحیٔ کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں بھی دعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا انجام تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ گند ہوتا۔ اگر ایک انسان

افترا کرتا ہے تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افترا کو چھپا بھی لیں مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت وسکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ اے بدقسمت لوگو غور کرو! کہ کیا مفتری کی اولاد جو اس کے افترا کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور افترا کے زمانہ میں پرورش پائی ایسی ہوا کرتی ہے؟ کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں اُلٹی ہوگئی ہیں۔ غور کرو کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہوسکتا ہے؟ اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے۔'' مولوی صاحب اگر یہی آپ کی تحریر آپ کے سامنے رکھ کر وہی غیر احمدی آپ سے حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تصدیق چاہیں تو آپ کے پاس سوائے شرمندگی اور ندامت کے اور کیا جواب ہوسکتا ہے۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ کا تقدس وبرکاتِ خلافت

آخر 13 مارچ 1914ء کا دن آ گیا اور نورالدین کو وِقار اپنے فرض سے سبکدوش ہوکر اپنے محبوب آقا کے پہلو میں جا سویا۔ احمدی جماعت کے لئے یہ دن بہت صبر آزما دن تھا۔ سلسلہ کے معاند خوش تھے کہ آج سلسلہ احمدیہ کا خاتمہ ہے۔ اخبار اہلِ حدیث 26/جولائی 1914ء نے یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند''

ترجمہ: اگر کچھ ہے تو یہ ہے کہ ان پر رات کی سیاہی چھا چکی ہے اور اس سیاہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اب اس جماعت کا منظم کرنے والا کوئی نہیں۔ بانی سلسلہ کی وفات پر نورالدین نے جماعت کو سنبھال لیا تھا اور اب یہ سلسلہ آج بھی مٹا اور کل بھی مٹا اور پھر اندرونی منافقوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر خلافت کے خلاف پورا زور لگایا اور ہر ممکن کوشش کی کہ خلیفہ نہ ہو۔ لیکن وہ خدا جو

مومنوں اور منافقوں میں تمیز کرتا آیا ہے اور دشمنوں کی امید پر حق کی بجلی گراتا رہا ہے اس دن بھی اپنے چمکتے ہوئے نشانوں کو ظاہر کیا اور ثابت کر دیا کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے اور وہی خلیفہ بناتا ہے چنانچہ یہ سعادت الٰہی اور آسمانی امانت اس پیارے بندے محمود کے حصے میں آئی اور یہ مقدس انسان جو اپنے تقویٰ اور نیکوکاری میں واحد تھا جس کے متعلق ایک معاند نے بھی لکھا ہے کہ اس میں دین کی یہ ہمدری اور اسلام کا یہ سچا جوش ایک خارق عادت (معجزہ) ہے۔ ایک ایسا پاک اور نورانی انسان جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور آپ کے وجود کو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا زبردست نشان ثابت کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ جس کی تعلیم و تربیت کا یہ پھل ہے وہ کبھی کاذب ہوسکتا ہے؟

انبیاء کے خلفاء کوئی گدی نشین نہیں ہوتے بلکہ ان کے قائم مقام اور ان کے مشن کی انجام دہی کے کامل اہل ہوتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خلافت کے منصب پر متمکن ہوکر اپنی تقریر بعنوان منصب خلافت 12/اپریل 1914ء میں انبیاء اور خلفاء کے کام کے متعلق فرمایا :

''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○

اسی دعا میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کیا کام ہوتے ہیں ان کے آنے کی کیا غرض ہوتی ہے...... وہ رسول جو مبعوث ہو اس کا کیا کام ہو۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اس کا پہلا کام یہ ہو کہ وہ تیری آیات ان پر پڑھے۔ دوسرا کام وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اُن کو کتاب سکھائے اور تیسرا کام یہ ہو کہ حکمت سکھائے چوتھا کام وَيُزَكِّيْهِمْ ان کو پاک کرے...... انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت پر غور کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ خلفاء کا بھی یہی کام ہوتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ جو آتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیشرو کے کام کو جاری کرے پس جو کام نبی کا ہو وہی خلیفہ کا ہوگا۔ اب اگر آپ غور و تدبر سے اس آیت کو دیکھیں تو ایک طرف نبی کا کام اور دوسری

طرف خلیفہ کا کام کھل جائے گا...... نبی اور اس کے جانشین خلیفہ کا پہلا کام تبلیغ الحق اور دعوت اِلَی الْخَیْر ہوتی ہے۔ وہ سچائی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنی دعوت کو نشان اور دلائل کے ذریعہ مضبوط کرتا ہے۔ دوسرا کام وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کہ وہ انہیں فرائض کی تعلیم دے۔ پس پہلا کام تبلیغ کر کے اسلام میں لانے کا تھا۔ دوسرا ان کو شریعت سکھانے اور عامل بنانے کا۔ عمل کے لئے ضرورت ہے کہ جب تک انسان کے اندر کسی کام کے کرنے کے لئے جوش اور شوق پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کی حقیقت اور حکمت سمجھ میں نہ آئے اس لئے تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ فرمایا...... الغرض نبی کا کام بیان فرمایا، تبلیغ کرنا کافروں کو مومن بنانا، مومنوں کو شریعت پر قائم کرنا۔ پھر باریک در باریک راہوں کا بتانا، پھر تزکیہ نفس کرنا۔ یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں۔ اب یادرکھو کہ یہی کام اس وقت ذمّہ میرے رکھے ہیں۔ يُزَكِّيهِمْ کہ دعاؤں کے ذریعہ تزکیہ کرے اور ان میں اطاعت اور اخلاص پیدا کرے۔ نہ صرف گناہوں سے بچائے بلکہ ان میں نیکی پیدا کرے اور اعلیٰ مدارج کی طرف لے جائے۔'' پھر صفحہ 16 پر حضورؓ نے تبلیغ کے متعلق فرمایا :

''پہلا فرض خلیفہ کا تبلیغ ہے۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے۔ اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ مَیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے۔ میں جب دیکھتا تھا اپنے اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش و اُنس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بنا پر میں نے خدائے تعالیٰ کے حضور

دعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کام ہو اور مَیں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے ان میری دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں...... میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے کیونکہ آپ لوگ جو کام کریں وہ میرا ہی کام ہوگا...... وہ جوش اور دلچسپی جو فطرتاً مجھے اس کام سے تھی اور اس کے اختیار کرنے کی جو بے اختیار کوشش میرے دل میں ہوتی تھی اس کی حقیقت کو بھی اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے کام میں داخل تھا ورنہ جب تک اللہ تعالیٰ ایک فطرتی ایک جوش اس کے لئے میری رُوح میں نہ رکھ دیتا میں کیونکر اسے سرانجام دے سکتا تھا...... پس میں جانتا ہوں کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے یہ اسی کا کام ہے اور میں نے یہ کام خود اس سے طلب نہیں کیا۔ خدا نے خود دیا ہے تو وہ انہیں رجال کو وحی کرے گا جو مسیح موعود کے وقت وحی کئے جاتے تھے۔''

پھر صفحہ 24 پر فرمایا :

''میرا اپنا دل تو چاہتا ہے کہ گاؤں گاؤں ہمارے علماء اور مفتی ہوں جن کے ذریعہ علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہو اور کوئی بھی احمدی باقی نہ رہے جو پڑھا لکھا نہ ہو اور علوم دینی سے واقف نہ ہو۔ میرے دل میں اس غرض کے لئے بھی عجیب عجیب تجویزیں ہیں جو خدا چاہے گا تو پوری ہو جائیں گی۔''

دنیا میں انسان کے سب رشتے اور تعلقات فانی ہیں اور ان میں وفا اور بقا نہیں صرف خدائے تعالیٰ ہی انسان کا سچا شفیق ہے۔ پھر اس کے انبیاء اور خلفاء سے بڑھ کر انسان کا کوئی سچا ہمدرد اور شفیق نہیں۔ حضرت خلیفہ ثانی نے برکاتِ خلافت کے صفحہ 5 پر اس تعلق کا اظہار فرمایا:

''کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے رُوگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں لیکن ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد

رکھنے والا ،تمہاری محبت رکھنے والا اور تمہارے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھنے والا تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے ۔مگر انکے لئے نہیں ۔تمہارا اسے فکر ہے درد ہے وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن ان کے لئے کوئی ایسا نہیں ۔کسی کا ایک بیمار ہوتو اسے چین نہیں آتا لیکن کیا تم اس انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں ۔''

پھر حضرت خلیفہ ثانیؓ نے اللہ تعالیٰ سے بشارت آمدہ کے ماتحت اپنی کامیابی اور نصرت کا القول الفصل کے صفحہ 57 پر ایک زبردست اعلان فرمایا :

''مجھے انسانوں کے خیالات کی پرواہ نہیں ۔خدائے تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے کامیاب کرے گا ۔پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ماتحت کامیاب ہوں گا اور میرا دشمن مجھ پر غالب نہ آسکے گا ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی پوشیدہ در پوشیدہ حکمتوں کے ماتحت جن کو میں خود بھی نہیں سمجھتا ایک پہاڑ بنایا ہے۔

......اس کا مجھے اقرار ہے کہ میں کمزور ہوں اس کو میں مانتا ہوں لیکن میں کیا کروں کہ میرے خلیفہ بنانے میں خدائے تعالیٰ نے مجھ سے نہیں پوچھا اور نہ وہ اپنے کاموں میں میرے مشورہ کا محتاج ہے ۔ میں اپنے ضعف کو دیکھ کر خود حیران ہوجاتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو کیوں چنا......مگر باوجود اس کے اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمادیا ہے۔اور وہ میری ان راہوں سے مدد فرماتا ہے جو میرے ذہن میں بھی نہیں ہوتیں ۔ جب کل اسباب میرے برخلاف تھے جب جماعت کے بڑے بڑے لوگ میرے خلاف اعلان کررہے تھے اور جن کو لوگ بڑا خیال کرتے تھے وہ سب میرے گرانے کے درپے تھے ......اس نے مجھے اطلاعیں دیں اور وہ اپنے وقت میں پوری ہوئیں ۔اور میرے دل کو تسلی دینے کے لئے نشان پر نشان دکھلایا اور امورِ غیبیہ سے مجھے اطلاع دے کر اس بات کو پائے ثبوت تک پہنچایا کہ جس کام پر میں کھڑا کیا

گیا ہوں وہ اس کی طرف سے ہے۔خواجہ صاحب آپ نے لکھا ہے کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کریں تو میں پھر کچھ نہ بولوں گا۔اگر آپ نے یہ بات سچ لکھی ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائے گا یا تباہ کردے گا اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہیں گے۔ یہ سب باتیں مجھے متفرق اوقات میں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔پس آپ اپنے دعویٰ کے مطابق خاموشی اختیار کریں اور دیکھیں کہ انجام کار اللہ تعالیٰ کیا دکھلاتا ہے......مَیں اس قدر جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے پھر بڑھانا چاہتا ہے اور جماعت احمدیہ بےنظیر سرعت سے ترقی شروع کرے گی۔''

انبیاء ایک نظام قائم کرتے ہیں اور خلفاء اس نظام کو قائم رکھتے ہیں جس سے ایک تو خود اپنی قوم ہر رنگ میں ترقی کرتی ہے اور دوسرے دشمن جماعت کے متحد ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔پھر مقابلہ کے وقت منظم جماعت باوجود تھوڑی ہونے کے دشمن پر غالب آجاتی ہے۔جس طرح جنگ بدر میں 313 صحابہ نے فتح پائی تھی یہ فتح نظام کی بدولت ہی تھی جو خدا نے رسول کریم کے ذریعہ ہی قائم کیا تھا۔ چنانچہ اس وقت مسلمانوں کو دیکھ کر ایک کافر نے اپنے ساتھیوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ بہتر ہے کہ ان لوگوں سے مقابلہ نہ کرو کیونکہ مجھے سواریوں پر بجائے انسانون کے مجسم موت نظر آرہی ہے۔پس جب جماعت ایک امام کے ماتحت کام کرے تو بڑے بڑے دشمنوں پر فتح حاصل کرسکتی ہے۔آج دشمن بھی جماعت احمدیہ قادیان کے نظام کی قوت سے مرعوب ہے۔انبیاء کے مشن اور کام کی تکمیل خلفاء کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ورنہ انبیاء کی وفات کے بعد فوراً ہی ان کا تمام کام اور نظام تباہ ہوجائے۔جب حضرت مسیح موعود کی وفات ہوئی تو اخبار گزٹ دہلی نے لکھا تھا کہ اب اس جماعت کا سر کٹ چکا ہے اس لئے زندہ نہیں رہ سکتی۔لاہور میں بھی اور دوسرے شہروں میں بھی مخالفت کا جو طوفان اُٹھا اس طوفان میں سے سلسلہ کی کشتی کو کس نے نکالا۔وہ خلیفہ اوّل کی ذات ہی تھی۔اس کے بعد خلیفہ اوّل کی وفات پر جو حملہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی

طرف سے یکدم جماعت پر ہوا اور اخبار اہلحدیث میں لکھا گیا :

''اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند''

ترجمہ : اگر کچھ ہے تو یہ ہے کہ اُن پر رات کی سیاہی چھا چکی ہے اور اس سیاہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اس وقت حضرت خلیفہ ثانی ؓ نے ہی جماعت کو سنبھالا۔

حضرت خلیفہ ثانی کو علمِ قرآن اعجازی طور پر عطا ہوا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کے مقبولوں اور برگزیدہ اماموں کی شناخت کے متعلق کشتی نوح کے صفحہ 72 پر لکھا ہے کہ:

''ہر ایک مکار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔''

پھر البشریٰ جلد 2 کے صفحہ 111 پر فرمایا:

''مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم ملوک اور ذوالجبروت کرتے ہیں اور اُنپر کوئی غالب نہیں ہوسکتا۔ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔''

پھر آپ نے ضرورۃ الامام کے صفحہ 9 پر فرمایا:

''اوّل فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآن اس کو عطا کیا جائے کیونکہ وہی تو ہم مسلمان لوگوں کا مقتدا اور پیشوا ہادی اور رہنما ہے۔ اگر اس سے بے خبری ہوئی تو ہر قدم پر ہلاکت ہے اور موت موجود ہے......علوم الٰہیہ کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب اور دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے...... کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نورِ فراست اس کی مدد کرتا ہے اور وہ ان کی چمکتی ہوئی

شعاعوں کے ساتھ دوسروں کونہیں دیا جاتا۔''

حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے:

''یعطیه ولدا صالحًا یشابه اباه کہ وہ صالح بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور خدائے تعالیٰ نے اس مولود کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ:

''وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُرکیا جائے گا''

اب اس معیار کے ماتحت حضرت خلیفہ ثانی نے بارہافرمایا :

''خدائے تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب بھی مَیں سورۃ فاتحہ پر تقریر کروں گا نئے نکات سمجھائے جائیں گے۔'' (ملائکۃ اللہ صفحہ)

خدانے آپؓ کوقرآن فہمی میں ایسارتبہ عظیم بخشا ہے کہ آپؓ نے دنیا کے تمام علماء اورادباء کوچیلنج دیا کہ:

''قرعہ ڈال کرقرآن مجید کا کوئی مقام نکال لواگر یہ نہیں توجس مقام پرتم کوزیادہ عبور ہو بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہوغور کرلواور مجھے نہ بتاؤ پھر میرے مقابلہ میں آ کرتفسیر لکھو دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروزے مجھ پر کھلتے ہیں یاان پر۔''

(الفضل 7/مارچ 1930)

اسی طرح آپؓ نےفرمایا :

''مَیں نے قرآن کریم کوسمجھ کر پڑھا اوراس سے فائدہ اٹھایا اوراب اس قابل ہوا کہ تمام مخالف علماء کوچیلنج دیتا ہوں کہ کوئی آیت لیکر مجھ سے تفسیر کلامِ الٰہی میں مقابلہ کرلیں مَیں انشاء اللہ تعالیٰ تائید الٰہی سے اس کے ایسے معنی بیان کروں گا کہ تمام دنیا حیران رہ جائے گی۔''

(مصباح 15 جنوری 1930)

یہ چیلنج اب بھی قائم ہے۔ دنیا کے تمام نامی علماء جن کو اپنے علم وفضل پر گھمنڈ ہے مقابلہ پر آئیں اور اپنے علوم روحانی کا ثبوت دیں ورنہ یاد رکھیں کہ خدا نے ان سے اپنے تعلق کو ہٹالیا۔ ان پر اپنی محبت کے دروازوں کو بند کر دیا۔ اب وہ ایک قشر ہیں مگر بغیر مغز کے۔ جسم ہیں مگر بغیر رُوح کے۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ کی قبولیت دعا کی نشان اور تمام مذاہب کو چیلنج اور بادشاہوں پر اتمام حجت

خدائے تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو قبولیت کا عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا ہے۔ دنیا کے ہزار ہا اشخاص حضور کی دعاؤں کے دلی معتقد اور ان کی برکات و تاثیرات پر زندہ گواہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ؎

میری طرف چلے آئیں مریض روحانی
کہ ان کے دردوں دکھوں کے لئے طبیب ہوں میں

آپ نے فرمایا ؎

بیمار روح کے لئے خاک شفا ہوں میں ☆ یہ کیوں نہ ہو کہ خاک درِ مصطفیٰ ہوں میں

آپؓ ہی نے دعاؤں کی اعجازی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے ☆ اے میرے فلسفیوں زورِ دعا دیکھوتو

آپ ہی ہیں جنہوں نے پرنس آف ویلز کو مخاطب کرتے ہوئے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا نشان پیش کیا اور فرمایا :

''اے شہزادہ ویلز زندہ مذہب اپنی زندگی کے آثار رکھتا ہے اور اسلام کی زندگی کے اثر کو ہم اپنے نفس کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام نشانات اور تمام قبولیتیں مسیح موعود کے ساتھ ختم ہو گئیں اگر ایسا ہوتا تو ہم اسلام کو بھی مردہ مذہب سمجھتے۔ ہم یقین

رکھتے ہیں کہ اسلام کی برکات ہمیشہ کے لئے جاری ہیں اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اب بھی مسیحی دنیا اسلام اور مسیحیت کا اثر دیکھنے کے لئے تیار ہو تو اللہ تعالیٰ اچھے درخت میں اچھے پھل لگا کر دکھادے گا۔ اور جو اس کا پیارا بیٹا ہے اسے مچھلی کی جگہ سانپ نہیں دے گا نہ روٹی کی جگہ پتھر بلکہ اس کے لئے کھولے گا اور اس کی دعا کو قبول کرے گا۔

پس اے ہمارے واجب التعظیم بادشاہ کے واجب التعظیم ولی عہد اگر آپ باوجود ان نشانات اور صداقتوں کے جو اُوپر مذکور ہوئیں ابھی یہ خیال کریں کہ خدا کے تعلق اور محبت معلوم کرنے کے لئے اس وقت بھی کسی نشان کی ضرورت ہے تو ہم آپ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے رسوخ سے کام لے کر پادریوں کو تیار کریں جو اپنے مذہب کی سچائی کے اظہار کے لئے بعض مشکل امور کے لئے دعا مانگیں اور بعض ویسے ہی مشکل امور کے لئے جماعت احمدیہ بھی اللہ کے حضور التجا کرے مثلاً سخت مریضوں کی شفا کے لئے جن کو بذریعہ قرعہ اندازی آپس میں تقسیم کرلیا جائے پھر آپ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس کی سنتا ہے اور کس کے منہ پر دروازہ بند کردیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں اور ہرگز نہ کریں گے کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی برکتیں ان سے چھین لی گئی ہیں تو پھر اے شہزادہ آپ سمجھ لیں کہ خدا نے مسیحیت کو چھوڑ دیا ہے اور اسلام کے ساتھ اپنی رحمتیں مخصوص کردی ہیں۔''

(تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ 130)

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18 ر اپریل 1924 کی اشاعت میں حسبِ ذیل ریویو کیا ہے:

''یہ کتاب جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تصنیف ہے اور وہ اپنے پیروؤں کے اصول اور عقائد کو نہایت صفائی کے ساتھ مدلل طور پر بیان

کرنے پر قابل مبارک باد ہیں۔ جماعت احمدیہ اسلام کی پابند ہے اور قرآن کو پورے طور پر قبول کرتی ہے......اس سے دکھانا یہ مقصود ہے کہ احمدی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے کہ سچا مذہب اختیار کیا ہے اور یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت ہی قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں پرنس آف ویلز کو اس کی تمام رعایا سے احمدی عقائد قبول کرنے کی اپیل کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس میں ہز رائل کو جو خوش آمدید کہا گیا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے۔ خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہوسکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی لیتے ہیں۔''

پھر اخبار لیڈر نیر وبی نے 23 نومبر 1923 کی اشاعت میں حسبِ ذیل ریویو کیا:

''ہمیں ایک کتاب تحفہ پرنس آف ویلز وغیرہ احمدیہ ایسوسی ایشن عنایت کی گئی ہے جو حضور پرنس آف ویلز کو بطور تحفہ خاص نذر کی گئی ہے...... یہ فرقہ بلحاظ اپنے رسوم وعقائد پورا پورا مسلمان ہے لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہی سچا مذہب ہے...... یہ قابل قدر کتاب اپنے آخری صفحوں میں حضور پرنس آف ویلز سے استدعا کرتی ہے کہ آپ اسلام قبول کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوں۔ یہ کتاب نہایت سلیس انگریزی میں لکھی گئی ہے جس میں انجیل کے حوالے بکثرت درج ہیں اور ایک مذہبی معلم کے لئے ہر دو مذہب کا موازنہ کرنے کے لئے نہایت مفید ہے......جناب شہزادہ ویلز فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایڈریس کو بڑی دلچسپی سے مطالعہ کیا ہے اور اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہیں کہ مَیں اس بیش بہا کتاب کو شوق سے پڑھوں گا......اس کتاب کو لکھنے والا مسلمان تو ہے جیسا کہ تحریر سے ظاہر ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سال ہا سال رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے بڑے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسے پتہ کی باتیں اس

دھڑلّے سے سُنائے۔آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنا پر لکھی گئی ہواور تعصّب سے مبرّ ا رہی ہواوراس شان میں یہ پہلی کتاب ہے۔''

شیعہ اخبار ذوالفقار اپنی 24/اپریل 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :

''تحفہ شہزادہ ویلز احمدی جماعت کی طرف سے 27/فروری 1924ء کو ہز رائل پرنس آف ویلز کی خدمت میں بمعرفت پنجاب گورنمنٹ پیش ہوا۔اس کتاب کو نہایت عزّت اور احترام سے قبول فرمایا۔اس کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ لاہور اور جموں تک اس سفر میں ولی عہد صاحب بہادر نے بغور پڑھا اور بعض مقام پر نس آف ویلز کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل جاتا تھا اور صاحبِ ممدوح نے یکم مارچ کی رات کے وقت اس تحفہ کو اوّل سے آخر تک دیکھ لیا اور بہت خوش ہوئے اور یہ خبر سُن کر ہمیں اس تحفہ کے دیکھنے کا از حد اشتیاق ہوا......جس کو ہم نے اس واسطے بھی بغور دیکھا کہ وہ کون کون سے مقامات ایسے اس تحفہ میں رکھ دیئے گئے ہیں جن کو عبور کرتے وقت شہزادہ بلند اقبال کا چہرہ کِھل کھلا جاتا تھا اور ایک مسرّت حاصل ہوتی تھی۔ہم نے بھی اس تحفہ کو بغور دیکھا ہے۔ہم خلیفہ ثانی کی سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔چاہے کسی کارخانہ کا کوئی کاریگر ہماری شکل کا ایک اور کافر کیوں نہ تراش دے لیکن یہ بڑی بے انصافی ہوگی کہ ہم ایک اچھے کام کو اچھا نہ کہیں۔تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ ہم اخبار نویسی کے منبر پر تعصب کی مالا گلے سے اُتار کر رکھ دیتے۔اس واسطے اس تحفہ کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔اس تحفہ میں فاضل مصنف نے سنّت رسول پر پورا پورا عمل کیا ہے۔دعوت اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت وتاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقہ کا کوئی فرد یا موجودہ زمانہ کا کوئی شورش پسند اخبار حسد

اور بغض کی راہ سے اس تحفہ پر کوئی اٹیک کرے یا اس کو پبلک میں کوئی اور رنگ دے کر دکھلائے وہ ہمارے نزدیک کاذب حاسد ہے......بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر حالات لکھے ہیں......اور کچھ حالات خلیفہ اوّل اور ثانی نے مختصر اپنے لکھے ہیں اور اپنے سلسلہ کے لکھے ہیں جو بالکل واقعات پر مبنی ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ اور خلیفہ اوّل اور ثانی کے فوٹو بھی شامل کئے گئے۔غرض کہ اپنے فرقہ کی مختصر تاریخ ہے اور باقی تمام حصہ شہزادہ ولی عہد بہادر اور شہنشاہ معظم کی خدمت میں دعوت اسلام کا ہے......بغرض دعوت اسلام ایک مرصع رُوپہلی کشتی میں ہزرائل پرنس آف ویلز کے حضور یہ تحفہ برموقع لاہور تشریف آوری گورنمنٹ ہاؤس میں پیش کیا......آخر میں ہم ضرور یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا محمود احمد نے اپنے سلسلہ کی فلاح اور بہبود کے واسطے وہ کام کیا ہے جس سے دوسرے فرقہ والے مسلمان کو بجائے حسد کے ایک سبق حاصل کرنا چاہئے۔''

حضرت خلیفہ ثانیؓ کا ایک لیکچر 23/اکتوبر 1917ء کے الفضل میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کا سچا قائم مقام ہونے کا زبردست نشان پیش کیا۔فرمایا :

''کسی مذہب کے زندہ مذہب ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اس پر چلنے والوں کو خدا کی نصرت اور تائید حاصل ہو۔دیکھئے جس کو کسی سے محبت ہو یا جس چیز سے پیار ہو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔بچہ کو اگر کوئی مارے تو ماں باپ کو سخت تکلیف پہنچتی ہے۔یہی حال اور تعلقات کا ہے۔جس قدر انسان کو کسی سے زیادہ تعلق ہو اسی قدر اس کی مدد اور تائید کی کوشش کرتا ہے تو محبت پیار اور تعلقات کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں جن سے دوسروں کو پتہ لگ جاتا ہے۔قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ کہ جس سے ہم کو تعلق اور محبت ہوتی ہے ان کی ہم اسی دنیا میں مدد اور تائید کرتے ہیں اور اُس کے متعلق دوسرے مذاہب صرف قصے کہانیاں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ خدا کی محبت تھی اور اس کی اس نے اس طرح مدد کی تھی کہ اس کے دشمنوں کو ہلاک اور تباہ کیا اور اسے کامیابی عطا کی تھی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں تمہارے پاس خدا کی محبت کا کیا ثبوت ہے۔ اس کا جواب کوئی مذہب نہیں دے سکتا۔ صرف قصے پیش کرتا ہے مگر ہم قصوں کو کیا کریں اس وقت جو مذہب ایک بھی آدمی ایسا نہیں پیدا کرسکتا جس کی خدا مدد کرتا ہو اور جس سے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہے تو اس مذہب کا کیا فائدہ اور اس کے زندہ ہونے کا کیا ثبوت مگر اسلام ہر زمانہ میں ایسے انسان پیدا کرتا رہا ہے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کو پیدا کیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے ان کی تائید اور نصرت کر کے بتا دیا ہے کہ خدا کا ان سے تعلق تھا۔ کوئی کہے کہ وہ تو فوت ہو گئے اب اسکا کیا ثبوت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اپنے رسولوں اور نبیوں ہی کی مدد نہیں کرتے بلکہ جو ان کے ماننے والے (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) ہوتے ہیں ان کی بھی مدد کرتے ہیں۔ اسی لئے اب ان کی جماعت موجود ہے جس سے خدائے تعالیٰ اپنی محبت اور پیار کا ثبوت دے رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسے نشانات دکھلائے کہ جن کو دیکھ کر اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ جب آپؑ نے دعویٰ کیا تو ساری دنیا نے مل کر آپ کی مخالفت میں زور لگایا۔ مگر آپؑ کے مخالفین ہر کوشش اور سعی میں ناکام اور نامراد رہے اور آپؑ کے ساتھ نصرت اور تائید ہی یہ ثبوت تھا اس بات کا کہ خدا کے پیارے اور محبوب بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے دوستی اور محبت اس کو کہتے ہیں کہ دونوں میں ایسا تعلق ہو کہ ایک دوسرے کی بات مانے۔ پس زندہ مذہب کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اس مذہب میں ایسے لوگ موجود

ہوں جن کی باتیں خدائے تعالیٰ مانے اور ایسے حالات میں مانے جبکہ ظاہری اسباب بالکل مخالف ہوں......اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا مسلمانوں کے سوا اور کسی کی دعا سنتا ہی نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا ایک سچے مسلمان کی دعائیں دوسروں کی نسبت زیادہ سنتا ہے جس طرح کہ ایک سخی انسان گو اپنی سخاوت سے سب کو نفع پہنچاتا ہے مگر اس کے دوست اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ فرق بھی ہے کہ جہاں ایک مسلمان اور غیر مسلمان میں مقابلہ ہو وہاں وہ مسلمان ہی کی سُنے گا اور اس کے مقابلہ میں اگر ساری دنیا بھی کھڑی ہوجائے تو کبھی ان کی دعا قبول نہ کرے گا یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ساری دنیا کو چیلنج دیا مگر آج تک اسے قبول کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی ......حتیٰ کہ عیسائیوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار اور کئی طریق سے اس طرف بلایا اور کہا کہ تمہاری کتاب میں تو لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا اور تم درخت کو کہو گے چل تو وہ چل پڑے گا پھر تم کیوں میرے مقابلہ میں نہیں آتے ......اس وقت پانیر میں ایک مضمون نکلا تھا کہ ہمارے پادری صاحبان جو اتنی بڑی بڑی تنخواہ لیتے ہیں وہ آج کیوں مقابلہ کے لئے نہیں نکلتے تا کہ عیسائیت کی صداقت ثابت ہو مگر پھر بھی کوئی نہ نکلا۔ اب آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت مرزا صاحب تو وفات پا چکے ہیں اب کس طرح مقابلہ ہوسکتا ہے ۔کیونکہ آپؑ کا سلسلہ مٹ نہیں گیا اب بھی آپ کی جماعت موجود ہے اور ہم لوگ اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں ۔کیونکہ خدائے تعالیٰ آج بھی اسلام کی صداقت ظاہر کرنے اور اپنے پیارے بندوں کی اپنے نشانات کی تائید کرنے کے لئے اسی طرح موجود ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قہری اور مہری نشانوں سے تائید کرنے کے لئے موجود تھا۔ پھر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کے وقت تائید کرتا رہا اسی طرح حضرت مسیح موعود اور آپؑ کے بعد ہمارے وقت میں تائید

کرے گا اس لئے میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آ کر ہم سے مقابلہ کرے ۔ مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اور ایسے حالات میں قبول کرتا ہے جبکہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بڑی علامت ہے......افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ مقابلہ میں آنے سے ڈرتے ہیں ورنہ حق نہایت روشن طور پر کھل جاتا اگر مقابلہ کے لئے مختلف مذاہب کے لئے نکلیں تو ان کو ایسی شکست نصیب ہو گی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت نہ رہ جائے گی۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب سچے ہیں اس کے فیصلہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مشاہدہ کر لیا جائے کہ کون سا مذہب سچا ہے ۔ جب مشاہدہ ہو سکتا ہے تو پھر کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔لیکن اس میدان میں صرف اسلام ہی کھڑا ہو گا اور ہم اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔''

زندہ اسلام کا دوسرا نام عملی حیات کے لحاظ سے احمدیت ہے یہی دنیا میں پھیلے گا اسی کو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اسی کو حضرت خلیفہ ثانی پیش کر رہے ہیں

حضرت مسیح موعود نے یورپ اور تمام دنیا میں جس اسلام کی تبلیغ کے متعلق جو راہ بتائی ہے وہ یہ ہے۔13 فروری 1907ء مولوی محمد علی صاحب کو بلا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آج کل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے اور اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل

حقیقت سے واقف نہیں اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ان لوگوں کا حق ہے کہ ان لوگوں کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدائے تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو خدائے تعالیٰ نے اس سلسلہ میں لکھی ہیں ان پر ظاہر کرنی چاہئیں اور خدائے تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزّت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ان تمام دلائل کو جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے سمجھائے ہیں۔اسی طرح ایک جامع کتاب تیار ہوجائے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔(بدر جلد 6 نمبر 9)

''خان صاحب کے استفسار پر کہ ہم کو یہاں سے جا کر کیا بڑا کام کرنا چاہئے فرمایا کہ ہماری دعوت کو لوگوں کو سنایا جائے۔ ہماری تعلیم سے ان کو واقف کیا جائے۔تقویٰ توحید اور سچا ایمان ان کو سکھایا جاوے۔''(الحکم 7 فروری 1903ء) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے اپنے الہاموں اور معجزات کا ذکر کرنا کتنا ضروری خیال فرماتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے یورپ اور امریکہ میں بذریعہ اشتہارات تبلیغ کی۔ملکہ معظّمہ کو جو چٹھی لکھی اسی کو پڑھ لیں آیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تعلیم دے کر چھوڑ دیا ہے یا آگے اپنے آپ کو بھی منوانے کی کوشش کی ہے۔حضور کا طریق عمل ظاہر ہے انہی لوگوں نے (جواب پیغامی ہیں) اخبار وطن اور عبدالحکیم وغیرہ کی تحریک پر مسلم انڈیا کی طرز پر جس میں صرف عام اسلامی مضامین ہوں رسالہ ریویو کو چلانا چاہا تو حضرت مسیح موعود نے یہی جواب دیا کہ کیا تم لوگوں کے سامنے مردہ اسلام پیش کروگے۔پس اس وقت تو یہ لوگ سرکشی سے باز رہے۔خلیفہ اوّل کے وقت بھی دبے رہے اب آزاد ہیں۔من مانی بات کرتے ہیں۔اب حضرت مسیح موعودؑ کے بتلائے ہوئے تریاق کو سم قاتل بتایا جاتا ہے۔اور پیغام 23 جون 1903 میں صاف لکھ دیا ہے:

''ہم انگلستان میں لوگوں کو سلسلہ احمدیہ داخل کرنے کی کوشش سرِ دست ٹھیک نہیں سمجھتے

...... بلاشبہ ہم حضرت مسیح موعود کا وجود اور دعویٰ ووکنگ میں پیش نہیں کرتے۔''

پس یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو جو کامیابی حضرت مسیح موعود کے وجود کو پیش کرتے وقت تھی وہ نہ رہی اور اپنی قلت اور ناکامی کا رونا 11 دسمبر 1930ء کو پیغام میں رو دیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود سے سرکشی کا خمیازہ اٹھا رہے ہیں ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا...... ☆ ......آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

جب خلافت ثانیہ کے وقت یہ لوگ سرکش ہو گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کا وجود پیش کرنے سے انکار کر دیا تو مرکز احمدیت قادیان سے الگ مبلغ بھیجے جانے لگے۔ ماسٹر محمد دین صاحب بی اے کو ان کی روانگی امریکہ پر حضور نے نئی دنیا کو مسلمان بنانے کا عزم فرماتے ہوئے جو ہدایات رقم فرما کر عنایت کیں ان میں سے چند فقرے لکھے جاتے ہیں :

''اسلام ایک سوسائٹی کا نام نہیں بلکہ ایک مذہب ہے......آپ ایسے ملک میں جاتے ہیں جہاں کے لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے نزدیک سچے مذہب کی علامت یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق تبدیل ہو سکے۔ اور اسلام کے نزدیک سچا مذہب وہ ہے جو فطرت کا صحیح رہنما اور راست باز آئینہ ہو۔ پس اسے بدلنا بیماری ہے نہ کہ صحت۔ اس امر کو وہ لوگ تنگ خیالی اور جہالت خیال کرتے ہیں۔ پس سب سے زیادہ اس دشمن کے حملوں کو اپنے سے دُور کرنا ہے۔ اور اس کے پیچوں سے لوگوں کو چھڑانا ہے ...... ایک جلسہ خاص نومسلموں کے لئے کر کے اس میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی طرف توجہ دلانی چاہیئے......اس امر پر خاص زور دینا چاہیئے کہ اسلامی اخلاق کیا ہیں اور ان کی پابندی مسلم کے لئے اعلیٰ روحانی مدارج کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ اخلاق روحانیت ہے لیکن وہ روحانیت کے حصول کی پہلی سیڑھی ہے......انسان ابدی راحت اور ابدی زندگی اور ابدی قرب الی اللہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کا حصول ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہمارا

سچے مذہب کو مان لینا تو صرف ایسا ہی ہے جیسے اس امر کو معلوم کرنا کہ فلاں مرض کی فلاں دوا ہے۔ جب تک اس دوا کو ہم استعمال نہیں کر لیتے اس وقت ہمیں اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ یادرکھیں کہ جب تک سلسلہ کے مرکز سے انہیں ایسا ہی تعلق پیدا نہیں ہوتا جس طرح سے کہ یہاں کے لوگوں کو ہے اس وقت تک ان کا ایمان محفوظ نہیں......امریکہ کے لوگ ہوں خواہ یورپ کے خواہ کسی اور ملک کے وہ اسی طرح سلسلہ کی خدمت کا حق رکھتے ہیں جس طرح اہل ہند...... یادرکھیں کہ کوئی قوم بحیثیت قوم جمع نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کو جمع کرنے والی رسّی مضبوط نہ ہو۔ پس حضرت مسیح موعود کی بہی خواہی اور دنیا کی خاطر تکالیف اُٹھانے کے واقعات بتا بتا کر ان لوگوں کے دل میں حضرت مسیح موعود کی اور سلسلہ کی محبت کو ایسا مضبوط کریں کہ فلسفی ایمان سے نکل کر عاشقانہ ایمان پر قائم ہو جائیں کہ اس ایمان کے بغیر نجات نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ، قرآن کریم اور احادیث کا درس ساتھ جاری رکھیں...... ایک بات یادرکھیں کہ ایک محاورہ کثرت سے استعمال کریں اور نامعلوم طور پر نومسلموں میں اس کے استعمال کو رائج رکھیں اس سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے اور دنیا ایک عجیب پلٹا کھائے گی اور وہ اسلامی اخلاق کا محاورہ ہے جب کبھی کسی بُرائی کا ذکر کریں تو کہیں یہ غیر اسلامی خلق ہے اور جب نیکی کا ذکر کریں تو کہیں یہ اسلامی شعار اور خلق ہے۔ مثلاً کسی قوم کی تباہی کا ذکر کریں تو کہیں کہ اگر وہ اسلامی اخلاق کی پابندی کرتی تو کیوں تباہ ہوتی اس نکتہ کو یادرکھیں فوائد عظیمہ حاصل ہوں گے انشاء اللہ۔ جو لوگ اس نصیحت پر عمل کریں گے اگلی نسلیں ان کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گی اور ان کے لئے دعا کریں گی۔ انشاء اللہ۔ دعاؤں پر زور دیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں یہ چیز دل کے لئے عجیب تسکین دہ ہے۔ دل دعا سے مضبوط ہوتا ہے اور ایمان سیراب ہوتا ہے۔ ایمان کا پہلا ثمرہ دعا ہے اور دعا کا پہلا ثمرہ ایمان ہے۔ جس طرح ہر درخت بیج

سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح دعا ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور ایمان دعا سے پیدا ہوتا ہے
...... چاہئے کہ قرآن پر تدبر کرتے رہیں اور یورپ کے خیالات کی رَو میں بہنے سے بچیں۔
انسان بہت غیر معلوم طور پر اثر قبول کرتا ہے اور یہی خطرناک ہوتا ہے۔ مبلّغ کو ایک چٹان
ہونا چاہئے جس پر آ کر لوگ نجات حاصل کریں نہ کہ ایک گھاس کا گٹھا جو نہ دوسرے کو پناہ
دے اور نہ خود اس اس کا کوئی مقام ہو۔ چاہئے کہ اپنے ایمان کو خدا کے نور سے مضبوط کرتا
رہے...... پھر جس بات کی سمجھ نہ آئے اس کے متعلق مرکز سے دریافت کرنا چاہئے۔ کیونکہ
اس بات کا صحیح اندازہ مرکز سے ہی لگ سکتا ہے کہ حقیقت اور روح کیا ہے۔ عورتوں کے
مصافحہ کرنے کی رسم کو چھوڑنا چاہئے اور خود عورتوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنا چاہئے کہ وہ
اس سے بچیں۔ جب عورتوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو جائے گی تو وہ خود دوسروں کو
سنبھال لے گی...... ایسی تمام مجالس سے بچیں جو لغو کاموں پر مشتمل ہوں...... ایسی زندگی
بسر نہ کریں جو یہاں کی رہائش کے مقابلہ میں عیاشانہ اور آرام طلبی کی زندگی ہو۔ چاہئے کہ
اپنا لباس اسلامی رکھیں۔ میرا مطلب اسلامی لباس سے وہ لباس ہے جسے خدا کے مقدسوں
نے پسند کیا یعنی لمبے کوٹ اور نماز میں سہولیّت پیدا کرنے والا لباس۔ پادریوں
میں بھی اس لباس کا رواج رہا ہے کہ مسیح علیہ السلام بھی ایسا ہی لباس پہنتے تھے۔ پس یورپین
فیشن کو اختیار نہ کریں۔ کوٹ کی جگہ ہماری طرز کا کھلا کوٹ، پتلون کی بجائے سلوار انگریزی
ٹوپی حضرت مسیح موعود کو سخت ناپسند تھی گو حرام نہیں۔ پگڑی باندھیں یا ترکی ٹوپی کا استعمال
کریں۔ پگڑی قریب تر اسلامی شعار ہے اور حضرت مسیح موعود کو نہایت پسند تھی۔ ایسے لباس
بجائے تبلیغ میں روک ہونے کے اس کے لئے ایک محرک ہو جاتے ہیں۔ اور ظاہری طرز نہ
بدلنے سے دل کو بھی وہ تقویت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ بھی نہیں بدلتا...... زندگی کا اعتبار
نہیں۔ اس امر کو خوب یاد رکھیں کہ ہم آدمیوں کے پرستار نہیں خدا کے بندے ہیں۔ جو

شخص بھی اور جب بھی مسندِ خلافت پر بیٹھے اس کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائیں اور یہی رُوح اپنے زیر اثر لوگوں میں پیدا کریں۔ اسلام تفرقوں سے تباہ ہوا۔ اور اب بھی سب سے بڑا دشمن یہی تفرقہ ہے۔ کاش انسان اس دل کو نکال کر پھینک دیتا جو اسے نفسانیت کی وجہ سے سلسلہ کے مفاد کو قربان کرنے کی تحریک کرتا ہے۔''

(الفضل 25 ستمبر 1923ء)

(2) چوہدری فتح محمد صاحب سیّال ایم اے غالباً پہلے مبلغ ہیں جو مرکز کی طرف سے زندہ اسلام یعنی اشاعت احمدیت کی تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کی رپورٹ اور تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ احمدیت واقعی دنیا کے لئے دہریت کش، بدی سوز اور نجات کا واحد ذریعہ اور تریاق ہے۔ اس کو زہر قاتل کہنے والے خود ہی روحانی مقتول اور احمدیت پر سچے اور راسخ ایمان سے محروم ہیں۔ ان کو ایمان نہیں کہ اس کی قبولیت ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے پیش کرنے میں جرأت نہ کی۔ یہ محض ان کی ایمانی کمزوری کی علامت ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا احمدیت کے متعلق ایمان کمزور ہے وہ خود بھی اعمال میں کمزور ہیں۔ صرف اعتقادی محض زبانی کلمہ گو اور نام کے مسلمان ہیں نہ کہ کام کے۔ اس لئے وہ اپنی تبلیغ سے محض نام کے مسلمان بنانا کافی سمجھتے ہیں۔ یعنی کلمہ پڑھایا اور چھوڑ دیا اور بس۔ سلسلہ کی طرف سے معقول روپیہ ان کو نہیں ملتا تھا اور غیر احمدی اس شرط پر ان کو چندہ دیتے تھے کہ تم انگلستان میں احمدیت کا ذکر نہ کرو۔ حرص بری بلا ہے۔ دراصل یہی امر ان کی احمدیت سے لغزش اور ارتداد کا موجب ہوا۔ جیسی ان کی شکل تھی ویسی ہی آئینے میں اُتر آئی لاغیر۔ چوہدری صاحب کی رپورٹ سے مختصر اقتباس دیا جاتا ہے:

''سیّدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں ہفتہ کے دن (ہائیڈ پارک میں لندن میں سیرگاہ) مختلف مذہبوں اور سوسائٹیوں کے لیکچرار موجود تھے لیکن سب سے مجمع دہریہ لوگوں کے ارد گرد تھا۔ میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

ایک دہریہ لیکچرار کھڑا ہوا اس نے عہد نامہ عتیق اور حضرت موسیٰؑ پر چند اعتراضات کئے اور پھر ان اعتراضوں کو وسیع کر کے تمام مذہبوں پر اور خدا کے ماننے والے پر اعتراضات شروع کر دیئے اور اس کے بعد اس کی مخالفت میں کہنے کے لئے صرف پندرہ منٹ وقت دیا۔ حاضرین میں سے جن میں اکثر دہریہ اور صرف چند عیسائی تھے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ سٹیج پر آئے۔ مَیں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر 15 منٹ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق چند عام فہم باتیں بیان کیں اور زیادہ زور الہام اور وحی پر دیا۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی کوشش کی کہ علوم جو انسان الہام اور وحی کے ذریعے حاصل کرتا ہے ایسے قابل اعتبار اور یقینی اور مضبوط ہیں جیسا کہ وہ علوم جو حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔ ان تمام طریقوں سے ان کا امتحان اور آزمائش کی گئی ہے وہ سچے نکلے ہیں۔ اس کے بعد دہریہ لیکچرار کی باری تھی اس نے ہنسی میں اُڑانے کی کوشش کی ...... حاضرین میں سے چند لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے الہامات اور وحی کے متعلق پوچھنا شروع کیا۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ذکر کیا اور کچھ اپنے تجربات بھی بیان کئے اور خاص کر جنگ بلقان کے متعلق جو حضرت صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے اس کا ذکر کیا۔ ان باتوں سے حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ان میں سے بعضوں نے ملنے کے وعدے کئے ہیں ......
جہاں اسلام کی جنگ دراصل دہریت کے ساتھ ہے مختلف انجمنیں خواہ وہ سیاسی ہیں یا مذہبی ان کے کارکن اکثر دہریہ ہیں یا اگناسٹک ہیں۔ اگر اللہ کو مانتے ہیں تو وہ ایسے رنگ میں جیسے برہمو سماج۔ اس لئے میرے خیال میں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز اختیار کرنے کے اور کوئی ایسی طرز نہیں جو حقیقی رنگ میں مفید ہو اور بدی کو جڑ سے اکھیڑ سکے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بار بار اور بڑے زور سے پیش کیا جائے اور پیش کرنے والے لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ جو علاوہ حسن اخلاق اور

اعلیٰ درجہ کے چال وچلن کے آداب مجلس سے واقف اور الہام اور وحی سے بھی قدرے آشنا ہوں……اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا اور اس نے تبلیغ اسلام میں ایک خاص طرز اختیار کی جو لوگوں کو ناپسند ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر اہل دنیا سے باریک اور اللہ تعالیٰ کا علم ان لوگوں کے علم سے وسیع اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بہت زیادہ پختہ ہے اس خیال کو دل میں لیکر میں ایک چرچ میں گیا۔ان لوگوں کو دعویٰ ہے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کی تقریروں سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے صاف صاف منکر ہیں۔انسانی اخلاق کو خدا کو مان کر پوجتے ہیں۔احسان ایک خدا ہے۔سچائی ایک خدا ہے۔انصاف ایک خدا ہے۔اس کے بعد مسیح ناصری اور بدھ خدا ہے۔اور ارسطو بھی خدا ہے کیونکہ یہ لوگ راستباز تھے۔ان لوگوں کے گرجوں میں مسیح ، بدھ اور بعض موجودہ زمانہ کے حکماء کے بت بھی ہیں۔عیسائیت کے خلاف بھی حضرت مسیح موعود کی طرز صریح التاثیر معلوم ہوتی ہے۔اس لئے میری طبیعت بڑے زور سے اس طرف مائل ہے کہ مسیح کی وفات اور اس کی قبر کا ذکر کیا جائے اور پھر مسیح کی آمد ثانی پر لیکچر دیئے جائیں۔یہ طرز سریع التاثیر ثابت ہوگی۔انشاءاللہ تعالیٰ۔''

مغربی لوگ اوّل تو کھلے طور پر دہریہ ہیں اور جو لوگ خدا پرست ہیں وہ بھی اس خالق و مالک خدا کے قائل نہیں۔ان کے خدا بھی خود انسانی دماغ کی ایجادیں ہیں۔وہ انسانی اخلاق کو خدا مانتے ہیں۔ان کا احسان ایک خدا ہے۔سچائی ایک خدا ہے۔انصاف ایک خدا ہے۔پھر وہ نبی اور حکماء ان کے خدا ہیں۔کیونکہ ان میں وہ اخلاق پائے جاتے ہیں جس طرح حضرت مسیح ناصری اور بدھ اور ارسطو بوجہ مذکورہ بالا اخلاق پائے جانے کے خدا مان لئے ہیں۔چونکہ پادریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلط پراپیگنڈا کر کے حضورؐ کی طرف ڈاکو، ظالم، شہوت پرست (نعوذ باللہ) وغیرہ اخلاق رذیلہ منسوب کر کے آپؐ کو بہت بری شکل میں دکھلایا گیا ہے۔اگر مسلمان مبلغوں کی سعی سے

ان غلط الزامات کا ازالہ ہوجائے اور آپ میں بھی وہ عمدہ اخلاق ثابت کردیئے جائیں تو زیادہ سے زیادہ ان کے خداؤں میں ایک اور خدا کا اضافہ ہوجائے گا۔ کیونکہ وہ رسولوں کو بھی بوجہ با اخلاق ہونے کے قابل احترام سمجھتے ہیں۔ جبکہ وہ خدا کو ہی خالق و مالک حیّ و قیوم علیم وخبیر صفات کے ساتھ متصف نہیں مانتے تو پھر رسولوں کی رسالت کو اسلامی طریق پر کیسے مانیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے رسولوں کی شرائع کو لعنت قرار دے کر متروک کردیا ہے۔ شریعت پر تبھی عمل ہوسکتا ہے جبکہ یہ ایمان ہو کہ انسان کی اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے (حشرونشر ہے) جس کے لئے اسی دارالعمل میں اعمال بجالا کر توشہ آخرت ساتھ لے جانا ہے۔ خدا اور دارالجزاء پر سچا ایمان اور حق الیقین خدا کے رسولوں کے ذریعہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سچا عمل ذوق اور شرائع پر عاشقانہ عمل محض رسولوں کی زندگی میں ان کی موجودگی میں دیکھنے میں آتا ہے اور رسولوں کے دنیا سے گزر جانے کے بعد پھر وہ حق الیقین قائم نہیں رہتا۔ اسی لئے شرائع پر سے عمل اُٹھ جاتا ہے۔ شرائع کے احکام محض بطور تلاوت رہ جاتے ہیں۔ اور نبی کا نام بغرض اشاعت اور احترام رہ جاتا ہے۔ سب نبیوں کی امتوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرتؐ نے پیشگوئی فرمائی کہ میری امت کے ساتھ یہی اسی طرح ہوگا۔ لَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا رَسْمُهٗ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عمل شریعت وعمل قرآن کو ایک نا قابل عمل فضول چیز کی طرح پرے پھینک دیا گیا ہے۔ اسی عملی حیات کے قیام کے لئے رسول آیا کرتے ہیں۔ عملی رُوح ان کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔ اسی عملی حیات اور زندہ اسلام قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی بعثت ہوئی ہے۔ اور یہ غرض آپؑ کو دنیا کے سامنے پیش کئے بغیر پوری نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے آپؑ نے فرمایا اگر تم مجھے پیش نہیں کروگے تو کیا مردہ اسلام پیش کروگے۔ خدا پر سچا یقین جب تک نہ ہو، رسالت پر سچا یقین اور شریعت پر سچا عمل نہیں ہوسکتا۔ یورپ میں اگر آنحضرت کو بھی مسیح، بدھ، ارسطو، عدل، احسان وغیرہ اخلاق کے دیوتاؤں کی طرح ایک اور دیوتا منوالیا جائے تو کیا اس کو اشاعت اسلام کہا جائے گا یا ہلاکت اسلام

اس کا نام رکھا جائے گا۔ اسلام ایک عملی حیات کا نام ہے۔ اور عملی حیات ہی کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام رکھا ہے۔ چونکہ عملی روح مسلمانوں میں خود تباہ ہو چکی ہے اگر اسی قسم کے مسلمان یورپ میں بنائے جائیں تو یہ اشاعت یورپ میں بھی صفِ ماتم بچھانے کے مترادف ہوں گی۔ اس نقص کو دُور کرنے کے لئے ان حالات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سفر یورپ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ کی اس غرض کو آپ ہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ وَھُوَ ھٰذَا :

''سینکڑوں دقتیں ہیں جو مغرب کی تبلیغ کے راستہ میں ہیں۔ اور جن میں سے بہت سی ایسی ہیں کہ ان میں مغربی نومسلم مجبور معلوم ہوتا ہے۔ پس یہی ہوگا کہ وہ اسلام کو قبول کر کے بھی اپنی رسموں کو نہیں چھوڑے گا (سؤر، شراب اور عورتوں سے میل جول، بے پردگی، مصافحہ وغیرہ۔ ناقل) اور مسلمان ہونے کے بعد جب وہ وہی کام کرتا رہے گا جو پہلے کرتا تھا تو آہستہ آہستہ اس میں یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ اس میں کوئی حرج نہیں (جیسے کہ اب مسلمان خلافِ شریعت کاموں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ ناقل) ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام ایک بدلی ہوئی صورت میں (جیسی کہ مسلمانوں کی موجودہ صورت اصل اسلام سے بدل چکی ہے۔ ناقل) یورپ میں قائم ہو جائے گا۔ اور ان سے آگے وہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ جس طرح یورپ نے مسیحیت کو تباہ کیا تھا العیاذ باللہ وہ اسلام کو بھی دوستی کے جامہ میں تباہ کر دے گا۔ پس ہم دو آگوں میں ہیں اور ہماری مثال وہی ہے کہ ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' اس مشکل کا علاج سوچنے کے لئے یا وہاں کے مقامی حالات معلوم کرنے کے لئے تا کہ مبلغوں کی سختی سے نگرانی ہو سکے اور جہاز کو چٹانوں میں سے بحفاظت گزارا جا سکے اس سفر کی ضرورت پیش آئی ہے اور وہ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کیسی مشکل غرض ہے۔ سوائے خدائے تعالیٰ کی مدد کے ہم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ مسلمان بنانا آسان ہے مگر اسلام کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ یورپ

میں چاروں طرف سے اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگیں۔ اور سب جگہ گرجوں کی جگہ مسجدیں بن جائیں۔لیکن یہ فرق ظاہر ہوگا لوگ تثلیث کی جگہ توحید کا دعویٰ کرلیں گے۔ مسیح کی جگہ رسول کریم کی عزت زیادہ کریں گے۔مسیح موعود پر ایمان لائیں گے۔گرجوں کی جگہ مسجدیں بنائیں گے۔لیکن ان میں وہی ناچ وہی مردعورت کا تعلق وہی شراب وہی سامان عیش نظر آئیں گے۔یورپ بھی رہے گا گو بجائے عیسائی کہلانے کے مسلمان کہلائے گا۔میری عقل یہی کہتی ہے کہ حالات ایسے ہی ہیں۔مگر میرا ایمان کہتا ہے کہ تیرا فرض ہے کہ تُو اس مصیبت کو جو اسلام پر نازل ہوئی ہے جو اس کو کچل دے گی دُور کرنے کی کوشش کر۔غور کر،فکر کر، اور دعا کر۔ پھر غور کر فکر کر دعا کر۔ کیونکہ تیرا خدا بڑی طاقتوں والا ہے۔شاید وہ کوئی درمیانی راہ نکال دے۔اور اس تباہی کو اسلام کے سامنے جو ایک نئے رنگ میں کھڑی ہے دُور کرے۔''

الحمد للہ،حضور کا سفر کامیاب رہا۔ یہ عملی رُوح آپؓ ہی کے جانے سے ان نومسلموں میں پیدا ہوئی۔ یہ سچ ہے کہ جو اثر خدا کے مامور کی زبان میں ہوتا ہے وہ غیر مامور میں نہیں ہوسکتا۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لفظ منہ سے ارشاد فرمانے سے کہ شراب حرام ہوگئی ہے یکدم تمام شراب کے مٹکے نالیوں میں اُنڈیل دیئے گئے اور شراب گلیوں میں بہنے لگی۔جس طرح عربوں سے شراب چھڑانا مشکل تھا کیونکہ ان کی گھٹی میں آچکی تھی اسی طرح یورپین عورتوں سے پردہ کرانا اور مصافحہ چھڑانا ناممکن اور محال تھا۔مبلغوں سے یہ کام نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوا۔ چنانچہ باوجود سمجھانے کے کہ یہ اسلام کا حکم ہے وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوسکتی تھیں اور اس کو قطعی ناممکن خیال کرتی تھیں۔جب حضور گئے اور آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ مَیں اس لئے مصافحہ نہیں کرتا کہ یہ اسلام کا حکم ہے آپ کا اتنا زبانِ مبارک سے فرمادینے سے نہ صرف یہ کہ ان کو یہ فرمان ناگوار نہیں گزرا حالانکہ وہ انکار کی صورت میں اپنی سخت ہتک خیال کرتی تھیں بڑی خوشی سے تسلیم کیا اور نومسلموں عورتوں نے اسی وقت

سے پابندی اختیار کر لی۔آپ کے سفر یوروپ کے بعد کی رپورٹوں میں سے صرف دو کا اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہاں بالکل ٹھیٹھ اسلامی طریق پر نومسلموں کی تربیت ہو رہی ہے۔

ہمارے مبلّغ چوہدری محمد یوسف خان صاحب نے امریکہ کے ایک شہر کی جماعت کے نومسلموں کی مذہبی حالت کا ذکر الفضل 27 نومبر 1930ء میں شائع کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں :

''پیٹس برگ کی جماعت میں بعض جوشیلے اصحاب ہیں۔عاجز نے ان کے جوش اور ایمان کو دیکھ کر 12 مرد وزن کی ایک مشنری ٹریننگ کلاس بنائی ہے جسے ہفتہ میں چار دفعہ نماز، اسلام اور عربی کا سبق دیا جاتا ہے۔یہ جماعت اب قاعدہ یسّرنا القرآن ختم کرنے والی ہے۔اور قریباً 50 نومسلم ایسے ہیں جو کہ نماز عربی زبان میں یاد کر چکے ہیں۔ہفتہ میں دو دفعہ جلسے ہوتے ہیں۔ایک جمعہ کی رات کو دوسرا اتوار کی رات کو۔اس کے علاوہ ہر جمعہ کی نماز میں قریباً 25، 30 نومسلم شامل ہوتے ہیں۔دو اصحاب ان میں سے تہجد خوان ہیں اور جمعہ کو نفلی روزہ رکھتے ہیں......پیٹس برگ کی جماعت میں ایک ایسے متقی نومسلم ہیں جو کہ اسلام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ان کا اسلامی نام ولی محمد ہے۔یہ صاحب قریباً سارے کا سارا دن مشن ہال، دفتر، سٹور کی صفائی میں صرف کر دیتے ہیں اور جب کبھی اس کام سے فراغت ملے تو باہر پھیری لگانے چلے جاتے ہیں۔اور جو کمائیں ساری کی ساری آمد لا کر مجھے مشن کے اخراجات کے لئے دیتے ہیں۔خدا نے انہیں عجب زہد وقناعت ایمان اور رضا عطا فرمائی ہے۔ان کو جو ملے اور جس وقت ملے کھا لیتے ہیں۔اور جو پہننے کے لئے دستیاب ہو پہن لیتے ہیں۔ان کی آواز سریلی ہے۔اس واسطے ان کو مؤذن مقرر کیا گیا ہے۔

شہر سنسناٹی میں عرصہ دو سال سے جماعت احمدیہ قائم ہے اور وہاں 70 ممبر ہیں۔وہاں پر مسٹر حامد علی و مسٹر مسلم بہت ہی مخلص قابل ذکر اصحاب ہیں۔جب کبھی چندہ کے لئے تحریک کی گئی تو ان بھائیوں نے ساری کی ساری تنخواہ میرے سامنے لا کر رکھی اور میں نے ان کے حالات کو مدّنظر

رکھتے ہوئے ایک قلیل سی رقم قبول کی۔ یہ ایسے اسلام کے شیدائی ہیں کہ اسلام کی خاطر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

مسٹر حامد علی خدا کے فضل سے اپنی آمدنی اور جائیداد کا 10 / 1 حصہ انجمن احمدیہ قادیان کے نام وصیت کرنے والے ہیں۔''

لندن مشن کی رپورٹ 15/ اکتوبر 1930ء میں شائع ہوا کہ:

''چندروز ہوئے ریاست حیدرآباد کا وفد جو بسر کردگی عالیجناب نواب سر محمد اکبر حیدری صاحب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے اس ملک میں آیا اس کے آنے کی اطلاع ملنے پر ہمارے ایک وفد نے استقبال کیا۔ سر اکبر حیدری اور لیڈی نے ہمارے نومسلموں کی تربیت کے حالات نہایت توجہ سے سنے۔ لیڈی حیدری نے خاص طور پر اظہار تعجب ومسرّت فرمایا کہ ان لوگوں کی تربیت ٹھیٹھ اسلامی طریقہ پر ہورہی ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جو سوال انہوں نے ہمارے نومسلموں سے ترک شراب نوشی اور عورتوں کے لباس کے متعلق کئے ان کے جواب نہایت خاطر خواہ دیئے گئے۔ سب سے زیادہ تعجب ان کو اس بات پر ہوا کہ ہمارے نومسلم مرد نامحرم عورتوں سے اور نومسلم خواتین نامحرم مردوں سے مصافحہ نہیں کرتیں۔''

پس جس غرض کو مدّنظر رکھ کر حضور نے سفر یورپ اختیار کیا تھا وہ ایک ہی غرض اور بہت بڑی غرض حضور نے یہ بیان فرمائی تھی کہ اسلام کے مستقبل میں یورپ سے جو خطرہ اسلام کو ہے اس کا مطالعہ کیا جائے اور اس کے ازالہ کے لئے تجاویز سوچی جائیں۔ پس خدائے تعالیٰ نے آپؓ کے سفر کو کامیاب فرمایا اور وہاں جو خطرہ اسلام کو تھا وہ دُور ہوا۔ اور وہاں خالص ٹھیٹھ اسلامی نمونہ کے مسلمان بن رہے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

❁

باب نہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات

بعض اعتراضات کے جوابات

بعض اعتراضات کے جوابات

متلاشی حق - ایک اثناعشری معترض نے کہا کہ نبوّت سے بڑھ کر مقامِ امامت ہے اور پھر اس سے بڑھ کر مقام سادات ہے۔ حضرت علیؓ کی خلافت خلافتِ اِمامت ہے۔ محض خلافت کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا اصحاب ثلاثہ کی خلافت آیتِ استخلاف کے ماتحت خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مرزا صاحب کی نبوّت اِس آیت کے ماتحت نیابت نبوت درست ہے کیونکہ کَمَا کے لفظ سے ظاہر ہے کیونکہ بنی اسرائیل نبیوں میں اسکی مثال نہیں پائی جاتی۔

احمدی۔ خلافت اور امامت دو ایسی نسبتی اصطلاحیں ہیں جیسے نبوّت اور رسالت۔ ایک ہی انسان نبی بھی اور رسول بھی ہوتا ہے۔ مقامِ نبوّت کے حاصل کرنے کے اعتبار سے وہ نبی ہے اور لوگوں کی طرف بطور پیغامبر ہونے کے وہ رسول ہے اسی طرح ایک انسان اس اعتبار سے کہ روحانی حکومت کا جو انبیاء کے ذریعہ قائم ہوتی ہے لوگوں میں جانشین ہے لہٰذا خلیفہ کہلاتا ہے اور باعتبار اس کے کہ وہ لوگوں کا اس حکومت کی نمائندگی میں لیڈر ہوتا ہے امام کہلاتا ہے پس ایک ہی شخصیّت ایک ہی منصب پر کھڑی ہوکر روحانی سلسلہ کے نظام وقیام کی متولّی ہوتی ہے۔ وہ خلیفہ ہے باعتبار انبیاء کی روحانی حکومت کے نمائندے اور جانشین ہونے کے، اور امام ہے لوگوں کا باعتبار پیشرو ہونے کے۔ اِس زمانہ میں بدقسمتی سے بعض لوگوں نے خلافت سے اختلاف کیا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ خلافت کا

سلسلہ حکومت سے تعلق رکھتا ہے حالانکہ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جتنا زور دیا ہے روحانیت اور مذہب پر دیا ہے:

☆ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ایک بات

☆ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ دوسری بات

☆ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ تیسری بات

☆ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا چوتھی بات

☆ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پانچویں بات

یہ باتیں صاف طور پر دین سے تعلق رکھتی ہیں اور تمکینِ دین کے ساتھ امن کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بھی دینی امن ہی مراد ہے اِس طرح اِس آیت میں تمام کا تمام دین ہی کا ذکر ہے۔ اِس خلافت سے مراد خواہ خلافتِ ماموریت لے لو خواہ خلافت نیابتِ مامورین لے لو بہرحال روحانی خلافت کا ہی یہاں ذکر ہے۔ یہ دونوں قسم کی خلافت روحانیت کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ہر ایک نبی کی وفات کے بعد مخالف سلسلہ کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اندر سے بھی لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور بیرونی قوتیں بھی پورے زور سے اُٹھتی ہیں۔ جماعت پر سخت ابتلاء کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں انبیاء کے خلفاء ہی مومنوں کے خوف کو امن سے بدلتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مسلمانوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوا۔ تمام مخالف آمادہ ہو گئے کہ اسلام کو مٹا دیں۔ مسیلمہ کذّاب اسود عنسی وغیرہ اور ان کے علاوہ منافق بھی مقابل پر آ گئے۔ یہود اور دیگر اہلِ کتاب سب کھڑے ہو گئے تا کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ وہ شخص جس سے اِسلام قائم تھا دنیا سے جا چکا ہے۔ اِس خوف کو مسلمانوں سے کس نے دور کیا اور اسلام کے پودے کو کس نے تر و تازگی بخشی؟ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے جو وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کے مصداق خلیفہ اور جانشین ثابت ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت احادیث سے

بھی ثابت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ اللّٰهِ لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا (متفق علیہ)

(مشکوٰۃ جزرابع صفحہ ۳۶۶)

اگر میں خدا کے سوا کسی کو دوست پکڑتا تو ابوبکر کو دوست پکڑتا۔ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی کہا کہ آپ کی وفات کے بعد آؤں تا کیا کروں؟ فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ اَبَابَكْرٍ (صفحہ ۳۶۶)

اگر مجھکو نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔اِس سے خلافت ثابت ہے۔

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَحَبِيْبُنَا (صفحہ ۳۶۸)

ابوبکر ہمارے سیّد اور افضل اور حبیب ہیں

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ (صفحہ ۳۶۸)

(۲) يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ...... (صفحہ ۳۷۲)

خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اَے عمر جب تو راہ چلتا ہے تو شیطان وہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ پکڑتا ہے۔

کشف میں حضرت نے دودھ پیا۔بچا ہوُا حضرت عمرؓ کو پلایا (صفحہ ۳۷۳)

پس انہیں کے عہد میں ملک فتح ہوئے اور علم دین کا چرچا ہوُا

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ (صفحہ ۳۷۴)

خدا نے عمرؓ کی زبان اور دل پر سچ جاری کیا ہے:

''میں دیکھتا ہوں کہ شیاطین جنّ وانس عمر سے بھاگتے ہیں۔'' (صفحہ ۳۷۶)

''حضرتؐ نے دعا فرمائی کہ اَے اللہ! مضبوط کر دین ساتھ عمرؓ کے'' (صفحہ ۳۷۸)۔

(۳) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا

النَّبِيِّيْنَ (صفحہ ۳۸۱)

یعنی ابوبکر اور عمر دونوں اہل جنّت کے سردار ہیں سوا نبیوں کے سب اگلوں اور پچھلوں کے۔

حضرتؐ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ پکڑے ہوئے فرمایا:

نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صفحہ ۳۸۲)

یعنی اِسی طرح دن قیامت کے اُٹھائے جائیں گے۔فرمایا:

آسمان میں جبرائیل اور میکائیل میرے وزیر ہیں اور زمین میں میرے وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔(صفحہ ۳۸۲)

''حضرتؐ نے کشف میں ترازو میں پہلے ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ کو تولا اور تعبیر فرمائی کہ یہ خلافتِ نبوّت ہے اور پھر خدا جس کو چاہے نبوّت دے فَقَالَ خِلَافَتُهٗ نُبُوَّتُهٗ

(رواہ الترمذی صفحہ ۳۸۲)

(۴) حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا:

اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ یعنی میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے (صفحہ ۳۹۳)

قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (صفحہ ۳۹۴)

جس کا میں دوست ہوں اُس کا علی دوست ہے۔حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی (بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۲۲)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر بہتر ہیں اور میں ایک مسلمان مرد ہوں مسلمانوں سے (صفحہ ۳۶۷) پس آیتِ استخلاف کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت شروع ہوئی اور احادیث سے بھی مزید توضیح ہوگئی۔

بنی اسرائیل میں نیابت نبوّت

آیتِ استخلاف سے ظاہر ہے کہ ان میں بھی دونوں قسم کی خلافت جاری تھی ۔ ہر نبی کے بعد خلافت نبی کے دین کی اشاعت اور استحکام اور تقویت کے لئے ضرور ہوتی ہے ۔بعض انبیاء کے وفات پانے کے بعد محض خلیفے جانشین ہوئے بعض کے خلیفے نبی ہوئے ۔ یوشع بن نون موسیٰ کا برحق خلیفہ تھا اور حضرت ہارون خلیفہ بھی اور نبی بھی تھے جو بطور وزیر کے موسیٰؑ کی دعا سے نبی ہوئے تھے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (طٰہٰ : ۳۰)

جب حضرت موسیٰ کوہِ طور سے واپس آئے ہیں تو فرماتے ہیں:

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ (اعراف : ۱۵۱)

اسی طرح حضرت عیسیٰ کے بعد چھ سو سال کے عرصہ میں خلفاء اور بعض نبی ہوئے جو اُن کے دین کی اشاعت و تقویت کا موجب ہوئے ۔حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں:

لا یمنع ان بینی فترۃ من یدعوا الیٰ شریعۃ الرسول :

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰؑ کے درمیانی چھ سو ۶۰۰ برس کے عرصہ میں یہ منع نہیں ہے کہ کوئی ایسا نبی ہو جو پہلے نبی کے دین کی طرف دعوت دینے والا ہو اور جو عیسیٰؑ کا متبع نہ ہو۔

سیادت، امامت، خلافت، نبوّت

شیعہ صاحب نے بنی اسرئیل میں خلافت ماموریت یا خلافت نیابت مامورین کا انکار کر کے اپنی طرف سے سیادت و امامت خلافت و نبوت کی تقسیم کی ہے کہ امام کا درجہ نبی سے بڑھ کر ہے ۔ جیسے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نبی کہا اور پھر امام کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں درجوں سے بڑھ کر سَیِّد کہا ۔ یہ ان کی تقسیم سراسر غلط ہے ۔قرآنِ کریم میں حضرت یحییٰؑ کو سَیِّد کہا:

سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران : ۴۰)

اور فرعون مصر کو بھی سیّد کہا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں سوائے انبیاء کے باقی سب اگلے پچھلوں کے سردار ہیں اور اُن سے بہتر ہیں۔

متلاشی حق: ہمارے علماء کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسٰیؑ کی ہتک کی اور گالیاں دیں۔

احمدی: مخالف علماء اگر ذرا بھی خدا کا خوف رکھتے اور عقل سے کام لیتے تو آپؑ پر یہ الزام ہرگز نہ لگاتے کیونکہ آپ جب خود مثیلِ عیسٰیؑ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیونکر ممکن ہے کہ اُسی کی توہین کریں جس کے خود مثیل بنتے ہیں۔لیکن باوجود اِتنی صاف بات کے پھر بھی اپنی کور باطنی کی وجہ سے یہ راگ الاپتے رہتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یسوع کے متعلّق جسے عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا خیال کرتے ہیں انجیل کے حوالوں کی بناء پر بعض باتیں لکھی ہیں۔ساتھ ہی آپ نے کئی جگہ لکھ دیا ہے کہ:

حضرت مسیحؑ کی ہتک نہیں کی گئی

''پڑھنے والوں کو چاہیے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نہ سمجھیں بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن حدیث میں نام و نشان نہیں۔'' (آریہ دھرم آخری صفحہ ٹائٹل)

خدا کی شان کہ اب وہی مخالف عیسائیوں سے شکست پر شکست کھانے کے بعد خود ہی الزامی جواب دینے کا طریق اختیار کر رہے ہیں جو کاسر الصلیب مامور نے اختیار کیا تھا چنانچہ اہلحدیث ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون یسوع مسیح کو گناہ گار ثابت کرنے کے لئے شائع ہوُا ہے جس میں بائیبل کے حوالوں کی بناء پر حسبِ ذیل نتائج اخذ کئے گئے ہیں:

(۱) بائبل کی رُو سے مسیح گنہگار ثابت ہوتا ہے۔

(۲) ہرگز مریم اور اُس کا لڑکا مسیح اس آلائش گناہ سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

(۳) مسیح نے فرمایا جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے گا وہ جہنّم کی سزا کے لائق ہوگا ۰۰۰ دوسری جگہ خود مسیح نے فقیہوں اور فریسیوں کو احمق کے لفظ سے خطاب کیا ہے ۰۰۰۰۰ انجیل میں مرقوم ہے کہ

جناب مسیح اور اُس کے شاگردوں کی کسی جگہ دعوت ہوئی تھی عجب اتفاق ہے کہ اس جلسہ میں شراب نوشی بھی جاری تھی ۰۰ جناب مسیح نے اس کی شراب بنائی ۰۰۰ ہم کسی صورت سے یہ کہنے کے لئے تیار نہیں کہ مسیح معصوم یعنی گناہ سے پاک اور مبرّا تھے۔

پس الزامی جوابات کی بناء پر حضرت مہدی علیہ السّلام کے خلاف بیہودہ سرائی کرنے والے اب عیسائیت کے مقابلہ میں آپ ہی کی تقلید کرنا ذریعہ کامیابی سمجھ رہے ہیں۔ کسی نے کہا ہے ۔

آنچہ دانا کُند ، کُند ناداں

لیک بعد از خرابیِ بسیار

عقلمند جو کچھ کرتا ہے، بیوقوف بھی آخر وہی کرتا ہے لیکن بہت خواری اُٹھانے کے بعد

غرض مہدی معہود علیہ السلام نے تو اُس خیالی اور فرضی یسوع کے متعلق عیسائیوں کی اناجیل کے بیانات کی بناء پر الزامی جوابات کے طور پر لکھا ہے جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے خدائی کا دعوٰی کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار ناموں سے یاد کرتا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی علیہ وسلّم کا سخت مُکذّب تھا اور اُس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآنِ شریف نے اَیسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ (آریہ دھرم ٹائٹل آخری)

اچھّا کھانا کھانا نبوت کے منافی نہیں

متلاشیِ حق: مولوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اچھّے اچھّے کھانے بھی کھا لیتے تھے پھر نبی کس طرح ہوئے؟

احمدی: خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ (مؤمنون : ۵۲)

اَے رسولو! اچھّے اچھّے طَیّب کھانے کھایا کرو چنانچہ رسولوں نے کھائے اور پہلے منکرین بھی

اعتراض کرتے رہے ہیں کہ یہ تو ہماری طرح اچھّے اچھّے کھانے کھاتا ہے یہ کیسا رسول ہے۔ ہمارے جیسا ہی ایک انسان ہے:

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ

(مؤمنون : ۳۴)

خود مولوی ثناء اللہ نے اہلحدیث ۹ فروری ۱۹۱۲ء میں زیرِ آیت قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ .... لکھا ہے:

''اَے نبی! تم کہد و کہ خدا کی پیدا کی ہوئی زینت اور رزق کس نے حرام کئے ہیں۔تم یہ بھی کہہ دو کہ دُنیا میں تو یہ مومنوں کے لئے مشترک ہیں آخرت میں خالص انہی کے لئے ہوں گی۔''

شعر کہنا نبوّت کے منافی نہیں

متلاشی حق: مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے شعر کہے پھر نبی کیسے ہوئے؟

احمدی: بہت سی احادیث ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر سُننا، دوسروں کے ساتھ مل کر پڑھنا اور خود شعر کہنا ثابت ہے اور بعض اشعار کی آپؐ نے درستی فرمائی (دیکھو مشکوٰۃ باب البیان والشعر) بَراءؓ سے روایت ہے کہ آپ خندق کے روز مٹی نکالتے تھے اور حضور کے بطنِ مبارک پر مٹی لگ گئی اُس وقت حضورؐ نے شعر پڑھے ؎

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا .... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اِس حدیث کو مسلم اور بخاری دونوں نے بیان کیا ہے۔

غزوہ حُنَین کے روز خچّر پر حضورؐ سوار تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　　　اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

حضورؐ کو شعروں سے بہت محبّت تھی۔آپؐ نے اپنے قول و فعل سے اِس امر کی تردید فرما دی کہ

شعر ہرگز ہرگز نبوّت کے مُنافی نہیں۔

(۲) شعر کی تعریف اُدَباء کی اصطلاح میں یہ ہے :

اَلشِّعْرُ فِی اِصْطِلَاحِ اَھْلِ الْعِلْمِ ھُوَ الْکَلَامُ الْمَوْزُوْنُ الْمُقَفّٰی (کنزالعلوم)

شعر کی تعریف اہل العلم کے نزدیک یہ ہے:

القیاس الشعری مرکب من المقدّمات المخیلة............

(شرح مرقات مولٰنا عبدالحق خیرآبادی صفحہ ۳۶۲)

یعنی خیالی اور جھوٹی باتیں جن سے نفس پر اثر پڑے............ وغیرہ اِن ہر دو تعریفوں سے معلوم ہوا کہ شعر دو مختلف قسم کے کلاموں پر بولا جاتا ہے اور یہ لفظ مختلف ہے۔ اس لئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے شعر کہنے پڑھنے کا ذکر ہے وہاں شعر سے مُراد کلامِ موزُون ہے۔

اور جہاں سورہ یٰسٓ میں اِس امر کا ذکر ہے کہ شعر حضورؐ کے شایانِ شان نہیں وہاں جھوٹا تخیل یا تعجّب انگیز باتیں مراد ہیں۔ دَارقطنی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور شِعروں کا ذکر کیا گیا تو فرمایا:

ھُوَ کَلَامٌ فَحَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ

''وہ ایک کلام ہے اس میں جو اچھّا ہے وہ واقعہ میں اچھّا ہے اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہی ہے۔''

حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی فرمایا۔

کچھ شِعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

پس آپ کا کام محض تبلیغ تھا۔

متلاشی حق: مولوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خود مکّہ جا کر حج نہیں کیا وہ نبی کیسے ہوئے۔

احمدی: خود حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے موجودہ خلیفہ ثانی نے بیت اللہ شریف کا حج کیا ہے۔ مدینہ شریف کی زیارت سے بھی شرف اندوز ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے سات حج

کئے تھے۔

حضرت مرزا صاحب نے مطابق شریعت اسلام حج کرلیا

قرآن کریم فرماتا ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۸)

یعنی جو راستہ کی طاقت رکھے وہ حج کو جائے۔ چنانچہ مولوی رفیع الدین صاحب مکّہ سے اخبار انقلاب کے حج نمبر ۲۷ مئی ۱۹۲۸ء میں لکھتے ہیں:

''فرضیتِ حج کے شرائط یہ ہیں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغت (۴) امنِ راہ (۵) استطاعت زادِراہ وسواری (۶) صحت (۷) عورتوں کے لئے زوج یا محرم''

حدیث دارمی میں ہے کہ جس پر حج فرض ہے اور اُس نے نہیں کیا تو اُسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مگر وہ شخص جس کو حاجت ظاہر نے روک لیا ہو یا جابر حاکم نے یا کسی سخت بیماری نے (او سلطان جابر او مرض حابس کی حدیث کے مطابق) حضرت مہدی علیہ السلام پر حج فرض نہ تھا کیونکہ آپ کی صحت درست نہ تھی۔ آپ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ دو دائمی بیماریوں کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی تھی اور حجاز کا حاکم آپ کا مخالف تھا کیونکہ ہندوستان کے مولویوں نے مکّہ معظّمہ سے آپؑ کے واجب القتل ہونے کے فتوے منگوا لئے تھے اس لئے حجاز کی حکومت آپ کی مخالف ہو چکی تھی وہاں جانے پر آپ کو جان کا خطرہ تھا۔ لہٰذا آپ نے:

لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کہ اپنی جان کو جان بوجھ کر ہلاکت میں مت ڈالو۔ اِسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی عمل کیا تھا۔ آپ حج کے لئے روانہ ہوئے اِحرام بھی باندھا مگر حدیبیہ کے مقام پر کُفّارِ مکّہ سے اُن کی من مانی شرائط پر صلح کر کے واپس آ گئے (بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۲۶) اور حج کے لئے اپنی جان کو ہلاکت میں نہیں ڈالا۔ پھر جب مکّہ فتح ہوا تب آپؐ نے وفات سے

ایک سال قبل حج کیا مگر جب تک امنِ راہ نہ حاصل ہوا آپؑ نے حج نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی حالت میں حج کے لئے گھر سے نکلنا قُرآنی حُکم کے خلاف تھا۔ پس نہ آقاؐ نے قرآن کے خلاف کیا اور نہ غلام نے ۔ اگر فتح ہو کر امنِ راہ حاصل نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج نہیں کر سکتے تھے۔ پس حضرت مہدی علیہ السلام پر حج کا اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ جب آپ پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں تھی تو دیتے کہاں سے۔

حضرت مہدی علیہ السلام شریعت کے پورے پورے پابند تھے اور شریعت پر ہی لوگوں کو قائم کرنے پر مامور تھے۔ آپ کے لئے امنِ راہ نہ تھا اور آپ مکّہ والوں کی زبان سے واجب القتل ٹھہرائے گئے تھے۔ بایں ہمہ مطابق حدیث شریف آپ کی طرف سے مولانا حاجی حافظ احمد اللہ خانصاحب مرحوم نے حج ادا کر دیا تھا اِس طرح مطابق شریعت محمّدیہّ کے آپ نے حج کر لیا۔

مختلف زبانوں میں اِلہام ہونا نبوّت کے منافی نہیں

متلاشی حق: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم:۵)

حضرت مرزا صاحب کو دوسری زبانوں میں کیوں الہام ہوئے؟

احمدی: بِلِسَانِ قَوْمِهٖ سے مراد الہام نہیں ہے۔ نہ یہ الہام کا ذکر ہے۔ مفسّرین نے اس کے یہ معنے لکھے ہیں:

متکلما بلغة من ارسل الیھم من الامم (روح المعانی)

مدارک التنزیل میں:

متکلما بلغتھم (برحاشیہ خازن) لیبین لھم کا قرینہ بتا رہا ہے کہ نبی ان لوگوں کی زَبان میں باتیں کرتا ہے۔ پھر اپنی قوم کی زبان میں باتیں کرنا بھی کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہو سکتی بلکہ نبی کو قوم کی زبان دینے سے مراد اس زبان میں فصاحت اور بلاغت عطا کرنا ہے اِس لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوتیت جوامع الکلم

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کو بھی عربی میں اِس قدر فصاحت اور بلاغت اور قدرت عطا کی گئی تھی کہ آپ نے تحدی کے ساتھ عربی کُتب شائع کیں اور مخالفین کو ان کی نظیر لانے کے لئے چیلنج دیا۔ اوّل تو اِس آیت میں الہام کا ذکر نہیں ہے۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے تو قوم سے مراد چار ہی ہو سکتے ہیں: اُمّتِ دعوت، اُمّتِ اجابت، خاندان کے لوگ اور ملک کے لوگ۔ اگر اس سے مراد اُمّتِ دعوت لی جائے تو بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام تمام دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اس لئے متعدد زبانوں میں الہام ہونا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۲۱۰ پر لکھا ہے:

''قرآن کریم میں قریباً تیس مختلف قبائل کی زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔''

اگر قوم کی زبان سے ملک کی زبان بھی مراد لی جائے تو جس نبی کے ملک میں مختلف اقوام بستی ہوں اور مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں جیسے ہندوستان میں تو اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ آپ کو عربی، اردو، انگریزی، فارسی، پنجابی، عبرانی، ہندی میں الہام ہوئے۔ عربی آپ کی مذہبی زبان تھی، اردو ملکی زبان، انگریزی حکومت کی زبان، فارسی جدی اور خاندانی زبان اور پنجابی صوبہ کی زبان تھی۔ عبرانی میں آپ کو دعویٰ مسیحیت کی نسبت الہام ہوئے۔ پس جس طرح آنحضرت ﷺ کو اپنے ملک کے قریباً تیس مختلف قبائل اور اقوام کی زبان میں الہام ہوئے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے ملک کی مختلف زبانوں میں الہام ہوئے۔ نیز آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس طرح ملے جلے لوگ نہ تھے۔ اس لئے سب زبانوں کی جگہ سب کی ماں زبان (ام الالسنہ) میں الہام ہو گیا۔ ''روح المعانی'' میں یہی لکھا ہے اور دیگر مفسرین نے بھی قرآن میں غیر عربی الفاظ تسلیم کئے ہیں۔ (دیکھو روح المعانی ۴/۶) اور (تفسیر کبیر فخر الدین رازی ۱/۲۳۳)

اس کے علاوہ عقلاً بھی غیر زبانوں میں الہام ہونا بالخصوص جب کہ وہ کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو کوئی نقص کی بات نہیں بلکہ صداقت اور عدم تصنع کی دلیل ہے۔

محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی

متلاشی حق: مرزا سلطان محمد اور محمدی بیگم کا معاملہ لوگوں کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔

احمدی: کس پہلو سے قابل اعتراض ہے۔ آیا مذہباً، عقلاً یا عرفاً؟ اگر تینوں پہلوؤں کے لحاظ سے قابل اعتراض ہے تو بتائیں کہ جب حضرت مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی کی تھی اس وقت آپ تن تنہا ایک فرد واحد کی حیثیت میں تھے۔ آپؑ کی پیشگوئی کرنے کے بعد مذہب والوں، عقل والوں اور عرف والوں سے کوئی بھی آپ کو قبول نہ کرتا۔ لیکن ظاہر ہے آپ کو ہر طبقہ کے لوگوں نے قبول کیا اور ہوتے ہوتے آخر قبول کرنے والوں کی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی۔ اور دنیا جانتی ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والے مذہب، عقل اور عرف تینوں حیثیتوں کے انسان ہیں۔ اگر یہ اعتراض صحیح ہوتا تو اتنی شخصیتیں آپ کی شخصیت پر قربان ہونے کیلئے تیار کیونکر ہو جاتیں۔ خصوصاً محمدی بیگم کے اقارب رشتہ داروں کا سلسلہ میں داخل ہونا اس پیشگوئی کے متعلق اعتراض کرنے والوں کا بجائے خود مضبوط جواب ہے۔ اعتراض کرنے والوں کے نزدیک تو حضرت زینبؓ کا نکاح شروع زمانہ سے لے کر آج تک قابل اعتراض چلا آتا ہے۔ سوچشم بد اندیش کی بدنظری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (القصص:۱۱)

اس آیت کا حاشیہ مولوی عبد الغفور عبد الاول حمائل غزنویہ امرتسری میں لکھتے ہیں:

''ابو امامہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے فرمایا کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح کر دیا مریم عمران کی بیٹی کے ساتھ اور

کلثوم موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے ساتھ اور فرعون کی بی بی کے ساتھ ۔انہوں نے کہا آپ کو مبارک ہو۔''

ظاہر ہے کہ انبیاء کے آسمانی نکاح روحانی تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ زمین پر اس کا ظہور ضروری نہیں اور نہ قابل اعتراض ہے۔ اسی طرح محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی سے بھی اقارب اور رشتہ داروں کی ہدایت مقصود ہے۔ لاغیر یہ پیشگوئی کیوں کی گئی اس کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام 'آئینہ کمالات اسلام' کے صفحہ ۳۲۰ پر فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں کہ خوامخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا، اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ گالیاں دیتا تھا اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا اور نشان کے طلب کیلئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا۔ اور سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے... سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا... جب تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا، مرزا احمد بیگ زندہ رہا۔ پھر 7اپریل 1892ء میں احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیشگوئی کے تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چھٹے مہینے میں جو 30 ستمبر 1892ء تھی فوت ہو گیا۔''

پھر یہ امر قابل غور ہے کہ یہ پیشگوئی نفسانیت کی بناء پر نہ تھی۔ چنانچہ حضورؑ نے صفحہ 288 پر لکھا:

''پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی... یعنی اس زمانہ کی جبکہ یہ اس کی لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افترا کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔''

پھر آپ نے انجام آتھم میں اس پیشگوئی کی غرض لکھی ہے:

''وکان اصل المقصود الاهلاک وتعلم انه هو الملاک''

یعنی اصل مقصد اس پیشگوئی کا ان رشتہ داروں اور مخالفوں کی بوجہ ان کی شرارت کے ہلاکت تھی اور اس ہلاکت کا دارومدار پیشگوئی قرار دیا گیا تھا۔ پھر آئینہ کمالات اسلام صفحہ 569 پر لکھا :

> ''(ترجمہ) تو عنقریب دیکھ لے گا جو کچھ کہ میں ان سے ہلاکت کی صورت میں معاملہ کرنے والا ہوں۔ ہم ہر چیز پر قادر ہیں۔ میں ان کی عورتوں کو بیوہ، ان کے بچوں کو یتیم اور ان کے گھروں کو ویران کر دوں گا..... اس ہلاکت کے عبرتناک نمونوں سے شرارت سے باز آ کر خدا کی طرف رجوع کریں اور توبہ کرنے والے ہیں۔''

اس پیشگوئی کی تین بڑی جزئیں ہیں۔ احمد بیگ کی موت اور اس کنبہ پر موت اور بلاؤں کا نازل ہونا، پھر اس کے داماد احمد بیگ کی موت اور نکاح۔

ان الہامات کا اثر

اس امر کو دیکھنا چاہئے کہ ان الہامی الفاظ کا کیا اثر ہوا۔ سو ظاہر ہے کہ اس کنبہ کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم اور گھر ویران ہو گئے۔ اور آج سارے کنبہ میں صرف ایک بچہ رہ گیا ہے اور وہ بھی آج سلسلہ میں داخل ہے۔ باقی احمد بیگ کی بیوی اور اس کے لڑکے اور بعض لڑکیاں اور بعض دوسرے رشتہ دار جو چودہ پندرہ کی تعداد میں ہیں وہ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ گویا ایک طرف ہلاکت کا انذاری نشان ظہور میں آیا تو دوسری طرف توبہ اور رجوع کا فائدہ اٹھانے والوں نے توبہ اور رجوع سے پیشگوئی کے دوسرے حصہ کو پورا کر دیا۔ پھر اس امر کو سمجھنا چاہئے کہ محمدی بیگم کی پیشگوئی محمدی بیگم کے کنبہ کے لوگوں کیلئے قابل اعتراض نہیں ہوئی ورنہ وہ احمدیت کو قبول نہ کرتے۔ تو دوسرے لوگوں کا اس امر پر معترض ہونا! کیا اس سے مدعی سست، گواہ چست والی مثال صادق نہ آئے گی!!

یہ پیشگوئی حسبِ شرائط پوری ہوئی

الہام:

كَذَّبُوا بِآيَاتِي وَكَانُوا بِهَا مُسْتَهزِئِينَ فَسَيَكْفِيكَهُمُ الله و يردها اليك لا تَبْدِيْلَ لِكلماتِ اللهِ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيد

یعنی ان لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور ان سے ہنسی اور ٹھٹھا کیا اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے اور انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ تیرے مقابلہ میں انکو ہلاک کر دیگا اور پھر اس کے بعد اس عورت کو تیری طرف لوٹا دیگا یہ اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں جو بدل نہیں سکتے۔ اور اللہ جو چاہے کر لیتا ہے''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمدی بیگم کا نکاح ان پر عذاب آنے اور ان کے ہلاک ہونے پر موقوف تھا اور ان پر یہ عذاب اور ہلاکت کا وارد ہونا تعدی اور تکذیب اور استہزاء پر موقوف تھا پس جب محمدی بیگم کا باپ اور دو پھوپھیاں اور ایک دادی ہلاک ہوئے اور یہی لوگ مکذّبین کے سرگروہ تھے ان کی ہلاکت کو دیکھتے ہی باقی تمام کنبہ پر رعب چھا گیا خوف کھانے لگے نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے شروع کر دیئے دعائیں کرنے لگے اور سلطان محمد نے لکھا کہ میں مرزا صاحب کو شریف النفس اور بزرگ اور خدا رسیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ بلکہ یہاں تک اس نے بیان کیا کہ:

''میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہوگا...... میرے دل کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا تا میں کسی طرح مرزا صاحب پر نالش کروں اگر وہ روپیہ مَیں لے لیتا تو امیر کبیر بن سکتا تھا مگر وہی ایمان اور اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔'' (الفضل ۱۳/جون ۱۹۲۱ء)

(سوال) پیشگوئی کے تین حصّے تھے جن کو ثناء اللہ نے بھی تسلیم کیا پہلا حصّہ مرزا احمد بیگ کی موت اور کنبہ پر موت اور عذاب دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد کی موت تیسرا حصّہ محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر نکاح میں آنا اس پیشگوئی کا پہلا حصہ تو پورا ہو گیا جس کی تصدیق محمد حسین بٹالوی نے اشاعت السنہ میں کی ہے:

''اگر چہ یہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی مگر الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ سے کی گئی تھی۔''

(منقول از اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء)

دوسرا اور تیسرا حصّہ مرزا سلطان محمد کی موت اور محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر نکاح میں آنا یہ دو حصّے پورے نہیں ہوئے یہ پیشگوئی ہے تو خدائی وعدے خلاف نہیں ہو سکتے۔

(جواب) جملہ شرطیہ میں جزا کا پورا ہونا شرط کے پورا ہونے پر موقوف ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے:

اذا فات الشرط فات المشروط

کہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط خود بخود اس کیساتھ فوت ہو جائے گا۔

مثلاً کوئی آقا کہتا ہے کہ اگر میرا خادم آج ظہر سے پہلے پہلے نہ آیا (یہ شرط ہے) تو میں اسے سخت سزا دوں گا (یہ جزا ہے) اگر اس کا خادم آج ظہر سے پہلے پہلے آجاتا ہے تو آقا اسے ہرگز ہرگز سزا نہیں دے گا کیونکہ آقا نے جو شرط خادم کے ظہر سے آنے کی رکھی تھی وہ پوری نہ ہوئی بلکہ خادم ظہر سے پہلے آ گیا پس جس طرح آقا کو خادم کے سزا نہ دینے کے متعلق مخلف الوعد قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کو جھوٹا قرار دینے والے کو ہی بیوقوف تصوّر کیا جائے گا کیونکہ وہ وجہ جو خادم کو سزا کا مستوجب بنانے کا سبب تھی وہ زائل ہوگئی اسی طرح یہ پیشگوئی بھی مشروط تھی کہ اگر انہوں نے تعدی اور تکذیب پر اصرار کیا تو بالضرور یہ ہلاک ہو جائیں گے تب محمدی بیگم نکاح میں آویگی مگر انہوں نے تعدی اور تکذیب کی راہ چھوڑ دی جو کہ اس کی موت اور سزا کیلئے شرط تھی جب موت نہ ہوئی تو نکاح جو مشروط تھا نہ ہوا پس اس پیشگوئی میں خدا کو جھوٹا اور مخلف الوعد کہنے والے ویسے ہی بیوقوف ہیں جیسے آقا کی

مثال میں خادم کی سزا نہ دینے کے متعلق اعتراض کرنے والے۔ پس پیشگوئی اپنی تمام شرائط کے ساتھ جلالی رنگ کے ساتھ پوری ہوئی مرنے والے شریر مر گئے تائب ہونیوالوں نے فائدہ اٹھایا۔ انذاری پیشگوئی کی غرض ہی یہ ہوتی ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا (بنی اسرائیل : ٦٠) وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (طٰہٰ : ١١٤) لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ (انعام: ٤٣) وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (انفال : ٣٤)

کہ وہ ڈر جائیں۔ تضرع اور استغفار کریں پس انذاری پیشگوئیوں کی جو غرض ہوتی ہے پوری ہو گئی اور سلطان محمد پر قرآنی شرائط کے موافق موت وارد نہ ہوئی تو خبیث مولویوں نے شور مچا دیا کہ سلطان محمد میعاد کے اندر نہیں مراتب حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم میں فرمایا:

> ''فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد دیکھے جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں......ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آ جائے کہ اس کو بیباک کر دے سو اگر جلدی کرنا ہے۔ تو اٹھو اور اس کو بے باک اور مکذّب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔''

سلطان محمد کا حسب شرط پیشگوئی زندہ رہنا اور نکاح نہ ہونا ہی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے اگر سلطان محمد باوجود توبہ تضرع ایمان اور اخلاص پیدا کرنے کے مسیح موعود کا مخلص ہوتے ہوئے معذب ہو جاتا تب پیشگوئی غلط کہی جا سکتی تھی پھر ہر شخص کا حق ہوتا اور وہ کہتا کہ خدا نے باوجود سلطان محمد کے تائب ہونے کے پھر اس کی سزا دیدی بیشک خدا نے بڑا ظلم کیا اور وعدے کے خلاف کیا۔ پس سلطان محمد کے فوت ہو جانے پر پیشگوئی کے غلط اور خدا کے مخلف الوعد ہونے پر معقول اعتراض ہو سکتا تھا پس اب حسب شرط پیشگوئی اس کا زندہ رہنا اور نکاح نہ ہونا پیشگوئی کے پورا ہونے پر اور خدا کے صادق

الوعد ہونے پر زبردست دلیل ہے جو ہر ایک عقلمند کو تسلیم ہے اور اعتراض کرنے والا اس آقا کی مثال پر اعتراض کرنے والے کی طرح پرلے درجے کا احمق ہے اور عقل انصاف کا دشمن ہے۔

متلاشیٔ حق: مولوی کہتے ہیں کہ نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن ہوتا ہے

احمدی: اس حدیث کا ایک راوی حسن بن عبداللہ ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے :

اِنَّهٗ كَانَ يُتَّهَمُ بِالزَّنْدَقَةِ

کہ اس پر زندیق کی تہمت لگائی گئی لہٰذا یہ ضعیف ہے۔ (حاشیہ علامہ سندھی برابن ماجہ صفحہ ۲۵۶)

اگر صحیح بھی ہو تو بھی قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی اہلسنت کی معتبر کتاب بحر الرائق یا فتح القدیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب اور یوسف علیہ السلام کو دوسری جگہ لے جا کر دفن کیا گیا۔

متلاشیٔ حق: مولوی ثناء اللہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں بیان کرتا رہتا ہے کہ مرزا صاحب میرے ساتھ مباہلہ کر کے فوت ہوئے اصل معاملہ کیا ہے۔ اوّل سے آخر تک اس معاملہ پر روشنی ڈالی جائے۔

احمدی: (۱) حضرت مسیح موعود نے اپنے معاندین کو منہاج نبوّت کیمطابق آخر دعوت مباہلہ دی جس کو قبول کرنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی مولوی ثناء اللہ بھی ان میں سے ایک تھے جو اس مقابلہ کیلئے مدعو کئے گئے (انجام آتھم صفحہ ۷۰) مگر مولوی صاحب نے مباہلہ سے پہلوتہی کرتے ہوئے تحریر کیا:

''چونکہ یہ خاکسار نہ واقعہ میں نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا الہامی ہے اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔'' (الہامات مرزا صفحہ ۸۵)

(۲) مدّت کے بعد اہلحدیث کی گھبراہٹ اور حضرت مرزا صاحب کی تحدّی کو دیکھتے ہوئے اہل حدیث ۲۹/مارچ ۱۹۰۷ء میں لکھا:

''اسے ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت دی

ہوئی ہے۔''

ثناء اللہ کی طرف سے مذکورہ بالا مباہلہ کی منظوری کا اعلان شائع ہونے کے بعد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود نے اس چیلنج کو منظور کرلیا اور دعا مباہلہ بنام ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' شائع فرمایا۔ جس میں آپ نے یہ تحریر فرما کر کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے کاذب پہلے مرتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

''اب میں تیرے ہی مقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما''

اور مولوی صاحب کو لکھا:

''میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے'' (۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء اہلحدیث)

(۳) حضرت مسیح موعود کا ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کا مضمون دعاء مباہلہ لکھا ہوا ثناء اللہ کے پاس پہنچا تو مولوی صاحب نے حافظہ نباشد کی تصدیق کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:

''مَیں نے آپ کو مباہلہ کیلئے نہیں بلایا مَیں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔'' (اہل حدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء)

پھر اس کے بعد ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں مولوی صاحب نے حضور اقدسؑ کا مضمون دعائے مباہلہ لکھ کر نیچے صاف طور پر مباہلہ منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ لکھا کہ:

''اوّل اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا دوم یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں...... یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔''

دعوت مباہلہ اور مولوی ثناء اللہ

(۴)۔مولوی صاحب کو جان بہت پیاری ہے بلکہ ایمان سے بھی عزیز تر سمجھتے ہیں اسی لئے پہلے تو صاف طور پر کانوں پر ہاتھ رکھے اور لکھ دیا کہ:

''مَیں ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا''

پھر ۲۹/ مارچ ۱۹۰۷ء کو ترنگ میں آکر مباہلہ کا چیلنج دے بیٹھا اور معاً حضرت مسیح موعود کی طرف سے چیلنج کی منظوری اور دعاء مباہلہ کا مضمون بھی سامنے آ گیا پھر تو مولوی صاحب کے چھکّے چھوٹ گئے پہلے تو حافظ نباشد کے مصداق بن کر صاف کانوں پر ہاتھ رکھ کر سرے سے اپنے ۲۹/ مارچ کے چیلنج مباہلہ سے ہی انکار کر دیا پھر ہفتہ کے بعد جب کچھ ہوش ٹھکانے ہوئی تو حضور کے مضمون آخری فیصلہ کو دعائے مباہلہ قرار دیتے ہوئے مباہلہ سے صاف انکار کر دیا کہ:

''یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں''

(۵) اب مولوی صاحب تو مباہلہ سے صاف انکاری ہو کر خیال چھوڑ بیٹھے اور خاموش ہو گئے۔ زاں بعد حضرت اقدس نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۳۷ پر اپنے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کے چیلنج مباہلہ کے متعلق لکھا:

''اگر اس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رُو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے۔''

مباہلہ کا اثر اور نتیجہ سننے کے بعد بھی مولوی صاحب مباہلہ کیلئے مستعد نہ ہوئے محض گیدڑ بھبکی دیکر اور دُم دبا کر چلتے بنے۔

(۶) جب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کا وصال ہوا تو گیدڑ صاحب بھی آ موجود ہوئے۔ لگے دُم ہلا کر قلابازیاں کرنے اور بے ہنگام بکنے۔مولوی صاحب شیر پنجاب (اعور العین)

کہلانا چاہتے ہیں مگر مباہلہ میں بزدلی دکھا کر شغال پنجاب ہی ثابت ہوئے۔شغال صاحب نے جو سب سے پہلے گیدڑ گپ ہانکی وہ یہ ہے:

''میرزا صاحب نے میرے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ جو شخص ہم دونوں (مرزا اور خاکسار) میں سے جھوٹا ہے وہ سچّے کی زندگی میں مرجائے گا چنانچہ مرزا صاحب میری زندگی میں خود مرگئے۔'' (مرقع جون ۱۹۰۸ء)

میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے اس کی چالبازیوں جھوٹ،فریب کاریوں کی وجہ سے اس کو اپاہج بڑھیا کی گٹھڑی اٹھا لینے والا بچہ حاجی خطاب دیا ہے واقعی حج کرنے کے بعد اس کے دل سے ایمان اور خدا کا خوف نکل چکا ہے اور جھوٹ اس کا رات دن کا شیوہ ہوگیا ہے اب اسی مکالمہ میں آپ لوگ اس کی کذب بیانیوں کو ملاحظہ فرمائیں گے چونکہ آپ مولوی ہیں اور حاجی ہیں ایک کریلہ دوسرا نیم چڑھا لہٰذا انکی مولویت کو مدّنظر رکھتے ہوئے بجائے اعورالعین یا شغال پنجاب کے بچہ حاجی کا خطاب بہت موزوں ہے ابھی اس خطاب سے آپ کو مخاطب کیا جائیگا۔

بچہ حاجی صاحب! ایسا سیاہ جھوٹ کہ ''میرزا صاحب نے میرے متعلق پیشگوئی کی تھی۔'' حالانکہ آپ جواب دعویٰ کے نمبر ۲ میں لکھ چکے ہیں:

''کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں'' (۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

(۷) مولوی حاجی صاحب! ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے جھوٹ کی نجاست پر منہ مار کر کہا کہ مرزا صاحب نے میرے متعلق پیشگوئی کی ہے۔پھر اس کے چار روز بعد آپ نے ایک اَور جھوٹ کا پلندہ باندھ دیا اور ۳۱/مئی ۱۹۰۸ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس کی سُرخی ہے:

''مرزا صاحب قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ''

اس میں لکھا ہے کہ:

''آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا مباہلہ نہ کیا تھا......انکی قلم سے مباہلہ شائع ہوا

جو اپنی صفائی کی وجہ سے کسی تاویل کو برداشت نہ کر سکے۔''

حاجی صاحب! لیجئے نمبر ۶ میں آپ جس کو پیشگوئی کہتے تھے نمبر ۷ میں آ کر چار ہی دن کے بعد آپ اسے مباہلہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔کمال بے شرمی اور افترا ہے ایک طرف لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈال کر پیشگوئی بتاتا ہے دوسری طرف ناظرین کی آنکھوں میں مرچیں بھر کر اس کو مباہلہ کہتا ہے مگر جب نکیل ڈالکر احمدی اس کو قابو کرتے ہیں تو سب چوکڑیاں بھول کر کہنے لگتا ہے کہ:

''مباہلہ کے اصل معنی چونکہ یہ ہیں کہ فریقین بالمقابل ایک دوسرے کے حق میں بددعا کریں مَیں نے مرزا صاحب کے مقابلہ میں کوئی بددعا نہیں کی اس لئے اس کے مباہلہ ہونے سے انکار کیا تھا یہ دراصل مباہلہ نہیں بددعا ہے۔'' (مرقع اکتوبر ۸ء صفحہ ۲)

(۹) حاجی جی! آپ غضب کرتے ہیں پہلے آپ نے دو جھوٹ چار دن کے فرق سے بولے پھر دو اَور جھوٹ پانچ ماہ کے بعد بولے اب نمبر ۹ میں صرف ۵ منٹ کے بعد اسی مرقع کے صفحہ ۲۲ سے دوسرے صفحہ آگے صفحہ ۲۴ پر لکھ دیا: ''اگر مرزا صاحب نے ہمارے متعلق یہ الہامی دعا شائع نہ کی ہوتی تو ہم بھی ان کے مرنے سے اُن کے کذّاب پر استدلال نہ کرتے۔'' (صفحہ ۲۴ واہ اعور العین)

پنجابی حاجی! آپ کا خمیر بھی کسی نہایت خبیث مٹی سے بنا ہے یہ تو آپ خود ہی ۲۶/اپریل ۷ء کے پرچہ میں لکھ آئے ہیں کہ ''یہ دعا کسی الہام یا وحی کی بنا پر نہیں ہے۔'' پھر بار بار کیوں جھوٹ کی غلاظت پر منہ مار رہے ہیں اور یہ سراسر آپ کی بے وقوفی ہے کہ آپ اس سے حضرت اقدس کے کذب پر استدلال کر رہے ہیں۔ پس اگر آپ میں کچھ بھی شرم و حیا باقی ہے تو آئندہ کبھی حضرت مہدی کے کذب پر ایسا استدلال نہ کریں دیدہ بائد۔

(۱۰) مولوی حاجی صاحب! آپ آج سے بیس سال پیشتر کبھی کبھار دنوں مہینوں کا وقفہ دے کر جھوٹ بولتے تھے اور بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے بولتے تھے مگر آج بیس سال کے بعد آپ اس خبیث عادت میں کمال ہی کر گئے ہیں ۱۱رفروری ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں زیر عنوان ''قادیانی مشن''

میں ''مرزائیوں سے مباہلہ کیوں کروں'' آپ الفضل کی ایک تحریر کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''بعض دفعہ رہ رہ کر مرزائی اخبارات میں مجھے مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ جتنی بار ثناء اللہ کو سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے اتنی کسی اور مخالف سلسلہ کو اس طریق فیصلہ کی طرف بلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی لیکن دنیا جانتی ہے کہ آج تک کبھی انہوں نے اس طریق کو منظور کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں کی۔ یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ مجھ کو مباہلہ کی طرف بلایا گیا اور اب بھی بلایا جاتا ہے مگر میرا مباہلہ مرزا صاحب سے نہیں ہوا اور اب تو حاجت ہی نہیں رہی۔'' (صفحہ ۳)

آپ کا مرزا صاحب سے مباہلہ کیوں نہیں ہوا اس کے متعلق بھی آپ کا عذرِ لنگ سن لیجئے:

''جناب متوفی کی عادت شریفہ تھی کہ جونہی کسی مخالف کو معمولی سی تکلیف ہوئی تو اس کو اپنا نشان قرار دیا اس لئے مَیں انکی زندگی میں ان سے پوچھتا رہا کہ مباہلہ کا اثر کیا ہوگا۔ مجھے پہلے بتادیجئے یہ بتانے سے وہ ہمیشہ پہلوتہی کرتے رہے آخر کار انہوں نے یہ لکھا کہ یہ تمہاری کٹ حجتیں ہیں اب میں خدائی تحریک سے تمہارے فیصلہ کیلئے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچّے کی زندگی میں پہلے مر جائیگا مرزا صاحب کے اس اقرار سے پہلی سب دعوتیں اور مباہلے اور گفتگوئیں بند ہوگئیں بجائے مباہلہ کے ایک طرفہ دعا موسومہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔''

(۱۱) مولوی حاجی صاحب! افسوس ایک نہ دو اکٹھے چار جھوٹ بول دیئے خدا کا خوف نہ سہی بندوں سے ہی کچھ شرم کرتے مرزا صاحب نے کبھی معمولی سی تکلیف کو نشان قرار نہیں دیا یہ جھوٹ صرف دوسرے جھوٹ کی تیاری کیلئے بولا گیا ہے ورنہ آپ نے اس کی ایک مثال دی ہوتی حضرت اقدسؑ نے تو واضح طور پر فرما دیا تھا کہ:

''ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کیلئے کہ جس کو دیکھ کر ایک زمانہ بول اُٹھے

کہ یہ ایک صادق کی تکذیب کی سزا ہے معمولی تکلیف یا مکروہات کا لاحق ہونا فی الواقعہ تاثیر مباہلہ نہیں ہوسکتا۔''

حاجی صاحب! مباہلہ کی یہ بتائی ہوئی تاثیر تو آپ پرچہ ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء میں خود شائع کر چکے ہیں۔ پھر آپ کا معمولی تکلیف کونشان بتانا افترا اور بہتان نہیں تو اور کیا ہے۔

(ب) یہ جو آپ نے کہا کہ ''مَیں پوچھتا رہا کہ مباہلہ کا کیا اثر ہوگا مجھے پہلے بتادیجئے''

حاجی صاحب! حج سے لوٹتے ہوئے جہاں آپ اپنا ایمان سمندر میں ڈبو آئے وہاں اپنی عقل کو بھی خیرباد کہہ آئے ہیں۔ ایک جاہل سے جاہل انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر زید بکر کی ہتک کرے تو بکر کا اتنا حق ہے کہ وہ ہتک کرنے والے کو یہ کہدے کہ تجھکو مجسٹریٹ کی عدالت سے سزا ضرور ملے گی۔ کیونکہ مجرم کو سزا ملا کرتی ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ تجھکو پھانسی دی جائے گی یا قید کیا جائے گا یا بید لگائے جائیں گے یا جرمانہ کیا جائیگا یا صرف جوتا زنی ہوگی۔ کیونکہ بکر کا یہ کام نہیں ہے کہ اسے ہتک کی خود سزا دے بلکہ یہ تو اس عدالت کا کام ہے جسمیں بکر اپنا استغاثہ زید کے خلاف دائر کرے گا۔ تا کہ عدالت حسب حیثیت جرم زید کوئی سزا دے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ زید کو جو سزا ملتی ہے وہ پہلے معیّن کر دے کیا مجرم کو کسی طرح اور کسی قانون کے ماتحت یہ حق حاصل ہے کہ وہ بکر کو مجبور کرے کہ تو مجھے بتادے کہ مجھے پھانسی ہوگی یا قید۔ اب ناظرین غور کریں کہ حاجی صاحب کا یہ کہنا کہ مَیں ہمیشہ پوچھتا رہا کہ مباہلہ کی سزا مجھ کو کیا ملے گی مجھے پہلے بتادیجئے اسکی جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ حاجی بننے سے پہلے تو وہ جانتا تھا کہ مباہلہ کیا چیز ہوتا ہے اور آپ نے ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں یہ تعریف خود لکھی تھی کہ:

''مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسم کھائیں۔''

پھر دوسری جگہ مرقع اکتوبر ۱۹۰۸ء میں لکھا:

''مباہلہ کے اصل معنی یہ ہیں کہ فریقین بالمقابل ایک دوسرے کے حق میں بددعا کریں۔''

اگر کچھ بھی ایمان موجود ہے تو خدا کی قسم کھا کر بتائیے کہ فریقین مباہلہ جب ایک دوسرے کے بالمقابل بددعا کرتے ہیں تو وہ بددعا کسی اعلیٰ ہستی کے سامنے پیش ہوا کرتی ہے یا فریقین ہی اس کے نتائج ایک دوسرے کو دینے کی مقدرت رکھتے ہیں اگر وہ خدا کے حضور بغرض اظہار نتیجہ وفیصلہ پیش کی جاتی ہے تو اس نتیجے کی تعین کیونکر جائز ہے اور کوئی فریق مباہلین میں سے نتیجہ بتلا ہی کیسے سکتا ہے جبکہ دونوں کے دونوں بحیثیت ایک مستغیث کے احکم الحاکمین کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔کیا دنیا میں کسی مقدمہ میں بھی...... کسی فریق سے انجام مقدمہ کی کبھی تعیین کرائی گئی؟

باوجودیکہ خود حاجی صاحب آپ کو تسلیم ہے کہ مباہلہ کا نتیجہ پوچھنے کی ضرورت نہیں اور اس بات کو آپ نے اپنے ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں لکھ بھی دیا ہے:

''اگر مباہلہ ہوتا تو نتیجہ پوچھنے کی شائد ضرورت نہ ہوگی مگر یہ مباہلہ تو نہیں ہے۔''

(ج) جبکہ حاجی خود مانتا ہے کہ مباہلہ کا نتیجہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تو پھر کس منہ سے بار بار بیہودگی کا اظہار کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مرزا صاحب نتیجہ بتانے سے پہلو تہی کرتے رہے کس قدر صریح جھوٹ ہے حاجی صاحب! حضرت اقدس نے جو نتیجہ قرآن سے ثابت ہے تم کو بتلا دیا اور تم کو نوٹ بھی کرا دیا جو تم نے اپنے ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں صفحہ ۲ پر لکھا کہ:

''مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے اس جگہ خدائے تعالیٰ نے لعنت کو قائمقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق ہوتے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان ان میں سے کسی کو خود دیکھ لے گا۔''

حاجی صاحب! ایک راستباز صادق متبع قرآن اس سے بڑھ کر مباہلہ کے نتیجہ کا اظہار نہیں کر سکتا ہے اس پر آپ کا جاہلانہ اصرار کرنا حیلہ جوئی اور کٹ حجتی نہیں تو اَور کیا ہے۔

(د) حاجی صاحب! پہلے آپ نے حضرت اقدس کی دعا مباہلہ کو محض پیشگوئی کہا پھر اس کو غلط

قرار دے کر مباہلہ کہا پھر مباہلہ سے انکار کر کے اس کو الہامی دعا کہہ دیا۔اب بیس سال مختلف بکواس کرنے کے بعد اس کو ایک طرفہ دعا کہہ دیا اور یہ محض آپ کا حیلہ ہے اگر یہ درست ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک طرفہ دعا کیلئے بھی فریق ثانی سے منظوری لی جاتی ہے؟ کیا حضرت موسیٰؑ نے فرعون پر ایک طرفہ دعا کرتے ہوئے اس سے منظوری لی تھی اگر منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تو پھر آپ نے کس عقل و دانش کے ماتحت اس کی منظوری نہ لینے کو دجل وفریب بتاتے ہوئے لکھا کہ:

''اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔''

(۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

(ر) ایک طرفہ دعا پر اگر فریق ثانی کہے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو دنیا اسے کیا کہے گی دانا یا نادان؟ اور پھر یکطرفہ دعا کو منظور کر کے اسی کو اپنی نادانی کی دلیل بتائے اُسے جاہل مرکب ماننے میں آپ کو کیا عذر ہے؟

حاجی صاحب! اس سوال کا جواب دیتے وقت اپنے ہی ان فقرات کو مدّنظر رکھ لیں:

''یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے'' (۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

کیا انبیاء سابقین اپنے مخالفوں کیلئے ایک طرفہ دعا کرتے رہے ہیں یا نہیں؟ اور ان کی بیسیوں دعائیں قرآن پاک میں مذکور ہیں تو پھر آپ کو ماننا پڑیگا کہ دعا ایک طرفہ نہیں ہے بلکہ دعاء مباہلہ ہے تب ہی تو آپ نے جان بچانے کیلئے کہہ دیا کہ یہ دعا مجھے منظور نہیں کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مباہلہ کیا اور موت آئی۔اگر حاجی صاحب یا اس کے کسی حاشیہ نشین کے دل میں یہ وہم گزرے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت اقدس اس دعا کو دعائے مباہلہ سمجھتے تھے یا نہیں اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ حضور نے اس کے آخر میں لکھ دیا کہ ثناءاللہ جو چاہے اس کے نیچے لکھ دے یعنی دعائے مباہلہ کو منظور کرے یا انکار کرے اور حاجی صاحب نے بھی سمجھ لیا تھا کہ یہ دعا ایک طرفہ نہیں بلکہ دعا مباہلہ

ہے تب ہی تو مباہلہ سے انکار کر کے لکھ دیا یہ مجھے منظور نہیں۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جب اس کے چھ ماہ کے بعد ۲؍اکتوبر ۱۹۰۷ء کو حضرت اقدس نے کسی ثنائی پارٹی کے اعتراض کا یہ جواب اپنے ایک خادم کے سوال پر دیا اور اس میں دعاءِ مباہلہ کے متعلق اپنا مذہب بیان کر دیا۔ فرمایا:

''یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے ہم نے تو یہ لکھا ہے ...... کہ مباہلہ کرنیوالوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچّے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے...... یہ بات کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں مر جاتا ہے بالکل غلط ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچّے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے...... ایسے اعتراض کرنے والے سے پوچھیں یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے۔''

(الحکم ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۷ء)

متلاشیٔ حق: اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب غیر مسلم حکومت کے ماتحت رہے اور ملازمت کی اور خوشامد کرتے رہے نبی کیسے ہوئے؟

احمدی: مخالفین ہمیشہ متضاد باتیں نبیوں کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں کسی نبی کی طرف باغیانہ خیالات منسوب کرتے رہے کسی کو گورنمنٹ کا خوشامدی کہتے رہے حضرت اقدس پر دونوں قسم کے الزام لگائے گئے جو دونوں ہی غلط ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا ہے کہ:

''مَیں نے ایک دفعہ وائسرائے کو لکھا تھا کہ ہماری حالت اور دوسروں کی حالت میں فرق ہے ان کو آپ کے مذہب سے عناد نہیں وہ وفادار ہوں تو ہو سکتے ہیں ہم لوگ عیسائی

مذہب کے سب سے بڑے دشمن ہیں مگر باوجود اس کے برٹش گورنمنٹ کے سب سے زیادہ وفادار ہیں۔''

(الفضل ۲۶ رجنوری ۱۹۲۰ء)

کفار کی حکومت میں رہنا اور ملازمت کرنا نبوت کے منافی نہیں

(۱) حضرت یوسف فرعونِ مصر کے قوانین کے پابند تھے اور اس کے باقاعدہ ملازم تھے۔

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (یوسف : ۷۷)

بادشاہ کے قانون کے مطابق حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو روک نہ سکتے تھے حضرت یوسف نے فرعونِ مصر سے ملازمت کی درخواست کی:

اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (یوسف : ۵۶)

مجھے آپ خزانوں کا افسر مقرر کردیں بہترین نگران ثابت ہوں گا۔

(۲) یہود نے حضرت مسیح ناصری سے سوال کیا کہ قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں ہم دیں یا نہ دیں''......اُس نے کہا :

''جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کردو'' (متی ۲۱، ۲۲)

یعنی گورنمنٹ کے قانون کے ماتحت رہو چنانچہ آپ یہودی کفّار کی گورنمنٹ کے ماتحت رہے اور بغاوت وغیرہ الزامات کے ماتحت گورنمنٹ کی سختیاں جھیلتے رہے۔

(۳) تاریخ الامم الاسلامیہ الخضری صفحہ ۱۰۸ پر لکھا ہے:

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ناقابلِ برداشت اذیت کو دیکھا تو انہیں حبشہ کی عیسائی سلطنت میں جانیکی تلقین کی حضرت جعفر بن ابی طالب نے عیسائی بادشاہ کے سامنے یہ بیان دیا ان قومنا بغو اعلینا ...... الی دیارك و اخترناك .... ہماری قوم نے ہم پر ظلم کیا ہے ہمارے دین کی وجہ سے درپئے آزار ہو گئے اس لئے ہم

تیرے ملک میں آئے ہیں ......ہمیں توقع ہے کہ ہم آپ کے زیر سایہ مظلومیت کی زندگی سے بچ جائیں گے۔''

(۴) تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے:

''نجاشی کے خلاف ایک مدعی حکومت اٹھ کھڑا ہوا مسلمانوں کو یہ بات شاق گزری...... مسلمان نجاشی کیلئے دعا کرتے تھے جنگ ہوئی نجاشی کامیاب ہوا جس پر مسلمانوں کو بے انتہا سرور حاصل ہوا **فما سر المسلمون بشیٍٔ سرورھم بظفر**''

ان امور کو خوشامد یا چاپلوسی قرار دینا نادانی ہے ایسا کہنے والا سب سے پہلے صحابہ کرام پر حملہ کرتا ہے سطور بالا سے عیاں ہے کہ مذہبی طور پر عملاً وقولاً غیر مسلم حکومتوں کی اطاعت بھی ایک ضروری چیز ہے چونکہ رعایا اور بادشاہ میں ایک معاہدہ ہوتا ہے اس لئے اس کی پابندی ضروری ہے جماعت احمدیہ کا طریق بھی بعینہٖ صحابہ کرام کا طریق ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ سے پہلے ملازمت کی بیہودہ اعتراض ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ کی ملازمت کی بلکہ کفار مکہ کی بکریاں چراتے رہے **کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ** (بخاری صفحہ ۲۱/۲ کتاب الاجارہ) اور حضرت یوسف فرعون مصر کے ماتحت خزانچی کے عہدے پر مامور ہوئے۔

متلاشیٔ حق: علماء ایک حدیث **لَا نَرِثُ وَلَا نُوَرَثُ** پیش کرتے ہیں کہ نبیوں کے املاک کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

احمدی: انبیاء کی اولاد نے کون سا ایسا گناہ کیا ہوتا ہے کہ سارے لوگوں کی اولاد انکی وارث مگر نبیوں کی اولاد اس حق سے محروم رہے۔

نبیوں کی اولاد انکی شخصی ملکیت کی وارث ہوتی ہے

بظاہر یہ حدیث قرآن شریف کے معارض معلوم ہوتی ہے کیونکہ نبیوں کی جائیداد کی وارث ان کی اولاد ہوتی ہے۔ **وَرِثَ سلیمان داؤد** جس کے متعلق تفسیر ابن جریر ۹۷/ ۱۹ میں علامہ ابن جریر

لکھتے ہیں:

ورث سلیمان اباہ داؤد العلم الّذی کان اتاہ اللہ فی حیاتہ و الملک الذی کان خصہ بہ

...... سلیمان حضرت داؤد کے علم اور بادشاہت اور ملک و دولت کے وارث ہوئے تھے۔''

قرآن مجید میں احکام وراثت موجود ہیں (بخاری پارہ ۱۸ کتاب المغازی صفحہ ۳۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خچر چھوڑی جس پر آپؐ سوار ہوا کرتے تھے ہتھیار اور کچھ زمین بھی ترکہ چھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہا کہ تو تہائی مال خیرات کردے تو بہت ہے اگر تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جائے تو بہتر ہے اس سے کہ ان کو محتاج چھوڑ جائے وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (صفحہ ۸)

اوّل تو حدیث قرآن پاک کے بالمقابل معارض کی حیثیت رکھتی ہے دوم خود اس حدیث میں لکھا ہے کہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اگر یہ صراحت نہ بھی ہوتی تو بھی ناسخ قرآن نہیں بن سکتی ہاں مخصص ہوسکتی ہے اسی بناء پر علامہ ابن الباقلانی فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی بناء پر زیادہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت (تخصیصہ) قرار دی جاسکتی ہے اور بس (فتح الباری ۱۴۶/۶) یاد رہے یہ وراثت جائیداد کے متعلق ہے نبوّت کی نہیں حضرت حسن کا قول ہے کہ اس کی وراثت سے مراد صرف مال ہے **عن حسن انہ المال**'' (تفسیر نیشاپوری زیر آیت ہذا)

(۱۳) علامہ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں خوب فرمایا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **لانورث** قرآن پاک کے معارض نہیں ہے کیونکہ یہ صرف حضور کی خصوصیت ہے اور حضرت عمرؓ کا قول **یرید نفسہ** سے عیاں ہے کہ آنحضرتؐ کی خصوصیت ہے **قول عمر یرید نفسہ یرید اختصاصہ بذلک**''

(بخاری کتاب فرض الخمس و فتح الباری ۱۲/۶)

(۱۴) شیعہ لوگوں نے نبی کے ہاتھ کی ہر جائداد کو اس کی شخصی ملکیت قرار دیا ہے اور نبیوں میں بلا استثناء جاری مانا ہے اس لئے حضرت ابوبکر کو باغ فدک نہ دینے پر ظالم اور غاصب قرار دیا ہے۔ نبی کی شخصی اور رُتبی دو قسم کی جائیداد ہوتی ہے۔ ذاتی اور شخصی ملکیت میں وراثت ہوتی ہے اور ان املاک میں جو بحیثیت نبوت ان کے سپرد کئے جاتے ہیں وہ جائیداد جسمانی اقرباء کیلئے وراثت نہیں ہوتی بلکہ وہ سب قوم کی مشترکہ جائیداد ہوتی ہے۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی ذاتی اور شخصی ملکیت نہ تھی جو اموال یا جائیدادیں آپ کے پاس تھیں وہ سب کی سب خواہ فدک ہو یا کوئی اور بموجب (آیات حشر ع۱۱) قومی جائیداد تھی یہی وجہ تھی کہ خلفاء نے ان املاک کو بطور وراثت تقسیم نہ فرمایا بلکہ بیت المال کے ماتحت رکھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی قومی مال (چندے) کو اپنا مال قرار نہیں دیا فرمایا:-

''مَیں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کرلوں بلکہ تم اشاعت دین کیلئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے۔'' (الوصیت صفحہ ۲۸)

ہاں جو حضور کی اپنی ملکیت یا شخصی جائیداد تھی اس میں وراثت جاری ہوئی اور اسی کو حضور نے اپنی ملکیت قرار دیا۔ فرمایا:

''میں اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ایک ہزار سے کم نہیں اس کام کیلئے تجویز کی'' (صفحہ ۱۷)

متلاشیٔ حق: علماء کہتے ہیں کہ فوٹو کھچوانا بالکل حرام ہے مرزا صاحب نے کیوں کھچوایا؟

احمدی: فوٹو ایک عکس ہے تصویر نہیں جیسے شیشہ میں عکس اتر آتا ہے پہلا دیر پا ہوتا ہے دوسرا تھوڑی دیر کیلئے ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت فوٹو تھا ہی نہیں پھر حرام کیسے ہوا؟ شریعت محمد رسول اللہ کی ہے یا علماء کی۔

(۲) سورۂ سبا میں حضرت سلیمانؑ کا اپنے لئے تصویریں بنوانا بھی قرآن سے ثابت ہے اور ان

تماثیل سلیمانیہ کو محل مدح میں ذکر فرمایا ہے یہ غیر معقول بات ہے کہ ایک چیز حرام بھی ہو اور انعام الٰہی بھی ہو اگر تصویر کی حُرمت بذاتہ ہے تو حضرت سلیمان نعوذ باللہ ایک حرام فعل کے مرتکب ہوئے اگر کوئی جاہل نیم ملا کہدے کہ انکی شریعت میں تصویر بنانا جائز تھا تو اگر یہ شرک یا منجر بشرک ہے تو پھر ان چیزوں میں سے جن کی حرمت کسی شریعت یا زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ازازل تا ابد دائماً حرام ہے مثل خنزیر شرک وغیرہ

(۳) مسند امام احمد میں لکھا ہے:

ولقد رأیتہٗ متکئًا علی احدھما فیھا سواہ (حاشیہ بخاری ہندی صفحہ ۸۸۰)

آپ ان دو تکیوں میں سے ایک پر بیٹھے حالانکہ دوسرے پر تصویر موجود تھی:

(۴) السراج الوہاج شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ پر لکھا ہے:

''**الارقماً فی ثوب**'' (حاشیہ بخاری صفحہ ۸۸۱)

حضور فرماتے تھے کہ نقشی تصویر کی مخالفت نہیں۔

(۵) بخاری میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گئیں تو انکی گڑیاں ان کے ساتھ تھیں **لُعَبَتُھَا معھا** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مگر بُرا نہ منایا بلکہ **فضحك** ہنس پڑے۔ (مظاہر الحق ۱۶۵/ ۳)

(۶) حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۵ پر صاف لکھا ہے کہ تصویر سے مراد وہ بُت ہیں جن کی پوجا کی جائے لہٰذا فوٹو حرام نہیں۔ **محمول علی ان صور الصنام لتعبد**

(۷) حاشیہ بخاری صفحہ ۳۸۰ پر لکھا ہے:

ان المراد ھنا من الصور ما یعبد من دون اللہ وہی تصویریں حرام ہیں جنکی پوجا کی جائے۔

(۸) بخاری کتاب النکاح الابکار میں لکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ حضرت عائشہؓ

کی تصویر ریشمی کپڑے پر دکھائی گئی اگر تصویر قطعاً حرام ہوتی تو حضورؐ کو کیوں دکھائی جاتی۔

(۹)''صرف ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں ایسا کتا یا ایسی تصویر ہو جو حرام ہیں نہ کہ ہر کتے اور تصویر کی وجہ سے ان کا دخول ممتنع ہے۔''

(السراج الوہاج شرح مسلم ۲۹۸/۲)

''نقشی تصویریں جائز ہیں'' (صفحہ ۲۰۰)

(۱۰)انوار المحمدیہ صفحہ ۳۸۰ پر لکھا ہے :

''ہشام بن عاص اموی سے روایت ہے کہ جب میں اور ایک دوسرا آدمی بادشاہ روم کی طرف روانہ ہوئے تا اسے اسلام کی طرف بلائیں تو اس کے پاس ہم نے مختلف نبیوں کی تصویریں دیکھیں یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی ان میں موجود تھی۔''

پھر آجکل تمام سکے خطوط ٹکٹیں اسٹامپ اور کئی ایک دیگر چیزیں بھی تصاویر سے مزین ہوتی ہیں غیر ممالک میں جاؤ تو لازماً تصویر کھنچوانی پڑتی ہے کیا یہ مولوی صاحبان ان اشیاء کو اپنے استعمال میں نہ لائیں گے اگر مجبوری کا بہانہ بنائیں تو ان سے پوچھو کہ خدا کے گھر میں عین نماز میں نقدی موجود رکھنے کیلئے کون سا قانون شاہی مجبور کر رہا ہے پس کم از کم اس بت کو مسجد میں تو نہ داخل کیا جائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے تمام امت کو شرک و بت پرستی میں مبتلا کرنے پر نعوذ باللہ مجبور کر دیا ہے پھر خیر القرون سے لیکر بعد تک بعض اسلامی سکوں پر تصاویر کا منقش ہونا بھی ثابت ہے پس صحیح اور درست بات یہی ہے کسی جائز اور مفید غرض کیلئے تصویر بنانا ہرگز منع نہیں ہے۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حلیہ بتایا کہ اونچی ناک والا معتدل القامت سیدھے بال وغیرہ بعینہٖ اس صورت میں موجود ہے پس آپ نے اس لئے فوٹو کھنچوایا کہ جو شخص آپ کو نہ دیکھ سکے اس فوٹو کو دیکھ کر احادیث میں ذکر کردہ حلیہ کے ساتھ مطابقت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بعض قیافہ دان تصویر ہی سے اصل شخص کے متعلق رائے قائم کر

لیتے ہیں کہ وہ کیسا ہے پس ضروری سمجھا گیا کہ حضور کا فوٹو ایسے شخصوں کی شناخت اور معرفت الٰہی کیلئے وہاں بھیجا جائے تو اس ذریعہ سے کوئی مشرک حضرت اقدس کی تصدیق کر کے توحیدِ اسلام اختیار کرے چونکہ حضور کا حلیہ بھی آپ کی اخص علامات میں سے ایک علامت ہے اس لئے ضروری تھا کہ آپ کے بعد بھی آپ کے حلیے کو قائم رکھا جاتا تا کہ آنیوالے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حلیہ پا کر حضور کی تصدیق کر سکیں۔

(۱۳) حضرت اقدسؑ کے فوٹو کے متعلق علماء کا محض ضد کی بناء پر بکواس ہے ورنہ خود جائز سمجھتے ہیں اور اپنے فوٹو کھنچواتے رہتے ہیں اہلحدیث ۳؍دسمبر ۱۹۳۱ء میں لکھا ہے:

''سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی تبدیلی پر میونسپلٹی کی طرف سے ان کو الوداعی دعوت ہوئی مولوی ابراہیم صاحب بھی بحیثیت ممبر بلائے گئے بعد صحبت حسبِ دستور فوٹو گرافر نے ساری مجلس کا فوٹو لیا۔''

متلاشی حق: ثناءاللہ لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کی عمر والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

احمدی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے خبر دی کہ آپ کی عمر اسی سال کے قریب ہوگی۔ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ جو الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو ۷۶ اور ۸۶ سال کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں چونکہ آپ کی تاریخ پیدائش لکھی ہوئی نہ تھی اس لئے آپ اندازاً اپنی عمر بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ اپنی عمر کتاب نصرۃ الحق جسمیں یہ پیشگوئی شائع کی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اب میری عمر ستر کے قریب ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں خبر دی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم''

اس حساب سے آپ کی عمر قمری حساب سے پچھتّر سال کے قریب بنتی ہے۔ مسٹر ظفر علی خان کے والد اپنے اخبار زمیندار میں لکھتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرّر تھے اس وقت آپکی عمر ۲۲ یا ۲۴ سال کی ہوگی اور ہم چشم دیدہ شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے''

(۲) ثناء اللہ کے استاذ الاستاذ مولوی محمد حسین رسالہ اشاعت السنہ ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں کہ:

''۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے اس حساب سے ۷۹ سال ہوئی۔''

شاید ثناء اللہ اپنے دشمن استاذ الاستاذ کی شہادت نہ قبول کریں اس لئے ہم ان کے سامنے انکی اپنی شہادت پیش کرتے ہیں۔

عمر کے متعلق ثناء اللہ کی اپنی شہادت

وہ اہلحدیث ۳؍مئی ۱۹۰۷ء میں لکھتا ہے:

''مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسی سال کی عمر کے کچھ نیچے اوپر ہے جسکے سب زینے آپ غالباً طے کر چکے ہیں اور حساب سے آپ کی عمر ۸۰ سال کے قریب ہو چکی تھی۔''

پھر لطیفہ یہ کہ ۱۹۰۸ء میں ایک سال کے بعد جب آپ فوت ہوئے تو ثناء اللہ کے نزدیک آپ کی عمر ستّر سے بھی کم ہوگئی حالانکہ یہی مولوی ۱۸۹۹ء میں اپنی تفسیر کے حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۷۰ سے متجاوز ہے۔''

ان تمام شہادتوں سے ثابت ہے کہ حضور کی عمر مطابق الہام بحساب قمری ۷۴ اور ۷۶ کے درمیان ہوئی یہ پیشگوئی حضور کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ ایک شخص ۴۰ سال کی عمر میں علی الاعلان خدا پر جھوٹ باندھے کہ وہ اسی سال کے قریب عمر پائے گا اور پھر خدا اُسے ۴۰ سال کے قریب اَور عمر دے اور باوجود اپنے دشمنوں کے قتل کی خفیہ تدبیروں کے وہ اپنے شائع

کردہ الہام کے مطابق عمر پا کر فوت ہو۔کیا انسانی طاقت اور قیاسات کی بناء پر کوئی ایسا کرسکتا ہے؟

متلاشئ حق: مولوی کہتے ہیں کہ نبی کا نام پہلی کتابوں اور پیشگوئی میں بالصراحت آتا ہے۔ مرزا صاحب کا نام نہیں آیا پھر نبی کس طرح ہوئے۔

احمدی: اگر یہ سوال صحیح ہے تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک توریت انجیل وغیرہ پہلی کتابوں سے صراحت کے ساتھ دکھائیں مثلاً کہیں لکھا ہو کہ مسیح ابن مریم نبی ہوں گے اسی طرح ہارون اور دیگر انبیاء کے نام ان سے پہلی کتابوں میں دکھائیں چونکہ آغاز دنیا میں کوئی کتاب نہ تھی لہٰذا حضرت آدم کی نبوّت بقول مولوی صاحب ہرگز ثابت نہ ہوگی۔

پہلی کتابوں اور پیشگوئیوں میں نبی کا نام صفاتی آیا ہے

اللہ تعالیٰ آنے والے عظیم الشان نبیوں کے نام صفاتی بیان فرماتا ہے جو ان کے آسمانی نام کہلاتے ہیں۔فارقلیط (شیطان کو بھگانے والا) تورات میں، زبور میں، ماحی انجیل میں، احمد سابقہ کتب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہیں (طبرانی) مگر آپ کا نام (اسم علم) والدین نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا اسی طرح حضرت مسیح موعود کا آسمانی اور الہامی نام احادیث کی پیشگوئیوں میں عیسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم آیا ہے تفسیر فتوحات الٰہیہ میں زیر آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ لکھا ہے:

''کہ اگر کوئی یہ کہے حضرت عیسیٰ نے آنحضرتؐ کا نام احمد کیوں رکھا محمد کیوں نہ رکھا۔ حالانکہ آپ کا نام محمد مشہور تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ انجیل میں آسمانی نام سے خبر دی گئی ہے اس واسطے آسمان میں ان کا نام احمد ہی ہے''

پس پیشگوئیوں میں آسمانی نام ہی ہوتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا نام ابن مریم نامِ آسمانی ہے یعنی عیسوی صفت کی وجہ سے آپ کا نام یہ رکھا گیا جس طرح حضرت یحییٰ کا آسمانی نام تورات شریف میں الیاسؑ تھا۔ (متی باب ۱۱ آیت ۱۴ / ۱۳)

اس سے ثابت ہوا کہ پہلے نبی کا نام دوسرے آنیوالے نبی کیلئے آسمان پر قرار پاتا ہے بوجہ مماثلت و مشابہت نام کے کنیّت کے ساتھ بھی نام رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۶۰۸ پر ایک طویل حدیث میں آپکا نام کنیت کے ساتھ ابوسفیان نے بہ سبب ابی کبشہ کے ساتھ موحدانہ مشابہت رکھنے کے ابن ابی کبشہ رکھا ہے حالانکہ آپ کا نام محمدؐ بن عبداللہ ہے۔ آنحضرتؐ نے کئی صحابہ کو سابق انبیاء کے نام سے پکارا مثلاً ابوبکرؓ کو ابراہیمؑ عمرؓ کو نوحؑ عثمانؓ کو ادریسؑ علیؓ کو یحیٰی اور ہارون کہا (کنزالعمال ۱۶۱، ۱۶۹/ ۶) اور ابوذر غفاری کو عیسیٰ۔ اسی طرح اولیائے کرام میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ پس جو ٹھوکر یہود نے ایلیا کی پیشگوئی میں کھائی تھی اور یحیٰی اور عیسیٰ کا انکار کر دیا وہی ٹھوکر مثیلِ یہود کو حضرت مسیح موعود کے متعلق لگی حالانکہ ایک نبی کا نام دوسرے آنے والے نبی کو دیا جانا ثابت تھا۔

متلاشیٔ حق: مولوی کہتے ہیں ''يُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ'' مسیح موعود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرے کے اندر جو خالی جگہ پڑی ہے دفن ہوں گے لہٰذا مرزا صاحب مسیح موعود کیسے ہوئے؟

احمدی: مولوی نے قبر بمعنی مقبرہ کہاں سے لے لیا جو کسی بھی لغت میں نہیں لکھا مولوی اتنا جانتے ہیں يُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھود کر مسیح کے دفن کرنے کیلئے یہ خبیث حرکت نہیں ہو سکے گی اور ایسا کہنے والے خبیث مولویوں کو لوگ ڈنڈوں سے سیدھا کر کے قبرستان کا راستہ دکھا دیں گے اس لئے قبر بمعنی مقبرہ کرنے لگے۔

خالی جگہ	روضہ حضرت عمر	روضہ حضرت ابوبکر	روضہ رسول اللہ

(۲) مولویوں کے کئے ہوئے معنی حدیث کے دوسرے الفاظ ہی غلط قرار دے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے فَاَقُوْمُ ...... مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ اور پھر اسی قبر سے حشر کے دن اٹھیں گے مولوی نے قبر بمعنی مقبرہ تو کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ فَاَقُوْمُ ......مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ کے کیا معنی کریں گے؟

(۳) اگر وہ جگہ جیسا کہ مولویوں کا خیال ہے کہ مسیح کیلئے ہے تو حضرت عمرؓ اپنے بیٹے کو حضرت عائشہؓ کے پاس اجازت حاصل کرنے کیلئے نہ بھیجتے اور پھر بصورت انکار جنت البقیع میں دفن کرنے کو نہ فرماتے (بخاری) معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس وقت اس حدیث کا وجود ہی نہ تھا یا پھر اس کے وہ معنی نہ تھے جواب مولوی کر رہے ہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشاد کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کو حصولِ اجازت کی ضرورت ہی کیا تھی اگر آپ کو یاد نہ ہوتا تو ان کا بیٹا ہی یاد دہانی کراتا پھر حضرت عائشہؓ ہی یاد دلاتیں اور فرماتیں کہ حضورؐ کے ارشاد کی موجودگی میں میری اجازت لاحاصل ہے پھر انکار کی صورت میں ہزاروں صحابہؓ حضورؐ کا ارشاد یاد دلاتے۔

(۴) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ زیر حدیث ہٰذا لکھا ہے کہ:

''حضرت امام حسنؓ نے حضرت امام حسینؓ کو وصیت کی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ میں دفن کرنا اگر وہ خالی جگہ مسیحؑ کے لئے مقرر تھی تو اوّل حضرت امام حسنؓ ہی ایسی وصیت نہ کرتے اگر ان کو بھی ارشاد یاد نہ ہوتا تو حضرت امام حسینؓ ہی یاد کرا دیتے مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ وصیّت مکمل ہوگئی صرف بنی امیّہ نے دشمنی کی وجہ سے دفن نہ ہونے دیا پھر اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دفن ہونے کیلئے بڑی کوشش کی مگر بنو امیہ پھر حائل ہوئے مگر یہ کہہ کر پھر بھی کسی نے نہ روکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس جگہ کیلئے یہ ارشاد ہے پھر حضرت عائشہؓ نے مرتے وقت خود وصیت کی کہ مجھے اس جگہ نہ دفن کرنا تا کہ آئندہ نسلیں اسمیں میری فضیلت نہ سمجھ لیں مگر اس وقت بھی کسی نے نہ کہا کہ آپ کیوں فکر کرتی ہیں یہ جگہ تو مسیح موعودؑ کیلئے ہے یا خود ہی یہ فرما دیتیں کہ یہاں مجھے مت دفن کرنا یہ جگہ مسیح موعود کیلئے ہے غرض یہ تمام واقعات ہزاروں لاکھوں صحابہؓ و تابعین کے درمیان ہوئے مگر کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ یہ جگہ مسیح کیلئے ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مولویوں کی یہ کٹ حجتیں ہیں جو قبر بمعنی مقبرہ کرتے ہیں البتہ یہ ظاہری قبر نہیں ہوسکتی نہ حضورؐ کی قبر کھودی جا

سکتی ہے بلکہ قبر سے وہ مقام مراد ہے جو مرنے کے بعد انسان کو روحانی طور پر بموجب اعمال ملتا ہے۔''

متلاشی حق: مولوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات اور اپنے تین لاکھ نشانات لکھ کر اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت اقدسؑ کا دعویٰ اپنے آقا سے افضل ہونے کا نہیں بلکہ خادم ہونے کا ہے

احمدی: مولوی صاحبان دھوکہ دیتے ہیں حضرت صاحبؑ تو فرماتے ہیں۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(۲) توضیح مرام صفحہ ۲۲ تا ۲۷ پر فرمایا:

''سو واضح ہو کہ وہ ایک اعلیٰ مقام اور برتر رتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے...... یہ وہ مقام عالی ہے کہ مَیں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے''

(۳) تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵ پر فرمایا:

''کیونکہ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کے معجزات ان کے مرنے کے ساتھ ہی مر گئے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں......اسلام معجزات کا سمندر ہے۔''

اُس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، مَیں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

(۴) جہاں حضرت اقدسؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تین ہزار لکھے ہیں وہاں ان کے بالمقابل اپنی پیشگوئیاں جو تریاق القلوب میں درج ہیں ایک سو ہی لکھی ہیں فرمایا:

''یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی ایک سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں.....مثلاً کوئی شریرالنفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔'' (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۹)

یادرہے کہ حضور کا یہ عقیدہ نہیں کہ آپؐ سے صرف ۳۰۰۰ معجزات ظہور میں آئے ہیں بلکہ یہ تعداد پہلی کتابوں کی بناء پر ہے مگر مولوی آل حسن صاحب غیر احمدی نے تو پہلی کتابوں کی بناء پر صرف دو ہزار ہی ثابت کئے ہیں۔ چنانچہ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کتاب ازالہ صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں:

''حضرت سرورکائناتؐ کے معجزات اسی طرح یعنی باسناد صحیحہ متصلہ تخمیناً دو ہزار ثابت ہیں۔''

حضرت اقدسؑ نے معجزات باسناد صحیحہ کی تعداد جو پادریوں کو بھی مسلم ہے پہلی کتابوں کی بناء پر لکھی ہے ورنہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ ''اسلام معجزات کا سمندر ہے''

متلاشئ حق: مولوی کہتے ہیں مرزا صاحب کے ہاتھ پر تمام دنیا کے کافر مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے اور دین کو انکی زندگی میں غلبہ نہیں ہوا۔نبیوں کی طرح کامیاب نہیں ہوئے لہٰذا نبی کیسے ہوئے؟

احمدی: معترض مولویوں کے اس قائم کردہ معیار کے مطابق تو کوئی نبی بھی سچا اور کامیاب ثابت نہ ہوگا۔

انبیاء کی بعثت کی غرض

کون نہیں جانتا کہ انبیاء کے مبعوث ہونے کا مقصد وحید یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں خدائی حکومت قائم ہو شیطانی وساوس وتحریکات کا سلسلہ نابود ہو تمام وہ لوگ جنکی طرف مبعوث ہوں وہ تمام خدا کے سچے پرستار بن جائیں پوچھو مولویوں سے کبھی کسی نبی کے وقت ساری دنیا میں ایسا ہوا اور خدا کی بھی یہی غرض تھی کہ لوگ نبیوں کے ذریعہ نیکی اور تقویٰ پر قائم ہو کر محض اسی سے تعلق جوڑیں ظاہر ہے کہ اب تک یہ غرض خدا اور رسولوں کی بخیال ان مولویوں کے پوری نہیں ہوئی اس معیار کو لے کر یہ ظالم مولوی خدا اور رسولوں کی تکذیب نہیں کر رہے؟

آنحضرتؐ کے کام کا پروگرام اور بعثت کی غرض

پھر سب نبیوں سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض نہیں کر رہے؟ جبکہ آپؐ کی بعثت کی غرض قرآن کریم میں پڑھتے ہیں:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۔ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

یعنی آپ تمام دنیا کو پیغام حق سنائیں گے اور ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائیں گے نیز حدیث میں آیا ہے۔

> ''لن یقبضہ اللہ حتّٰی یقیم بہ...... ویفتح بہٖ اعینًا عمیا و اذنًا صمًا قُلُوبًا غلفًا خدائے تعالیٰ آپ کو وفات نہیں دے گا جب تک کہ غلط راستہ درست نہ ہو جائے اندھی آنکھیں اور سیاہ دل صاف نہ ہولیں۔''

(۲) ابوداوٗد جلد ۲ صفحہ ۷۳، ۲۳۱ مطبوعہ مجتبائی پر لکھا ہے:

لاخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب فلا اترک فیھا الامسلمًا کیا

حضور کے فرمودہ کے مطابق تمام جزیرہ عرب سے یہود اور تمام نصاریٰ کو نکال دیا اور سوائے مسلمانوں کے اسمیں کسی کو نہ چھوڑا؟ دور نہ جاؤ اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

''حضورؐ کو نصاریٰ کے نکالنے کا موقعہ نہ ملا تھا''

(۳) صفحہ ۱۲۳۱ پر لکھا ہے:

''اعطیت الکنزین الاحمر والابیض
یعنی مجھے دو سرخ وسفید سونے چاندی کے دو خزانے دیئے گئے ہیں۔''

(۴) بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ پر حضورؐ نے فرمایا کہ مسیلمہ کذاب واسود عنسی میرے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے اور صفحہ ۱۱۱ پر فرمایا:

اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی
یعنی مجھے تمام روئے زمین کی چابیاں دی گئیں

(۵) لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی دنیا کے تمام مذاہب باطلہ پر دین اسلام غالب آ جائے گا۔ کیا یہ امر واقعی نہیں کہ سوائے محدود علاقہ کے تمام دنیا نے نہ آپ کی زندگی میں اور نہ ۱۳۰۰ سال میں آپ کو نبی برحق تسلیم کیا۔ کیا آپ کی زندگی میں آپ کو روئے زمین کے سونے چاندی کے خزانے ملے تھے اور کیا دونوں کذّاب آپ کی زندگی میں قتل ہوئے کیا یہود و نصاریٰ عرب سے نکالے گئے جبکہ آپ کی بعثت کے مقاصد اور فتوحات کا پروگرام آپ کا مقرر کردہ مطابق معیار مولوی صاحبان پورا نہیں ہوا تو کیا صاف معنوں میں یہ ظالم مولوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقاصد اور پروگرام میں فیل اور ناکام نہیں بتلا رہے۔

(۵) اصل بات یہ ہے کہ انبیاءؑ کی زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل شخصی زندگی جو جسمانی وفات کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری ان کے مذہب اور تعلیم کے لحاظ سے قومی زندگی ہوتی ہے یہ زندگی ان کی تعلیم اور قائم کردہ جماعت کے زمانہ اور اس کے بقاء تک انہیں حاصل رہتی ہے۔ پس یہ نادان

مولوی انبیاءؑ کی قومی زندگی کو نظر انداز کر کے ان کی شخصی زندگی میں تمام پروگرام کو پورا ہوتا ہوا نہ دیکھ کر ظالمانہ اعتراضات شروع کر دیتے ہیں ان علماء کی ہمیشہ ہر نبی کے زمانہ میں یہی روش رہی ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰس)

حضرت مسیح موعودؑ کے کام کے پروگرام کو منہاج نبوت پر آپ کی قومی زندگی میں پورا ہوتا ہوا دیکھو

حضرت مہدی فرماتے ہیں کہ کسی نبی کے کام کا اس کی شخصی زندگی میں ختم ہونا اس کی قومی زندگی کی موت کی علامت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے قیامت تک زندہ ہیں جن کی تعلیم اور کام کا پروگرام قیامت تک چلے گا۔ آپ علیہ السلام نے چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ پر لکھا:

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔''

انبیاء کی شخصی وقومی زندگی

بسا اوقات انبیاء کہتے ہیں کہ فلاں بات ہماری زندگی یا ہمارے زمانے میں ہوگی اس سے مراد انکی قومی زندگی اور ان کے متبعین کا زمانہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ فلاں کام ہم کریں گے یا ہمارے ہاتھ سے ہوگا مگر مراد اس سے ان کا کوئی خلیفہ یا قائمقام یا جماعت یا اس کا کوئی فرد ہوتا ہے جس کے ہاتھوں وہ کام سرانجام پاتا کیونکہ التابع فی حکم المتبوع ایک مشہور اور مسلم حقیقت ہے۔ اسی لحاظ سے حضور نے مذکورہ بالا کام اور پروگرام جسمیں مولوی اپنے خود ساختہ معیار سے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو فیل اور ناکام بتلا رہے ہیں وہ سب صحابہ کے ہاتھ سے انجام پائے ممالک مفتوح ہوئے دنیا میں اشاعت ہوئی سرخ وسفید خزانے ہاتھ آئے۔ پس صحابہ اور تابعین کا کام گویا حضورؐ کے ہاتھ کا ہی کام ہے۔ پس اس سنت اللہ کے مطابق حضرت مہدی کے کام کو دیکھو کہ آپ کی شخصی اور قومی زندگی میں کس کامیابی سے سرانجام ہو رہا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ اور کام کا پروگرام

غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔ (حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۸۵۶)

پس یہ کہنا کہ غلبہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں ہوا معترض کی سخت نادانی اور کج فہمی ہے حضور نے صفحہ ۹ پر فرمایا:

''مسیح موعود کا آنا عیسائی خیالات کی شکست کیلئے تھا''

الوصیت صفحہ ۴ پر فرمایا:

''اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھوں سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔''

تذکرہ الشہادتین صفحہ ۶۵ پر فرمایا:

''اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی...... اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳ پر فرمایا:

''ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی...... جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کیلئے اور ہر ایک اسود واحمر کیلئے مبعوث ہوئے تھے مگر آپ کی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو کچھ بھی حصہ نہ ملا ایک بھی مسلمان نہیں ہوا اور جو اسود تھے ان میں سے صرف جزیرہ عرب میں اسلام پھیلا اور مکّہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سو مَیں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا اس سے مجھے یہی امید ہے کہ کوئی حصّہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئے گا۔''

پھر ایام صلح اردو صفحہ ۶۱ پر فرمایا :

''مسیح موعود صرف اس جنگ رُوحانی کی تحریک کیلئے آیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کے روبرو ہی اس کی تکمیل بھی ہو بلکہ یہ تخم جو زمین میں بویا گیا آہستہ آہستہ نشوونما پائے گا یہاں تک کہ خدا کے پاس وعدوں کے موافق ایک دن یہ ایک بڑا درخت ہو جائے گا اور تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے اس کے سایہ کے نیچے آرام کریں گے......مگر یہ سب کچھ جیسا کہ سنت اللہ ہے تدریجاً ہوگا اور تدریجی ترقی میں مسیح موعود کا زندہ ہونا ضروری نہیں بلکہ خدا کا زندہ ہونا کافی ہوگا۔ یہی خدا تعالیٰ کی قدیم سے سنّت ہے اور الٰہی سنتوں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی پس ایسا آدمی سخت جاہل ہوگا کہ جو مسیح موعود کی وفات کے وقت اعتراض کرے کہ وہ کیا کر گیا کیونکہ اگرچہ یک دفعہ نہیں مگر انجام کار وہ تمام بیج جو مسیح موعود نے بویا تدریجی طور پر بڑھنا شروع کریگا اور دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا......ایسا ہی آہستہ آہستہ سچائی کی طرف دنیا اپنی کروٹ بدلے گی۔''

تریاق القلوب صفحہ ۶۵ پر فرمایا:

''اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس

سے وہ اولاد پیدا کرے جوان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے''

ان تصریحات وتوضیحات کے ہوتے ہوئے کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی اس تمام تبدیلی کا وقوع پذیر ہونا لکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریروں کے مجموعہ کے صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے:

''جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے دنیا اس کی کتنی مخالفت کرے وہ اپنی مخالفت اور منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگی۔ اسکو گالیاں دے لعنتیں بھیجے لیکن ایک وقت آجائیگا کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کرے گی اور اسکی سچائی کا اسے اعتراف کرنا پڑے گا...... ہاں یہ صحیح ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں ابتداً اہلِ دنیا ان کے مخالف ہو جاتے ہیں اور انہیں قسم قسم کی تکلیفیں دیتے ہیں اور ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں کوئی پیغمبر اور مرسل نہیں آیا جس نے دُکھ نہ اُٹھایا ہو مکار فریبی دکاندار اس کا نام نہ رکھا گیا ہو مگر باوجود اس کے کہ کروڑوں بندوں نے ان پر تیر چلانے چاہے پتھر مارے گالیاں دیں انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہ کی کہ کوئی امر ان کی راہ میں روک نہیں ہوسکتا وہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کا کلام سناتے رہے اور وہ پیغام جو لیکر آئے تھے اس کے پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا...... یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مشکلات آسان کردیں اور مخالفوں کو سمجھ آنے لگی اور پھر وہی مخالف دنیا ان کے قدموں پر آ گری اور ان کی راستبازی اور سچائی کا اعتراف ہونے لگا۔''

(۶) سنت مستمرہ کے مطابق جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا آپ کی زندگی میں اور بعد وفات بھی اکثر مخالفین نے حضورؑ کی صداقت اور کارناموں کا اعتراف تحریروں تقریروں اور اخبارات میں کیا اور کر رہے ہیں۔ بطور مثال چند اخبارات سے اقتباس درج کئے جاتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کی کامیابی کا مخالفوں کو اعتراف اور اکابر مسلمانوں کی آپ کے کام کے متعلق آراء

(۱) سب سے بڑے معاند مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی اخبار اشاعت السنہ جلد ۶ و ۷ ۱۸۸۴ء میں لکھا :

''ہماری رائے میں یہ کتاب براہین احمدیہ اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جسمیں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ برہم سماج کا اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اُٹھایا ہو اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو جس کو وجودِ الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر تجربہ اور مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو گو یا وہ روحانی زندگی کی رو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے اسکو خاص انبیاء اور رسل کے نمونے پر محض برکت متابعت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیا سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت ہے اور اس کے خلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے مؤلف براہین نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی ہے اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ و قرآنیہ و

معجزات نبوت محمدیہ سے بچشم خود ملاحظہ کرے۔''

(۲) اخبار پانیئر نے ایک کالم سے زیادہ آپ کی تعریف لکھی اور اخیر میں لکھا ہے کہ:

''بہرحال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔اس کی روح کو سلامتی ہو۔آمین۔''

(۳) اخبار زمیندار نے قریباً ایک کالم میں آپ کی تعریف لکھی جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

''ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے ہیں اور عبادت اور وظائف میں بیحد محو اور مستغرق رہتے تھے آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے۔''

(۴) صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا:

''مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا اور حمایت اسلام کا کماحقہٗ حق ادا کر کے خدمتِ دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔''

رسول کا کام صرف یہ ہے کہ:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النور : ۵۵)

جس کے متعلق اہل حدیث ۲۰/مارچ ۱۹۳۱ء نے حضرت مہدی کے کام کی تصدیق بایں الفاظ کی:

''مرزا جی نے بقول خود ۴۰ سال تبلیغ فرمائی کیا تقریر سے کیا تحریر سے کیا مناظرات سے۔تحریر سے تو اتنی کہ کوئی ملک شاید ہی خالی رہا ہو جہاں انکی تحریر نہ پہنچی ہو۔''

(۵) دی یونیٹی اینڈ دی ملٹری اخبار ۷/جون ۱۹۰۸ء میں لکھتا ہے:

''قادیانی نبی کو پیشگوئی کرنے کا انعام خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا اور اس نے عیسائیوں اور آریہ ہندو مذہب کی خوب قلعی کھولی ہے۔''

(۶)علی گڑھ انسٹیوٹ گزٹ نے لکھا ہے:

''بیشک مرحوم اسلام کا بڑا پہلوان تھا۔''

(۷)اخبار برہم پرچارک نے لکھا:

''کیا بلحاظ لیاقت کیا بلحاظ اخلاق وشرافت ایک بڑے پائے کا انسان تھا''

(۸)تہذیب نسواں لاہور نے لکھا:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی طاقت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی اور وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں منصباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی۔''

(۹)اخبار وکیل امرتسر نے جو حضرت اقدسؑ کا شدید دشمن تھا چھ کالم لکھ کر آپ کی خدماتِ اسلام کی تعریف کی ہے۔لکھا ہے:

''وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور نظر جادو۔جس کی دونوں مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ جو چالیس سال خفتگانِ خواب غفلت کو جگا تا رہا۔انکی یہ خصوصیت کہ وہ مخالفین اسلام کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔اس لٹریچر کی قدر و منزلت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیوں کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں وار ہو کر اڑنے لگا۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بارِ احسان

رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کا شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت انجام دی ہے۔ان کی آریہ سماج کی مقابل کی تحریروں سے اس دعوے پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں۔ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مَیں ان سب کیلئے حکم عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں خاص قابلیت تھی آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے'' غرضیکہ کہاں تک لکھا جائے یہ بات قریب قریب ہر طبقہ کی زبان پر جاری تھی کہ انہوں نے تمام زندگی خدا کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں قربان کر دی ۔

رتبہ شہید عشق کا گرجان جایئے
قربان ہونے والے کے قربان جایئے

متلاشئ حق: اخبار اہلحدیث نے اپنے معراج نمبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی معراج ثابت کرنے کیلئے حسب ذیل باتیں لکھ کر اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب معراج جسدِ عنصری کے منکر تھے کشفی معراج کے قائل تھے حضورؐ نے سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے تمام انبیاء

سواریاں باندھا کرتے تھے دوسری روایت میں لکھا ہے :

''میں حطیم میں بیٹھا ہوا تھا جب آنیوالا میرے پاس آیا...... سینے سے لے کر زیر ناف تک جسم کو شق کیا پھر سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے پُر تھا میرے قلب کو دھویا اور ایمان وحکمت سے بھر دیا۔ پھر میرے لئے سواری لائی گئی جس کا قد خچر سے کم حمار سے اونچا تھا۔ تیسری روایت میں لکھا ہے کہ رسولؐ خدا حضرت علیؓ کی بہن کے گھر خواب استراحت فرما رہے تھے......آپؐ کے قلب کو آب زمزم سے دھو کر اس کو ایمان وحکمت سے بھر دیا۔''

احمدی: ذرا سا غور کرنے سے ان روایات کے اندر ہی جواب موجود ہے وہ یہ کہ جس حلقہ سے اپنی سواری باندھی اسی حلقہ سے تمام انبیاء باندھا کرتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا معراج بالکل پہلے انبیاء کی طرح ہوا چونکہ پہلے نبیوں کو کشفی ہوا تھا لہٰذا یہ بھی کشفی تھا کیا دل بھی آب زمزم سے دھویا جاتا ہے یا کبھی چیر کر صاف کیا جاتا ہے کیا حضور کا دل چیرنے سے پہلے صاف نہ تھا پھر کیا آب زمزم جس سے حاجی لوگ وضو بھی کر لیتے ہیں کیا وہ حضورؐ کے دل سے زیادہ پاک تھا یا دھونے سے پہلے کیا حضور ناپاک دل رکھتے تھے جب آپؐ کا دل جسمانی طور پر دھویا گیا طشت اور ایمان وحکمت بھی مادی جسمانی چیزیں ماننی پڑیں گی اور یہ بتانا ہوگا کہ سنہری مادی طشت ایمان وحکمت نکال لینے کے بعد کس کے سپرد کیا گیا پھر آپ کا جنت میں جانا جس کے متعلق **وما ھم منھا بمخرجین** لکھا ہے کہ جنّت میں داخل ہونے والے نکالے نہیں جائیں گے اور یہ کیوں فرمایا:

لا عینٌ رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر

کہ جنت کی ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے دیکھا یا کسی کان نے سنا یا کسی دل میں ان کا خیال گزرا ہوا ہو تو اگر حضورؐ اپنی مادی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ ان کو کسی نے نہیں دیکھا حالانکہ حضور خود دیکھ کر آئے تھے۔ اس کے علاوہ بخاری کی حدیث ہے کہ جنت

میں معراج کی رات اپنے آگے آگے بلالؓ کے جوتوں کی آواز کوسنا اس سے ثابت ہوگا کہ نعوذ باللہ بلالؓ آنحضرتؐ سے بھی معراج میں آگے بڑھ گئے۔ پس یہ سب باتیں حضورؐ کے معراج کو کشفی ثابت کررہی ہیں۔اس کے علاوہ عائشہ صدیقہؓ قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ حضورؐمعراج کی رات اپنے حجرے میں موجود تھے(بخاری)اور بخاری میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضورؐمعراج کے بعد جاگ پڑے ''ثمہ استقیظه''پس ان روایات کا ایک ایک حرف اس واقعہ کے کشفی ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔قرآن کریم میں بھی معراج کے متعلق لفظ رؤیاء استعمال ہوا ہے جس کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ وہ رؤیا پوری ہوگئی۔(سورۂ فتح)

متلاشیٔ حق: مرزا صاحب کے بعض الہام وکشوف پر اعتراض کرکے شرک کا الزام لگایا جاتا ہے انکا کیا جواب ہے؟

احمدی: یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ تفسیر القول بمالا یرضی قائلہ یہ کسی کلام کی ایسی تفسیر کرنا جو متکلم یا ملہم کے منشاء کے خلاف ہونا جائز ہے مگر معترض مولوی خود اس قاعدہ کو اپنی کتاب تحقیق لاثانی صفحہ ۸ پر لکھ کر خود ہی اس جرم کا مرتکب ہوا ہے جو اس کی سراسر بدذاتی ہے اس کے اعتراض کے جوابات حسب ذیل ہیں:

انت منی بمنزلة ولدی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

انت منی بمنزلة اولادی (اربعین ۲۳-۴)

قرآن نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۱ میں اپنے بندوں کو بمنزلہ بیٹوں اور اولاد قرار دیکر فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ

اولیاء اطفال حق اند اے پسر

در حضور و غیب آگاہ با خبر

ترجمہ : اولیاء، اللہ تعالیٰ کے بچے ہوتے ہیں جو حضوری اور غیب میں اس سے باخبر رہتے

ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ باب الشفقہ عیادۃ المریض میں احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ خدا کی خلق کو اس کی اولاد اور عیال قرار دیا ہے۔

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی فوز الکبیر صفحہ ۸ پر لفظ ابن اور ولد کے محاورہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''اگر لفظ ابناء بجائے محبوباں ذکر شُدہ باشد چہ عجب[۱]''

(۵) مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب ازالہ کے صفحہ ۵۲۰ پر فرماتے ہیں:

''اہلِ اسلام ہمہ آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز و برگزیدۂ خدا می شمارند''

تمام مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے کا معنی اللہ تعالیٰ کے پیارے اور خدا کے برگزیدہ کے معنوں میں کرتے ہیں۔

(۶) ہر انسان پسند کریگا کہ اس کے بیٹے بھائی ماموں ایک سے زیادہ ہوں مگر یہ کوئی سننے کی تاب نہیں رکھتا کہ اس کے باپ کئی ہوں اسی طرح جب ایک انسان کامل موحد بن جاتا ہے تو گویا مقام ولدیت پر آ کر خدا کو باپ کی طرح ایک ہی پکارے گا جس کا خدا نے حکم دیا ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ

(۷) حضرت اقدس علیہ السلام تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۴ پر فرماتے ہیں:

''اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ صرف ایک استعارہ ہے ورنہ خدا اطفال سے پاک ہے لم یلد ولم یولد صوفی تو اولیاء کو صاف خدا کے بیٹے کہتے ہیں۔''

مگر حضرت اقدس علیہ السلام کے الہام میں لفظ بمنزلہ آیا ہے یعنی تو بیٹے کی طرح مجھے واحد لا شریك مانتا ہے یا بالفاظ شاہ ولی اللہ صاحب بجائے محبوباں ذکر شدہ باشد یا بالفاظ مہاجر مکی ابن اللہ

---

[۱] ترجمہ: یہ امر ہرگز عجیب نہیں کہ بیٹے کے لفظ کا استعمال خدا تعالیٰ کے محبوب ہونے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

بمعنی عزیز و برگزیدۂ خدامی شمارند یعنی خدا کے ساتھ محبت کے تعلق کا اظہار ہے

(۸) ترمذی ۱۲۴ / ۲ فرمایا:

''**وان ولیّی ابی و خلیلی** میرا دوست میرا ربّ ہے جو میرا باپ اور خلیل ہے۔''

(۱) حضور علیہ السلام نے اربعین ۱۹ / ۴ پر فرمایا:

''یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلا دے۔''

(۲) تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۴۶۱ در ذکر ابوبکر واسطی لکھا ہے:

''جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے راستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے...... ایسا آدمی بھی ہوتا ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا، ہمیشہ پاکی میں رہتا ہے۔''

روح البیان ۲۳۶ / ۱ پر لکھا ہے:

''اسی طرح مردوں کو بھی ایک باطنی حیض آتا ہے جو ان کے ایمان کی کمی کا سبب ہوتا ہے۔''

اسی طرح فتوح الغیب صفحہ ۱۸۶ پر لکھا ہے:

''آنکہ مرد تا ظہورِ کمال و تحقیقِ بُرہانِ توحید حکمِ زناں دارد و دعویٰ مردانگی از وے درست نیاید۔''

وہ مرد کہ جس میں جب تک توحید کے دلائل کی تحقیق کے کمال کا ظہور نہ ہو وہ مؤنث کے حکم میں ہی ہوتا ہے۔ اس کا مردانگی کا دعویٰ درست نہ ہوگا۔

اسمیں پیران پیر نے ہر طالب کو بمنزلہ عورت قرار دیا ہے۔ سورۃ تحریم ع ۲ میں:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا میں مومنوں کو بمنزلہ فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم قرار دیا ہے۔ یعنی ایسے مومن بھی ہیں جو آسیہ کی طرح ہیں اور ایسے بھی ہیں جو مریمی رنگ میں رنگین ہیں یعنی پاکباز ہیں۔

انت من ماء نا وھم من فشل

(۱) خبیث مولویوں نے ماءنا کے معنے اللہ کا نطفہ قرار دیکر قرآن پاک پر سخت حملہ کر دیا ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ (انبیاء : ۳۱)

مسلم ۳۲۸/ ۲ فضائل ابراہیم میں لکھا ہے:

فتلك امّكم یابنی ماء السماء

اے ماء السمآء کے بیٹو (اہل عرب) ہاجرہ تمہاری ماں ہے۔

پوچھو خبیث مولویوں سے کہ کیا تمام مخلوق اور اہل عرب خدا کے نطفے سے ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے خدا کے پانی سے خدا کا نور مراد لیا ہے فرمایا ؎

میں وہ پانی ہوں جو اترا آسماں سے وقت پر

میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

استقرار حمل و دردزہ

(۱) حضورؑ کشتی نوح صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں:

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا۔''

یہ ولادت معنوی ہے جو اہل تصوف کے محاورات میں بکثرت استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ امام الطائفہ الشیخ السہر وردی عوارف المعارف ۴۵/ ۱ پر لکھا ہے:

''مرید کی ولادت ولادت معنوی ہوتی ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو دو دفعہ پیدا نہیں ہوتا وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا......اس پیدائش کے بعد انسان انبیاء کی وراثت کا مستحق ہوتا ہے۔''

پس جب روحانی پیدائش ہوگی تو روحانی استعارہ کے طور پر روحانی نفخ یعنی روحانی حمل ہوگا۔
حضورؑ کشتی نوح صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں:

''پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے، دردِ زِہ تنہ کھجور کی طرف سے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا''

دردِ زِہ مطلق تکلیفوں کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ گلیتوں ۱۹/۴ پر لکھا ہے:

''تمہاری طرف سے مجھے پھر جننے کی درد لگی۔''

خدائے تعالیٰ نے مومنوں کو مریم سے مشابہت دی ہے۔ خواجہ میر درد دہلوی رسالہ درد صفحہ ۲۱۱ پر فرماتے ہیں:

''ہر انسان بقدرتِ کاملہ حق تعالیٰ عیسیٰ وقت خویش است''

ترجمہ: ہر انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے اپنے وقت کا عیسیٰ ہوتا ہے۔

مریم بننے سے مراد

شاہ نیاز احمد دیوان شاہ نیاز صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں:

''عیسیٰ مریمی منم احمد ہاشمی منم''

ترجمہ: میں ہی عیسیٰ ابن مریم ہوں اَور مَیں ہی احمد ہاشمی ہوں۔

حضرت چشتی صاحب فرماتے ہیں ؎

''من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم''

پس عیسیٰ بننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مریمی صفات پیدا کرے پاک کریکٹر بنائے پھر عیسوی مقام کو حاصل کر سکتا ہے

(۲) حضور علیہ السلام نے کشتی نوح صفحہ ۲۵ میں بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے۔ جس نے پارسائی اختیار کی تب اُس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا......یعنی مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا.....پس اس لحاظ سے مَیں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔

مد تے بودم برنگِ مریمی — دست داوہ بہ پیران زمی

بعد زاں آں قادر و ربّ مجید — روح عیسیٰ اندراں مریم دمید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیاں — زاد زاں مریم مسیحِ ایں زماں

بعد ازاں از نفخ حق عیسیٰ شدم — شد ز جائے مریمی بر تر قدم

ترجمہ :: میں ایک مدت تک مریم کے رنگ پر رہا۔یعنی مشائخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔اس کے بعد اُس قادر اور مجید خُدا نے اُسی مریم میں عیسٰی کی رُوح پھونک دی۔پھر اُس نفخ کے بعد ایک اَور رنگ ظاہر ہوا،یعنی اُسی مریم سے اِس زمانے کا مسیح پیدا ہوا۔پھر میں خدائی نفخ کے سبب عیسٰی ہو گیا اَور میرا مقام مقامِ مریمی سے اُونچا ہو گیا۔

کن فیکون اور نیا آسمان اور نئی زمین اور دعویٰ الوہیت کی حقیقت

مسلم جزو ثانی صفحہ ۲۷۸ کتاب الرؤیا میں فرمایا:

''رایت فی یدی سوارین من ذھب

میں نے خواب میں سونے کے دو کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دیکھے اور وہ مجھے بہت برے معلوم ہوئے۔

(۲) الیواقت والجواہر ۱/۷ بحوالہ طبرانی فرمایا:

''رایت ربّی فی صورۃ شابّ... مَیں نے اپنے ربّ کو ایک نوجوان کی شکل پر دیکھا اور اس کے لمبے بال اور پاؤں میں سونے کے جوتے تھے''

(۳) اسی طرح کا حضرت مہدی کا کشف بھی ہے۔

(۴) حضرت اقدس آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ پر فرماتے ہیں:

''یعنی عین اللہ سے مراد ظل کا اصل کی طرف جانا ہے اور اس کا اس میں فنا ہو جانا ہے جیسا کہ بعض اوقات ہر عاشقِ خدا پر یہ حالات گذرتے ہیں بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث کے بالکل موافق ہے جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کا ذکر ہے''

(۵) بخاری کی اس حدیث کے متعلق جس میں خدا عارف کے ہاتھ زبان آنکھ کان پاؤں بن جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق دہلوی تفسیر حقانی صفحہ ۱۲ پر درج کر کے لکھتے ہیں:

''وہ شخص فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے...... پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے سو یہ مرتبہ انبیاء علیہم السلام کو اور ان سے اتر کر ان کے متبعین اولیائے کرام کو نصیب ہوتا ہے''

فتوح الغیب صفحہ ۱۶، ۲۰۰ پر حضرت پیران پیر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے آدم زاد میں خدائے واحد ہوں اور کُن کہنے سے ہر چیز پیدا کر لیتا ہوں۔ تو میری اطاعت کر۔ میں تجھے کن فیکون کے اختیارات دے دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک بہت سے انبیاء اور اولیاء اور بہت سے اپنے خاص بندوں سے بھی کیا ہے۔''

تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے:

''جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہوتا ہے۔ اگر وہ آدمی خود نہ رہے تو سب حق ہی کو دیکھے تو عجب نہیں ہوتا۔''

حضرت اقدس علیہ السلام چشمہ مسیحی صفحہ ۳۵ پر اس کشف نیا آسمان اور نئی زمین کے متعلق فرماتے ہیں:

''ایک کشفی رنگ میں مَیں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے..... اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا

ہے۔حالانکہ کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔''

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹ پر فرمایا:

''ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔''

پطرس ۳/ ۱۳ میں لکھا ہے:

''اس کے وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں۔''

مولانا شبلی مثنوی 'صبح امید' صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں:

سیارے ہیں اب نئی چمک کے
وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورت ملک ودیں نئی ہے
افلاک نئے زمین نئی ہے

حضرت اقدس علیہ السلام نے کشتی نوح صفحہ ۷ پر فرمایا:

''نئی زمین وہ پاک دل ہیں جنکو خدا میرے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔

(یوسف:۵)

کشف میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے کڑے پہنے اور خدا کو مجسم انسان کی شکل میں دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے سورج چاند اور ستاروں کو اپنا سجدہ کرایا۔بظاہر سونا پہننا مرد کے لئے حرام ہے مگر حضورؐ نے پہنا اور خدا کو مجسم دیکھا۔حضرت یوسفؑ کا آسمان کے سورج

اور چاند ستاروں کو خدا بنتے ہوئے سجدہ کرانا اور حضرت مہدی کا نیا آسمان اور نئی زمین بنانا بظاہر معترضین کے نزدیک شرک ہے مگر عالم کشف میں حرام اور منع نہیں ہے کیونکہ یہ امر اختیاری نہیں اسی لئے ملا علی قاری موضوعات صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں:

''ان حمل علی المنام فلا انتکال فی المقام''

یعنی کشف اور خواب میں ایسا ہونا قابل اعتراض نہیں۔پس حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ کشف ہے جس کی حضورؑ نے خود تاویل کر دی ہے، آپؑ نے ہرگز ہرگز خدائی دعویٰ نہیں کیا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یوسفؑ کا بھی خدائی کا دعویٰ ماننا پڑے گا کیونکہ ان کے کشوف میں بھی ایسے امور ہیں۔

انت منّی و انا منک

قرآن وحدیث میں ایسے الہامات موجود ہیں:

(۱)فلیس منی (بقرہ : ۲۵۰)

(۲)منّی کا ترجمہ ''اے من اتباعی'' (جلالین صفحہ ۳۶)

(۳)فمن تبعنی فانه منی (ابراہیم : ۳۷)

(۴)مشکوٰۃ باب المناقب صفحہ ۵۶۴ پر حضرت علیؓ کو فرمایا:

''انت منی و انا منك''

(۵) بخاری ۳/ ۵۰ پر اشعری قبیلہ والوں کے متعلق فرمایا:

هم منی و انا منهم

اسی طرح بعض صحابہ کے متعلق یہ الفاظ آئے:

العباس منی و انا منه۔حسین منی و انا منه

فیج اعوج کے لوگوں کے متعلق فرمایا:

لَیسوا منی ولست منهم (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

(۶)ان آحادیث کے متعلق بخاری حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۶۲۹ مطبع ہاشمی میرٹھ پر لکھا ہے:

قولہ هم منی و انا منهم.....اس سے ان لوگوں کا تعلق مراد ہے ورنہ جو معنی مولوی کر رہے ہیں کہ میں تیرا بیٹا ہوں تو میرا بیٹا ہے تو کیا وہ حضرت علیؓ عباس حسینؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ نہیں قرار دے رہے۔ کیسے ظالم مولوی ہیں۔

کان اللّٰہ نزل من السماء

(۱)مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ صفحہ ۱۰۹ پر فرمایا:

ینزل ربّنا تبارك و تعالیٰ......اس حدیث کی شرح میں تمام اکابرین متفق ہیں کہ نزول رب سے مراد اس کے فضل کا نزول ہے۔اس کے حاشیہ پر لکھا ہے مراد نزول ابر رحمت۔

یہی مؤطا امام مالک کے حاشیہ پر لکھا ہے اور یہی حضور علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵ پر فرماتے ہیں:

''جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا کہ آسمان سے خدا اترے گا۔''

اسی طرح استثناد ۳۳/ ۲ میں آنحضرتؐ کے لئے نزول رب کا لفظ استعمال ہوا ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا''

یحمدک اللّٰہ من عرشه۔ نحمدک و نصلی بحمدک اللّٰہ و یمشی الیک

(۱) مولویوں کا اعتراض ہے کہ خدا بندوں کی تعریف نہیں کرتا نہ کسی کے پاس چل کر آتا ہے اور یہ کہ حمد کا لفظ بندوں کے لئے نہیں آتا۔ یہ کہنا کہ بندوں کے لئے حمد کا لفظ استعمال نہیں ہوتا درست نہیں۔

(۲)تفسیر بیضاوی زیر آیت **الحمد لِلّٰهِ** لکھا ہے:

''حمدت زید علیٰ علمه و کرمه''

منافقوں کے متعلق قرآن فرماتا ہے:

"وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا" (آل عمران:۱۸۹)

(۲) مومنوں کے لئے حمد مسلم ۱/ ۳۸۷ کانہٗ حمدہٗ گویا کہ رسول پاکؐ نے سائل کی تعریف فرمائی۔

(۳) مسلم جلد ۲ کتاب البر والصلۃ میں جو شخص نیک کام کرتا ہے **یحمدہ الناس** لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو حمد کا لفظ بے شمار جگہ آیا ہے بلکہ تمام نبیوں کی تعریف قرآن نے فرمائی ہے صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم:۴۲) اسمٰعیل کے لئے صَادِقَ الْوَعْدِ سورہ مریم آیت ۵۵ علیٰ ہٰذا سب نبیوں کی خدا نے عرش پر مستوی ہوتے ہوئے ہی تعریف کی۔

(۴) حضرت اقدس فرماتے ہیں:

''یہ صرف میری یا نبیوں کی خصوصیت ہی نہیں ہے بلکہ جب بندہ اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے تو **اللہ یحمدہٗ من عرشہ** تو اللہ عرش سے اسکی تعریف کرتا ہے''

(اعجاز المسیح صفحہ ۴)

(۵) یمشی کے متعلق مسلم جلد ۲ باب **التقرب الی اللہ من اتانی یمشی آتیتہ** جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

(٦) صلوٰۃ کے معنی آئمہ لغت نے ثنا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ اور مومنوں کی ثنا کرتا ہے۔ (لسان العرب)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (سورہ احزاب:۵۷)

اِخْتَرْتُكَ لِنَفْسِي ۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ مَعَكَ كَمَا هُوَ مَعِي

(۱) اس کے متعلق حضورؑ نے براہین حصہ پنجم صفحہ ٦١ پر فرمایا:

''اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ بہت سی قبولیت ظاہر ہوگی اور زمین کے لوگ رجوع کریں گے اور آسمانی فرشتے ساتھ ہوں گے۔''

(۲)فتوح الغیب مقالہ ۴ پر لکھا ہے:

''اے سالک تو ہر رسول نبی صدیق کا وارث بن جائے گا تو خاتم الاولیاء ہوگا اور ابدال اور تیرے ذریعہ سے بارشیں برسیں گی۔''

صفحہ ۱۴ میں فرمایا:

انہیں لوگوں کے ساتھ آسمان اور زمین کا اثبات مردوں اور زندوں کا اقرار ہے۔

(۳)جب خدا نے مومنوں کو کہہ دیا:

هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتَ تو جس کے ساتھ خدا ہوگا اُسکے ساتھ زمین اور آسمان ہونگے۔

''جے تو میرا ہو رہیں، سب جگ تیرا ہو''

ان اللہ معنا (سورہ توبہ : ۴۰)

(۴)**وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي** (طٰہٰ:۴۲)

اِنَّ اللهَ يَقُوْمُ اَيْنَمَا قُمْتَ

(۲)حضرت اقدسؑ نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۷ پر اس کے متعلق فرمایا:

''یہ جماعت الٰہی کے لئے استعارہ ہے''

(۲)**قَائِمًا بِالْقِسْطِ** (آل عمران:۱۹)

اللہ ہر نفس پر اس کے اعمال کے حساب کے لئے کھڑا ہے ؎

ہے سر رہ پہ کھڑا نیکوں کے وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کل لك ولا مرك

(۱)جس طرح ایاك نعبد میں قل محذوف ہے یہاں بھی محذوف ہے یہ الفاظ خدا نے بندوں کی

زبان سے کہلوائے ہیں جیسا کہ حضرت اقدسؑ جنگ مقدس صفحہ ۱۲۴ پر فرماتے ہیں:

"قل ان الامر کلہ للہ تمام امر خدا کے اختیار میں ہیں۔

اریدماتریدون جو تمہارے مقاصد ہیں میں وہی چاہتا ہوں۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۳ پر اس کی تشریح موجود ہے:

"خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیرے ساری مرادیں تجھے دیگا۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی کا مطیع ہو گیا ہے۔ چنانچہ کشتی نوح صفحہ ۳ پر فرمایا:

"خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

بخاری کتاب الرقاب باب التواضع میں وَاِنْ سَئَلَنِی لَاُعْطِیَنَّهٗ..... بالکل اسکی مؤید ہے۔"

اِنَّمَآ اَمْرُكَ اِذَآ اَرَدْتَّ شَيْئًا اَنْ تَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

ان الہامات کے نیچے حقیقۃ الوحی پر صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ پر یہ ترجمہ فرمایا ہے:

"تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے"

دوسری جگہ بھی ذات باری ہی مخاطب ہے۔ چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۹۱ پر اس کے یہی معنے درج ہیں اور نیز فتوح الغیب کا حوالہ پہلے آچکا ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ

(۱) حضور علیہ السلام نے اس کے معنے یہ کئے ہیں:

"تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید جو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ایسا ہی دنیا میں مشہور کر دوں گا۔"

(اربعین ۳/۲۵)

(۲) نادان معترض نے کہا ہے کہ مرزا صاحب توحید کے منکر ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس علیہ

السلام اپنی بعثت کی غرض ہی یہی بتاتے ہیں۔نسیم دعوت صفحہ ۳ پر فرمایا:

''کہ خدا کی توحید اور تقدیس دنیا میں پھیلاوے۔''

سِرُّكَ سِرِّیْ

(۱) حضرت عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب مقالہ ۱۷ میں فرماتے ہیں:

''مع کل واحد من رسلہ و انبیآءہ و اولیائہ سرّ۔''

اللہ تعالیٰ کا ہر رسول اور نبی اور اپنے ولی کے ساتھ ایک بھید اور ایک راز ہوتا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

حضور علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹ پر اس کی خود تشریح فرمائی:

''ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائکہ کو اس کی خدمت میں لگا دیا جاتا ہے۔''

(۲) یہ فقرہ دراصل آنحضرت ﷺ کے لئے ہے پھر بروزی طور پر آپ کے نائب پر بھی نازل ہوا۔

(۳) فتوح الغیب مقالہ ۱۴ میں پیرانِ پیر نے فرمایا:

''بھم ثبات الارض والسمآء''

یعنی اب بھی اور ہمیشہ دنیا اور آسمان کا قیام خدا کے پاک بندوں کی برکت سے ہے۔

جس سے تو راضی ہے خدا اس سے راضی ہے (بخاری کتاب الرقاب باب التواضع)

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

یعنی جو میرے ولی سے دشمنی کرے گا اسے میں لڑائی کا چیلنج دیتا ہوں۔

رَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلَی النَّارِ

چنانچہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ کہو:

''آگ سے ہمیں مت ڈرا آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے'' (البشریٰ ۲/ ۲۸)

اس جگہ آگ سے مراد عذاب اور طاعون وغیرہ ہے۔

(۲) ایسا ہی ابراہیم کے متعلق خدا نے فرمایا:

''یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ'' (سورۃ الانبیاء آیت ۶۹)

کشف میں سرخی کے چھینٹے

معترض کہتا ہے کہ خدا متمثل نہیں ہوسکتا لہٰذا سرخی کے چھینٹوں والا کشف صحیح نہیں ہوسکتا۔

(۱) امام شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر ا/ ۱۶۳، ۱۷ میں اور ملا علی قاری موضوعات صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں:

''اِنَّکَ تَرٰی فِی الْمَنَامِ وَاجِبَ الْوُجُوْدِ وَالَّذِیْ لَا یقبل الصور فی صورۃ.....

تم خواب میں خدا کو جس کی درحقیقت کوئی شکل نہیں کسی شکل میں متمثل دیکھ سکتے اور تعبیر کرنے والا خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تعبیر کرے گا اس عالم کشف میں ایک محال چیز موجود ہوگئی۔

(۱/ ۱۶۳)

(۳) تم جانتے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے خدا کو نوجوان شکل میں دیکھا۔ اس کے لمبے بال تھے پاؤں میں سونے کے جوتے۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۴۶)

اور یہ بھی مانتے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان پشت پر رکھا۔ یہاں تک کہ مجھے سینہ میں ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ وجدتُ بردًا

(جامع الترمذی ۲/ ۱۵۵)

اور یہ بھی تم کو مسلم ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو سبز لباس میں دیکھا۔

(کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۱۴)

اور پیرانِ پیر فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو ایک دفعہ ماں ایک دفعہ باپ کی شکل میں دیکھا تم خدائے تعالیٰ کا بیٹھنا (روح المعانی ۴/ ۵۷۳) اور ہنسنا (مسلم ا/ ۱۶۲ ثبات باب الشفاعت) اور

دنیا کے آسمان پر نزول فرمانا (ترمذی ا / ۵۹ ابواب الصلوٰۃ اللیل) اور پنڈلی ننگی کرنا (یکشف عن الساق) اور دوزخ میں پاؤں رکھنا مانتے ہو۔ پھر تمہارے نزدیک یہ بھی درست ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے کشفی طور پر دو کتابیں دیں ایک میں اہل جنت دوسری میں اہلِ نار کے نام تھے۔

(ترمذی جلد ۲ ابواب القدر)

(۳) تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۹۷ اور تعبیر الاحلام ابن سیرین ورسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن الحلاء صوفی حضورؐ کے روضہ پر آئے اور کہا:

"**یارسول اللہ لی فاقۃٌ........وانا ضیفك**"

یعنی اے رسول خدا میں آپؐ کا مہمان بھوکا ہوں پھر ذراہٹ کر سو گئے۔ خواب میں حضورؐ نے اس کو ایک روٹی دی فرماتے ہیں کہ میں نے روٹی کا کچھ حصہ کھایا کہ جاگ پڑا باقی حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔

(۴) شرح سرّ الشہادتین صفحہ ۸۳ و کنز العمال میں بیہقی وابونعیم سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور ہاتھ میں سرخ مٹی کربلا کی حضرت امام حسینؓ کے خون سے رنگی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا حضور یہ مٹی کیسی ہے؟ فرمایا مجھے جبرائیلؑ نے خبر دی ہے کہ یہ حسین عراق کی زمین میں قتل کیا جائیگا۔ یہ اس کی مٹی ہے۔ **ھذہ تربتھا۔**

(۵) حضرت اسمٰعیل شہید دہلوی صراط مستقیم صفحہ ۵۷ پر فرماتے ہیں کہ خواب میں تین چھوہارے حضرت محمدؐ کے ہاتھ میں تھے۔ ایک حضورؐ نے کھایا بعد زانکہ بیدار شدند در نفس خود اثرے ازاں رویائے حقہ ظاہر و باہر یافتند۔

(۶) انوار الاذکیا ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے جو اقرار نامہ (شمعون آتش پرست پڑوسی) کو لکھدیا اس نے بصرے کے عادل لوگوں کی اس پر گواہی درج کرائی پھر وہ اقرار نامہ شمعون کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا۔ پھر شمعون نے خواب میں حضرت حسن بصری کو واپس لوٹا دیا جب بیدار ہوئے تو اقرار نامہ اپنے ہاتھ میں دیکھا۔

جب کشف میں خدا متمثل ہوسکتا ہے اور خرما اور روٹی اور خط اور کربلا کی مٹی وغیرہ متمثل ہوسکتی ہے تو سرخی کے چھینٹوں پر اعتراض کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

عین اللہ کشف میں

فصوص الحکم کی شرح خزائن الاسرار الکلم میں لکھا ہے:

(ا) تیرا مقام فنافی الفنا کا ہے کہ محویت اس میں اسقدر ہوتی ہے کہ سالک کو اپنے نفس اور فنا کا بھی شعور باقی نہیں رہتا۔اسی مقام میں صدائے **انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی** وغیرہ ذالک سالک سے کبھی سرزد ہوتی ہے۔ (مقدمہ صفحہ ۳۱)

(ب) اس آیت ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ'' سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **عین اللہ** تھے۔ (مقدمہ صفحہ ۲۳)

حضور کے متعدد نام اور کرشن نام

(ا) زرقانی شرح موطا ۴ / ۲۴۸ پر لکھا ہے:

"**لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى** الف اسم وله ﷺ اسم بعضها فی القرآن والحدیث و بعضها فی الکتب القدیمة"

خدا کے بھی ہزار نام ہیں ۔حضورؐ کے بھی ہزار نام ہیں ۔زیادہ نام ہونا اعتراض کی بات نہیں۔حضرت اقدسؑ نے حسب سنت الٰہی دعویٰ فرمایا کہ سب قوموں کا موعود ہوں ۔مسیحیوں کا موعود ہوں اس لئے مسیح بھی ہوں اور مسلمانوں کے لئے واجب التسلیم ہوں اس نسبت سے میرا نام مہدی ہے، ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔حضرت اقدسؑ نے لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ پر فرمایا:

> ''اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایسا کامل انسان تھا......اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا......جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا''

صفحہ ۳۴ پر فرمایا:

''اب میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریہ صاحبوں کو ان کی چند غلطیوں پر تنبیہہ کرتا ہوں....''

(۲) حضورؑ کا ایک الہام ''آریوں کا بادشاہ'' اور برہمن اوتار سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں۔''

روحانی بادشاہ کا یہی کام ہوتا ہے کہ عقائد فاسدہ کی اصلاح کرے اور برہمن اوتار کے معنے خدا کا نبی ہیں برہما خدا کا نام ہے۔ اوتار کے معنے نبی صفحہ ۳۴۔ اور مسیح ناصری نے بھی کہا تھا کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں میری بادشاہت دنیا کی نہیں۔ (یوحنا ۱۸/۳۶)

(۳) اکابر اہل اسلام نے حضرت کرشن کو حسب منطوق آیت:

''وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ'' ہندوستان کا نبی تسلیم کیا ہے۔

(۴) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے فرمایا:

''یہ لوگ (کرشن رام چندر) اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی''

اس رسالہ ارشاد رحمانی صفحہ ۴۰ پر مولوی محمد علی صاحب مونگیری نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(۵) اسی طرح مولوی محمد قاسم بانی دیوبند نے لکھا ہے:

''رام چندر اور کرشن نبی تھے'' (ست دھرم وچار صفحہ ۸)

(۶) ایڈیٹر زمیندار لاہور نے لکھا:

''سری کرشن نبیوں کے اسی عالمگیر سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔'' (اخبار پرتاپ ۲۸/اگست ۲۹)

(۷) خواجہ حسن نظامی کرشن بیتی صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:

''سری کرشن بھی ہندوستان کے ہادی تھے۔''

(۸) رسالہ تحفۃ الہند صفحہ ۶ پر اور تفسیر وحیدی زیر آیت ''وان من امة'' اور مکتوب امامِ ربانی ۱/۵۹۴ پر لیکچر انجمن حمائت اسلام لاہور کے ۲۲ ویں سالانہ جلسہ میں لیکچر ہندوستان کے دو پیغمبر صفحہ ۹ پر یہی لکھا ہے۔ سَبَّحَكَ اللّٰهُ وَوَافَاكَ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵ پر حضور نے یہ ترجمہ کیا:

''خدا نے ہر ایک عیب سے تجھے پاک کیا اور تجھ سے موافقت کی''

(۲) لغت کی کتاب نہایہ ابن الاثیر میں تسبیح کے معنے نقائص سے پاک کرنا لکھا ہے:

اصل التسبیح التنزیہ والتقدیس والبریۃ من النقائص

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(۱) براہین حصہ چہارم صفحہ ۵۰۴ پر حضورؑ نے یہ ترجمہ کیا ہے :

''میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تا سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں ....اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔''

(۱) اٰتَانِيْ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔

(۲) اِنِّيْ فَضَّلْتُكَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

اس کے متعلق حضرت اقدسؑ نے ازالہ اوہام ایڈیشن اوّل صفحہ ۷۰۳ میں فرمایا کہ العالمین سے مراد زمانہ حال کے لوگ یا آئندہ زمانہ کے ہیں۔

(۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷ پر فرمایا :

''مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔''

دوسرے الہام کے متعلق الحکم ۲۴ / جون ۱۹۰۰ء صفحہ ۴ پر فرمایا:

''تمام عالمین یعنی تمام زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے۔''

(۳) الحکم صفحہ ۲۰ بابت ۲ صفحہ ۷ پر فرمایا:

''میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد ومناقب اور تمام صفات جمیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کروں میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصلی غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تحمیدی

باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں اس لئے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ ہی کے مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کرنے والا ہوں .....کوئی شخص وصول الی اللہ کے دروازے سے آنہیں سکتا بجز اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔''

اِسْمَعْ وَلَدِیْ

حضورؑ کی اصل تحریر خط ۱۲/ جون ۸۳ ءمندرجہ مکتوبات احمد ۱/ ۲۳ میں اَسْمَعُ وَاَرٰی ہے۔ اسمع ولدی حضورؑ کا کوئی الہام نہیں ہے۔ بابو منظور الٰہی نے غلطی سے البشریٰ میں لکھ دیا ہے۔

اُخْطِیْ وَاُصِیْبُ

حضرت اقدسؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳ پر اسکی تشریح فرمائی:

''ایسے الفاظ خدائے تعالیٰ کے کلام میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ آحادیث میں لکھا ہے کہ:

''میں مومن کی قبض روح کے وقت تردّد میں پڑتا ہوں حالانکہ خدا تردّد سے پاک ہے اسی طرح یہ وحی الٰہی ہے ....اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔''

(معترض دیکھئے تفسیر قنوی صفحہ ۶۲ وابن المجید ۱/ ۱۲۷)

جن صفات اور افعال کا خدا کی ذات میں پایا جانا محال ہے اگر ان صفات میں سے کوئی صفت اللہ کی طرف منسوب کی جائے تو قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ وہ صفت یا فعل حقیقی معنوں کی طرف محمول نہیں ہوتے بلکہ ظاہر الفاظ سے پھیر کر بطور مجاز و استعارہ کے ان کا استعمال ہوتا ہے۔ تمام علماء اسلام اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اترنا اور چڑھنا خوش ہونا اور ہنسنا چلنا دوڑنا تردد کرنا حیا کرنا اور اسی قسم کے دوسرے افعال وصفات حقیقی معنوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے تقدس کے خلاف ہے۔

اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَکَ

حضرت اقدسؑ نے براہین حصہ چہارم صفحہ ۵۶۱ پر فرمایا:

''اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔''

بدر کی لڑائی میں صحابہ نے اپنے صدق اور وفا کو ظاہر کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا:

''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ'' یہ مقام اور درجہ تقویٰ کا ہوتا ہے اس وقت وہ خدا کی مرضی کے خلاف کر ہی نہیں سکتا۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۰۶)

(۲) لعل اللہ اطلع علی اهل بدر فقال اعملو ما شئتم...... فقد غفرت۔

(بخاری و عینی ۸/۱۵۸)

آیات متشابہات اور اہل زیغ کے تمام اعتراضات کا ایک اصولی جواب

(۱) هو الّذی انزل علیک الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ.......

(آل عمران آیت۔۸)

الہامی کلام میں دو قسم کی آیات ہوتی ہیں ایک محکم جو بمنزلہ ماں کے ہیں تو جو کچھ اندر ان کے ہے وہ بطور اولاد کے ہے یعنی متشابہات۔ پس متشابہات بطور اولاد کے محکم کے تابع ہوئیں جن کے معنے محکم کے ماتحت تاویل کر کے لئے جائیں مگر جن لوگوں کے دلوں میں فتنہ اور کجی ہے وہ متشابہات کو محکم کے تابع نہیں کرتے اور اعتراض کر دیتے ہیں فرمایا:

''القراٰن علی سبعة احرفٍ لکل اٰیة منها ظهر و بطن'' (مشکوٰۃ باب العلم)

''قرآن کریم سات لغت پر نازل ہوا۔ جس کی ہر آیت میں ظہر اور بطن ہے اور بطن

کے معنے حضرت خواجہ پارسا نے یہ کئے ہیں ظاہری تفسیر وہ ہوتی ہے جو ظاہر معنے رکھے بطن تاویل کو کہتے ہیں۔''

قرآن کریم متشابہات سے بھرا پڑا ہے۔

(۱) وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ

(۲) مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى

(۳) أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

(۴) صِبْغَةَ اللّٰهِ

(۵) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

عورتوں کو لباس اور کھیتی کہا:

(۶) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ ۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

(۷) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

(۸) حَبْلُ اللّٰه

(۹) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

(۱۰) نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (توبہ:۶۷)

(۱۱) يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ

تمام قرآن کریم متشابہات سے بھرا پڑا ہے۔ جو لوگ راسخ فی العلم ہیں وہ محکمات کے ماتحت متشابہات کی تاویل کر لیتے ہیں اور الہام کلام کی خوبیاں دیکھتے ہیں وہ تو نبی کو اور اس کے کلام کو سچا سمجھتے ہیں۔ چونکہ اہل زیغ کا من حرامی ہوتا ہے۔ ماننے کی نیت نہیں اس لئے بہانے تلاش کرتے اور متشابہات کو لے کر اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو قرآن کریم اہل زیغ کہتا ہے ان کا کام ہمیشہ اعتراض کرنا ہوتا ہے۔ ان کو خدا کا خوف اور ماننے کی نیت نہیں ہوتی اس لئے اعتراض کر کے

ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں۔اگر ایک اعتراض حل ہوجاتا ہےتو دوسرا کر دیتے ہیں علی ہذا۔

خوئے بدرا بہانہ بسیار

مگر نیک فطرت راسخون فی العلم حضرت ابوبکرؓ کی طرح صرف نبی کی خوبیوں پر نظر رکھتے ہیں اعتراضات کا پہلو اختیار نہیں کرتے۔مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر ۲/ ۳-۷ حاشیہ پر اہل زیغ کا رونا رویا ہے:

''جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے بغرض فتنہ پردازی پڑتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم اس کے اصلی معنی سمجھنا چاہتے ہیں یا جو ہم نے بیان کئے ہیں وہی اصلی ہیں اب ہم اپنے زمانہ کے اہل زیغ (عیسائیوں،آریوں،ہندوؤں وغیرہ ہم) کو دیکھتے ہیں تو اس آیت کی بالکل صداقت پاتے ہیں مثلاً آیت نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ ط ......اہلِ زیغ تو سنتے ہی سٹپٹائے......دیکھو مسلمانوں کا خدا بھولتا ہے.......یا دوسری آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ ......اس پر اہل زیغ نے شور مچایا کہ محمدؐ تو جزوی خدائی کے مدعی ہیں اپنے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ بتلاتے ہیں یا آیت مسیح کے روح اللہ کلمۃ اللہ والی جس کے ظاہری معنوں سے اہل زیغ نے ورقوں کے ورقے سیاہ کر دئے کہ قرآن بھی مسیح کی الوہیت کا مقر ہے.....پس ہماری تقریر سے ثابت ہوا کہ متشابہات وہی احکام اور آیت قرآنی ہیں جن کو اہل زیغ بغرض فتنہ پردازی اشاعت کریں......پس جو آیات اہل زیغ کے لئے مزلتہ الاقدام ہوں اور وہ بے سمجھی سے ان کے لئے فتنہ پردازی کریں وہی آیات متشابہات کی تاویل کر لیتے ہیں۔''

(۲) اس واضح اقتباس سے بخوبی کھل گیا کہ عیسائیوں اور آریوں سے اہلِ زیغ تیرہ سو سال سے متشابہات پر اعتراضات اور نکتہ چینی کرتے چلے آرہے ہیں۔اور ہر سال کروڑں روپے اس کام پر خرچ کئے جاتے ہیں اور ان اقوام میں سے جو سعید الفطرت انسان تھے وہ متشابہات اور اعتراضات

کے پیچھے نہیں پڑے اور ہدایت پاتے رہے اور معترض اپنے اعتراضات میں بڑھتے ہی گئے۔ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی کوئی خوبی نظر نہ آئی بلکہ معترض یہی کہتے رہے اسلام میں کوئی ایک خوبی بتاؤ۔انہوں نے اسلام کی کسی خوبی کا اعتراف نہیں کیا اعتراف کرنا ان کے لئے موت کے مترادف ہے۔بعینہٖ یہی حال مسیح موعود کے منکرین کا ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ (حٰم سجدہ : ۴۴)

انہوں نے حضرت اقدسؑ پر اور آپ کے متشابہ الہامات پر وہی اعتراضات کئے جو تیرہ سو سال سے بدبخت اہل زیغ کرتے چلے آئے ہیں۔انکے اعتراضات درحقیقت مخالفین اسلام (آریوں ،عیسائیوں، ہندوؤں) کی نئی صدائے بازگشت ہے ؎

انبیاء کے طور پر حُجّت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار

ان کا کوئی اخبار پرچہ رسالہ جو سلسلہ احمدیہ کے خلاف لکھا ہوا ٹھا کر دیکھو تم پڑھ جاؤ۔حضرت مسیح موعودؑ کی کسی خوبی کا اس میں اعتراف نہ پاؤ گے سب برائیاں ہی برائیاں لکھی ہوں گی اور یہی لکھا ہوگا کہ آپ کی کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی حالانکہ حضور کے محکم نشان اتنے ہیں اور ایسے ہیں جنکی مثالیں انبیاء میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ایک دو نہیں لاکھوں نشان اور پیشگوئیاں ہیں جو بڑے جلالی رنگ میں پوری ہوئیں ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کی طرح ایک وسیع پروگرام پر مشتمل ہیں جن میں سے میں نے باب نبوت میں سابقہ انبیاء کی پیشگوئیوں کے ساتھ تطبیق دیکر لکھی ہیں اور جن کے پورا ہونے کے مخالفین بھی دل اور زبان سے معترف ہیں اسی لئے تو ان کا ذکر نہیں کرتے اور جو چند متشابہ الہام ہیں تاویل طلب ہیں خود حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کے معنے فہم الٰہی کے ماتحت کئے اور ان استعارات کی صحیح تاویلیں کیں۔سینکڑوں دفعہ ان کے اعتراضات کے مدلّل جواب دئے۔سعید فطرت راسخ فی العلم لوگ سمجھے اور سمجھ کر لاکھوں انسان صداقت کو مان کر

داخل سلسلہ ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔مگر اہل زیغ بد بخت بغرض فتنہ پردازی ان متشابہات کی دن رات اشاعت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے نہ کسی نبی کا سلسلہ اہل زیغ نے مٹایا اور نہ ان سے یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ مٹے گا۔ بلکہ یوماً فیوماً بڑھے گا پھولے گا اور اہل زیغ **مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ** جلیں گے مریں گے۔

الہامی کلام میں مجاز اور استعارات کی ضرورت

یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کو ان مجاز اور استعارات کی ضرورت کیا تھی:

''یاد رہے اہل مذہب کے دو حصے ظاہر پرست، باطن پرست۔اوّل الذکر علماء کہلاتے ہیں اور ثانی الذکر صوفیا، مذہبی کتب اور انبیاء اور اولیاء کے الہامات میں ہر طبیعت کے لئے غذا ہونی ضروری ہے تا کہ وہ آسمانی پیغام اور الہیٰ صداقت کو اپنی زبان میں سمجھ کر آستانہ الوہیت پر جبینِ نیاز جھکا دیں۔صوفیا اپنی اصطلاحات پر اور علماء ظواہر اپنی قشر پرستی کے ماتحت اپنے اپنے دائرہ کی زبان کے عادی ہیں بناء بریں حضرت اقدس پر بھی خدائے تعالیٰ نے ہر دو طرز کا کلام نازل فرمایا وہ الہامات بھی ہیں جن میں تصوف کا رنگ غالب ہے تا کہ صوفی لوگ ذوق اٹھا کر ہدایت پائیں اور وہ حصہ بھی ہے جو ظاہریت پر مبنی ہے۔متصوفانہ حصہ پر نادان علماء ظواہر کا معترض ہونا انکی قصور فہمی ہے وہ اپنے خشک اور زمینی علم پر نازاں ہوتے ہیں:

فرحوا بما عندهم من العلم (المومن ع۹)

جب ان کے پاس ہمارا رسول آیا تو انہوں نے اپنے علم پر اترانا اور غلطیاں بتلانا شروع کر دیا اس ظاہریت سے تنگ آ کر مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔

گر باستدلال کارِ دیں بُدے
فخر رازی رازدارِ دیں بُدے

اگر دین کا مدار دلیلیں پیش کرنے پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے راز دار ہوتے

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

گر بعلمِ خشک کارِ دیں بُدے

ہر لئیمے رازدارِ دیں بُدے

اگر علم کی خشک باتیں ہی دین کا مدار ہوں تو پھر ہر کمینہ گھٹیا شخص دین کا راز دار بن جائے۔

پس نہ صرف حضرت اقدسؑ پر استعارات میں کلام نازل ہوا ہر نبی کا یہ حال تھا۔حضرت مسیح ناصری تو گفتگو بھی تمثیلوں میں کرتے تھے اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا فصاحت اور بلاغت کا بھی تقاضا تھا مگر حقیقت سے دُور لوگ اسی بناء پر انبیاء اور اولیاء کرام کو ستاتے رہے۔ان کو ملحد اور زندیق، کافر، بدکار، جھوٹے، ساحر کہتے رہے۔سو حضرت اقدسؑ کا بھی علماء ظواہر کی ایذا دہی سے حصہ پانا ضروری تھا تا صادقین کی یہ ضروری علامت بھی پوری ہو جائے۔

(تفہیمات ربانیہ صفحہ ۹۴)

اختتام

بعض اہم حوالہ جات کی نقول

کتاب ہٰذا میں متعدد علماء سابقین کی کتب کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ان میں سے بعض اہم کتب کے حوالہ جات کا عکس اس غرض سے دیا جارہا ہے تاکہ قارئین کو ان اصل حوالہ جات کی تفصیل اور ثقاقت کا علم ہو سکے۔نیز معترضین پر اتمام حجت ہو۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	اثبات
1	قرآن شریف مترجم	اشرف علی تھانوی	بانیٔ جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا اعتراف
2	فتح البیان	صدیق حسن بھوپالوی	آنحضرت ﷺ کی خواب میں شادیاں
3	تفسیر ثنائی	مولوی ثناء اللہ امرتسری	جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے
4	سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی	امام مہدی کے زمانہ میں کسوف و خسوف
5	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی	ابناء فارس
6	مشکوٰۃ المصابیح	علی بن سلطان	۷۳ فرقوں میں منقسم ہونا
7	دافعہ الوساوس	مولانا محمد عبد الحئی لکھنوی	غیر شرعی نبی آسکتا ہے
8	الفقہ الاکبر	امام ابوحنیفہ	آثار قیامت
9	فصوص الحکم	شیخ محمد الدین ابن عربی	مہدی کی علامات
10	شرح فصوص الحکم	مولانا عبد الرحمن حاجی	غیر شرعی نبی آسکتا ہے

11	خصائص الکبریٰ	علّامہ جلال الدین سیوطی	امت محمدیہ میں نبی کا ہونا
12	مکتوبات امام ربانی		امام مہدی کی علامات
13	مبدء ومعاد	مجدد الف ثانی	حقیقت احمدی کا ظہور
14	موضوعات کبیر	ملا علی قاری	ختم نبوت کا صحیح مفہوم
15	تحذیر الناس	مولانا محمد قاسم نانوتوی	غیر شرعی نبوت جاری ہے
16	بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش	وفات مسیح
17	مثنوی مولانا روم		ختم نبوت کا مفہوم
18	تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دعویٰ مجددیت
19	منصب امامت	مولانا شاہ اسمٰعیل شہید	امام کا بلند مقام
20	اقتراب الساعۃ	نواب صدیق حسن بھوپالوی	علامات ظہور امام مہدی
21	حجج الکرامہ	نواب صدیق حسن بھوپالوی	علامات ظہور امام مہدی
22	اشاراتِ فریدی	خواجہ غلام فرید	تصدیق صداقت حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ
23	تذکرۃ الاولیاء		روحانی حیض
24	اشاعۃ السنہ	مولوی محمد حسین بٹالوی	تصدیق مصنف براہین احمدیہ

اظہار تشکّر

اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ادا کرنے کے بعد میں اپنے برادرِ نسبتی سردار عبدالسمیع صاحب مرحوم (آف ماڈل ٹاؤن لاہور) ابن ڈاکٹر احسان علی صاحب مرحوم کا شکر گزار ہوں۔ نومبر ۲۰۱۲ء میں آپ علیل تھے اور کینسر کی کیموتھیراپی شروع ہونے والی تھی۔ میں اور میری بیوی حج کے فریضہ میں اُن کیلئے بیحد دعا کرنے کے بعد اُن کے ماڈل ٹاؤن لاہور گھر میں ٹھہرے۔ مجھے ایک دم کہنے لگے کہ:

''ڈاکٹر صاحب آپ کن کاموں میں مصروف ہیں؟ آپ کا اصل کام اپنے والد کی تصنیفات اور زجاجہ کی دوبارہ اشاعت ہے''۔

کہنے لگے کہ:

''میں نہیں جانتا کہ میرے دل میں یہ تحریک بہت زور سے کیوں ہوئی۔ لیکن آپ کو اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔''

اللہ تعالیٰ اس کی جزاء اُن کی روح اور اُن کے بیوی بچوں کو ہمیشہ دیتا رہے۔(آمین)۔

اس کے بعد دوسری تحریک اور عملی اور علمی مدد میرے خالہ زاد بھائی اور ہم زلف مولانا محمد اجمل شاہد صاحب، سابق رئیس التبلیغ اور امیر نائیجیریا نے کی۔ آپ نے نہ صرف اِس کام کو فرنٹ لائن پر رکھا بلکہ اس کی پہلی اور دوسری پروف ریڈنگ کی اور قرآن مجید کی سورۃ اور آیات کے حوالہ جات جدید طرز پر ترتیب دیئے۔ اُن کی مدد اور حوصلہ افزائی کے بغیر اِس کام کو آگے بڑھانا ناممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور اُن کے بیوی بچوں کو اِس کارِ خیر کی جزا ہمیشہ دیتا رہے۔(آمین)

مکرم ومحترم ملک صفی اللہ صاحب آف ٹورنٹو کینیڈا نے نظر ثانی اور فارسی اشعار کے اردو ترجمہ میں بہت مدد کی۔ اسی طرح مکرم احمد مبارک صاحب نے بھی دستِ تعاون بڑھایا۔ میں اُن کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

میرے بڑے بھائی سید نعیم احمد شاہ صاحب نے اِس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ''زجاجہ'' کے نام سے 1983ء میں شائع کیا۔ اسی سال جلسہ سالانہ 1983ء کے دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے اِس کتاب کا تعارف کروایا۔ یہ کتاب پھر جامعہ احمدیہ کے سلیبس میں شامل بھی کی گئی۔ انہوں نے موجودہ ایڈیشن کے لئے بھی بہت مدد کی اور دعاؤں سے اس کام کو آگے بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور اُن کے خاندان اور بچوں کو اس کا ثواب پہنچاتا رہے۔ آمین۔

مجھ سے بڑے میرے بھائی سکواڈرن لیڈر سید سلیم احمد شاہ صاحب نے والد صاحب کے تمام مسودات کو نہایت محبت اور عرق ریزی سے ترتیب دیکر محفوظ رکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس علمی خزانے کی اشاعت ادارہ تحقیق الادیان، میری لینڈ امریکہ سے ہوتی رہے گی۔

میں اپنی رفیقہ حیات منصورہ نازلی اور اپنے بچوں سید رضوان احمد شاہ، سیدہ ملیحہ شاہ اور سید نعمان احمد شاہ کے تعاون، دُعاؤں اور حوصلہ افزائی کے لئے شکر گزار ہوں۔

آخر میں عزیزم خورشید احمد خادمؔ Unitech Publications Qadian کا بھی بیحد ممنون ہوں جنہوں نے بڑی محنت اور خاص توجہ سے اس کو ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں قارئین تک پہنچایا۔

خاکسار

سید ڈاکٹر مبارک احمد شاہ ترمذی

امریکہ

تعارف مصنف

سید طفیل محمد شاہ ترمذی

(1890-1953ء)

میرے والد سید طفیل محمد شاہ ترمذی کے آباء کا تعلق شہر ترمذ، ازبکستان سنٹرل ایشیا سے ہے۔ وہ حضرت امام سید زین العابدین ابن سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کی نسل میں سے تھے۔ میدانِ کربلا میں عورتوں کے علاوہ صرف ایک کم سن لڑکے سید زین العابدین زندہ بچے۔ اُن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیعت کی نسل کی حفاظت فرمائی اور شہداء کے خون سے سینچی ہوئی اسلام کی روح کو زندہ رکھا۔ اسلام کی حقیقی تعلیم اُن کی اولاد کے ذریعہ سے سنٹرل ایشیاء کے شہروں بخارا اور ترمذی میں پہنچی۔ حدیث کی کتب صحیح بخاری اور صحیح ترمذی کے عظیم کام کو مکمل کرنے والے امام بخاری اور امام ترمذی کا تعلق انہی شہروں سے اور اہل بیعت سے تھا۔

سید طفیل محمد شاہ ترمذی ۱۸۹۰ء میں ایک بستی ''مسیتی سیداں وموہاں'' (مسیت پنجابی میں مسجد کو کہتے ہیں، بمعنی سیدوں کی مسجد کی بستی) تحصیل ٹانڈہ، ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب انڈیا، میں پیدا ہوئے۔ میرے دادا سید شاہ نواز ترمذی اس بستی کے رئیس اور گدی نشین تھے۔ اُن کا تعلق اہل تشیع سے تھا۔

میرے والد نے نوجوانی کی عمر میں خلافت ثانیہ کے اوائل میں احمدیت قبول کی۔ اس پر میرے دادا نے کہا کہ تم تو خود ورثہ میں پیر اور گدی نشین بنو گے۔ تم نے کسی اور کو پیر کس طرح مان لیا؟ میرے والد نے گھر سے بے دخلی قبول کی، مگر ثابت قدم رہے۔ آپ سرکاری سکول میں پڑھاتے تھے۔ طبابت سے بہت شغف تھا۔ مریضوں کے علاج کیلئے کوسوں گھوڑی پر سوار ہو کر جاتے اور کبھی معاوضہ طلب نہ کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا ڈاکٹر اور سرجن بننا، میرے والد کی Legacy کی ہی

ایک کڑی ہے۔ ایک دفعہ ایک مریض کے بلا معاوضہ علاج کیلئے انہوں نے سفر کی بہت تکلیف برداشت کی اور خود اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ بشارت ملی کہ ''تیری ابراہیمی دعائیں قبول ہوئیں''

آپ پکے موحد اور انتہائی خوددار تھے۔ اپنا مال مریضوں اور دوسروں کی مدد کیلئے خرچ کرتے مگر خود کبھی دوسروں سے مدد کے خواہاں نہ تھے۔ خدائے واحد کے علاوہ اُن کا سر کسی کے سامنے نہ جھکا اور یہی سادات کا ورثہ ہے۔ وہ اپنے سر کے بال خود کاٹتے تھے کہ ''میں کسی انسان کے سامنے سر جھکانا پسند نہیں کرتا۔''

آپ کی تمام عمر علمی تحقیق، مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور دیئے کی روشنی میں کتب کی تصنیف میں گزری۔ آپ کی زندگی کا مقصد سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت اور تعلیم و تصنیف کے ذریعہ پیغام حق پہنچانا تھا۔ آپ پرجوش داعی الی اللہ اور علم و عمل کے میدان میں احمدیت کی مجسم تصویر تھے۔ میری والدہ بیان کرتی تھیں کہ وہ کئی کئی مہینے تبلیغ کیلئے گھر سے چلے جاتے اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ جب واپس آتے تو گرمی کی شدت کا اثر چہرے کی رنگت پر نمایاں ہوتا۔ میری والدہ کو اکثر کہتے کہ:

> '' آمنہ کبھی فکر نہ کرنا۔ میں تمہارے لئے اتنی دعائیں کرتا ہوں کہ تمہیں اور تمہارے بچوں کو کبھی کسی انسان کی محتاجی نہیں ہوگی اور میری دعا ہے کہ خدا اُن کو اتنا ہی دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔''

میں سمجھتا ہوں کہ میرے والد کی دینی خدمات اور تصنیفی کاوشیں، میری والدہ کے تعاون اور پرامن گھریلو ماحول کی مرہونِ منت ہیں۔

میرے والد کی پہلی شادی سے دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکی کم عمری میں ہی فوت ہوگئی۔ دوسرے بیٹے کا نام سید غلام محمد شاہ صاحب تھا۔ فیصل آباد جماعت کے احباب اُن کو شاہ میڈیکو کے

حوالہ سے جانتے ہیں۔ میری پہلی والدہ جلد وفات پاگئیں۔

میرے والد کی دوسری شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ہوئی۔ والدہ صاحبہ کے چچا چوہدری علی محمد صاحب، حضورؓ کے رضا کار خادم تھے۔ حضورؓ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے گاؤں گوکھووال کے طفیل شاہ شادی کی دعا کیلئے لکھتے رہتے ہیں۔ آپ اُن کی شادی کیوں نہیں کروا دیتے؟ مکرم چوہدری صاحب نے کہا کہ حضور کوئی مناسب رشتہ نہیں ملتا۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ یہ تمہاری بھتیجی آمنہ جو ناصرہ (حضرت بی بی ناصرہ بیگم صاحبہ) کے ساتھ کھیلتی پھر رہی ہے، اُس سے کیوں نہیں کروا دیتے۔ چوہدری صاحب کہنے لگے کہ ''حضور مناسبت نہیں بنتی، عمر کا بہت فرق ہے۔''

حضورؓ نے فرمایا:

''میں کہہ رہا ہوں کردو، نبھ جائے گی۔''

مکرم چوہدری صاحب نے میرے نانا قاری محمد عبداللہ صاحب کو لکھ دیا۔ انہوں نے فوراً ہاں کردی۔ اس پر گوکھووال گاؤں کے مخالفین احمدیت نے کہا کہ ''قاری نے اپنی بیٹی مرزائیوں کو بیچ دی ہے۔''

حضورؓ کی دعا سے میرے والدین نے مثالی روحانی زندگی گزاری اور اُن کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کی توفیق دی۔

میری والدہ آمنہ بی بی سے ہم پانچ بھائی اور ایک بہن ہیں۔ سید محمد احمد شاہ، سید لطیف احمد شاہ اور مبارکہ بی بی وفات پا چکے ہیں۔ تین بچے باحیات ہیں۔ سید نعیم احمد شاہ (آف شاہ میڈیکو ربوہ، حال گلاسگو سکاٹ لینڈ)، سکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) سید سلیم احمد شاہ صاحب (حال اسلام آباد پاکستان) اور خاکسار ڈاکٹر سید مبارک احمد شاہ ترمذی (حال میری لینڈ امریکہ)۔

میرے والد صاحب نے ادارہ تحقیق الادیان قائم کیا۔ یہ ادارہ اب میری لینڈ، امریکہ سے اِن مسودات کی دوبارہ اشاعت اور تدوین کیلئے کوشاں ہے۔

۱۔راہنمائے تبلیغ،موسوم زجاجہ وتلاشِ حق۔(زیرنظر تصنیف)

۲۔اجرائے نبوت۔ ۳۔تحقیق الادیان حصہ اوّل

۴۔اسلام اور ہندودھرم کا مقابلہ

سید طفیل محمد شاہ ترمذی گوکھووال اور سالار والہ جماعتوں کے سالہا سال تک پریذیڈنٹ رہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ ۱۹۲۲ء کی پہلی مجلس شوریٰ میں جماعت احمدیہ گوکھووال (لائلپور) کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل ہوئے۔آپ کو تحریکِ جدید کی صفِ اوّل کی پانچ ہزاری مجاہدین سکیم میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

میرے والد بہت خاموش طبع تھے۔حضرت خلیفہ ثانیؓ جب ٹرین کے سفر پر سندھ کی زمینوں کو دیکھنے کیلئے جاتے تو ٹوبہ ٹیک سنگھ ریلوے اسٹیشن پر جماعت کے احباب ملنے آتے۔میرے والد پیچھے کھڑے رہتے اور حضورؓ خود اُن کو بلا کر شرفِ ملاقات بخشتے۔حضرت خلیفہ ثانیؓ نے میرے والد کے بارہ میں فرمایا کہ ''طفیل شاہ چھپا رُستم ہے۔''

میرے والد نے ۲۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو وفات پائی۔آپ موصی تھے۔آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔حضرت خلیفہ ثانیؓ ۱۹۵۴ کے حملہ سے زخمی ہوکر علیل تھے۔میری والدہ نے قصرِ خلافت میں جا کر حضورؓ کو وفات کی اطلاع دی۔حضورؓ نے بیحد رنج کا اظہار کیا اور باوجود علالت کے خود جنازہ پڑھایا۔آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ اوّل میں مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے حساب رحمتیں نازل کرے اور اپنی قربت میں جگہ دے۔آمین۔

خاکسار

سید ڈاکٹر مبارک احمد شاہ ترمذی

امریکہ